معصومین وصالحین اور ہم

(مجموعہ مضامین)

از

محبِّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب قبلہ

سرپرست ادارۂ تنظیم مہدویہ و مدیر ماہنامہ نورِ ولایت

شائع کردہ

ادارۂ تنظیم مہدویہ

16-8-806، نیوملک پیٹ، حیدرآباد 500024

تلنگانہ، انڈیا

سلسلۂ اشاعت 86

نام کتاب : معصومین وصالحین اور ہم (مجموعہ مضامین)

مرتب : محبّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب

سن اشاعت : 1438ھ م 2017ء

تعداد : 500

صفحات : 325

قیمت : 150 روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ : SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد
فون 24529428

طباعت : بالاجی آفسٹ پریس، عنبرپیٹھ، حیدرآباد

ناشر : ادارۂ تنظیم مہدویہ
شاداب منزل، 16-8-806، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد-24
سل نمبر 9885237858

ملنے کا پتہ

(1) بمکان امیر علی خان، شاداب منزل، 16-8-806، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد -24

(2) جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عابد، 16-8-34/1، چنچل گوڑہ، حیدرآباد

(3) مسجد حضرت حافظ سید داؤد میاں صاحبؒ، 16-4-318، چنچل گوڑہ

(4) SAN کمپیوٹر سنٹر، 16-4-686، چنچل گوڑہ، حیدرآباد-24، فون 040-24529428

(5) حضرت سید مصطفیٰ مبارک یداللّٰہی صاحب، یداللّٰہی چوک، تائی واڑہ، بڑودہ، گجرات

(6) حضرت سید منظور حسین عتیق مہدی صاحب، حمادی اسٹریٹ، ڈبھوئی، گجرات

(7) جناب سید امجد صاحب، سکریٹری جمعیت مہدویہ، میٹیڈ ہلی، بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماں اور باپ
کے نام
جن کی رحمت وشفقت بھری نظریں
بطفیل
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
و
خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام
آج بھی مجھے
سیراب کرتی ہیں
الحمدللہ

فہرست

پیش لفظ	جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عابدؔ	8
قطعہ تاریخ	جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ	10
مقصود علی خاں	جناب سید داؤد رفیق صاحب (ایڈیٹر آوازِ دوست)	11
ایک حقیقت	حضرت مقصود علی خاں صاحب	12

1	توحید	14
2	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	16
3	حضرت مہدی موعودؑ	24
4	اُم المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	36
5	اُم المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا	38
6	ام المصدقین بی بی الہداتی رضی اللہ عنہا	41
7	اُم المصدقین بی بی ملکان رضی اللہ عنہا	45
8	حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	47
9	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	52
10	حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	59
11	حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ	64
12	حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ	67
13	حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ	74

14	حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ	83
15	حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ	93
16	حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؒ	100
17	حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؒ	108
18	حضرت بندگی میاں ملک گوہرؒ	111
19	حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادۂ لاہوتؒ	117
20	حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ	123
21	حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ	127
22	حضرت بندگی میاں یوسف مہاجرؒ	132
23	حضرت بندگی میاں شاہ امین محمدؒ	137
24	حضرت بندگی میاں سید سلام اللہؒ	142
25	حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ	146
26	حضرت شیخ مومن توکلیؒ	149
27	حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ	153
28	خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہدادؒ	157
29	حضرت بندگی میاں الہداد حمیدؒ	162
30	حضرت بندگی میاں لاڑشاہؒ	166
31	حضرت بندگی میاں یوسف سہیتؒ	169
32	حضرت قاضی قادنؒ	172
33	حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ	174

34	حضرت بندگی میراں سید عبدالحیؒ روشن منورؒ	178
35	حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؒ	182
36	حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ	186
37	حضرت بندگیمیاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ	192
38	حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحقؒ	198
39	حضرت بندگی میاں سید اشرف بارہ بنی اسرائیلؒ	204
40	حضرت بندگی میاں سید اسحاق بارہ بنی اسرائیلؒ	207
41	حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ	209
42	حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ	213
43	حضرت بندگی میاں سید میراں ستون دینؒ	216
44	حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ	219
45	حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ	222
46	حضرت بندگی میاں سید عالمؒ	226
47	حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف بڑے میراںؒ	230
48	حضرت بندگی میاں سید محمود بارہ بنی اسرائیلؒ	232
49	حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ	233
50	حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ	235
51	حضرت علامہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہؒ	240
52	حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ	244
53	عارف باللہ حضرت عبداللہ خاں نیازیؒ	250

54	حضرت بندگی میاں شیخ علائیؒ	255
55	حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ	259
56	حضرت شاہ شریف مجذوبؒ	263
57	حضرت میاں میر بالا پیرؒ	267
58	حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؒ	271
59	حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ	275
60	حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ	278
61	حضرت بندگی میاں شاہ نصرت مخصوص الزماںؒ	283
62	حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ	291
63	حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحبؒ	296
64	حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ	301
65	حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا صاحب میاںؒ	304
66	حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوری (نور گھاٹ)	308
67	حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ	310
68	حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ	314
69	حضرت بندگی میاں سید روح اللہؒ	318
70	حضرت بندگی میاں سید خدا بخشؒ	322
71	اہل بیت کرام کی شرف وفضیلت	323

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سوانح ہو کہ سیرت نگاری ویسے تو یہ ایک تاریخ کی شاخ ہے لیکن اُردو ادب میں سوانح نگاری یا سیرت نگاری کا فن اپنی جگہ ایک الگ باب کی صورت میں اس وقت نمودار ہوا جب انگریزی ادب سے ہمارا تعارف ہوا، وہاں اس فن کو Biography کہا جاتا ہے۔

کسی کی سوانح یا سیرت ماضی کے تاریخی واقعات میں ملتی تھی لیکن جب سے یہ ادب کا حصہ بنی اس کوئی اور طرح سے بھی استعمال کیا گیا جیسا کہ ماضی کے مثالی انسانوں کے کارنامہ سے واقف کروا کر حال کے خواب غفلت میں ڈوبی قوم میں ایک بیداری پیدا کی جائے۔

مندرجہ بالا طرز پر ہی محبِّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب سؔحر نے اس کتاب کو اپنے قدیم مضامین کی نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا خیال کیا۔ اس لئے اس کا نام معصومین و صالحین رکھا گیا تھا، اسکے مطالعہ کے بعد ناچیز کے مشورے پر اس کا نام ''معصومین وصالحین اور ہم'' ہو گیا۔ کیونکہ ان مضامین کی نہج بھی اس طرح ہے کہ معصومین کی سیرت کے ساتھ ساتھ ہم کو اس میں ان کی اتباع کی طرف توجہ دلوائی گئی اور صالحین کی سیرت کا بیان کرتے ہوئے جہاں ان کے ظاہر و باطن، عادات واطوار، اخلاق ومعاشرت، وراثت اور نفسانی کیفیات کا ذکر کیا گیا جو سوانح یا سیرت نگاری کے اہم نکات ہیں، وہیں ہمیں آج کے حال و ماحول کی ہلکی سی تصویر دکھانے کی کوشش کی گئی اور ان مثالی افراد کی شخصیت اور شخصیت کی تعمیر کی ایک مکمل تصویر پیش کی گئی، جس کے مطالعہ سے ہم درس حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کی تقلید ہمارے لئے کتنی اہم ضرورت ہے بتائی گئی اور صالحین کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنے کی طرف رغبت رکھنے کا مشورہ بھی دیا گیا

ان کی تحریر میں الفاظ اور تراکیب نہیں ملیں گے، وہ ایک صاف اور بلاغت سے پُرتحریر لکھنے کے عادی ہیں۔ زبان کے استعمال پر زور نہیں دیتے، بات میں وزن پیدا کرنے گفتگو کا انداز رکھتے ہیں اور سیرت کے پہلو لکھتے وقت موجودہ ماحول اور ہمارے اپنے کردار اور روزمرہ زندگی گزارنے کے طور طریقے پر جو دکھ انہیں ہوتا ہے وہ دبی دبی زبان میں باہر آجاتا ہے، جس کو ہم تنقید نہیں کہہ سکتے بلکہ تعمیری پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے قاری کو آج کے حال و ماحول پر متوجہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ناصح کی طرح تنبیہہ نہیں کرتے، یہ تعمیری پہلو ان کی تحریر میں عیاں ہے، اسی لئے جب ہمارے دائروں کے شاندار ماضی کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی تحریر جوش جذبہ کے ساتھ ساتھ آج کے حال و ماحول پر کچھ ضرور لکھتے ہیں اور ساتھ ہی قاری کو دائروں سے منسلک رہنے کا مشورہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر رہتا ہے، نہ صرف مضامین میں بلکہ ان کے اداریہ جو نور ولایت میں شائع ہوئے ہیں شروع کے 25 سال اداریوں کا مکمل مطالعہ اور اس پر غور کرنے کے بعد یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ انہوں نے اپنے اداریوں میں ہمیشہ دائروں سے منسلک رہنے کا مشورہ دیا اور مرشدین کی اہمیت کو اجاگر کرتے رہے کیونکہ ہمارے دائروں کی اہمیت اور اس میں اتحاد و اتفاق کا درس ان کے ذہن و دل پر ثبت لگتا ہے۔

ان اچھے مضامین پر ان کو مبارکباد دیتے ہوئے قاری سے التجا ہے کہ پڑھیں اور عمل کی کوشش کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کی توفیق وہدایت عطا فرمائے۔ آمین

21/اپریل 2017ء ابوالفیض سید احمد عابدؔ

محترم عالی جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ کا
حضرت مقصود علی خاں صاحب کی تحریر کردہ کتاب
''معصومین وصالحین اور ہم''
کی اشاعت پر تاریخی قطعات کا نذرانہ

پسند سب کریں گے اس کا ہے یقین
سحرؔ کی ہے کتاب کتنی دل نشین
پڑھے گا جو بھی ہوگا اس سے مستفیض
دلائے فیض معصومین و صالحین

1438ھ

نتیجۂ فکر
جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ

حضرت سید داؤد رفیق صاحب

مقصود علی خاں

خوش رو ہیں خوش بیان ہیں مقصود علی خاں
خوش بخت ، خوش گماں ہیں مقصود علی خاں

مہدیؑ کے ثنا خوان ہیں مقصود علی خاں
اک مہدوی پٹھان ہیں مقصود علی خاں

شاعر بھی مصنف بھی مقرر بھی صحافی
اک جان میں جہان ہیں مقصود علی خاں

کردار کے اچھے ہیں تو اخلاق کے پکے
مخلص بھی بے گمان ہیں مقصود علی خاں

ملت محبّ ہے ان کی تو ملت کے وہ محبّ
ملت کے ترجمان ہیں مقصود علی خاں

''قرآنی معلومات'' سے معلوم یہ ہوا
گرویدہ قرآں ہیں مقصود علی خاں

تقریر کا تحریر و صحافت کا سخن کا
خوش رنگ گلستان ہیں مقصود علی خاں

برسا برس سے قوم کی خدمت میں لگے ہیں
اب بھی مگر جوان ہیں مقصود علی خاں

ویسے بھی دیندار تھے اب تارکِ دنیا
ہاں صاحب ایمان ہیں مقصود علی خاں

خوشباش ، ملنسار بھی اور برد بار بھی
اک صلح کُل انسان ہیں مقصود علی خاں

کہنے کو تو اک شخص ہیں اک ذات ہیں مگر
اک انجمن کی شان ہیں مقصود علی خاں

ملت کی بھلائی کے لئے چست ہمیشہ
ہوتے نہیں ہلکان ہیں مقصود علی خاں

جلسے ، مشاعرے بھی کراتے ہیں بے شمار
اک ناظمِ ذی شان ہیں مقصود علی خاں

کرتے ہیں نسل نو کو بھی وہ رہبری خوب
شفقت کا سائبان ہیں مقصود علی خاں

ملت کے خیر خواہ ہیں ملت کے درد مند
بیدار مسلمان ہیں مقصود علی خاں

ان میں بھی ہونگی خامیاں کوتاہیاں مگر
اچھے وہ انسان ہیں مقصود علی خاں

بانی بھی ہیں تنظیم کے اور آج بھی اس کی
تھامے ہوئے عنان ہیں مقصود علی خاں

بانی ، مدیر نور ولایت مرے رفیقؔ
اک حق پسند خان ہیں مقصود علی خاں

میں ہوں رفیقؔ سب کا تو میرے رفیقؔ وہ
جو نیک دل انسان ہیں مقصود علی خاں

ایک حقیقت

تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے اس کی رحمت کا احاطہ وسیع تر ہے، بندوں کی خطاؤں، لغزشوں کے باوجود وہ اُن پر مہربان ہے۔اس کے لئے خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔ درود و سلام ہو ساقی کوثر حضرت محمد مصطفیؐ پر اور خلیفۃ اللہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ پر

یہ دور نفسانفسی اور خودنمائی کا ہے۔ ہر کوئی اس امر میں پیش پیش ہے کہ کس طرح سے اپنے آپ کو زمانے کے سامنے پیش کروں۔عصری ٹکنالوجی نے عزلت نشینی کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر عمل نظر میں آنے لگا ہے اور نظر میں لانے کے لئے جدوجہد بھی کی جارہی ہے جبکہ ہمارا نظام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔سورہ بقرہ کی آیت نمبر 233 میں ارشاد ہوا ہے ’’واعلموا ان اللہ بما تعملون بصیرا‘‘ ’’اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے کہ تم کس نیت سے کیا کام کر رہے ہو۔جس طرح کہ احادیث مبارکہ ہے ’’اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ واضح الفاظ میں ارشاد فرما چکے ہیں ’’تم جو کچھ کام کرتے ہو اس پر نظر کرو کہ اللہ کے واسطے ہو تو خوب اور بہتر ہے اور اگر اللہ کے واسطے نہیں ہے تو سب بیکار ہے‘‘ اور یہ فرمان بھی ’’جو عمل نظر میں آئے وہ مردود ہے‘‘، ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔

ہم تمام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اس قسم کی کمزوریاں تعلیم وتربیت کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔اس کے ساتھ صادقین کی صحبت سے بھی گریز ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے ’’یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین اے مسلمانو خدا سے ڈرو اور صادقین کی صحبت میں رہو‘‘ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خدا سے ڈرنے اور صادقین کی صحبت میں رہنے کا حکم دے رہا ہے۔ ہمارا اس حکم پر توجہ نہ کرنے کی وجہ سے معاشرہ میں بہت ساری بے ضابطگیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ان بے ضابطگیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے دل میں جو کچھ غیر حق کا خطرہ آئے اس کی نفی کرو اور یہاں تک فرمایا کہ غیر حق کے کچرے کو دل سے نکال دے۔اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دائروں کا نظام کیسا تھا،کیسی تعلیم وتربیت کا انتظام تھا۔

الحمدللہ ادارہ تنظیم مہدویہ گزشتہ 44 سالوں سے لسانی اور قلمی خدمت کئے جا رہا ہے۔ جہاں ہفتہ

واری دینی محافل کا اہتمام ہے وہیں مذہبی و دینی کتب کی اجرائی بھی ہے ۔ یہ کتاب اس سلسلہ کی (86) ویں کتاب ہے۔ تنظیم مہدویہ کا عظیم کارنامہ ماہنامہ نورولایت کی اشاعت ہے جو گزشتہ (38) سال سے جاری ہے۔ یہ ماہنامہ حتی الامکان اہل قلم حضرات کے تعاون سے دینی و مذہبی پیاس بجھانے کی کوشش میں سرگرم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فلاح وہی پاتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے کام کرجاتے ہیں۔

مہدوی بزرگوں کی سیرت اوران کے کارنامے پڑھنے سے دل میں عظمت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ محبت جہاں عقیدت کو پروان چڑھاتی ہے وہیں استحکام بھی عطا کرتی ہے۔اس کا یہ اثر ہوتا ہے اُنہیں پیرو بنادیتی ہے۔اس سے نہ صرف اصلاح ہوجاتی ہے بلکہ دنیوی واُخروی زندگی کی کامیابی کا ضامن بنادیتی ہے۔موجودہ دور میں خودنمائی کی فضاء چوطرف چھائی ہوئی ہے۔اس کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ بزرگانِ دین کے حالات زندگی کو شائع کیا جائے۔اس سلسلہ میں راقم نے یہ طے کیا کہ ماہنامہ نورولایت میں شائع شدہ مضامین میں سے چند کا انتخاب اور مزید نظرثانی کر کے شائع کیا جائے۔اس طرح خاتمین پاک ،خلفاء رسول اللہؐ ومہدی موعودؑ اور دیگر بزرگانِ دین پر لکھے گئے مضامین کو یکجا کر کے شائع کیا جارہا ہے۔اس مجموعہ مضامین کا نام ''معصومین وصالحین اور ہم'' دیا گیا ہے۔ان مضامین سے قاری کو انشاءاللہ ظاہری و باطنی زندگی کو سدھارنے کا موقع ملے گا اور دائرہ کی زندگی سے آگہی حاصل ہوگی۔غرض ایک مشعل راہ نظروں کے سامنے آئے گا۔ یہ کتاب قومی نقطہ نظر سے منفرد ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ ہماری قومی کتب میں ایک بہترین اضافہ کا باعث ہوگی۔اس کتاب میں جو بھی مواد ہے وہ شائع شدہ کتب سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ہم تمام اہل قلم حضرات کے خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں جناب سید عیسیٰ نظامی صاحب SAN کمپیوٹر کا جو مخلصانہ تعاون حاصل ہوا اس کے لئے یہ حقیر فقیر شکرگزار ہے۔عزیزم جناب سید موسیٰ یداللّٰہی صاحب خوشنویس نے دیدہ زیب سرورق تیار کیا ہے، جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ نے قطعہ تاریخ نکالی جس کے لئے میں ان کا بے حد شکرگزار ہوں۔اللہ کے حضور دعا گو ہوں حضرت سید داؤد رفیق صاحب کو اعلیٰ نعمتوں سے نوازے۔(آمین) برادرم جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عابد بھی ہمیشہ کی طرح اس کار خیر میں حصہ لیا اور کتاب کی اشاعت میں تعاون دراز کیا جس کے لئے میں ان کا بھی شکرگزار ہوں۔

27/رجب 1438ھ م 25/اپریل 2017ء دُعا کا محتاج

فقیر مقصود علی خان غفرلہ

توحید

هو الاول والاخر والظاهر والباطن و هو بكل شئی علیم (سورہ حدید آیت 3)

ترجمہ: وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے

اللہ ایک ہے، نام بے شمار ہیں، کائنات کا ایک ہی خالق ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اللہ ہمارا رب ہے۔ وہ پاک ذات ہے، اللہ اپنی اُلوہیت اور ربوبیت میں واحد ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں جو اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔ اللہ اپنی عظمت اور کبریائی میں تنہا ہے۔ اللہ حیؔ بھی ہے قیوم بھی، وہاب بھی ہے توّاب بھی، ستّار بھی ہے، قہار بھی، غفار بھی ہے جبار بھی، علیم بھی ہے حکیم بھی، رحیم بھی ہے کریم بھی، خبیر بھی بصیر بھی ہے۔

ہر طرح کی حمد وثناء اور تعریف اسی کے لئے سزاوار ہے کیونکہ وہ کائنات کا خالق ومالک ہے۔ رب العالمین ہے، کائنات کی ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے۔ اللہ ہی لیل ونہار کا حساب رکھنے والا ہے۔ اللہ ہی درختوں سے گرنے والے پتوں کا علم رکھنے والا ہے۔ اللہ ہی ریت کے ذروں کو شمار کرنے والا ہے۔ اللہ ہی زمین وآسمان کو نور سے بھرنے والا ہے۔ اللہ ہی بندوں کے چھوٹے بڑے اعمال کو کتاب مبین میں محفوظ فرمانے والا ہے۔ اللہ ہی رشد وہدایت کی راہ دکھانے والا ہے۔ اللہ ہی قیامت کے روز دوبارہ زندہ کرنے والا ہے اور ان کا حساب لینے والا ہے۔

اللہ کی عظمت وکبریائی کا چرچا ہر سمت ہے۔ اللہ کی حمد وثناء ہواؤں میں اُڑنے والے پرند، سوراخوں میں رہنے والے جانور، گردن جھکائے چلنے والے چوپائے، زمین پر رینگنے والے کیڑے، گھنے جنگلوں میں بادشاہت کرنے والے درندے بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو زبان کو بولنے کی، آنکھ کو دیکھنے کی، کانوں کو سننے کی، دل کو سمجھنے کی، ہاتھوں کو پکڑنے کی، پاؤں کو چلنے کی طاقت دی۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر جگہ اللہ ہی کی حکومت قائم ودائم ہے۔ ہر جگہ اللہ ہی کی عظمت ہے۔ ہر جگہ اللہ ہی کی قدرت کارفرما ہے۔ اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، جس نام سے چاہو پکارو، رحمٰن کہو، رحیم کہو، ستار کہو، غفار کہو، عزیز کہو، عظیم کہو وہ قبول فرماتا ہے۔ اللہ کے ناموں پر غور کرو اور

دل میں جذب کرلو۔ایک کافر اپنے بت کو محبت سے دیکھتا ہے اس کا نقش دل پر اُتر سکتا ہے۔اگر ہم اللہ کا نام محبت سے دیکھتے ہیں یا کہتے ہیں تو یہ نام مبارک دل پر کیوں نقش نہ ہوجائے گا۔منکر نکیر آئیں تو کہیں گے کہ اس کے دل پر تو اللہ لکھا ہوا ہے اس سے کیا سوال وجواب

اللہ کی رحمت وسیع ہے اور اس کے غضب پر حاوی ہے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک بدّ و نے رسول خدا ﷺ سے دریافت کیا، یارسول اللہ قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا، فرمایا اللہ۔ اس نے دریافت کیا، کیا وہ خود لے گا؟ کہاہاں! تو بدّ و مسکرایا۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اے بدّ و تو کیوں مسکرایا؟ وہ بولا جب کوئی کریم قادر ہوتا ہے تو معاف کرتا ہے اور حساب لیتا ہے تو چشم پوشی کرتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا بدّ و نے سچ کہا۔سنو اللہ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں وہ اکرم الاکرمین ہے۔

ارشاد مصطفیٰ ؐ ہے اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے
پتھر میں رہنے والے کیڑوں کو رزق دے کر ۔۔۔ سو بھید کھولتا ہے اللہ بہت بڑا ہے
موسیٰؑ نے جب عصا سے رستہ بنایا اُس میں ۔۔۔ دریا نے بھی کہا ہے اللہ بہت بڑا ہے
مچھلی کے پیٹ میں جب یونس کو زندہ رکھا ۔۔۔ ظاہر یہی ہوا ہے اللہ بہت بڑا ہے
بچپن سے لیکر اب تک اسلاف کی زباں سے ۔۔۔ میں نے یہی سنا ہے اللہ بہت بڑا ہے
خوشبو گلاب، تتلی، دریا، پہاڑ جھیلیں ۔۔۔ ہر اک کی دعا ہے اللہ بہت بڑا ہے

تم بھی سحرؔ ہمیشہ کہتے رہو زباں سے
مہدیؑ نے بھی کہا ہے اللہ بہت بڑا ہے

حضرت مہدی موعودؑ نے اللہ کی تعریف چار چیزوں سے فرمائی ہے۔"عشق ذات خدا است" "بر ذات خدا است" "ایمان ذات خدا است" اور "امانت ذات خدا است" لہذا اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یاد خدا سے انسانی روح کو بلندی اور بصیرت ملتی ہے۔آگے کے مضامین میں جن معصومین وصالحین کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان میں معصومین نے اللہ کی وحدت یعنی توحید کی دعوت دی اور صالحین نے اس کی تبلیغ کی۔اس لئے ہر مہدوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بندگانِ خدا کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دیں۔اور اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں۔دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں بحیثیت مسکین زندہ رکھ اور بحیثیت مسکین موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں میں ہمارا حشر فرما۔آمین ooo

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کیا میرا منہ ہے میری مدح نگاری کیا چیز
جب خدا خود ہی ثنا خواں ہے رسول عربیؐ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے ہدایت کا آفتاب بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کا ہر قول وفعل قیامت تک شمس ہدایت ہے۔ اس دنیا میں وہی کامران ہوتا ہے جو اُسوہ رسول اللہ ﷺ کو اپناتا ہے۔ جس نے محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا وہ کامیاب ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ پرنور ہے۔ اس نور سے اپنی زندگیوں کو منور کرنے کی ضرورت ہے۔ زندگی کے ہر قدم پر ہر معاملہ میں چاہے وہ معاشی ہو کہ معاشرتی، سماجی ہو کہ تعلیمی، روحانی ہو کہ دینی ہدایت کا پیغام دیتی ہے۔

رسول مقبول ﷺ کی سیرت کا ایک ایک پہلو ہمارے سامنے ہے لیکن ہم اپنی زندگی کے روزمرہ کے کاموں میں اس کو روبہ عمل لانے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ مذہب اسلام کو پھیلانے میں رسول مقبول ﷺ نے عفوودرگذر، محبت واخوت سے کام لیا۔ ہم اس واقعہ کو کئی مرتبہ پڑھا ہوگا لیکن اس سے سبق حاصل نہیں کیا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ ایک یہودی کو شرارت سوجھی اس نے ایک پتھر اٹھایا اور آپ پر مارا اور یہ پتھر آپ کے گھٹنے مبارک پر آکر لگا اور جب آپ مڑکر دیکھتے تو وہ بدبخت خائف ہوکر ایک طرف چھپنے لگا۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور آگے بڑھ گئے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد ہی کچھ لوگ باہر سے اونٹنیاں لے کر آئے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کئے ہم مسافر ہیں اور یہ ہمارا مال ہے اگر آپ اس کے فروخت کرنے میں ہماری مدد فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپؐ نے رضامندی ظاہر کردی اور اونٹنیوں کو خریدنے کے لئے خریدار آنے لگے۔ اتفاق سے ان میں وہ یہودی بھی تھا جس نے آپ کو پتھر مارا تھا وہ اونٹنیوں کے مالک کی جگہ آپ کو دیکھ کر گھبرانے لگا اور لوگوں کے پیچھے چھپنے لگا۔ ایک دم آپ ﷺ کی نظر مبارک اس یہودی پر پڑی اور وہ گھبرانے لگا۔ یہاں سے دفعتہً وہ بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا

ہوئے۔ڈرتے کیوں ہوآگے بڑھواور جوبھی اونٹ پسند آئے خریدلو۔ میں انتقام لینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میرا رب بدلہ لینے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔آج ہمارا یہ حال ہے کہ دشمن تو دشمن گھر کے ایک ادنیٰ سے ملازم کی غلطی کو بھی درگذر نہیں کرتے۔حضرت انسؓ، رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بارہ سال رہے لیکن کبھی بھی آپ نے غصہ نہیں کیا اور یہ تک نہیں فرمایا کہ اے انسؓ تم نے یہ کام کیوں کیا؟

حسن خلق کا یہ حال ہے کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے، اگر کوئی جھک کر آپ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹالے۔ مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔

رسول اللہ ﷺ کو گھر میں دیکھئے۔ کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے ہیں، خود دھو بھی لیتے ہیں، جھاڑو بھی دیتے ہیں، اونٹ کو چارہ ڈالتے ہیں اور بازار سے سودا خرید لاتے ہیں۔افسوس کہ آج ہم نے کاموں کو تقسیم کرلیا ہے۔ کپڑے کو اگر پیوند لگانا ہے تو عورت ہی لگائے گی۔ گھر میں اگر نوکر چاکر نہیں ہے تو جھاڑو عورت ہی دے گی۔ آج کے اس معاشی دور میں اگر عورت و مرد دونوں مل کر گھر کے کام کاج میں ہاتھ لگائیں تو ایک طرف پیسہ کی بچت ہوگی، دوسری طرف سامان کی حفاظت ہوگی اور سنت رسول ﷺ پر چلنے سے اجر میں اضافہ ہوگا۔

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے پاس کئی مرتبہ بڑی بڑی رقمیں آئیں مگر سب کی سب تقسیم کردیئے۔بعض وقت آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اگر ایسے وقت حاجت مند آجاتا تو قرض لے کر اس کی حاجت دور کرتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بارہا فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہو تب بھی مجھے خوشی اس وقت ہوگی جب میں تین دن گزرنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کردوں۔

آپ ہر ایک سے خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔غصہ سے دور رہتے اور کسی کو بھی برا بھلا نہ کہتے۔ مدینہ کا بازار ہے لوگ خرید وفروخت میں مصروف ہیں۔رحمت عالم کی نظر مبارک ایک بوڑھیا پر پڑتی ہے جو سر پر بوجھ اٹھائے جارہی تھی۔ بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر جھکی جارہی تھی اور چلنا مشکل ہوگیا تھا۔آپ نے اس کا بوجھ لے کر اپنے سر پر رکھ لیا اور اس کے ساتھ چلنے لگے۔ جب بوڑھی

اپنے گھر پہونچی تو آپ کو دعائیں دینے لگی اور پھر کہنے لگی بیٹا میں تمہارے اس احسان کا بدلہ تو نہیں دے سکتی مگر کیونکہ تم نہایت نیک شخص معلوم ہوتے ہو اس لئے ایک نصیحت کرتی ہوں جو کبھی تمہارے کام آئے گی ۔اس کے بعد بوڑھیا بولی کہ تمہارے شہر میں ایک جادوگر آیا ہوا ہے اس کے فریب میں نہ جانا کیونکہ جو بھی اس کی بات سن لیتا ہے اپنے ماں باپ عزیز و اقارب کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے باپ دادؤں کے خداؤں کو برا کہنے لگتا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بوڑھیا سے دریافت کیا اس جادوگر کا نام کیا ہے۔ بڑھیا بولی اس کا نام محمدؐ ہے۔آپ یہ سن کر فرمائے ائے ماں جس محمدؐ کا ذکر تم نے کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ بوڑھیا سن کر دنگ رہ گئی پھر بولی اگر تم ہی وہ محمدؐ ہو تو تم پر تمام دنیا کی رحمتیں۔پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔ دیکھئے رسول مقبول ﷺ نے اس بوڑھیا کا دل کس طرح جیت لیا۔آج ہم بھی بازاروں سے گذرتے ہیں ،ہمارے نوجوانوں کا بھی زیادہ وقت بازاروں میں گذرتا ہے وہ بھی کسی طرح گذارتے ہیں ہم سب کو معلوم ہے، میں ان کو بیان نہیں کرسکتا۔ہمارے ایک ایک قدم کی رہنمائی کے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے ہے۔

رسول عربی ﷺ نے اپنی ذات مقدس سے یہ پیغام اپنی امت کو دیا کہ غریبوں کے ساتھ اچھا سلوک و برتاؤ کرنا، ان کی ضروریات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا۔ایک دن پیغمبر اسلام ﷺ نماز کے لئے کھڑے تھے ایک بدوی نے دامن پکڑا اور کہا کہ میرا ایک معمولی سا کام باقی ہے، میں بھول جاؤں گا پہلے اسے پورا کردیجئے، نبی رحمت ﷺ اسی وقت بدوی کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور جب اس کی حاجت پوری ہوگئی تو پھر نماز ادا فرمائی۔آپ ﷺ نے غریب کا کام پہلے کیا اور خدا کی نماز بعد میں ادا کی ۔اور مساوات کا خیال اس قدر تھا کہ ایک سفر میں آپ ﷺ نے چند صحابہؓ میں کھانا پکانے کا، کام تقسیم کیا اور خود رسی اور کلہاڑی لی اور لکڑیاں لانے کے لئے جنگل کو چل دیئے ۔ایک صحابی نے اپنی خدمات پیش کیں تو فرمایا ''میں اپنے آپ کو تم سے ممتاز نہیں کرسکتا''

رسول خدا ﷺ نے مذہب اسلام کو پھیلانے میں عفو و درگزر پر ہے۔آپ ﷺ نے نرم دلی، درگزر، جذبۂ ہمدردی سے کٹر سے کٹر دشمن کا دل جیت لیا۔قریش کی ایک عورت کو حضور اکرم ﷺ سے شدید بیر تھا۔جب آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے گزرے تو جلدی جلدی گھر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے لائی اور آپ ﷺ کے اوپر اچھال کر پھینک دیتی اور یہ حرکت اس کا معمول بن کر رہ گیا۔ ہر روز وقت

مقررہ پر کوڑا کرکٹ جمع کر کے تاک میں لگی رہتی۔ ایک دن آپ حسب معمول ادھر سے گزرے مگر بڑھیا نظر نہ آئی۔ دوسرے دن بھی وہ غیر حاضر رہی تو آپ کو تشویش ہوئی۔ آپ اس کے گھر تشریف لائے اور دیکھا کہ بڑھیا شدید بخار سے ہے اور وہ آپ کو دیکھتے ہی کہنے لگی، اے محمد ﷺ واپس جاؤ میں توبہ کرتی ہوں کہ آئندہ تمہیں نہیں ستاؤں گی، مجھ سے اب بدلہ نہ لو۔ وہ سمجھتی تھی کہ آنحضرت ﷺ بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی رحمت سے اس کی پیشانی پر نرمی سے دست مبارک پھیرا اسے پانی پلا کر اس کے لئے دعائے خیر فرمائی اور بڑھیا ایک دم اُٹھ بیٹھی اور آپ کی اس رحمت اور خطا پوشی سے وہ قدم مبارک پر گری اور ایمان لے آئی۔

رسول اللہ ﷺ نے عمومی طور پر انسانوں کے لئے اور خصوصی طور پر اُمت محمدیہ ﷺ کے لئے یہ پیغام اور تعلیم دی ہے کہ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ اس کے عیب کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور جو اپنے غصہ کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب دور کر دے گا۔ جو شخص ضرورت کی چیزوں کو بازار میں لاتا ہے، اسے اللہ رزق دیتا ہے اور جو روک کر، رکھتا ہے اور اس پر لعنت برستی ہے۔ جس کسی نے بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔ آپ نے فرمایا آپس میں کینہ نہ رکھو، آپس میں حسد نہ رکھو، ایک دوسرے سے کٹ کر نہ رہو۔ آپ کے رشتے نہ توڑو۔ اللہ کے بندے بنو اور بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ رکھے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مومن نہ بنو۔ اور مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ رکھو۔ کیا تمہیں ایسی چیز بتا دوں کہ اگر تم اسے اپنالو، باہم محبت کرنے لگو۔ اپنے اندر اسلام کو رواج دو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کی ذات و صفات اور خدائی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ خواہ تمہیں قتل کر دیا جائے اور جلا ڈالا جائے۔ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ خود تمہیں اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع کو چھوڑ کر نکل جانے کا حکم دے دیں۔ ارادتاً ایک فرض نماز بھی نہ چھوڑو۔ کیونکہ جس نے ایک فرض نماز قصداً چھوڑی اللہ اس سے بری الذمہ ہو گیا۔ شراب کو ہرگز منہ نہ لگاؤ۔ شراب نوشی سارے فواحش کی جڑ ہے۔ گناہ سے بچو کیونکہ گناہ اللہ کے غضب کو بھڑکا دیتا ہے۔

آج ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں مسلمان کون ہے اس کا کردار کس طرح ہونا چاہئے کیا ہم نے اس کے تعلق سے قرآن اور احادیث میں غور کیا؟ جواب یقیناً نہیں ہوگا۔ اگر ہم قرآن اور احادیث کی روشنی میں اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں گے تو ظاہر ہوجائے گا کہ ہم کتنے درجے کے مسلمان ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں''

آج ہم اطراف کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر جگہ یہی دیکھائی دیتا ہے۔ مسلمان کو مسلمان ہی سے تکلیف ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے نقصان کے درپے ہے۔ اس سوچ وفکر میں ڈوبے رہتا ہے کس طرح سے اپنے ہی بھائی کو دھوکہ وفریب دوں۔ یہاں تک کہ قتل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ یہ مسلمان کا کردار نہیں ہے، مسلمان وہ ہی تو ہے جس سے کسی کو نقصان نہ پہونچے۔ راحت، مصیبت میں اپنے بھائی کا ساتھ دے۔ حضرت محمد ﷺ اور خلفاء کے کردار کو دیکھئے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔ وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے ان کے آنکھوں کے سامنے اپنے بھائی کا نقصان ہو۔ نفسا نفسی کے دور میں خدمت کا جذبہ مفقود ہوکر رہ گیا ہے۔ اس طرح کا رجحان قومی اور معاشرتی زندگی میں عظیم نقصان کا باعث ہوجاتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرنا ہے جو اپنے کو پسند ہے اسی بات پر وہ مومن ہیں ورنہ مومن نہیں۔ اب مقام غور ہے کہ اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہونچائے، اس کو دھوکہ دے، تکلیف پہونچائے کیا وہ مومن ہوسکتا ہے؟ جواب ہرگز نہیں۔ لہذا اسلام چاہتا ہے کہ تمام مسلمان مل جل کر رہیں، ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ موجودہ دور میں اکثریت اُمت محمدیہ کی دشمن ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ہم سے دشمنی برتی جارہی ہے، لہذا ایسے حالات میں ہم اتحاد واتفاق سے رہکر ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

ہم مسلمان ہیں خیر اُمت ہیں۔ اُمتی رسول اللہ ﷺ ہونے کے ناطے ہر فیلڈ میں مسلمان آگے ہونا چاہئے۔ مسلمان ہر لحاظ سے طاقتور ہونا چاہئے۔ اس کو کسی بھی مرحلہ میں شکست نہ ہونا چاہئے۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں قابل رشک ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے مال دیا اور وہ اس کو جائز جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔ جیسے خدا نے حکمت عطا کی ہو وہ اس پر خود عمل کر کے دوسروں کو تعلیم دیتا ہو۔ محنت کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اُس کے لئے بہتر ہے۔ اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اُسے دیا کریں۔ ترقی کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ ہر مسلمان میں محنت کے جذبہ کو اپنے ارشادات سے پروان چڑھاتے تھے۔ اس لئے قرآن کہتا ہے **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۂ حسنہ** (الاحزاب 21) درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

بعثت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بعد تمام مخلوقات کے لئے محبت رسول اللہ ﷺ ضروری ہے۔ یہ محبت دراصل روح ہے۔ احادیث میں محبت رسول اللہ ﷺ پر زور دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اُسے رسول اللہ ﷺ سے، ماں باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو اور ایک موقعہ پر ارشاد ہوا ہے ''کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا'' حضرت محمد ﷺ دراصل حبیب خدا ہیں اور محبوب خلق خدا بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللعالمین اور لفظ رحمت ایسا ہے جس کا استعمال حضرت محمد ﷺ ہی کے لئے ہوا ہے، حضور کے سوا کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔

حضرت محمد ﷺ کا کردار ایسا پاک کردار ہے کہ کرہ ارض پر اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی، کئی سو اونٹ و بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی چھوا نہیں۔ گھر سے جس خیر و برکت سے نکلے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ اُم المومنین بی بی عائشہؓ کہتی ہیں آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی چاندی یا سونے، بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا۔ آج ہماری سوچ وفکر کیا ہے۔ طلوع آفتاب سے غروب تک اور رات کی سیاہی کے آغاز سے اختتام تک یعنی ہماری شب و روز مال و زر کی متاع میں گزرتے ہیں۔ اور قرئے، قرئے کے دائروں میں زندگی بسر ہو رہی ہے۔ ہماری نظریں مال و زر پر، چاہت مال و زر کی۔ وہ قوم جن کے اجداد پانی کے مٹکے اوندھے کر دیا کرتے تھے ان کے نام لیوا کس راہ پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر طبقے میں کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ عالیت نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے، ہم

رخصت سے بھی نیچے اُتر گئے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار کی یہ جھلک بھی دیکھئے۔آپ ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا فرمایا بیٹھو خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا۔آپ ﷺ نے تینوں کو بٹھالیا۔اس وقت آپ ﷺ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔اتنے میں ایک شخص آیا اور آپ ﷺ کو چار اوقیہ پیش کئے۔ آپ ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تینوں میں تقسیم کر دیا۔ایک اوقیہ آپ ﷺ کے پاس بچ گیا۔کوئی لینے نہیں آیا یہاں تک کہ آواز لگائی گئی۔رات ہوئی تو وہ اوقیہ اپنے سرہانے رکھ لیا۔حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ حضور کو نیند نہیں آئی، اٹھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں۔بی بی عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا کوئی تکلیف ہے۔فرمایا نہیں۔بی بی نے کہا پھر آرام کیوں نہیں فرماتے یہ بیقراری کیوں ہے۔آپ ﷺ نے سرہانے سے وہ اوقیہ جو چاندی کا تھا نکال کر دکھایا اور فرمایا اس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ یہ میرے پاس ہے کہیں موت آ جائے تو۔ہم غلامانِ محمد ﷺ کے لئے اس واقعہ میں کتنا درس ہے۔آج ہر ایک کے پاس روپیہ جمع ہے لیکن کوئی بے قراری نہیں، کوئی خوف نہیں، موت کو تو بھول چکے ہیں۔حضرت محمد ﷺ کو اتنا خوف ہے تو ہمیں کتنا نہ خوف ہونا چاہئے ؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ آپ ہر ایک کے ساتھ ایک طرح کا برتاؤ کرتے تھے۔امیر ہو کہ غریب، پڑھا لکھا ہو کہ جاہل ہر ایک کی بات سنتے اور ان کے مسائل حل کرتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ آپ ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن سے رگڑنے سے نشان پڑ گیا۔وہ اعرابی کہنے لگا میرے یہ دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا سامان مجھے دو کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔اس اعرابی کی گستاخی پر آپ ﷺ عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مال تو اللہ کا ہے اور میں اُس کا عبد ہوں۔آپ ﷺ نے پوچھا جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو؟ وہ اعرابی بولا نہیں، حضور ﷺ نے پوچھا کیوں نہیں ڈرتے، وہ اعرابی جواب دیتا ہے مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔آپ ﷺ نے اس جواب پر مسکراتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ایک اونٹ کے بوجھ کی جو اور ایک کی کھجوریں دی جائے۔اس اعرابی کے گستاخانہ عمل پر بھی اس سے رحمت کا برتاؤ کرتے ہیں۔یہ رحمت اللعالمین کے کردار کی معراج ہے۔

وجہِ تخلیقِ کائنات حضرت محمد ﷺ کے تعلق سے ام المومنین بی بی عائشہ فرماتی ہیں آپ ﷺ کبھی شکم سیر ہوکر نہیں کھائے اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو خدا تعالیٰ ارض و آسماں کی تمام کنجیاں، ثمرات وغیرہ سب عطا ہوجاتے لیکن زہد عزیز تھا۔ آج غلامان محمد ﷺ کی کیفیت کیا ہے لذیز سے لذیز غذائیں میسر ہیں لیکن شکر کے الفاظ ادا نہیں ہوتے۔ مصیبت، تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ ہر ایک سے بیان ہوتا ہے تاکہ لوگوں سے ہمدردی حاصل ہوجائے یا کچھ دنیا حاصل ہوجائے۔

حضرت محمد ﷺ سے محبت ہے تو ہمیں چاہئے کہ اُسوہ رسول ﷺ کو اپنے سامنے رکھیں کیونکہ محبت ادب سکھاتی ہے، محبت اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کا کردار دیکھئے، حضرت محمد ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ پانی پر صحابہ ایسے گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے اور وہ منہ پر مل لیتے۔ آپ ﷺ حکم دیتے تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے۔ آپ کچھ بولتے تو سب چپ چاپ ہوجاتے۔ تعظیم کا یہ حال کہ حضور ﷺ کی جانب آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے وہ کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں تھی۔

آج مسلمانوں میں حقیقی عشق رسول پیدا کرنا ہے وہ عشق رسول نہیں کہ جو میلاد النبی یا سیرت النبی کے جلسہ میں کوئی مقرر کی شعلہ بیانی سے متاثر ہوکر اللہ اکبر کے نعرہ بلند کردیں۔ بلکہ اس عشق حقیقی کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے جو صحابہ رسول اللہ میں تھا۔ ہر مسلمان کو نبی پاک کی محبت کا حق ادا کرنا چاہئے اور اگر ہماری زندگی حضرت کی نمونہ زندگی کے مطابق نہ ہوگی تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ہم نماز روزہ میں رسول خدا ﷺ کے نمونہ کی پیروی کریں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تجارت میں مہمان نوازی میں سفر میں، خوراک میں تقاریب میں ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔

نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات آج بھی کفر و الحاد، مایوسی اور نامرادی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے شمع ہدایت کی طرح موجود ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی کو استوار کریں اور پھر اسی پیغام کو دنیا والوں میں پیش کریں۔ 000

خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام

امام پاک ہو تم نور کبریاء تم ہو
جمالِ احمد مرسل کا آئینہ تم ہو

جس طرح سورج طلوع ہوکر ہر طرف روشنی پھیلاتا ہے۔عطر بغیر تعارف کے وجود کا احساس دلاتا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنے دین کی روشنی پھیلائی ہے۔اس کی ربوبیت کائنات کے ہر ذرہ میں پنہا ہے۔اس نے واقف کروانے ،ہدایت دینے اور اس پر ایمان لانے کے لئے انبیاء و رسول کو دنیا میں کتابوں کے ساتھ بھیجا، یہاں تک کہ آخری نبی حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور قیامت تک نسل انسانی کی ہدایت کے لئے قرآن شریف کا نسخہ عطا کیا۔اُمت رسول اللہ ﷺ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

بزم کائنات کے اس گلشن عالم ویراں میں جب ظلم وستم عام ہونے لگا،توحید کی جگہ کفر وشرک خفی نے لے لی، خالق کائنات کی عبادت کی جگہ عبادت رسم عادت اور بدعت کا مجموعہ ہوگئے،خدائے برتر و بزرگ نے چاہا کہ اس موعود ہستی کی بعثت ہوجائے جو اسلام کو نئی زندگی دے گا اور عبادت جو رسم عادت و بدعت میں تبدیل ہوگئی تھی اس کو مٹا ڈالے گا ادھر افق مغرب پر ہلال جمادی الاول نمودار ہوا اور غیبی آوازیں آرہی تھی و قل جاء الحق و زحق الباطل ان الباطل کان ذھوقا پھر یعنی کہ وقت آچکا ہے کہ ارشادِ رسول کریم ﷺ کی تکمیل ہو۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ’’دنیا ہرگز ختم نہ ہوگی جب تک اللہ میرے اہل بیت میں سے ایک ایسے شخص کو پیدا نہ کرے جو میرا ہمنام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا ہمنام ہوگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس قدر کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی‘‘

دین اسلام میں مہدی موعودؑ کا ظہور ایک ضروری امر ہے اور پھر احادیث صحیحہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک خلیفۃ اللہ کا پیدا ہونا ضروری ہے اور وہ مہدی ہوں گے ان کے ہاتھ پر بیعت فرض ہے۔اس سلسلہ میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا کہ جب یہ بات سنو کہ مہدیؑ کی بعثت ہوگئی ہے تو ان کے پاس حاضر ہوجاؤ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اگر چہ تم کو ان کے پاس برف پر رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

بعثت مہدی موعودؑ کی اہمیت اس حدیث سے اور زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی تا آنکہ اللہ تعالیٰ میری اہلبیت سے اس شخص کو پیدا نہ کرے جو میرا ہم نام ہو اور نیز اس کے ماں باپ کے نام میرے ماں باپ کے ہم نام ہوں۔ غرض ان احادیث سے ضرورت بعثت مہدیؑ کا صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر ضرورت نہ ہوتی تو حضرت محمد رسول اللہ اتنی سختی سے نہ فرماتے اور نہ توجہ دلاتے اور پھر حضور نے فرمایا ہے وہ معصوم ہوگا۔ کبھی خطا نہ کرے گا اور میرے قدم بہ قدم چلے گا۔ یعنی حضرت مہدی موعود علیہ السلام نہ صرف خلیفۃ اللہ ہیں بلکہ معصوم بھی ہیں اور آپ سے کوئی خطا وغیرہ نہ ہوگی بلکہ پروردگار عالم سے راست تعلیم ہوگی۔ اگر خلیفۃ اللہ معصوم نہ ہوگا تو اس کی دعوت اور اس کے احکام میں خطا کا احتمال ہوگا اور اس صورت میں نہ تصدیق فرض ہوگی اور نہ ذات کا منکر کافر ہوگا۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نہ صرف خلیفۃ اللہ ہوں گے بلکہ معصوم ہونگے اس لئے آنحضرت نے اپنے بعد ایک معصوم کی خبر دی ہے اور فرمایا کہ وہ امام خلیفۃ اللہ ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اور یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا تابع ہے اور اس سے خطا نہ ہوگی۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ مہدی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو تمام لوگ ایمان لائیں گے اور زمین سے برائیاں سب ختم ہوجائیں گی حالانکہ خاتم الانبیاء رحمتہ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وہ مبارک ہستی ہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں، جن کے تعلق سے پروردگار عالم فرماتے ہیں اے محمد ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو اس کائنات کا وجود نہ لاتا۔ اس عظیم المرتبت ہستی کے زمانہ میں تمام لوگ ایمان نہیں لائے تو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت پر ایمان لانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ پروردگار چاہتا تو زمین کے سب افراد مومن ہوجاتے۔ لیکن سب افراد کا ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں ہے تو وہ ہدایت مہدیؑ سے کس طرح ایمان لائیں گے؟ جس طرح سورہ ہود کی آیت 118 میں ارشاد ہوا ہے'' ولو شاء ربک لجعل الناس اُمة واحده ولا یزالون مختلفین '' پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کردیتا، وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہیں رہیں گے۔

حضرت سید محمد جونپوری 14 جمادی الاول 847ھ م 9/ستمبر 1443ء کو شہر جونپور میں مبعوث ہوئے۔ آج یہ ریاست اُتر پردیش کا حصہ ہے۔ اس وقت سلطان حسین شرقی کی بادشاہت تھی۔ بچپن

سے ہی پاکیزگی پسند تھی، نہایت صاف ستھرے رہا کرتے تھے۔اچھے اخلاق وکردار اور نفاست پسند تھے۔نہایت ذہین اور چہرہ نہایت روشن ومنور تھا۔سات سال کی عمر میں قرآن پاک کو حفظ کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔علم کے حصول کا شوق تھا۔صرف 12 سال کی عمر (857ھ) میں تمام علوم سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔آپ کی ذہنیت،علم کی پختگی اور بیان سے متاثر تمام علمائے جونپور اسد العلماء کا خطاب دیتے ہیں۔حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں نے مشرکین اور کفار سے جہاد بھی کئے۔آپ کے بیان قرآن کے محافل میں بادشاہ سلطان حسین شرقی شریک ہوا کرتا تھا۔ایک روز بیان میں آپ نے فرمایا مطیع اسلام ہونا جائز ہے، مطیع کفر ہونا جائز نہیں۔اس وقت لکھنوتی گوڑ کے راجہ بنگالہ دلپت رائے تھا۔اس کی فوج ہر سال سلطان سے خراج وصول کرتی تھی۔بادشاہ جب بیان قرآن میں مطیع کفر ہونا جائز نہیں سنا تو حضرت مہدی موعودؑ سے مدد کا طالب ہوا۔آپ بادشاہ کی فوج کے ساتھ اس جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔اپنے ہاتھوں سے دلپت رائے کو قتل کرتے ہیں۔اس کا دل باہر نکل پڑتا ہے۔حضرت نے دیکھا کہ اس کے دل پر اس بت کی تصویر منقش تھی جس کی وہ پوجا کرتا تھا۔یہ دیکھ کر حضرت ارشاد فرماتے ہیں کفر وشرک کا یہ اثر ہے تو توحید اور ذکر اللہ کا اثر کتنا نہ ہوگا۔اس واقعہ کے بعد آپ پر جذبہ حق طاری ہو جاتا ہے۔یہ جذبہ بارہ سال تک رہا۔اس عالم میں بھی ایک وقت کی نماز قضاء نہیں ہوئی۔

آپ کی عمر شریف چالیس (40) سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ ''اے سید محمد میرے لئے ہجرت کر اور لوگوں کو میری طرف دعوت دو''۔اس حکم کے بعد جونپور سے حج کے ارادے سے ہجرت فرماتے ہیں۔حکم خدا پر 901ھ میں کعبۃ اللہ شریف میں رکن ومقام کے درمیان اپنے مہدی موعود ہونے ،خلیفۃ اللہ ہونے ،مہدی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں۔شاہ نظامؒ، قاضی علاء الدین بیدری اور ایک عرب نے آمنا وصدقنا کہا۔دوسری بار دعویٰ مہدیت احمد آباد کی جامع مسجد میں 903ھ میں کیا۔یہاں پر آپ کا بیان قرآن سننے کے لئے اتنا ہجوم ہوتا کہ مسجد میں جگہ باقی نہیں رہتی۔دیواروں اور درختوں پر چڑھ کر بیان سنا جاتا تھا۔آپ کا یہ معجزہ تھا کہ بیان جیسا نزدیک والے سنتے ویسا ہی دور والے بھی سنتے۔آپ نے اپنے مہدی موعود ہونے کا تیسرا دعویٰ بڑلی میں 905ھ میں کیا۔یہ دعویٰ موکد کہلاتا ہے جس میں آپ نے اپنے منکر پر کفر کا اطلاق فرمایا۔

حضرت مہدی موعودؑ کی دعوت مہدیت کی مدت جملہ 23 سال رہی۔آپ 40 سال کی عمر

میں 887ھ کو جونپور سے ہجرت فرمائی۔ دانا پور، کالپی، چندیری، چاپانیر، مانڈو، دولت آباد، احمد نگر، بیدر، گلبرگہ، بیجاپور، چیتاپور، ڈابول بندر، جدہ، مکہ معظّمہ، دیو بندر، احمد آباد، پٹن، بڑلی، جالور، ناگور، جیسلمیر، ٹھٹھ، کاہہ، قندھار سے ہوتے ہوئے فرہ (افغانستان) پہونچتے ہیں۔ یہاں پر 19/ ذیقعدہ 910ھ م 23/ اپریل 1505ء کو اس دنیا سے پردہ فرمائے۔ ان مقامات پر آپ کی تصدیق سلاطین وقت، حکام سلطنت، امراء، علماء، فضلاء، وزراء، فوج، سپہ سالار، لشکر اور عوام نے کی۔ صرف اور صرف قرآن حکیم اور اتباع خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بندگانِ خدا کو دعوت دی۔

حضرت مہدی موعودؑ نے جو فرائض ولایت بیان فرمائے ہیں وہ تمام کے تمام آیت قرآنی کے تحت ہیں جس پر عمل پیرا ہونے سے فیض ولایت محمد یہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے **ترک دنیا** کو اس آیت قرآنی کے تحت فرض فرمایا ''تبتل الله تبتیلا'' یعنی ٹوٹ کر چلا اس کی طرف سب سے الگ ہو کر۔ **ہجرت** کو اس آیت کے تحت فرمایا'' قالو الم تکن ارض الله فتها جود ......'' یعنی جو لوگ کفار کے شہروں سے باوجود ضعف دین کے نہیں نکلے ان کو فرشتے کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین تمہارے لئے وسیع نہیں تھی کہ تم ان شہروں سے نکل جاتے، ان لوگوں کے لئے دوزخ اور بری بازگشت ہے۔ **صحبت صادقین** کو ''کونو مع الصادقین'' تم صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ **ذکر دوام** کو ''واذکر الله قیاما و قعود اوعلی جنوبکم'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے ہر وقت کرو۔ **توکل** کو'' فتوکل علی الله ان الله یحب المتوکلین'' یعنی اللہ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ **عزلت از خلق** کو'' وفوالذین اتخذوا دینهم لعباولهو غرتهم الحیاۃ الدین'' یعنی ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنالیا ہے۔ انکو دنیا نے فریب دیا۔ **طلب دیدار خدا** کو''من کان یرجو لقاربه فلیعمل عملا صالحا'' یعنی جو شخص خدا کو دیکھنا چاہتا ہے وہ نیک عمل کرے۔ اس نیک عمل سے مراد ترک دنیا۔ **عشر** کو''وانفقو مما ارزقنکم و من طیبات واکسیتم'' خرچ کرو طیبات سے جو کچھ کمایا تم نے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مذہب دو ہیں۔ ایک مذہب خدا تعالیٰ کا، دوسرا مذہب شیطان کا۔ خدا کا مذہب رکھنے والے خدا کی طلب رکھتے ہیں اور شیطان کا مذہب رکھنے والے دنیا کی طلب رکھتے ہیں۔ مہدوی دنیا پرست نہیں بلکہ خدا پرست ہوتا ہے۔ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بے تعلق رہتا ہے۔ یہی مہدوی کی پہچان ہے۔ مہدویہ دائروں میں خدا پرستی ہی کی تعلیم دی جاتی ہے

جہاں شب وروز اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔

دائروں میں احکامات خدا اور شریعت پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔ ہمیشہ عالیت پیش نظر رہتی تھی۔ حضرت مہدی موعودؑ کا یہ ارشاد ہمیشہ پیش نظر ہوتا دین عزیمت ہے، اگر عزیمت سے ہٹے تو رخصت میں آئیں گے۔ اگر رخصت سے گر جائیں گے تو کہا جاؤ گے، اس لئے ہمیشہ عالیت پر نظر وعمل ہونا چاہئے۔

دائرہ میں شریعت کی کما حقہ پابندی ہوتی تھی۔ خلاف شریعت کوئی کام ہوتا تو فوراً ٹوک دیا جاتا اور بعض پرس ہوتی۔ آپ نے نہایت شدت سے فرمایا جس نے شریعت کی حدیں توڑیں اس نے اپنی مرادیں توڑیں۔ نماز کے اہتمام کے تعلق سے فرماتے اذاں کے بعد کام مت کرو۔ نماز کا وقت آئے تو بندہ کو اطلاع دو اگر بندہ آ گیا بہتر ورنہ نماز پڑھ لو۔ بندہ کا انتظار مت کرو کیونکہ وقت فرض ہے اس کو جانے نہ دو۔ ایک دفعہ ایک صحابی ایک رکعت کے بعد نماز میں شریک ہوئے اور امام کے ایک سلام پھیرنے کے بعد اُٹھ کر اپنی رکعت پوری کر لی۔ حضرت نے فرمایا دوسرے سلام کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ وہ صحابی نے کہا کہ مجھے کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ امام پر سجدہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ایسے کشف پر خاک پڑے جو خلاف شریعت ہو۔ دائرہ کے نظام میں جن اُمور کی طرف صاحبان دائرہ نے سب سے زیادہ توجہ کی جاتی وہ اتباع شریعت ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ سے علماء نے یہ سوال کیا کہ آپ کونسے مذہب پر عمل پیرا ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ''ما ہیچ مذہب مقید نہ داریم مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ است''

جونپور سے لیکر فراہ مبارک تک پورے سفر کا جائزہ لیجئے اور دائروں کی کیفیت کو ملاحظہ کیجئے۔ صاحب دائرہ نے دائرہ کے مکینوں کو کبھی نام لیکر نہیں پکارا بلکہ جب بھی آواز دی بھائی یا برادر کہہ کر خطاب کیا۔ اس تخاطب سے ایسا اثر ہوتا تھا کہ جس نے ایک بار دائرہ میں قدم رکھا اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دائرہ کا ہی ہو جاتا۔ ہر آنے والے کو بھائی کا جام شیریں بھی پیش کرنا دائرے کے نظام تربیت کا پہلا سبق تھا۔ دائرہ میں نیستی، اخلاق، عمل اور تعلیمات حضرت مہدی موعودؑ پر عمل آوری تھی۔ وہاں نفس کسی بھی طرح اثر انداز نہیں تھا۔ صرف للّٰہیت ہی پیش نظر تھی اور خدا پرستی تھی۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی موعودؑ کے جو آثار وعلامت بتائے ہیں وہ سب کے سب تفصیلات حضرت مہدی موعودؑ میں ہیں اور پھر حضرت علیہ السلام نے اپنے مہدی ہونے کے دعویٰ کی جو دلیل پیش کی ہے وہ ہی سب سے بڑا ثبوت ہے کیونکہ حضرت نے اپنی مہدیت کی دلیل یہی بیان کی ہے کہ میں

کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا تابع ہوں اور کھلے عام فرمایا کہ دعویٰ کی تصدیق کی ضرورت ہو تو ہمارے احوال واعمال میں غور کرو اور دیکھو کہ ان میں اتباع قرآن مجید اور اتباع رسول اللہ پائی جاتی ہے یا نہیں۔

حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ السلام کا تعلق خاص فرقے یا کسی خاص قوم کے لئے اور کسی ملک کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کا پیام، آپ کے اسلامی کام، زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے ہر اس انسان کے لئے تھا جو دین اسلام کا خواہش مند ہو۔ جس طرح رسول کریم ﷺ کا پیام سارے انسانوں کے لئے تھا ویسا ہی آپ کا پروگرام سارے انسانوں کے لئے تھا۔ آپ کے پروگرام میں انسان کے عقیدے، اعمال اور اخلاق کی اصلاح اور حقوق انسان کی تقسیم شامل تھی۔

سیرت حضرت مہدی علیہ السلام کا مطالعہ کرنے سے ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق بہت پاکیزہ تھے۔ آپ نے نہ کسی کو تکلیف دی اور نہ کسی کے حق میں بددعا فرمائی بلکہ آپ کی ساری سیرت مبارک اتباع رسول اللہ ﷺ میں گزری۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر زمین تنگ کردی گئی تھی۔ ایک مقام سے دوسرے مقام کو، کوچ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور آپ خاموشی کے ساتھ ایک مقام پر ہجرت فرماتے اور زیادہ تنگ کرتے تو صرف اتنا ہی ارشاد ہوتا کہ بھائی ہم کو زمین کا کوئی ایسا حصہ بتاؤ جہاں اللہ والے رہ سکیں اور اپنے اللہ کی عبادت کرسکیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اخلاق سے، عفو ودرگذر وخوش خلقی اور حکمت سے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا اور آپ کی ذات بابرکات منبع نور تھی، جس طرح سے رسول مقبول ﷺ نے آپ کے تعلق سے ایک حدیث فرمایا کہ مہدی موعود علیہ السلام مجھ سے ہے میرے قدم بہ قدم چلے گا اور ہرگز خطا نہ کرے گا۔ اس طرح آپ نے ساری زندگی اسی دائرہ میں رہ کر گذاری اور لوگوں کو یہی پیام دیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ'' اسی پیام کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز آپ کی تصدیق کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ سب تصدیق کرنے والے آپ کے اخلاق سے، آپ کے کردار سے متاثر ہوکر آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔ قندھار کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ جب علمائے قندھار نے حاکم قندھار کی اجازت سے سپاہیوں کے ذریعہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو جمعہ کے روز جامع مسجد میں طلب کیا اور ساتھ ہی سپاہیوں کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ حضرت کو بے حرمتی کے ساتھ مسجد میں حاضر کریں۔ سپاہ نہایت گستاخانہ طریقہ سے پیش آئے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کا کمر بند پکڑ کر کھینچا اور جوتا تک پہننے نہیں دیا گیا۔ لیکن آپ کی زبان پر کوئی شکوہ نہیں آیا بلکہ آپ خوش خلقی و جذبۂ ہمدردی کے ساتھ چہرے پر مسکراہٹ

لئے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ جامع مسجد تشریف لے گئے اور پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد حاکم قندھار بیگ نشہ میں چور مسجد میں تشریف لاتا ہے۔ مقام غور ہے جب حاکم مسجد میں نشہ کی حالت آتا ہے تو رعایا کا کیا حال ہوگا اور پابندی مذہب کتنی ہوگی اور اس سے ہم کو بعثت امامنا علیہ السلام کے موقع پر اسلام کی حالت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ غرض نشہ کی حالت میں حاکم قندھار مسجد میں آتا ہے اور آپ کے بیان کو سن کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا ہے اور اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہے۔ قندھار کے اس واقعہ سے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کس طرح سے ہمارے امام نے عفو ودرگذر سے کام لے کر دلوں کو جیت لیا تھا۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اگر ہم امامنا کے پیام کو آپ کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے میں اچھے اخلاق پیدا کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ عفو ودرگذر وخوش خلقی و ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ حکمت سے بھی کام لینا ہوگا۔ کیونکہ آج کے اس دور میں لفظی دعوت سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔ جس کا مشاہدہ روز آنہ ہم کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے اور اس لفظی دعوت کے تعلق سے کسی نے کیا خوب لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ کوئی دعوت بھی اگر صرف لفظی دعوت ہو اور اس کے ساتھ اخلاقی زور موجود نہ ہو تو وہ کیسی ہی زرین کیوں نہ ہو اور تھوڑی دیر کے لئے دلوں پر کتنا ہی سحر کیوں نہ طاری کرے آخر کار دھوئیں کے مرغولوں کی طرح فضاء میں تحلیل ہوجاتی ہے۔

جس طرح رسول مقبول ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جتنا بھی مال آپ کے پاس آتا تھا آپ پورا کا پورا خدا کے بندوں میں تقسیم فرمادیتے تھے اور کل کیلئے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جس وقت بھی آپ کو خدا تعالیٰ بے شان وگمان جو کچھ نقد وجنس پہنچادیتا تو تمام تر خدا کے طالبوں کو برابر تقسیم فرمادیتے تھے اور حبہ بھی دوسرے دن کے واسطے نہ رکھتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ بادشاہ مانڈو سلطان غیاث الدین خلجی حضرت کی خدمت میں (60) توڑے اشرفی اور ایک تسبیح موتیوں کی جس کی قیمت ایک کروڑ محمودی تھی روانہ کی تھی۔ آپ نے اسی وقت تمام رقم تقسیم فرمادی اور آخر میں ایک دف نواز آیا تو آپ نے اس کو وہ تسبیح دیدی۔ جناب سید سلام اللہؓ نے دیکھ کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا خوندکار اس تسبیح کی بہت بڑی قیمت تھی، یہ سن کر حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو تمام متاع دنیا کو چھوٹی چیز کہتا ہے تعجب ہے کہ تم ایک دانئی شئے کو بڑی قیمت والی کہتے ہو۔

حقیت میں ہم مقام مہدی موعودؑ کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ آپ کی بعثت، آپ کی تشریف

آ واری کا مقصد یہی تھا کہ بندوں کو خدا سے قریب کردیں اور جو دوری بندوں نے قائم کرلی ہے اس کو ختم کردیں اوران میں عشق کی چنگاری پیدا ہو۔اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام ایک دفعہ وضو کررہے تھے۔شاہ نظامؓ نے عرض کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدیؑ سوکھے جھاڑ کو تر و تازہ کرے گا۔اس بات کو سنتے ہی جناب سیدنا علیہ السلام نے مسواک کی لکڑی کو جو ہاتھ میں تھی زمین پر گاڑ دیا فی الفور اس کے کونپل نکل آئی۔حضرت نے فرمایا بھائی یہ کام بازی گروں کا ہے۔اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مہدی مردہ دلوں کو زندہ کرے گا یعنی عشق کے جھاڑ کو جو سوکھ گیا ہے سرسبز کرے گا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا شمار مصدقین میں ہے۔ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اور حضرت مہدی موعودؑ کی مہدیت کا اقرار کرتے ہیں۔اس اقرار یعنی ایمان کے بعد جو مقام و مرتبہ ملا ہے اس سے واقف نہیں ہیں۔خاتمین علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے بہت قریب ہمیں کردیا ہے۔لیکن ہم نے بے عملی اور لاپرواہی سے اس قربت کو دوری میں تبدیل کردیئے ہیں۔حضرت مہدیؑ ہمیں کہاں پہونچانا چاہتے ہیں اور ہم کہاں پہونچ رہے ہیں۔ہم اپنی منزل سے بیگانہ ہوگئے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو اور کسی کے ساتھ مشغول نہ رہو اور ذات خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے خواہاں نہ رہو اور ذرہ برابر خلق کی احتیاج نہ رکھو۔اس فرمان عالی کی روشنی میں اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔کیا ہم نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا ہے؟ ہماری روز مرّہ کی مشغولیات کس رخ اور ڈگر پر ہے؟ آج ہمارا مزاج ذات خدا کو چھوڑ کر دنیا کی ہر نعمت کو پانے کا ہوگیا ہے۔ذرہ برابر بھی خلق کی احتیاج نہ رکھنے کی تعلیم دیتے ہوئے آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اگر پانی چاہتے ہو تو خدا سے چاہو، آگ چاہتے ہو تو خدا سے چاہو، لکڑی چاہتے ہو تو خدا سے چاہو، روٹی چاہتے ہو تو خدا سے چاہو، جو کچھ چاہو تو خدا سے ہی چاہو۔حضرت مہدی موعودؑ کتنی عارفانہ تعلیم دے کر بندہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کررہے ہیں۔لیکن صد افسوس کہ ہم ان تعلیمات سے بے رخی اختیار کرتے جارہے ہیں۔آپ ﷺ کی تعلیمات میں لاچارگی، مفلسی، تنگدستی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا دم دیئے ہوئے مرغ کھاؤ، باریک صاف ستھرے کپڑے پہنو، پالکی اور گھوڑے پر سواری کرو اور اپنی بے اختیاری سے خدا کو پاؤ۔ہر فرمان میں ہر ارشاد میں خدا کو پانے کی تعلیم ہے لیکن ہم خدا کو پانے کے بجائے دنیا کو پانے کی آرزو و خواہش رکھتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے آدمی کے چار حجاب ہیں دو ظاہری اور دو باطنی۔ظاہری دنیا و خلق اور باطنی نفس اور شیطان۔بندہ اگر رجوع الی اللہ ہوا تو ان حجابوں سے بچ جاتا

ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت جس مقصد کے لئے کی ہے اس مقصد کو خود حضرت مہدی موعودؑ اس فرمان سے واقف کرواتے ہیں۔ بندہ کا آنا دنیا کے کاموں سے چھڑانے کے لئے ہوا ہے۔ عبادت وریاضت کے لئے ہی یہ دنیا پیدا کی گئی ہے۔

تصدیق حضرت مہدی موعودؑ کے بعد ہم مومن بن جاتے ہیں۔آیئے دیکھئے کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔اس کے اخلاق وکردار،اس کا رہن وسہن،اس کی عبادت وریاضت کس طرح کی ہو۔دراصل مومن اس کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کو دیکھا ہو،چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں۔اگر دوسرا شخص یہ صفت نہ رکھتا ہو لیکن طلب رکھتا ہو اس کے لئے حضرت مہدی موعودؑ نے حکم ایمان روا رکھا ہے۔خدا کے دیدار یا طلب دیدار کے لئے جو چیز ضروری ہے وہ عشق ہے۔عشق کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا طالب پر کیا چیز فرض ہے جس سے وہ خدا کو پہنچتا ہے۔پھر خود ہی فرمائے کہ وہ عشق ہے۔ایک روز بیان قرآن کے موقع پر ملا درویش ہروی نے اپنے کرتے کا گریباں ہاتھ سے چاک کرلیا اور کہا کہ میرانجی ہم عشق کہاں سے لائیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا اے میاں درویش بندے نے یہ کس وقت کہا کہ عشق عطائی لاؤ،عشق عطائی انبیاء کا خاصہ ہے۔مومنوں کے لئے عشق کسبی ہے۔اس کے لئے محنت کرو اور عشق کو پاؤ۔یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے۔ وہ بندوں پر نہایت مہربان ہے۔بندہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دل میں عشق کی چنگاری رہے۔جو شخص یہ چنگاری نہیں رکھتا وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں رکھتا، وہ مفلس ہے،جسم میں روح کے ساتھ عشق خدا بھی ہو۔یعنی جب تک سانس چلے عشق خدا بھی اس کے ساتھ رہے۔

عشق کو پانے کے لئے دل کا رخ ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف رکھے۔خلوت کو اختیار کرے، کھڑے بیٹھے اور تمام احوال میں حق پر نظر رکھے۔یعنی دم وقدم کی حفاظت ہو۔وسوسوں اور خطروں کو ذکر اللہ اور صحبت صادقین سے دور کریں۔اس پرواز میں جس چیز کا خیال اشد ضروری ہے وہ رزق حلال کا ہونا ہے ورنہ پرواز میں خلل ہوجاتا ہے۔اسلاف کی زندگیوں میں ہم یہ کیفیت بآسانی دیکھ سکتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں سختی سے کاربند تھے۔اپنے قدم کی حفاظت کرتے ہوئے حجروں میں ہی اللہ کے ذکر وفکر میں اپنی زندگی بسر کئے۔ان پاکان خدا کا عمل ہمیں پکار پکار کر کہتا ہے یہ بہترین نشست گاہ،گھر کا اندرونی حصہ جہاں نہ تو کسی کو دیکھے اور نہ کوئی تجھے دیکھے لیکن آج ہمارا طرز عمل اس کے خلاف ہے،ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم ہر جگہ موجود رہنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے قلب ونظر میں عشق خدا کی چاشنی پیدا نہیں ہوتی۔

اس سرمایہ حیات کو وقت کے گزرنے کے ساتھ کھوتے جارہے ہیں ۔ یہ دراصل روحانی نقصان ہے۔افسوس کے ہمیں اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے ۔ہم میں فکر کا جذبہ ہے لیکن اس فکر کا کہ دنیا کس طرح حاصل کریں ۔ دنیا کے کاموں کو کس طرح انجام دیں۔اگر فکر نہیں ہے تو صرف فیض خاتم الولایت محمدیہ کو پانے کی۔تصدیق وعشق کی چاشنی عمل سے حاصل ہوتی ہے ۔ پانی سے ہی کھیت سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ عمل کے بغیر زندگی شرمندگی ہے۔

مصدق کی یہ کیفیت ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی حاجتوں کے لئے بھی اور اپنی عبادت کے لئے بھی اللہ ہی کی طرف لولگارکھے ۔ کیونکہ وہ خالق بھی ہے المقیت یعنی روزی پہنچانے والا بھی ہے اور وہاب یعنی بہت دینے والا بھی ہے ۔ جب یہ لو سانس کے ساتھ لگی رہی تو تمام تر زندگی عبادت ہوجاتی ہے ۔اس کا چلنا ، پھرنا ، سونا ، بات چیت کرنا تمام عبادتوں میں شمار ہوتا ہے ۔اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص چالیس روز ، اللہ تعالیٰ کی عبادت خلوص سے کرے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے ابلنے لگتے ہیں اور اس کی زبان سے ظاہر بھی ہوتے ہیں ۔حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کا مقصد اور مدعا یہی ہے کہ بندہ کا دل اللہ کی طرف متوجہ رہے ۔اس سے ریاکارانہ عمل ، فتنہ وفساد اور شر سے بچ جاتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کو دافع ہلاکت امت بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ یہ بندگان خدا کے لئے خدا تعالیٰ کا عظیم انعام ونعمت ہے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا تصدیق بندہ عمل است ۔اس کا مفہوم یہی ہے کہ آپ کی تصدیق اس وقت صحیح اور قابل قبول ہے جب فرائض وتعلیمات پر عمل ہو۔ پھر ارشاد فرمایا ''وگرنہ قبول بے عمل مردود است'' اگر عمل نہیں ہے تو قبولیت مردود ہوجاتی ہے ۔امامنا علیہ السلام کی نظر آنے والے دور پر بھی تھی ۔ جب نسب پرستی کی یلغار ہوگی ،غرور وتکبر ہوگا ، ہم فلاں ہیں ، ہمارا دائرہ بڑا ہے ۔ان تمام نظریات کو قلع قمع کرنے کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا ''خدا تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ احمد کے بیٹے ہو یا محمدؐ کے حق تعالیٰ عمل یا محبت کا سوال کرے گا'' حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''**ومن بطابه عمله لم یسرع به نسبه**'' یعنی جس شخص کا عمل آگے پیچھے کردے اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ان تعلیمات کی روشنی میں ہر مصدق کے لئے ضروری ہے کہ اسکا عمل دل سے ہو اور عشق ومحبت بھی ساتھ ہو تو سونے پر سہاگہ ہے۔

مہدی موعود علیہ السلام سے ایک نقل مبارک ہے ، آپ فرمایا کہ لوگ جب پیسے دو پیسے کی

ہانڈی خریدتے ہیں تو چند بار مارتے ہیں، اگر اچھی آواز دیتی ہے اور درست نظر آتی ہے تو خرید لیتے ہیں ورنہ واپس کردیتے ہیں اور آپ آگے فرماتے ہیں جب تو خدا کی طلب کا دعویٰ کرتا ہے تو کیا خدا تجھے آزمائے بغیر چھوڑے گا۔ اس فرمان مبارک سے ہم لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے اس میں ہم جیسے دنیا والوں کے متعلق امامنا فرماتے ہیں جب ہم کسی چیز کو خریدتے ہیں تو اس کو دیکھ کرلیتے ہیں کہ ٹوٹی پھوٹی تو نہیں ہے یا استعمال کی ہوئی تو نہیں ہے، پائیدار ہے یا ناپائیدار۔ جب ہم کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ پائیدار ہے مضبوط ہے درست ہے تو ہم خرید لیتے ہیں۔ اس طرح پروردگار عالم ہم کو آزمانے کے لئے اس دنیا میں اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا، کسی کو مالدار بنا کر پیدا کیا، کسی کو غریب بنا کر پیدا کیا۔ غرض ہمارے سامنے دنیا کو دلہن کی طرح سجا سنوار کر پیش کیا پھر کسی کو اولاد دیکر آزماتا ہے کسی کو پیسہ نہ دے کر آزماتا ہے۔ کسی کو مشکلات میں ڈال کر آزماتا ہے کہ کون ان مشکلات کو دیکھ کر غلط راہیں اختیار کرلیتا ہے یا اس آزمائش کے وقت بھی اس کا شکر ادا کرتا ہے اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ امامنا کی تعلیمات آپ کی سیرت ہماری اس اندھیری زندگی میں ایک روشنی دے سکتی ہے۔ اگر ہم آپ کی تعلیمات پر عزم راسخ کے ساتھ عمل کریں گے تو ہماری اس بے نور سی زندگی میں کچھ نور پیدا ہوگا۔

مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے کہ خدا سے سوائے خدا کے دوسری چیز مت طلب کرو اور اگر کوئی چیز مانگنا ہی ہے تو خدا سے مانگو۔ اگر نمک چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ اگر پانی چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ لکڑیاں چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ لوگوں سے کسی فرد سے سوال مت کرو۔ اگر مانگنا ہی ہے تو خدا سے سوال کرو۔ حضرت امامنا مہدی علیہ السلام نے ایک بار یوں فرمایا، ہزار خدا کے طالبوں نے دنیا کو چھوڑ کر خدا کا راستہ اختیار کیا۔ فرشتوں کو خدا کا حکم ہوا کہ دنیا جیسی ہے کچھ اسے سنوار کے ان کو دکھاؤ۔ جب دکھلایا گیا تو ہزار میں سے 900 طالبوں نے دنیا کی طرف توجہ کی اور اس سے لپٹ گئے، خدا کی محبت کی جگہ ان میں دنیا کی محبت چھا گئی۔ اب خدا کے راستے میں 100 طالب رہ گئے، پھر خدا کا فرمان ہوا کہ ان لوگوں کو آخرت جیسی کچھ ہے دکھلاؤ۔ جب آخرت کو دکھایا گیا تو 90 طالبوں نے آخرت کو اختیار کیا۔ اب دس لوگ خدا کے لئے رہ گئے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو دنیا اور آخرت کی ضرورت نہیں ہے، ہم صرف خدا کے طالب ہیں۔ فرمان خدا ہوا کہ ان کا امتحان لو جب ان کا امتحان لیا گیا تو 9 اشخاص بھاگ کھڑے ہوئے، بس ہزار طالبوں میں سے ایک شخص خدا کے لئے رہ گیا۔ مہدی علیہ السلام اس مقام پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مہدویت کی معراج اس میں ہے کہ ہم جئیں تو خدا

کے لئے جئیں، کھڑے ہوں تو خدا کے لئے، بیٹھیں تو خدا کے لئے بیٹھیں۔غرض ہمارا جو بھی عمل ہو وہ خدا کے لئے ہو۔امامنا نے لوگوں سے فرمایا مہدوی جو بھی عمل کرتا ہے خدا کی خوشنودی اور خدا کے فضل حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔اگر نماز پڑھتا ہے تو جنت کے لئے نہیں پڑھتا بلکہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے۔ذکر کرتا ہے تو آخرت کے لئے نہیں کرتا بلکہ خدا کے دیدار کی خواہش کو اپنے دل میں لانے کے لئے کرتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے جلیل القدر اصحاب کے پاس عمل کی کیا اہمیت تھی اس واقعہ سے اندازہ لگالیجئے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ اور حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ فرماتے ہیں اگر کوئی بات حضرت مہدی موعودؑ کے فرمان یعنی عمل کے خلاف ہم میں دیکھو اور مرشد سمجھ کر (مروّت سے) ہمارا دامن نہ پکڑو گے تو کل قیامت کو ہم تمہارا دامن پکڑ ینگے۔حسب فرمان امامناؑ یہ دونوں خلفاء قطعی جنتی ہیں۔اس کے باوجود انہیں فرمان وتعلیمات حضرت مہدی موعودؑ پر عمل پیرا ہونے کا کتنا خیال اور خوف ہے۔ حال حال تک ہماری پہچان عمل سے تھی، تمام باعمل تھے۔ تاریخ کہتی ہے کہ یہ بہت ہی نیک، پرہیزگار اور تقویٰ شعار قوم ہے۔ بزرگوں نے جو علم وعمل کی مشعل جلائی تھی آج وہ مدھم سی ہوگئی ہے۔ضرورت ہے کہ اس کو روشن ومنور کرنے کی۔ایک صحابی نے حضرت مہدی موعودؑ سے سوال کیا، ایمان کیا ہے۔آپ نے فرمایا بندے کا ایمان ذات اللہ ہے اور تمہارا ایمان ذکر اللہ ہے۔اس ارشاد پر عمل پیرا ہیں تو ہم میں ایمان ہے۔کیا ہم بغیر ایمان کے زندگی گزارنے کے لئے تیار ہیں، یقیناً جواب نہیں ہوگا۔لہٰذا ماضی میں ہماری پہچان ذکر اللہ سے تھی۔اس پہچان کو دوبارہ تازہ کریں ذکر اللہ سے۔

ہمارے اسلاف کو ملائے اعلیٰ کے فرشتوں سے منسوب کیا گیا تھا اور آج ہماری کیفیت کیا ہے۔کوئی دعوت اگر صرف لفظی دعوت ہو اور علمی واخلاقی زور نہ ہو تو بنجر زمین کی طرح ہے۔خلیفۃ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے ''تصدیق بندہ عمل است، باعمل مقبول بےعمل مردود'' بندہ کی تصدیق احکامات قرآنی پر مکمل عمل آوری پر مضمر ہے۔جس نے عمل کیا وہ میرا، رسول خدا کا، اور خدا کا مقبول رہے گا اور جس نے جادہ عمل کو اختیار نہیں کیا وہ خلیفۃ اللہ کے پاس، رسول اللہ ﷺ کے پاس اور اللہ تعالیٰ کے پاس غیر مقبول ہے یعنی مردود ہے۔وقت ہمیں آواز دے رہا ہے صراط مستقیم پر چلنے کی، ہر قدم، ہر حرکت، ہر عمل پر نظر رکھنے اور خود احتسابی کی۔

☆☆☆

ام المومنین بی بی خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات واضح ہے کہ مکہ مکرمہ میں خدیجتہ الکبریٰؓ کا ایک ممتاز مقام تھا۔حضرت سید ابوالقاسم تسخیر حیدرآبادی ایک نظم میں بی بیؓ کا اس طرح تعارف کراتے ہیں۔

دوسرے ملکوں میں جاری تھی تجارت آپ کی دور میں اپنے رہی مشہور دولت آپ کی
نیک دل تھیں شہر مکہ میں تھی شہرت آپ کی رہتی تھی جاری غریبوں میں سخاوت آپ کی

لوگ عزت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔آپ کی تجارت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔آپ بیوہ تھیں،کئی ایک قریش آپ سے بیاہ کے مشتاق تھے۔مکہ مکرمہ کے مالداروں میں بی بی کا شمار ہوتا تھا۔حضور نبی اکرم ﷺ کے حسن معاملات، راست بازی، اور پاکیزہ اخلاق سے متاثر ہوکر پیغام بھیجا کہ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں جو معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں اس کے علاوہ آپ کو اس کا منافع دونگی۔آپؐ اس کو قبول فرماتے ہیں۔آنحضرت ﷺ مال تجارت لے کر شام سے واپس آتے ہیں۔دیانت داری کی بدولت سامان تجارت دوگنے منافع پر فروخت ہوتا ہے۔حضرت خدیجہ کو میسرہ کے ذریعہ سفر کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور بے حد متاثر ہوکر اپنی لونڈی نفیسہ کے ذریعہ شادی کا پیغام بھیجتی ہیں۔حضور نبی اکرم ﷺ منظور فرماتے ہیں۔شاعر کہتا ہے

آپ کی تقدیر میں لکھا تھا فیضانِ رسولؐ
کرلیا تھا زوجیت میں شاہ بطحاؐ نے قبول

اعلان نبوت سے قبل تک قریش حضور نبی اکرم ﷺ کو صادق، امین کہتے تھے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عزلت از خلق اختیار کرتے ہوئے غار حرا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں محو رہتے تھے۔اس دوران بی بی خدیجتہ الکبریٰؓ نہ صرف طعام کا اہتمام کرتیں بلکہ غار حرا تک جو خاردار راستہ تھا اس سے ہوکر گزرتی تھیں۔سخت سے سخت موسم کو بھی برداشت کرتی تھیں۔بی بیؓ کے اس عمل سے حضرت محمد ﷺ سے جو عقیدت تھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔

ان تمام کے علاوہ غار حرا میں حضرت جبرئیلؑ کا آنا اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنا اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، سورہ اقراء کی تلاوت کرنا، آخری نبی ہونے کی بشارت دینا، اس واقعہ کے بعد آپؐ کا گھر کو

آنا، بی بی سے واقعہ بیان کرنا، بی بی کا عرض کرنا، آپؐ زاہد، متقی اور صادق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کرم ہو گیا ہے۔ کنبل کا اُڑانا پھر ورقہ بن نوفل سے حضورؐ سے اجازت حاصل کر کے ملاقات کرنا، ورقہ بن نوفل کا فرمانا یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔ محمدؐ میں آخری نبی ہونے کے آثار ہیں۔ بی بیؓ کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے آپ نے کلمہ پڑھا۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو علمبردار توحید سب سے پہلے آپ ہی ہیں۔ بی بیؓ جب تک بقید حیات رہی ہیں حضرت محمد ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ آپ کا ایثار و قربانی بہت مشہور ہے۔ جیسے ہی آپ ﷺ نے خدا کے حکم پر اسلام کی دعوت کو پیش کیا مخالفتوں کا دور شروع ہوا۔ کئی طرح کے ظلم و ستم آپ ﷺ پر ڈھائے گئے، سماجی بائیکاٹ ہوا۔ آپ پر آپ کے ماننے والوں پر، خرید و فروخت بند ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپ کو شعب ابی طالب میں پناہ لینا پڑا۔ ان حالات میں بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کو تسلی اور ہمت دلاتی تھیں۔ سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئیں۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں آپ ان کو خدا کا اور میرا اسلام پہنچا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی آپ سے بے انتہا محبت تھی ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ عالم میں افضل ترین عورت مریمؑ اور خدیجہؓ ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خدیجہؓ آئیں تو فرمایا ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔ رحلت کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ آپ کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب معمول حضور نے بی بی عائشہؓ کے سامنے تعریف کی۔ بی بی عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ وہ ایک بوڑھیا اور بیوہ عورت تھی۔ خدا نے اُن کے بعد آپ کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمائے۔ خدا کی قسم مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی۔ جب سب نے مجھے جھٹلایا اس نے اپنا مال مجھ پر قربان کیا۔ جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔ آپ کے مناقب میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ ام المومنین بی بی خدیجہؓ 11 / رمضان 10 نبوی کو 64 سال کی عمر میں اس دنیا سے کوچ فرماتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا۔ooo

ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہؓ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی تھیں ۔ آپ کا لقب صدیقہ اور ام المومنین خطاب تھا۔ آپ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں ۔ آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے 10 / نبوی مطابق 620ء میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف 6 سال کی تھی ۔ ہجرت کے تقریباً ایک سال بعد 9 سال کی عمر میں رخصتی ہوئی ۔ جس طرح مردوں میں حضرت علیؓ نے بچپن ہی سے تربیت نبوت میں آ گئے تھے اس طرح عورتوں میں بی بی عائشہ لڑکپن ہی سے تربیت نبوی میں آ گئی تھیں ۔ آپ بڑی عبادت گذار اور تہجد کی بہت پابند تھی ۔ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتیں ۔ اکثر روزے رکھا کرتیں ۔ ہر سال حج ادا کیا کرتی تھیں ۔

حضرت عائشہؓ کی تعلیم وتربیت کا اعلیٰ زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے ۔ آپ نے اس زمانہ میں پڑھنا سیکھا اور یہی نہیں بلکہ آنحضرت کی تعلیم وارشاد کی مجلس روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں جو حجرہ عائشہؓ سے بالکل ملحق تھی ۔ اس بناء پر حضور گھر سے باہر بھی صحابہ اکرام کو جو درس دیتے تھے وہ اس میں شریک رہتی تھیں ۔ اگر کوئی بات دوری کے باعث سمجھ میں نہ آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو دوبارہ پوچھ کر تشفی کرلیتیں اور حضور اکرم عورتوں کی درخواست پر ہر ہفتہ میں ایک دن ان کی تعلیم وتلقین کے لئے وقف کئے تھے ۔ اس درس میں بھی حضرت عائشہؓ پابندی سے شریک ہوتی تھیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور ان پر آپ کی ہمیشہ نگاہ خاص رہا کرتی تھی ۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کو عورتوں میں سب سے زیادہ کون پسند ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ اور جب پوچھا گیا کہ مردوں میں تو فرمایا ''عائشہ کا باپ'' یعنی ابوبکرؓ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہونچے مگر عورتوں میں صرف مریمؑ اور آسیہؑ ہی نے یہ مرتبہ حاصل کیا اور عائشہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید (ایک عربی کھانے کا نام ہے جو گوشت روٹی کا مرکب ہوتا ہے) کو سب کھانوں پر ۔ اور ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں ۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ

کا سلام اور رحمت ہو۔

حضرت عائشہؓ بڑی دلیر اور شجاع تھیں۔ راتوں کو تنہا قبرستان میں جانے سے خوف نہ کرتیں۔ میدان جنگ میں آ کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ غزوۂ اُحد ۳ ہجری میں جب مسلمانوں میں حیرانی اور پریشانی بر پا تھی اپنی پیٹھ پر مشک لادلاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ غزوہ معطلق ۵ ہجری میں حضرت عائشہؓ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تھیں۔ واپسی میں حضرت صدیقہؓ کا ایک ہار راستے میں گر گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا۔ سارا قافلہ اتر پڑا نماز کا وقت آ گیا اور پانی کہیں میسر نہ آیا۔ تمام صحابہ پریشان تھے۔ اس وقت تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔ اس اجازت سے تمام صحابہ کرام خوش ہوئے اور ایک صحابی نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔ آپ کا جب کوئی کام مشکل میں پڑ گیا تو خدا تعالیٰ نے خود اس کو آسان کر دیا اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت ہوئی۔

حضرت عائشہؓ نہایت سنجیدہ فیاض، عبادت گذار اور رحم دل خاتون تھیں۔ ازدواجی زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی لیکن کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں۔ آپ کو بیش بہا لباس گراں قیمتی زیور، عالیشان عمارت اس میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی لیکن آج کی عورتوں کو دیکھئے سب کچھ ہونے کے باوجود ہر وقت شکایت رہتی ہے۔ ہر وقت اپنے سے اوپر زائد مالداروں عورتوں پر نظر رکھتی ہے۔ ان کے پاس جو چیزیں ہوتی ہیں ویسی ہی حاصل کرنے کی کوشش میں رہتی ہیں لیکن اپنے سے نیچے یعنی غریب عورتوں پر نظر نہیں رکھتی وہ کیسے زندگی گذار رہی ہیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھ شدت محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ آنحضرت نے اپنے مرض الموت میں تمام ازدواج مطہرات سے اجازت لے کر اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہؓ کے حجرے میں بسر کئے اور یہ بڑی فضیلت ہے کہ آپ کے حجرے کو رہبر اسلام کا مدفن بننا نصیب ہوا۔

آنحضرت کی وفات مبارک کے وقت بی بی عائشہؓ کی عمر 18 سال کی تھی۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے خدا نے دوسرا نکاح ممنوع قرار دیا تھا اس لئے آپ ﷺ کے بعد حضرت عائشہ نے 48 سال بیوگی حال میں بسر کئے۔ حضرت عائشہؓ رمضان 58 ہجری میں بیمار پڑیں اور رمضان کی 17 تاریخ کو نماز وتر کے بعد وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔

حضرت عائشہؓ نے خلافت راشدہ کے چاروں دور دیکھے تھے۔ آپ چونکہ نہایت مدبر اور

دانشمند تھیں اس لئے پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو سلجھانے میں آپ کی رائے لے جاتی تھیں۔ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ الشعری سے یہ روایت اس کی تصدیق میں پیش کی جاسکتی ہے۔''ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی، جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور اس کے متعلق ان کے پاس کچھ معلومات نہ ہوں۔ام المومنین کے بھانجے حضرت عمروہ بن زبیر نے کہا قرآن فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا علم حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کے پاس نہیں دیکھا۔آپ خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں جو موجود ہوتا سائل کی نذر کردیتیں۔ایک دفعہ ستر ہزار درہم راہ خدا میں تقسیم فرمادیئے۔اور جس وقت یہ تقسیم جاری تھی پیوند لگا ہوا کرتا زیب تن تھا۔ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درم بھیجے تو آپ نے سب اسی روز خیرات کردیئے، اپنے لئے کچھ نہ اٹھا رکھا اور ایک دفعہ قسم کے کفارہ میں 40 غلام آزاد کرادیئے۔ام المومنین بی بی عائشہؓ خوش اخلاق، نیکوکار، نیک اطوار خاتون تھیں۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ سے بخوبی واقفیت رکھتی تھیں۔غمزدوں کا، غریبوں کا، بے سہاروں کا، بیکسوں کا خیال رکھتی تھیں۔آپ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ کوئی نادر، کوئی ضرورت مند آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔بی بی عائشہؓ کی دور اندیشی اور فراست مشہور تھی۔

بعد وصال رسول مقبول ﷺ آپ کی ساری زندگی صرف قرآن و حدیث کی تعلیم میں بسر ہوئی۔علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف تمام عورتوں پر اور نہ صرف امہات المومنین پر بلکہ اشتاے چند تمام صحابہ پر فوقیت حاصل ہے۔دو ہزار دو سو حدیثیں آپ سے مروی ہیں ان میں سب سے زیادہ ایسی حدیثیں ہیں جو انسانی زندگی کے ضروری مسائل، معاشرت اور زن وشو کے معاملات کے متعلق ہیں۔بعض محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ اگر اتنے سال زندہ نہ رہتیں تو حدیث شریف کا نصف حصہ برباد ہوجاتا۔غرض آج بھی حضرت عائشہؓ کی پاکیزہ سیرت ہمارے سامنے ہے جن سے ہم اپنی زندگیوں کی تشکیل میں استفادہ کرسکتے ہیں۔الغرض

مادر اُمت ہیں، نیکوکار بی بی عائشہؓ ۔۔۔ مرتبت میں ہیں، فلک آثار بی بی عائشہؓ
اکثر اخبار و احادیث آپ سے ہیں معتبر ۔۔۔ خود آئمہ کو بھی ہے اقرار بی بی عائشہؓ
اکتساب نور ہے شمسِ نبوت سے کیا ۔۔۔ ہوگئی ہیں یوں قمر آثار بی بی عائشہؓ

☆☆☆

ام المصدقین حضرت بی بی الہداتی رضی اللہ عنہ

اُم المومنین اور اُم المصدقین کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عظیم احسان عطا کرتے ہوئے نبیوں ، رسولوں اور خلیفتہ اللہ کے ازواج مطہرات میں ان کا شمار کیا۔ انہی ازواج مطہرات میں حضرت بی بی الہداتیؓ بھی ہیں ۔حضرت بی بی الہداتی 855 ھ میں جونپور میں پیدا ہوئیں اور 866 ھ میں آپ کا نکاح خلیفتہ اللہ، مبین کلام اللہ حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام سے جونپور میں ہی ہوا۔ نکاح کے وقت بی بی کی عمر 11 سال اور حضرت علیہ السلام کی عمر شریف 19 سال تھی

بی بی الہداتیؓ کی ذات مبارک تمام انسانی خوبیوں اور اخلاقی بلندیوں سے معمور تھیں۔ ایثار، ہمدردی، صبر، استقامت، خلوص، محبت، زہد وتقویٰ، دیانتداری، خوش خلقی، غرض آپ کی سیرت میں ہر وہ صفت موجود تھی جو بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ رکھتی تھی ۔ ہمدردی اور انسانیت کا یہ حال تھا کہ آپ کے مکان سے کوئی سائل بھی ناکام واپس نہیں ہوتا تھا۔ جب تک بقید حیات رہیں۔ دائرہ کے تمام بھائیوں کے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتی تھی۔ بی بی کے وصال کے بعد سے ہی تمام چیزیں چاہے وہ پخت سے ہو یا دیگر سویت ہوتی تھیں ۔اس لئے بی بی کے وصال کے وقت تمام بھائیوں نے کہا تھا کہ آج ہماری ماں ہم سے جدا ہوگئیں ۔جس طرح ماں اپنے بچوں کا خیال رکھتی ہیں اسی طرح بی بی الہداتیؓ دائرہ کے بھائیوں کا خیال رکھتی تھیں ۔

بی بی الہداتیؓ کا سب سے عظیم کارنامہ وہ ہے جو آپ نے اپنے شوہر حضرت مہدی موعود علیہ السلام پہ جذبہ کی حالات میں خدمت کی ہیں وہ سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے اور یہ خدمت ایک دن نہیں ایک ہفتہ نہیں ایک ماہ نہیں ۔ایک سال نہیں بلکہ تقریباً 12 سال تک آپ نے خدمت کی ہے ۔اس بارہ سال میں جو ایثار، خلوص ومحبت ، ہمدردی اور صبر کا مظاہرہ کیا اس کو قلم پیش کرنے سے قاصر ہے ۔سلطان حسین شرقی بادشاہ جونپور سالانہ خراج راجہ دلپت کو ادا کرتا تھا ۔حضرت مہدی موعودؑ نے بادشاہ سے کہا کہ مطیع اسلام ہونا جائز ہے مطیع کفر ہونا جائز نہیں ۔اس پر سلطان آپؑ سے مدد کا طالب ہوا ۔آپؑ نے سلطان کے ساتھ راجہ دلپت سے جنگ کی اور اپنے ہاتھوں سے راجہ کا قتل کیا، اس کا دل باہر نکل پڑا ۔حضرت نے دیکھا کہ جس کی وہ پوجا کرتا تھا اس کا عکس اس کے دل پر تھا ۔حضرت نے دیکھ کر

فرمایا جب کفروشرک کا یہ اثر ہے تو توحید اور ذکراللہ کا اثر کس قدر نہ ہوگا۔اس واقعہ کے بعد آپ پر جذبہ طاری ہوگیا جو بارہ سال 872 ہجری تا 884 ہجری تک رہا۔حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت کے اس اہم حصہ میں خدمت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہیں۔نماز کے اوقات پر ہر وقت وضو کرواتی تھیں، میرانجی ہاتھ دھوئیے، میرانجی منہ دھوئیے، میرانجی پاؤں دھوئیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے 12 سالہ جذبہ کے دوران سات سال کچھ کھایا ہی نہیں۔اس دوران بی بیؓ زاری کے ساتھ عرض کرتی ہیں میرانجی کئی سال ہو چکے ہیں کوئی غذا آپ کے شکم میں نہیں پہنچی ہے کیا حال ہوگا۔حضرت مہدی موعودؑ جواب میں فرماتے ہیں جو کچھ بندہ کی غذا ہے بندہ کو پہنچتی ہے۔بی بیؓ نے اس دوران کھانے کا حساب کیا تو جملہ مقدار (17) سیر ہوتی ہے۔اس دوران کی بی بیؓ کی خدمت خواتین کے لئے باعث ہدایت ہے۔ جذبہ کی حالت میں ایک مرتبہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے عشاء کے وقت پر پانی طلب فرمایا۔بی بی پانی لے کر آنے تک حضرت پر پھر جذبہ طاری ہوگیا اور بی بی ہاتھ میں پانی کا کٹورا لئے کھڑی رہیں تاکہ ہوش آتے ہی پانی پیش کردوں۔فجر کے وقت جب ہوش آیا تو حضرت نے دیکھا کہ بی بی پانی لئے کھڑی ہیں۔بی بی کی اس اطاعت کو صبر وخدمت کو دیکھ کر حضرت علیہ السلام نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور وضوفرما کر دوگانہ شکر ادا کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بی بی کے حق میں دعا فرمائی کہ یا اللہ جس طرح اس عورت نے مجھ کو خدمت سے آرام پہنچایا ہے اس طرح اس کو اپنے دیدار سے محضوظ کر۔یہ شان ومرتبت بی بیؓ کی ہے۔اس جذبہ حق کے دوران نماز کے وقت بی بیؓ نے دریافت کیا کہ میرانجی کیا حال ہے۔آپ سب جہاں سے بے خبر رہتے ہیں۔حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف تجلی اُلوہیت پے درپے ہوتی ہے اگر ان دریاؤں سے ایک قطرہ کسی نبی مرسل یا ولی کامل کو دیا جائے تو تمام عمر اُسے کوئی ہوش ہی نہیں رہے گا۔حق تعالیٰ کا مجھے فرمان ہوتا ہے کہ اے سید محمد اس واسطے سے کہ ہم نے تجھے خاتم الولایت محمدی کا منصب دیا ہے تجھ سے فرائض ادا کرواتے ہیں۔یہ ہمارا احسان وفضل تجھ پر ہے۔

خدائے تعالیٰ کے حکم پر حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے جونپور سے ہجرت فرمائی تو حضرت بی بی الہداتیؓ بھی آپ کے ساتھ شریک تھیں۔887 ہجری میں ہجرت فرماتے ہوئے آپ نے دانا پور پہنچ کر قیام فرمایا۔اس مقام پر بی بی نے معاملہ دیکھا یہاں پر ہمیں بی بی کی بزرگی ومقام کا پتہ چلتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ الہام اور معاملہ ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے محنت ومشقت کرنی پڑتی

ہے۔شب بیدار ہونا پڑتا ہے عورتیں یہ سمجھ لیتی ہیں کہ یہ سب مردوں کے لئے ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔عورتیں اس معاملہ میں آگے رہتی تھیں جن کی عبادت، پرہیز گاری، شب بیداری کے کئی واقعات تاریخ مہدویہ میں ملتے ہیں۔غرض بی بیؓ نے معاملہ دیکھا اور غیب کی آواز سنی کہ تیرا شوہر جو سید محمد ہے اس کو ہم نے مہدی موعود اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ولایت کا بار اٹھانے والا اور نبی کی ولایت کا خاتم کیا ہے وہ صاحب زماں اور ہمارا خلیفہ ہے اس کی تصدیق کر اس کا انکار میرا انکار ہے، اس کی تصدیق فرض ہے۔ بی بیؓ نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا حضرت علیہ السلام سے عرض کیں۔حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔بندہ کو تمام اوقات میں فرمان خدا ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدی موعود کیا ہے اس کے بعد بی بیؓ کی پاکیزگی، پرہیزگاری وعقیدت مندی دیکھئے کہ قدم بوسی کر کے عرض کرتی ہیں کہ میرانجی اس سے پہلے آپ کی خدمت میں مجھ سے جو کچھ قصور ہوا ہے معاف فرمائیں اور گواہ رہیں کہ میں آپ کے حضور تصدیق کرتی ہوں۔صحابیات رسولؐ میں جس طرح خدیجۃ الکبریٰؓ کو قبولیت اسلام میں اولیت حاصل ہے اس طرح تاریخ مہدویت میں ام المصدقین بی بی الہداتیؓ سب سے پہلے تصدیق مہدویت سے مشرف ہوئیں۔اگر آپ کو خدیجۃ الولایت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

حضرت بی بی الہداتیؓ کو اپنے شوہر سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ اپنی ساری متاع زندگی کو شوہر کے قدموں پر نثار کر دیا اور ہر وقت خوشنودی اور رضامندی پیش نظر رکھتی تھیں اور پھر شب بھر اللہ کے ذکر میں رہنے والی تھیں۔ایک مرتبہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دریافت فرمانے پر بی بی نے فرمایا کہ میرانجی آپ کے تصدق سے بارہ سال سے میں نے دیدار خدا کے بغیر نماز نہیں پڑھی ہے اور آج عورتیں نماز کو بھول ہی گئی ہیں اگر یاد کرتی ہیں تو صرف شب معراج، شب برات اور رمضان کے کچھ دنوں میں یا نہیں تو صرف شب قدر میں اور باقی دنوں میں اپنے آپ پر معاف ہی سمجھتی ہیں حالانکہ نماز محمد رسول اللہ ﷺ پر مہدی موعود علیہ السلام پر بی بی فاطمہؓ پر معاف نہیں ہوئی تو ان پر کہاں معاف ہونگی۔خدا تعالیٰ کے حضور قیامت میں سب سے پہلے جس کی پوچھ ہوگی وہ نماز کی ہوگی۔عورتیں اگر نماز کی پابندی کریں تو گھر کے تمام افراد بھی پابند ہو جاتے ہیں۔غرض حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا جس کو بی بی سے نسبت غلامی حاصل ہوگی وہ برگزیدہ ہوگیا۔آپ کے فضائل ومناقب میں حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے اپنے ازل سے بی بی کی اولاد کے سات پشت کو بخشا۔

حضرت بی بی الہداتیؓ کا 3/ ذی الحجہ 891ھ م 30/نومبر 1486ء کو چاپانیر میں وصال

ہوااور چاپانیر میں ایک میناری مسجد کے مشرق کی جانب ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔اس پہاڑ کے دامن میں سپرد خاک کیا گیا۔حضرت مہدی موعودؑ کو بی بیؓ سے دوفرزند میراں سید محمود، میراں سید اجمل اور دو صاحبزادیاں بی بی خونزاؓ و بی بی فاطمہ خاتون ولایت پیدا ہوئیں۔بی بیؓ کی بزرگی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ دفن کے وقت جو پھول مزار پاک پر چڑھائے گئے تھے 8 دن کے بعد بھی اس طرح تازہ تھے جس طرح پہلے دن تھے۔حضرت مہدی موعودؑ نے اس کیفیت کو دیکھنے کے بعد صحابہ کو حکم دیا کہ بی بیؓ کی قبر پاک کو زمین کے برابر کر دیا جائے تا کہ قبر کی نشانی نہ رہے،لوگ خدا پرستی کے بجائے قبر پرستی نہ کرنے لگ جائیں۔بی بیؓ کے وصال کے بعد آپؓ کے دوپٹہ میں سے ایک سونے کی اشرفی نکلی۔حضرت مہدی موعودؑ کو جب اس کی اطلاع ملی تو ارشاد فرمایا اس کو گرم کر کے بی بیؓ کے جسم پر داغ دو۔اس حکم کی اطلاع جب میاں سلام اللہؓ کو ہوئی تو آپ نے کہا کہ یہ سکہ بی بیؓ کا نہیں بلکہ بی بی فاطمہؓ کا ہے۔یہ سن کر حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا جس کا ہے اس کو دیدو۔داغ دینے اس لئے کہا گیا کہ آخرت میں داغ دینے سے بچ جائیں۔حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کا مقصد دیگر اُمور کے ساتھ یہ بھی تھا کہ رسم وعادات و بدعات کو مٹایا جائے۔بی بیؓ کے وصال کے بعد سے ہی بہرہ عام کا طریقہ رائج ہوا۔بی بیؓ کے وصال کے بعد دوسرے سال یعنی ایک دن قبل 2/ذی الحجہ 892 ہجری کو حضرت مہدی موعودؑ نے بہرہ عام کرنے کا حکم دیا۔بی بیؓ کے فیض کی نیت سے جو ماحضر غذا خدا نے دیا ہے سب میں تقسیم کرو۔اس کے بعد سے قوم میں بہرہ عام کا سلسلہ شروع ہوا جو فیض خاتم الولایت محمدیہ ہے۔بی بیؓ کا فیض عام حضرت مہدی موعودؑ نے خود اپنے ہاتھوں سے دیا۔یعنی بی بی مقیدہ بہرہ ولایت رساں ہوئیں،کتنا بڑا مرتبہ بی بیؓ کو حاصل ہوا۔یہ فیضان ولایت کی دین ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے یہ بشارت بھی دی تھی،قیامت کے روز جس کسی کو بہرہ خاتم الولایت محمدی عطا ہوگا اُن سب کی مجموعی مقدار بی بیؓ کو عطا کی جائیں گی۔مصنف شواہد الولایت تحریر کرتے ہیں''بی بیؓ نے صاحب فیضان کی پاسبانی کی تو خلق اس ذاتِ فائز کے فیوضات سے بہرہ مند ہوئی''

الغرض حضرت بی بی الہداتیؓ حق آشنا،حلیم و بردبار، باشعور و باوقار، نیک سیرت، ہمدرد، اخوت اور بھائی چارگی کا مظہر تھیں۔قیامت تک دور ولایت کی زینت ہے۔جہاں سے روشنی پا کر اپنی زندگیوں کی تاریکیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

ام المصدقین بی بی ملکان رضی اللہ عنہ

اُم المصدقین بی بی ملکانؓ حضرت لاڑ شاہ کی دختر ہیں۔آپ حضرت سیدنا ابوبکرؓ کی اولاد سے ہیں۔حضرت میاں لاڑ شاہ کا شمار عالموں میں تھا۔فہم وبصیرت رکھتے تھے۔اس کا اثر آپ کی دختر بی بی ملکانؓ میں مکمل نظر آئی۔حضرت مہدی موعودؑ نے قیام پٹن میں 903ھ میں آپ سے نکاح کیا۔حضرت مہدی موعودؑ کی چہیتی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔اس لئے آپ کو عائشہ ولایت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کے اصحاب کو اگر کچھ ارشادات یا فرامین حضرت مہدی موعودؑ کے سمجھنے میں دشواری ہوتی تو آپ سے اس کی اصلاح لیتے۔خلیفۃ اللہ کے نقول کی صحت بی بیؓ کیا کرتی تھیں۔حضرت کے ساتھ ساتھ ہجرت فرمائی اور دوران ہجرت حضرت کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کو بہت چاہتی تھیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت شاہ نظامؓ اور شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے دائرہ میں رہیں۔حضرت شاہ خوندمیرؓ نے جنگ کے وقت آپ کو مقامِ جنگ سے دور روانہ کردیا تھا۔بعد جنگ کے بی بی اپنے آباء واجداد کے محلے پٹن میں قیام کیں۔آپ کو ایک فرزند میاں سید حمید اور ایک دختر بی بی ہدیۃ اللہ ہوئیں۔میاں سید حمید بادشاہ خاندیس عماد شاہ کی فوج سے وابستہ تھے۔بادشاہ کے قریبی رفقاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔بگانہ سے جنگ کے دوران آپ شہید ہوجاتے ہیں۔آپ کی والدہ حضرت بی بی ملکانؓ کو جب شہادت کی اطلاع ملتی ہے تو بہت زاری کرتی ہیں کہ ترک دنیا کئے بغیر شہادت ہوگئی۔قیامت کے دن میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کو کیا منہ دکھاؤنگی۔اس بات کا اظہار حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے کرتی ہیں۔حضرت شاہ دلاورؓ جو مراد اللہ کا لقب پایا تھا،مراقبہ کرکے فرماتے ہیں میاں حمید کو جب زخم آیا اُسی وقت حضرت مہدی موعودؑ کی روح مبارک حاضر ہوکر ترک دنیا کراتی ہیں۔اس کے بعد ان کی روح پرواز ہوتی ہے۔حضرت شاہ دلاورؓ سے سننے کے بعد بی بیؓ کو اطمینان ہوتا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بی بیؓ کی نظر میں فرائض ولایت کی ادائی کتنی اہم تھی۔

اُم المصدقین بی بی ملکانؓ کی سیرت مبارکہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مال ودولت،شہرت عزیز نہیں تھی۔طبیعت میں سادگی تھی۔دنیا کی محبت سے کوسوں دور تھیں۔برہان نظام شاہ بادشاہ احمد نگر

نے اپنی بیٹی یعنی شہزادی کی شادی آپ کے پوترے میاں سید میرانجی ابن حضرت میاں سید حمیدؓ سے کرنا چاہا۔ بی بیؓ نے کہا کہ میں فرزند مہدی کو دنیا میں نہیں ڈالونگی اگر ڈالوں تو حضرت مہدی موعودؑ کو کیا جواب دوں گی۔اس جواب کے بعد بادشاہ اپنی بیٹی کو حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے قدموں میں اللہ دیا کہہ کر دے دیتا ہے۔میاں شاہ نعمتؓ شہزادی کو گود میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ بچی بندہ کی ہے اس کا نام فاطمہ رکھتے ہیں۔اس بچی کولیکر بی بی ملکانؓ کے پاس آتے ہیں۔اس وقت بی بیؓ بمقام جیور میں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کے دائرہ میں قیام کی ہوئی تھیں۔آپ فرماتے ہیں بندہ ایک تحفہ لایا ہے اس پر بی بیؓ فرماتی ہیں یہ تحفہ نہ تو کھانے میں آسکتا ہے نہ پہننے کے لائق ہے نہ اوڑھنے بچھونے کے۔ آپؓ عرض کرتے ہیں بندہ آپ کے نبیرہ میاں سید میرانجی کی شادی برہان نظام شاہ کی بیٹی سے کرنے آیا ہے۔بی بیؓ فرماتی ہیں فرزند مہدیؑ کو دیدہ ودانستہ آگ میں ڈالنا نہیں چاہتی۔آخر آپؓ کے کہنے پر رضا مند ہوجاتی ہیں۔حضرت میاں شاہ نعمتؓ، شہزادہ اور شہزادی کو اپنے دائرہ واقع احمد نگر لے جاتے ہیں اور وہاں شادی کرتے ہیں۔ بہت سارا جہیز بادشاہ بھیجتا ہے بی بیؓ تمام کا تمام دائرہ میں تقسیم کردیتی ہیں۔ حضرت شاہ نعمت تین دن تک اپنے دائرہ میں رکھتے ہیں اس کے بعد چوتھے دن حضرت میاں شاہ یعقوبؓ کے دائرہ کو بھیج دیتے ہیں۔

اُم المصدقین بی بی ملکانؓ کی زندگی کا بیشتر حصہ ہجرت میں گزرا۔ پانچوں خلفاء حضرت مہدی موعودؑ کے دائرہ میں آپ کا قیام رہا۔بعض روایت میں حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؓ کے دائرہ میں رہنے کا ذکر آیا ہے۔عبادت وریاضت میں ہی آپ کا وقت گزرتا تھا۔دینی و مذہبی باتوں کو نہایت مدلل انداز میں پیش کرتی تھیں۔افہام وتفہیم کا انداز دل کو لبھاتا تھا، جہاں بھی آپ کا قیام رہتا تھا دائرہ کے لوگ آپ سے استفسار کرکے اپنی دینی و مذہبی پیاس بجھاتے تھے۔قومی کتب میں ذکر ہے کہ بی بیؓ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ آیت تلاوت کررہی تھیں۔ ان الذین قالوا ربنا الله ثمه استقاموا ترجمۂ بیشک جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے پھراسی پر قائم ہوگئے۔بی بیؓ نے آخری وقت میں بھی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ یہ خداپرست ہونے کی نشانی ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سید شہاب الدین شہاب الحق کے دورِ خلافت میں 9 / ربیع الاول کو آپ کا انتقال ہوتا ہے۔بھیلوٹ لاکر مرقدِ حضرت ثانی مہدیؑ کے بازو جانب مغرب آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔ ٥٥٥

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

یہ حقیقت ہے جس سے کوئی بشر انکار نہیں کرسکتا کہ جو کچھ انسان میں ہے وہ سب کچھ تنہا قلب انسان میں ہے اور اللہ جس کو سیدھا راستہ دکھانا چاہتا ہے اس کے قلب کو اسلام کی باتوں کے سمجھنے کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے قلب کو تنگ کردیتا ہے اور وہ سمجھنے کی بات کو بھی سمجھ نہیں سکتا۔ یہ بھی ایک خدا کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے جس سے اللہ ہم کو محفوظ رکھے رہی قلب کی بات تو ہر بشر کو چاہیئے کہ اپنے قلب کو پاک صاف رکھے اور جو چیزیں اللہ نے حرام اور ممنوع قرار دی ہیں ان سے اپنا دامن بچائیں اور جو کچھ ہمارے مقدر میں لکھدیا گیا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہوجائیں اور یہ اسی وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ہم تسلیم و رضا کا دامن نہ پکڑلیں۔ تسلیم و رضا کی صفت اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر سر جھکانے کا لازمی نتیجہ دین اور دنیا میں کامیابی و راحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بندوں نے اسی کی وجہ سے بڑے بڑے درجے، کامیابیاں اور عزت و نیک نامی حاصل کی ہے، انہیں بندگان خدا میں سے ایک ہستی معظم جس کو ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں۔

آپ کی ولادت 573 عیسوی میں ہوئی۔ اصلی نام عبدالکعبہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ ابوبکر کنیت اور صدیق لقب تھا۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور والدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ یہ دونوں کنیت ابوقحافہ اور ابوالخیر سے مشہور تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ ہیں جو ہر وقت خدا اور رسول ہی کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ غلاموں کو غلامی سے نجات دلاکر خدا کی راہ میں آزاد کرانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ابتداء ہی سے نرم دل تھے۔ کسی کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سردار اُمیہ اپنے حبشی غلام بلالؓ کو نہایت سنگدلی سے مار رہا تھا۔ آپؓ نے دیکھا کہ بلال کو گرم ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا اور کہہ رہا تھا محمدؐ کے دین کو چھوڑ دے۔ حضرت بلالؓ اس تکلیف میں بھی کہہ رہے تھے احد، احد، اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اُمیہ سے کہتے ہیں اگر یہ اچھا نہیں لگتا ہے اس کو فروخت کردو۔ آپؓ منہ مانگی قیمت دے کر حضرت بلال کو خرید کر آزاد کرتے ہیں۔ آپؓ نے اس طرح کئی ایک غلاموں، غریبوں کو خرید کر آزاد کرتے ہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ تجارت

سے کمایا ہوا چالیس ہزار روپے غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کر دیئے۔ اس کرہ ارض پر وہ بندگان خدا خوش نصیب ہیں جو حیات ہی میں حضرت محمد ﷺ سے قطعی جنتی ہونے کا شرف حاصل کیا ان میں ایک خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں۔

آج کے اس سائنسی دور میں ہم دنیا والوں کو ایک دعوت فکر دے سکتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی پر غور فرمائیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی پہلے مرد ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے دعوے نبوت کو سنا اور فوراً لبیک کہہ کر اسے قبول کر لیا اور اس قبولیت کے بعد حضرت رسول مقبول ﷺ کی جو خدمت بجالائے، اسلام اور مسلمانوں کی تائید و نصرت میں جو ثابت قدم رہے اس کی مثال اس دنیا میں نہیں مل سکتی۔ جب ساری قوم رسول اللہ ﷺ کی اذیت رسانی پر کمر بستہ ہوگئی، ابوبکرؓ ان کے نگہبان اور خادم بن گئے۔ جب رسول خدا ﷺ کی باتیں سنی کی ان سنی کر دی جاتی تھیں ابوبکرؓ ہی تھے اسلام کی تبلیغ میں دل و جان سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تعلق سے حضرت عمرؓ نے کیا خوب کہا تھا کہ تمہارے مرتبہ تک پہنچنا تو بڑی بات ہے ہم تمہاری گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جیسا شیدائی رسول، عاشق رسول نہ آدم علیہ السلام کو ملا نہ نوح علیہ السلام کو ملا نہ یوسف علیہ السلام کو ملا نہ ابراہیم علیہ السلام کو ملا، نہ عیسیٰ علیہ السلام کو ملا دنیا جانتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر نہیں پڑتا تھا لیکن یہاں پر میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا اور تبدیلی کرنے سے پہلے میں اتنا عرض کروں گا کہ ہمارا ایمان ہے رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بن گئے کیونکہ جہاں بھی رسول اللہ تشریف لے جاتے آپ ہمراہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ روضہ مبارک حضرت رسول اللہ ﷺ میں ہی آرام فرما رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ہم جب بھی ذکر ابوبکر صدیقؓ کرتے ہیں تو ہم کو وہ رات یاد آجاتی ہے جس کی متاع معرفت کا سب سے بڑا حصہ ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا۔ سفر ہجرت پر نظر ڈالیئے اور تصورات کی دنیا میں دیکھئے کہ کفار مکہ رسول مقبول ﷺ کے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور آپ اس محاصرہ سے نکل کر حضرت صدیق کے گھر جا کر یہ انکشاف کئے ہیں کہ آج رات ہمیں خدا کے حکم سے مکہ سے جدا ہونا ہے۔ اس سفر کی رفاقت کی خوشخبری سن کر حضرت صدیق کا فوراً تیار ہونا اور صاحبزادیوں کا عجلت کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا پھر اس راہ پر خار پر وجد کرتے ہوئے چلنا جو آنکھ ساری خدائی سے دور خدا کی طرف سے جارہی

تھی، خدا کے رسول کے مقابلہ میں بیوی بچوں کو خیر باد کہنا۔ ایمان کے لئے دولت دنیا لٹانا، ساری دنیا سے دامن جھٹک کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے وہ اس شخص کے ساتھ جا رہے تھے جس کو دشمن ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ پھر غار ثور کے حالات پر روشنی ڈالیئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عرض کرنا کہ حضور آپ ذرا غار کے باہر تشریف رکھیئے میں اندر جا کر صفائی کروں اور پھر فرط شوق میں چادر کی دھجیاں کر کے ان دھجیوں سے غار کے ایک ایک سوراخ کو بند کرنا تا کہ کوئی موذی جانور آقا کو ایذا نہ پہنچا سکے اور اس کے بعد ذرا قربانی کا وہ لمحہ بھی دیکھیئے جب ایک سیاہ ناگ کا پھن ایک سوراخ سے نمودار ہوتا ہے ادھر زانو کو محبوب خدا کا تکیہ بننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اب جسم وجاں قربانی کے لئے کیسے بے قرار ہو جاتی ہے اور یہ بات ان کے لئے موت سے زیادہ شاق تھی کہ رسول خدا کی راحت میں خلل پڑ جائے۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے پاؤں سے بل بند کر دیا۔ سانپ نے دانت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تلوے میں چبھا دیا اور سارے خون کو زہر کی کربناک لہروں میں بدل دیا۔ صرف دو آنسو ٹپکے جس کی تقدیر میں یہ اعزاز لکھا تھا کہ وہ خدا کے رسول کے مقدس رخسار کو چومے اور اس پر پھیل جائے۔ اس اشک بے اختیار کے جواب میں رحمت خداوندی کو جوش آ گیا۔ حضور تیزی سے چونک کر اٹھے، دریافت فرمانے پر عقیدت وشوق سے لبریز اور درد سے کانپتی ہوئی آواز میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جواب دینا، میرے پاؤں کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ کے لعاب دہن مبارک سے شفاء پانا یہ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کا ایک ورق تھا اور جب ہم ایسے کئی اوراق پر نظر کرم ڈالیں گے تو ہم میں ایمان کی قوت پیدا ہوگی اور ساتھ ہی مقام رسول ﷺ، عظمت رسول ﷺ کیا ہے معلوم ہوگئی اور رسول ﷺ کے عشق میں جان پر کھیلنے کا درس جو ہمیں ملا ہے اس کا جواب نہیں، ہم کو ایسے وقت سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم رسول ﷺ کے لئے، رسول ﷺ کے خدا کے لئے جس کا اس نے حکم دیا اتباع کرو، کر رہے ہیں۔

راحت واطمینان، خوشگوار اور پرسکون ماحول میں ساتھ دینے کے لئے ہر کوئی پیش پیش رہتا ہے۔ کردار کی خوبی یہ ہے کہ خوف وڈر کے ماحول میں مشکلات کے دور میں، جنگ کے حالات میں آگے بڑھ کر دامے، درمے، سخنے ساتھ دینا ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے کردار کی خوبی ہے کہ آپ ہر حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا، خاص طور پر جنگ کے موقعوں پر اسلام سے اپنے عشق اور حضرت محمد ﷺ پر اپنی جان عزیز بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جنگ بدر میں اپنے فرزند

عبدالرحمٰن جو ابھی اسلام قبول نہیں کیئے تھے انہیں تلوار سے ختم کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ فرزند اپنے والد کو آتا ہوا دیکھ کر بھاگنے لگتا ہے اور کہتا ہے ابا جان تمہارا دل پتھر ہو گیا ہے۔آپؓ نے جواب دیا ہاں وہ کافروں کے لئے بہت سخت ہے۔یہی نہیں دوران خلافت آپ نے جھوٹے نبیوں کے اور مرتدین کے خاتمہ کے لئے سپہ سالاروں کا تقرر کیا۔بعض افراد زکوٰۃ کی ادائی سے گریز کر رہے تھے۔ ان کے خلاف بھی آپ جنگ کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔یہ آپ کی زندگی کا اہم کارنامہ ہے۔جس سے کئی ایک فتنوں کا سدباب ہوا۔الغرض عشق محمدﷺ کس طرح ہو اس کے لئے سیرت حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ارشادات قیامت تک روزمرہ کی زندگی کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ایک موقع پر آپؓ نے ارشاد فرمایا ''تم دین کی حفاظت کرو دین کو ہاتھ نہ دو'' ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ دین کی حفاظت کرے، دین کی حفاظت، دینی باتوں پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے۔دین سے دور، دین کے خلاف وہ ہوتے ہیں جو سرکش ہوتے ہیں اور شیطان کی راہ پر چلتے ہیں۔یہ دین کا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتے بلکہ خود کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا ''دل کا دروازہ آنکھ ہے تمام آفتیں اسی راستے سے آتی ہیں'' جسم میں آنکھ کو بہت اہمیت ہے۔آنکھ کے ذریعہ ہی دل پر اثر ہوتا ہے۔ذہن میں خیالات پیدا ہوتے ہیں، ہاتھوں و پیروں میں حرکت ہوتی ہے۔نظر پاک ہو تو ہر عضو سے پاک حرکت ہوتی ہے۔اگر خدانخواستہ نظر بُری ہو تو گندے خیالات پیدا ہو کر بُرا عمل سرزد ہو جاتا ہے۔اور تمام آفتیں اس بُری نظر کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں جو درحقیقت سو فیصد صحیح ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیشہ غور و فکر کریں، نفس کو نصیحت کریں جس طرح کہ آپ نے فرمایا ''جس نے غور و فکر کی عادت ڈالی اور اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہا وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا نے بہت رحم کیا''

یہ بات اکثر ہم نے معاشرہ میں دیکھی ہے وہ ہے شکوہ و شکایت کی۔اس سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں ''راحت چاہتے ہو تو شکوہ سے باز آجاؤ'' اور آپ نے زبان کو بھی بے جا استعمال کی اجازت نہیں دی اور سوچ سمجھ کر باتیں کرنے کی تعلیم دی ہے فرمایا ''میری زبان نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے'' حضرت ابوبکرؓ جیسی شخصیت کا یہ فرمانا کہ زبان نے بہت جگہ پھنسایا ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ ہم زبان کا بے ٹوک استعمال کرتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ نصیحت فائدہ ہی

پہونچاتی ہے، کبھی بھی نقصان نہیں پہونچائی ہے۔ اس لئے اگر کوئی ہماری بھلائی کے لئے، خیر خواہی کے لئے کوئی نصیحت کرے تو اس کو قبول کریں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں ''جس شخص پر نصیحت اثر نہ کرے وہ سمجھ لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے'' کیا کوئی مسلمان اپنے دل کو ایمان سے خالی رکھنا پسند کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں لہذا خوشگوار زندگی کیلئے معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے جو نصیحتیں کی جاتی ہیں اس کو صدق دل سے قبول کریں اس میں کامیابی و کامرانی ہے۔

صحت ایک انمول دولت ہے جب بیماری آجاتی ہے تو گھر کے تمام ماحول کو تہس نہس کر کے چھوڑ دیتی ہے جہاں علاج امیروں کے لئے مشکل ہوتا جارہا ہے تو غریبوں کا کیا حال ہوگا؟ ان حالات میں تقویٰ شعار زندگی گزار کر خدا سے فضل و رحمت کے طلب گار رہیں۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''پرہیز کرو، پرہیز فائدہ پہونچاتا ہے''۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہر بندہ خدا کو دیکھتا ہے لیکن پہچانتا نہیں ہے'' اور خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں ''میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا مگر اس کے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں'' یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ خالق کو دیکھنے کی کیفیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ بال بال ''الا اللہ'' ہوجائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ 22 / جمادی الثانی 13ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلو آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ انتقال سے قبل حضرت سیدنا علیؓ سے فرمایا تھا میرے جنازہ کو تیار کر کے حجرہ شریف حضرت محمد ﷺ کے سامنے رکھ کر عرض کرنا، السلام علیکم یا رسول اللہؐ، یہ ابوبکر آپؐ کے دروازے پر حاضر ہے پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ کے سامنے رکھ کر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے یار غار ابوبکر آپ کے درواز پر حاضر ہے، ان کی تمنا آپ کے حجرہ میں دفن ہونے کی ہے۔ اگر اجازت ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے۔ حجرہ کا دروازہ بند تھا خود بخود کھل گیا اور آواز آئی حبیب کو حبیب سے ملادو۔ کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنا کا اشتیاق ہے۔ جس طرح مکہ و مدنی زندگی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سایہ کی طرح رہے اس طرح سایہ کی طرح آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ 63 سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی خلافت دو برس تین ماہ اُنیس دن رہی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان پر نور کی بارش برساتے ہوئے ہم اُمتیوں پر بھی رحم و کرم فرمائے (آمین) ooo

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

یہ وہ شخصیت ہے اگر باب نبوت کھلا ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ یہ وہ شخصیت ہے جس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آغوش اسلام میں لانے کے لئے نام لے کر دعا فرمائی تھی۔ خدایا خطاب کے بیٹے عمر یا ہشام کے بیٹے عمرو کو ہدایت دے۔ ان دونوں میں جو بہتر ہو اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ بارگاہ خداوندی میں عمر بن خطاب کے لئے دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ارقم کے گھر میں جب آپ کلمہ توحید پڑھا تو حضور کی زبان مبارک سے بے ساختہ مرحبا اللہ اکبر نکل گیا۔ کسی اور صحابی کے ایمان لانے پر آپ نے نعرہ تکبیر نہیں کہا۔ ایمان قبول کرنے کے بعد اللہ کے چہیتے بنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی بنے، اسلام کی طاقت بنے۔ ایک موقعہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو آسمانی وزیر ہیں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور دو زمینی وزیر ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیں حضرت سیدنا عمرؓ کے مناقب وفضائل کی راہ دیکھا تا ہے۔ ارشاد ہوا عمرؓ جس راستے سے چلتے ہیں شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے چلنے لگتا ہے۔ اسی شان ومنزلت اور مقام کو دیکھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ یقیناً عمر بن خطاب ہوتے۔ آپ کے مسلمان ہوجانے سے دین اسلام کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی۔ اسلام کی شوکت کو چار چاند لگ گئے اور کفر کے گھر صف ماتم بچھ گیا۔

حضرت علیؓ آپ کی ہجرت کے تعلق سے فرماتے ہیں ”میں نہیں جانتا کہ عمر بن خطاب کے سوا کسی مسلمان نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ جب وہ ہجرت کرنے لگے، تلوار گلے میں ڈالی، کمان کندھے پر رکھی، تیر مٹھی میں لئے اور ایک چھوٹا سا ڈنڈا کمر پر باندھے اور کعبہ کی طرف چلے۔ کعبہ اس وقت قریش سے بھرا ہوا تھا، سکون واطمینان سے آپ نے طواف کئے اور بعد نماز پڑھی۔ اس کے بعد قریش سے مخاطب ہوکر کہا، کالا منہ ہو تمہارا۔ اللہ تمہیں اور تم جیسوں کو مغلوب وذلیل کرتا ہے، جو کوئی اپنی ماں کو ماتم کناں، اپنے بیٹے کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانا چاہتا ہے وہ اس وادی کے پیچھے مجھ سے ملے۔ میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ روانہ ہورہا ہوں۔ کسی میں قوت ہے وہ مجھے روکے اور اس وادی میں ملے۔ اس

للکار پر کسی قریش کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کو روکے یا مقابلہ کرے۔

حضرت عمر فاروقؓ اسلام لانے سے قبل اپنے وقت کے بہت بڑے پہلوان، بڑے جذبہ وجلال والے بڑے جابر تھے۔مگر دامن اسلام میں آنے کے بعد ان کی تمام خرابیاں، خوبیوں میں بدل گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بڑے مدبر، بڑے منظّم، بڑے سیاس، بڑے عادل، دین کے رکھوالے اور مددگار بن گئے۔ان کی یہ سیرت دعوت فکر دیتی ہے کہ اے مسلمانوں تم بھی اسلام کے دائرہ میں ہو۔آج تمہاری کیفیت کیا ہے۔ ہمہ وقتی مسلمان ہونے کے بجائے ہم وقتی مسلمان بن گئے ہیں۔اسلام کیلئے ہمارا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔اسلامی تعلیمات کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہو۔حضرت نبی اکرمﷺ کی تعلیمات کے مطابق تمہارا کردار تو قرآن کے سانچے میں ڈھلا ہوا انسان کی طرح ہونا چاہیئے

اس کے برخلاف ہمارا کردار کس راہ اور کس سمت پر ہے۔مغربی تہذیب وتمدن کا لبادہ سر سے پاؤں تک اوڑھ رکھے ہیں۔اس پر ناز ہے کہ مسلمان ہیں۔مسلمان کس طرح ہوتا ہے، مسلمان کی کیا خوبیاں ہوتی ہیں۔سیرت حضرت عمر فاروقؓ میں دیکھئے، اسی سیرت کو اپنا رہنما اور نمونہ بنائیے۔اس سیرت میں خوشنودی محمد رسول اللہﷺ اور خدا تعالیٰ ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ صاف گو اور بے باک تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں گونا گوں خصوصیتیں عطا کی تھیں۔ وہ ایک بہترین اڈمنسٹریٹر تھے۔بہترین سپہ سالار تھے۔فقہہ میں عبور تھا۔ایسے مجتہد تھے جن کی رائے سند سمجھی جاتی تھی۔آپ کے اجتہاد کو تسلیم کیا جاتا تھا۔انصاف پسند تھے، بندۂ مومن تھے۔صاحب نظر حکمراں تھے۔ایک تجربہ کار سیاست دان تھے۔کردار کی یہ خوبی تھی کہ جو کچھ سوچتے تھے کم وبیش وہی ہو جاتا تھا۔مدینے کی ابتدائی زندگی میں مسلمان نماز کے لئے خود بخود جمع ہو جاتے تھے۔اعلان کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔حضرت محمد رسول اللہﷺ کو بھی اس کا خیال تھا۔ایک رات کو حضرت عمرؓ نے خواب میں کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ ناقوس نہ بناؤ، نماز کے لئے اذان دو۔صبح آپ حضرت محمدﷺ کی خدمت میں یہ خواب سنانے حاضر ہوئے لیکن حضرت محمدﷺ پر اس کے متعلق پہلے ہی سے وحی نازل ہو چکی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا وہ کردار تھا جس کی بدولت مسلمانوں کو علانیہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا موقعہ ملا۔آپ کی خواہش اور رائے کی تائید میں اکثر آیات نازل ہوئی ہیں۔جس سے یہ بات سامنے آئی کہ پروردگار عالم کے حضور آپ کا کیا مرتبہ ومقام ہے۔شراب کے حرام کئے جانے کی بڑی تمنا آپ کو تھی، آخر

قرآن میں شراب کی حرمت کا حکم آ گیا۔ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنانے کی آرزو ظاہر کرتے رہتے تھے۔ آخر قرآن حکیم میں حکم آ گیا کہ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بناؤ۔ منافقین کا نماز جنازہ پڑھانے سے آپ رسول اللہ ﷺ کو روکا کرتے تھے۔ آخر قرآن میں حکم آ گیا اور آپ کی خواہش کی تکمیل ہوگئی۔ قیدیاں بدر کے متعلق آپ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ سب کو قتل کر دیا جائے، اس کی تائید قرآن میں نازل ہوئی۔ آپ کو بڑی خواہش تھی کہ ازدواج مطہرات کو پردہ کا حکم دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں ان کے لئے پردہ کا حکم آ گیا۔ مفسرین نے 56 یا 57 مقامات کی نشاندہی کی ہے جس میں آپ کی رائے اور خیالات کو تائید حاصل ہو کر احکامات جاری ہوئے۔ آپؓ کے عہد خلافت میں روم و ایران کی سلطنتیں شوکت اسلام کے سامنے سرنگوں ہوئیں۔ اسلامی تاریخ آپ کو فاتح اعظم سے یاد کرتی ہے۔ کسی خلیفہ کے دور میں اسلامی مملکت کے حدود اتنے وسیع نہیں ہوئے جتنے کہ آپ کے دور خلافت میں ہوئے۔ عدل و انصاف کے آگے عزیز و اقارب کی محبت یا رشتہ داری کبھی رکاوٹ نہیں بنی۔ اپنے فرزند کو بھی سزا دی۔ الغرض صاف گو، بے باک اور انصاف پسند تھے بلکہ بندۂ مومن تھے۔ خلافت بھی ایسی کی آج بھی اس کی مثال دی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا، عمر کا اسلام ہماری فتح تھی، ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی خلافت خدا کی رحمت تھی۔ آپ ہی کی خلافت میں سنہ ہجری کی ابتدا ہوئی۔ فجر کی اذاں میں الصلوٰۃ خیر'' من النوم کا اضافہ ہوا۔ تعلیمی نصاب بنا، مالیاتی پالیسی بنی، مردم شماری کا آغاز ہوا۔ رشتنگ کا نفاذ ہوا، شفا خانے، مسافر خانے بنے، بچہ پیدا ہوتے ہی بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا، حکومت کا سکریٹریٹ قائم ہوا۔ عدالتوں کا قیام، آبپاشی کے نظام کا قیام، اسلحہ ساز کارخانوں کی تعمیر، دُرّے کی سزا، محکمہ پولیس کا قیام۔ غرض فلاحی مملکت کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سیاست میں آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کسی پیچیدہ مسئلہ میں یہ فرما دیتے کہ میرا خیال اس بارے میں یہ ہے تو ہمیشہ آپ کا خیال درست ہوتا۔

حضرت عمرؓ کے کردار کی ان خوبیوں کے باوجود خود احتسابی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نفس غرور و تکبر پیدا کرنے کی کوشش کرتا تو یہ فاروق لوگوں کے درمیان پہونچ جاتے اور اُن سے مخاطب ہو کر کہتے لوگو اگر چہ میں تمہارا خلیفہ ہوں لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ میں کل تک بکریاں چرایا کرتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ذمہ داری کا اتنا احساس تھا کہ فرماتے تھے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو عمر

سے اس کی بھی باز پرس ہوگی۔حضرت عمرؓ کی سیرت کا اہم پہلو خواہشات نفس سے دوری تھا۔ ہمیشہ نفس کو ختم کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ایک دن پیٹھ پر پانی کا مشکیزہ لے کر جا رہے تھے۔لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا میرے نفس نے مجھے مبتلائے غرور کرنا چاہا تھا۔ میں اسے ذلیل کر رہا ہوں۔ایک مرتبہ معاویہ بن حدیج کے سوال پر آپ نے فرمایا اگر میں دن میں سوؤں تو رعیت کا نقصان ہے اور اگر رات کو سوؤں تو میرا اپنا نقصان ہے۔ان دونوں صورتوں میں معاویہ نیند کیسے آ سکتی ہے۔ یہ خلیفہ دوم کا کردار تھا۔ جب ہی تو آج بھی اُمورِ مملکت میں آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔آپ کے کارناموں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں کتنی خوبیاں تھیں ہم اس دور میں اندازہ نہیں لگا سکتے، نہ سوچ سکتے ہیں۔بغیر مذہب وملت انسانیت کی خدمت انجام دی جاتی تھی۔اس ایک واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ کس طرح کی خلافت تھی۔حضرت عمر فاروقؓ راستے سے گزر رہے ہیں۔راہ میں دیکھا کہ ایک ضعیف سائل دروازہ پر کھڑے ہوئے بھیک مانگ رہا ہے۔اس کے قریب پہونچتے ہیں، دریافت کرتے ہیں تم کس مذہب کے ہو، سائل جواب دیتا ہے یہودی ہوں۔آپؓ نے فرمایا کہ تم بھیک کیوں مانگ رہے ہو، عرض کیا میں ضرورت مند ہوں مجھے جزیہ دینا پڑتا ہے، بڑھاپے کی وجہ سے کام کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ سائل کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آتے ہیں، کھانا کھلاتے ہیں، پھر بیت المال کے خزانچی کو بلوا کر حکم دیا کہ اس جیسے افراد کا خیال رکھو۔خدا کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ جوانی میں ہم ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔حضرت عمرؓ کا یہ اندازِ خلافت تھا۔کیا دنیا اس طرح کی خلافت کا نمونہ پیش کر سکتی ہے؟

حضرت عمرؓ جہاں جری اور بہادر تھے وہیں بیواؤں اور غریبوں کا خیال بھی رکھتے تھے۔خیبر میں آپ کو کچھ زمین ملی۔حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین ملنے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا زمین اپنے پاس رکھو اور آمدنی وقف کردو۔ چنانچہ اس تجویز پر حضرت عمرؓ اس زمین کی آمدنی فقیروں، رشتہ داروں اور غلاموں کے لئے وقف کر دی۔کہا جاتا ہے کہ اسلام میں یہ سب سے پہلا وقف ہے۔آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔خلافت کے زمانے میں کسی نے پوچھا اللہ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا جائز ہے۔آپ نے جواب دیا کپڑوں کے دو جوڑے، ایک جاڑے کا دوسرا گرمی کا۔حج اور عمرہ کے لئے احرام۔میرے اور اہل وعیال کے لئے فی کس اتنا کھانا جو

قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے۔آپ نے بہت محتاط زندگی گزاری۔آپ کی خلافت کی آج تک دنیا مثال دیتی آرہی ہے۔

آپ کے دور خلافت میں عوام میں بھی جوش ایمانی، حق گوئی اور بے باکی تھی۔کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ایک مرتبہ یمن سے چادریں آئیں۔تمام میں تقسیم ہوئیں۔چادریں ایسی تھیں کہ اس سے کرتا نہیں بن سکتا تھا۔ایک روز آپ اسی چادر کا کرتا پہن کر خطبہ دینے آئے۔اس موقعہ پر ایک شخص اُٹھ کر سوال کرتا ہے کہ آپ کی بات ہم نہیں سنیں گے جب تک کہ یہ نہ بتلایا جائے کہ کرتا کس طرح سلوایا گیا۔تقسیم شدہ چادر سے کرتا تو بن نہیں سکتا۔اس موقعہ پر آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ میں نے اپنی چادر والد کو دیدی تھی اس سے یہ کرتا تیار ہوا۔یہ سننے کے بعد وہ شخص کہتا ہے اب ہم آپ کی بات سنیں گے۔ایک مرتبہ آپ کو علاج کے سلسلہ میں شہد کی ضرورت پڑی۔اس وقت بیت المال میں شہد تھا۔خطبہ دینے آئے تو کہا اگر اجازت ہو تو میں بیت المال سے شہد لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔اجازت ملنے پر بیت المال سے شہد لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپؓ نے مہر کی مقدار مقرر کرنے کا اعلان کر رہے تھے۔اسی مجموعہ میں ایک بوڑھیا اُٹھ کر کہتی ہے کہ اے عمرؓ مہر مقرر کرنے والے تم کون ہیں۔یہ والدین اور لڑکی کا حق ہے کہ وہ اپنا مہر مقرر کرے۔ عمرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور کہی ہوئی اپنی بات کو واپس لے لیتے ہیں۔یہ کردار کی خوبی ہے۔

حکمراں کس طرح ہو اس کی ذمہ داری کیا ہے یہ جاننے کے لئے حضرت سیدنا عمرؓ کا دور خلافت دیکھیئے۔آپ راتوں کو گشت کرتے ،ٹھیرے ہوئے قافلوں کی ضروریات پوری کرتے اور بذات خود ان کی پاسبانی کرتے۔ایک رات اپنے غلام اسلم کو ہمراہ لیکر گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک بوڑھیا کچھ پکا رہی ہے اور چند بچے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔پوچھا کیا بات ہے، بڑھیا نے بتایا یہ بھوکے ہیں۔پوچھا ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں صرف پانی چڑھا دیا ہے تاکہ بہل جائیں اور پھر سوجائیں۔یہ سن کر کانپ اُٹھے، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، فوراً وہاں سے روانہ ہوتے ہیں، بیت المال سے آٹے کا تھیلا اور روغن زیتون کا برتن اٹھاتے ہیں، غلام اسلم کہتا ہے میرے کاندھے پر رکھ دیجئے، فرماتے ہیں کیا قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اُٹھاؤ گے۔تمام سامان بوڑھیا کے سامنے رکھ کر کھانے کی تیاری کے لئے آگ پھونکتے ہیں، کھانا تیار کر کے اپنے ہاتھوں سے بچوں کو کھلاتے ہیں۔بڑھیا کہتی ہے

اللہ تمہیں جزا دے، خلیفہ تو تمہیں ہونا چاہئے تھا نہ کہ عمرؓ کو۔ فرمایا اللہ عمر کو معاف کرے، خیر کل تم بچوں کو لیکر خلیفہ کے پاس آ ؤ۔ تمہارا وظیفہ مقرر ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافت کا زرین پہلو یہ تھا کہ حکمراں یا عہدہ دار اور عام رعایا میں کوئی امتیاز نہ ہو، عوام باسانی اپنے مسائل، معاملات، عہدہ دار کو پہنچائے۔ ایک مرتبہ آپؓ کہیں جا رہے تھے کہ کان میں آواز آئی مصر کے عامل عیاض تو باریک کرتا پہنتے اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں۔ راستے سے فوراً واپس آ کر ابن سلمہ کو حکم دیتے ہیں کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں ہو اپنے ساتھ مدینہ لے آ ؤ۔ وہ پہنچے تو انہوں نے دروازے پر ملازم کو موجود پایا۔ عیاض بھی باریک کرتا پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں، آپ نے ان کا کرتا اُتروا کر سب کے سامنے کمبل کی قمیض پہنائی۔ اس کے بعد بکریوں کا ریوڑ منگا کر حکم دیا کہ صحرا میں لیجاؤ اور شام تک روزانہ چراؤ۔ یہ واقعات حکمراں کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ جہاں عدل پرور تھے وہیں شفقت اور مہربانی کا جذبہ بھی آپ کے کردار میں سمندر کی طرح تھا۔ اس کے باوجود لوگوں کے دلوں پر آپ کی اس قدر ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے اُمراء و اصحاب آپ سے ڈرتے تھے۔ آپ کے درہ کا خوف لوگوں میں بہت تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ ہوتے ہی اعلان فرمادیا کہ جو بات قابل اعتراض ہو سر دربار مجھے ٹوک دیا جائے اور لوگوں نے آپ کو خلیفہ رسول کہنا چاہا تو فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے لئے ایک سادہ لفظ امیر المومنین پسند فرمایا۔ آپ خلافت کے عہدہ کو خدمت خلق کا ایک عہدہ سمجھتے تھے لیکن آج کوئی عہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو ہم اس کا بے جا استعمال کرتے ہیں۔ کئی ایک خلاف ورزیاں ہم سے ہو جاتی ہیں جس کا ہمیں کوئی خوف و ڈر نہیں ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت کو دیکھئے کتنا خوف آخرت تھا۔ ایک روز گھانس کا ایک تنکہ ہاتھ میں لے کر فرمایا کاش میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ ذمہ داری کا اتنا احساس ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت گرم ہوا چل رہی تھی اور آپ ایک اونٹ کی تلاش میں مصروف ہیں۔ رعایا کے حال سے باخبر رہنے کے لئے راتوں کو گشت کرتے تھے۔ عدل وانصاف آپ کا ضرب المثل تھا۔ انصاف، دیانتداری، فرض شناسی، ذمہ داری جس قوم میں ہوتی ہے وہ قوم ضرور سر بلند ہو کر رہتی ہے۔ ہم یہ تمام باتیں حضرت عمرؓ کے دور

خلافت میں دیکھتے ہیں۔آج بھی دوسری قوموں کے لوگ آپ کے دور کو یاد کرتے ہیں۔آج کے مادہ پرستی کے دور میں ہمیں نہ خوف آخرت ہے نہ باز پرس کی فکر ہے۔اس دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں،حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت کے اوراق پرنظر ڈالئے،اس مرد مومن نے کس طرح سے کن کن ماحول میں،کیسی کیسی کیفیت میں زندگی گزاری،اس کو رہنما بنائیں اور اپنی اپنی زندگی کو سنواریئے۔

اس عدل پرور انصاف پسند شخصیت کو بھی صحیح فیصلہ کے باوجود شہید کر دیا جاتا ہے۔آپ کے پاس ابولولو نامی غلام اپنے مالک حضرت مغیرہ کی یہ شکایت لیکرآتا ہے کہ یہ مجھ سے روزانہ دو درہم روزانیہ لیتے ہیں۔آپ اسمیں کمی کروائیں۔حضرت عمرؓ اس سے کمائی کا ذریعہ دریافت کرتے ہیں،وہ کہتا ہے نجاری،نقاشی اور آہنگری۔آپ نے فرمایا اس کام کے سلسلہ میں دو درہم آسانی سے دے سکتے ہو۔اس فیصلے کے بعد وہ آپ کا دشمن ہوجاتا ہے۔دوسرے دن فجر کے وقت جبکہ آپ نماز پڑھا رہے تھے۔خنجر سے چھ وار کر کے شدید زخمی کر دیتا ہے۔مسجد کے مصلیاں اس کو پکڑتے ہیں تو وہ خودکشی کر لیتا ہے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھ کر نماز پڑھاتے ہیں۔حضرت عمر فاروقؓ زخمی حالات میں اپنے فرزند حضرت عبداللہ سے کہتے ہیں عائشہؓ کے پاس جاکر درخواست کرو کہ حجرے میں آنحضرت کے قریب مجھے دفن ہونے کی اجازت دیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی۔لیکن عمرؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں،اجازت ملنے پر آپ نے کہا میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔اس زخمی حالت میں یکم محرم 23ھ کو آپ کی روح پرواز ہوتی ہے۔نماز جنازہ حضرت صہیبؓ پڑھاتے ہیں۔انتقال کے وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔آپ کی خلافت 10 سال 6 ماہ اور 4 دن رہی۔

عبداللہ بن سلام آپ کے خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے تھے،اے عمرتم بہترین اسلامی بھائی تھے۔تم حق میں سخی تھے اور باطل میں بخیل،خوشی کے وقت خوش ہوتے اور غصب کے وقت غصب ناک۔تم پاک نظر اور عالی ظرف تھے نہ کسی کی مدح کرتے تھے نہ کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہتے تھے۔آپ کے دور میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا تھا۔آپ کی شہادت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

مسلمان اور مسلم ممالک،خلافت عمرؓ کو اپنا دستور العمل بنا کر اس پر عمل پیرا ہوجائیں تو دنیا تمام پر اپنا سکہ جما سکتے ہیں۔ ہر ایک پر قیادت کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں میں حضرت عمرؓ جیسا قائد پیدا کرے (آمین) ooo

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنیؓ 10/شوال م 17/ستمبر 578ء کو عبدالشمس برادر ہاشم بن عبد مناف کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے۔شام وعراق میں تجارت کرتے۔لوگ آپ کو ملک التجار کہتے تھے۔حضرت عثمان غنیؓ کا عرب کے دولتمند حضرات میں شمار ہوتا ہے۔امیر ترین آدمی ہونے کے باوجود مزاج میں سادگی تھی۔خوش اخلاق، پاکیزہ سیرت اور دریا دل تھے۔اپنی ذات کے لئے کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کرتے تھے۔غرور وتکبر سے کوسوں دور تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جگری دوست تھے۔اپنے دوست کے ہمراہ ہی بارگاہ نبوی میں آکر مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیوں بی بی رقیہ اور بی بی کلثوم سے عقد کا شرف حاصل ہے جس کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین خطاب بھی ملا۔اس کے علاوہ آپ کو دو ہجرت حبشہ اور مدینہ کا شرف حاصل ہوا

حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم ہیں۔آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔یعنی آپ کو زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت عطا کی۔آنحضرت ﷺ سے آپ کو خاص قربت حاصل رہی ہے۔ بحیثیت امیر المومنین اور جامع القرآن آپ نے جو کار ہائے نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی دینی و دنیوی خدمات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔دولتمند ہونے کے باوجود غرور وتکبر نام کو نہ تھا۔ ہر ایک کے ہمدرد وغمگسار تھے۔حضرت عائشہؓ آپ کے تعلق سے فرماتی ہیں، ایک مرتبہ چار روز تک اللہ کے رسول کے گھر کھانے کو کچھ نہ تھا۔حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا میرے جانے کے بعد گھر میں کوئی کھانے کی چیز آئی۔حضرت عائشہؓ نے جواب دیا نہیں۔اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے مسجد تشریف لے گئے۔ آنحضرت ﷺ کی عدم موجودگی میں حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور پوچھا رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا مسجد میں ہیں۔حضرت عثمان غنیؓ کو گھر کی حالت کا بخوبی اندازہ تھا۔انہوں نے کچھ آٹا اور تھوڑی سی کھجوریں ہمارے لئے لائے۔پھر ان کے دل میں خیال ہوا کہ روٹی کے پکنے میں دیر

ہوگی، چنانچہ وہ پھر چلے گئے اور بھنا ہوا گوشت اور کچھ پکی ہوئی روٹیاں لاکر دیئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت تشریف لائے، آپ نے وہی سوال کیا۔ میرے جانے کے بعد کوئی آیا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کے آنے کا واقعہ سنایا۔ آنحضرت ﷺ نے تمام واقعہ سننے کے بعد ارشاد فرمایا ''اے خدا میں عثمان سے خوش ہوں تو بھی اُس سے راضی ہوجا''

آج کے ماحول میں حضرت عثمانؓ کی سیرت کا سب سے اہم پہلو جو ہمارے لئے درس و ہدایت ہے وہ ہے شرم وحیا۔ آج یہ صفت مسلمانوں سے دن بہ دن ختم ہوتی جارہی ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے تعلق سے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی آپ سے شرم کرتے ہیں تو میں کیوں نہ ان سے شرم کروں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپؐ میرے باپ سے تو نہیں شرماتے مگر عثمانؓ سے شرم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عائشہؓ، عثمانؓ کی حیا سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ دروازے بند کرکے کپڑے تبدیل کرتے حتیٰ کہ اس دوران آپ اپنی پیٹھ بھی سیدھی نہ کرتے۔ لیکن آج کے ماحول کو دیکھئے کہ شرم وحیا نفس انسانی سے ختم ہوچکی ہے۔ پارکوں، بازاروں، بس اسٹانڈوں اور بسوں میں یہاں تک کہ گھروں میں TV پر بے شرمی کے مناظر گھر والوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

حضرت عثمانِ غنیؓ نے تبلیغ اسلام، اسلامی جنگوں اور رفاہ عام کے بھی بہت سارے کام انجام دیتے۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ اس دور میں غلام کو خرید کر آزاد کرنا بہت بڑی نیکی تھی۔ کئی ایک غلاموں کو آپ نے آزاد کیا اور بعد میں وہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔ جنگ تبوک میں بہت سارا مال اللہ کی راہ میں دیا۔ مورخین اسکی صراحت اس طرح کی ہے کہ 900 اونٹ، 100 گھوڑے معہ سوار، ایک ہزار دینار سرخ اور بہت کچھ سامانِ جنگ دیا۔ حضور نے اس موقعہ پر فرمایا آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مدینہ کی آبادی کے لئے میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا وہ بھی یہودیوں کے قبضہ میں جس کا نام تھا بیر رومہ۔ مسلمانوں کو پانی کے لئے یہودی بہت ستاتے تھے۔ حضورؐ کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے اور جنت پائے۔ حضرت عثمان غنیؓ 20 ہزار درہم میں وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرتے ہیں۔ مسجد نبوی کی توسیع کا مرحلہ آتا ہے تو مسجد سے ملحق پلاٹ کو خرید کر

مسجد میں شامل کرتے ہیں۔ ہر موقعہ پر بیش بہا رقم خرچ کرنے میں آپ پیش پیش رہے۔ جنگ کے زمانے میں، قحط کے زمانے میں بھی آپ نے مال و دولت اور غلہ سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان سارے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ نے نیکی کے اتنے کام کئے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ آپ نے نازک نازک موقعہ پر آگے آ کر اسلام کی مدد فرمائی۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں بحری بیڑے کی اجازت دی۔ جنگی کشتیاں تیار کی گئیں، پہلا بحری حملہ جزیرہ قبرص پر 28ھ میں کیا گیا اور فتح حاصل ہوئی۔ سرمایہ دار افراد کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اگر آج سرمایہ دار افراد اپنی آمدنی کا 25% حصہ نہیں بلکہ صرف 5% بھی مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی امور پر خرچ کر دیں تو صرف دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی معیشت کہاں سے کہاں پہونچ سکتی ہے۔ اس کے بعد بہت سارے امور بھی بخوبی انجام پا سکتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کے حصہ میں سب سے بڑی سعادت 6 ہجری میں حاصل ہوئی جب آنحضرت ﷺ معہ اصحاب بمقام مدینہ نزول فرمائے ہوئے تھے کہ قریش مکہ کی طرف آپ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا اور مشہور ہو گیا کہ آپ شہید کر دیئے گئے تو حضور نے صحابہ سے خون عثمان کا قصاص لینے کے لئے بیعت لی اور اس بیعت رضوان میں آپ کو شامل کرنے کے لئے اپنا ایک ہاتھ دست عثمان قرار دے کر دوسرے پر رکھا یہ بہت بڑی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے کردار کا سب سے بڑا واقعہ صلح حدیبیہ میں نظر آتا ہے جو اطاعت امیر کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ عمرہ کی نیت سے مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں کفار راہ میں روک لیتے ہیں۔ گفتگو کے لئے عثمان غنیؓ مکہ جاتے ہیں۔ دونوں فریقوں میں گفتگو ہوتی ہے۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو کفار آپ سے کہتے ہیں عمرہ کرتے جایئے۔ اطاعت امیر کو ملاحظہ فرمایئے آپ کہتے ہیں۔ ہم حضور نبی اکرمؐ کی قیادت میں عمرہ کے لئے آئے ہیں جب آپ عمرہ نہیں کر رہے ہیں تو پھر میں کس طرح عمرہ کر سکتا ہوں؟ اس طرح آپ نے دور خلافت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ میں بھی اطاعت امیر بخوبی انجام دی اور وہ مثال قائم کی جو مستقبل کی اُمت کے لئے نمونہ ہے۔ آپ کی خلافت قریباً 12 سال رہی اور آپ کے دور کا سنہرا کام قرآن پاک کا ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ پھر سرکاری طور پر اس کی کاپیاں تیار کر کے مختلف مقامات پر روانہ کرنا ہے، کئی ایک فتنے آپ کے دور میں پیدا ہوئے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے ساری زندگی دین و ایمان کے جھنڈے کو دین و دنیا میں بلندی پر پہونچانے میں گذاری۔آپ بڑے غنی اور وفادار تھے۔صلہ رحمی کے خوگر تھے۔لوگوں کو اسلام و ایمان کا راستہ دکھایا۔قرآن کی تبلیغ و اشاعت کی،عدل سے کام لیا۔اگر کوئی مورخ آپ کے ایثار کے سب سے بڑے کارنامہ کو لکھے تو وہ یہی بیان کرے گا کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل جانا ہے۔آپ اپنے پاس بڑی سے بڑی فوج رکھنے کے باوجود اپنی جان بچانے کے لئے ان سے کام لینا پسند نہ کیا۔چالیس دن تک پیاسے محصورر ہے۔منع فرمایا کہ کوئی میری خاطر تلوار نہ اٹھائے۔آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پڑھتے ہوئے جس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپ نے اپنی عمر صرف کردی تھی اور جامع القرآن مشہور ہوئے ، بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت کو رونق دینے کے بعد 18 / ذی الحجہ 35ھ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں سے شہید کردیئے گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت بلحاظ اپنی مظلومیت کے،اس امت میں سب سے پہلی اور بے نظیر شہادت ہے۔مسلمان باہم متحد و متفق تھے اور سب کی متفقہ قوت کفر کے فنا کرنے میں صرف ہورہی تھی اور برکات نبوت ان میں موجود تھیں مگر حضرت عثمانؓ کا شہید ہونا تھا کہ وہ تمام برکات ختم ہوگئیں۔وہی تلوار جو کافروں کے قتل کے لئے استعمال ہوتی تھی آپس میں چلنے لگی اور آج تک پھر اگلا سا اتحاد و اتفاق مسلمانوں کو نصیب نہ ہوا بلکہ روز بہ روز اختلاف کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔اسی طرح ایک موقعہ پر فرمایا ''مت رکھو امید کسی سے مگر اپنے رب سے'' اللہ کے چاہنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔یہ ارشادات اگر ہمیشہ ذہن میں رہے تو انسان گناہوں سے دور رہتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا محبوب،رزاق،غفار کریم پاتا ہے۔جب ذہن،سوچ وفکر پر غلبہ پالیتا ہے تو آپ فرماتے ہیں زبان اصلاح پزیر ہوجاتی ہے اور دل بھی نیک ہوجاتا ہے آپ نے اس طرح ڈر وخوف بھی دلایا کہ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کی آگ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے اور فرمایا۔تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔آپ نے واضع انداز میں بتادیا کہ کس کی اطاعت میں رحمت ہے کس کی اطاعت میں آگ ہے۔

یہ حقیقت اور سچائی ہے کہ ارشادات حضرت عثمان غنیؓ جہاں قلبی راحت کے ساتھ اطمینان،سکون

اور خدا سے قربت دلاتے ہیں۔آپ نے فرمایا ''اخلاق کا پھل رضا ہے'' یعنی خوشنودی رب العالمین ہے۔انسانی جسم میں زبان کو کافی اہمیت حاصل ہے،اس کا استعمال بہت ہی احتیاط سے کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آپؓ نے ارشاد فرمایا ''جب زبان کی اصلاح ہوجاتی ہے تو قلب بھی صالح ہوجاتا ہے'' ذکر اللہ کی اہمیت کے تعلق سے آپ نے فرمایا ''تعجب ہے اس پر جو اللہ کا حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا اور ان پر بھروسہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کو حق جاننے کے بعد اس کا ہی ذکر اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔آپ فرماتے ہیں اللہ کے چاہنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کو چاہنے والوں نے دنیوی عیش وعشرت سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے عزلت از خلق کو اختیار کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں ''آنکھیں اگر روشن ہیں تو ہر روز، روزِ اخرت ہے'' حقیقت ہے کہ اس دنیا کا ہر لمحہ ہمیں آخرت کی یاد دلاتا ہے۔بشرطیکہ ہم اپنی آنکھیں روشن رکھیں۔شب وروز کے واقعات ہمیں آخرت کی فکر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔اس لئے ہمیں خدا کی صفات کو جاننے اور پہچاننے کی ضرورت ہے مگر ہم دنیا کی فکر میں خدا سے دوری اختیار کررہے ہیں۔حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں ''جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خدا کو نہیں پہچانتا'' آپؓ دنیا کے تعلق سے فرماتے ہیں ''دنیا خدا کی سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کے لئے وقف ہے اپنا توشہ لو اور جو کچھ سرائے میں ہے اس کا لالچ نہ کرو''

اس دور میں دیکھا گیا ہے کہ گھر پر کوئی حاجت مند آتا ہے تو کئی افراد کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمودار ہوجاتے ہیں۔بھوئیں تن جاتی ہیں، چہرہ سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ایسے افراد کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کا یہ ارشاد انمول ہدایت کا سامان فراہم کررہا ہے ''حاجت مند غربا کا تمہارے پاس آنا خدائے پاک کا انعام ہے'' کیا ہم پر لازم نہیں کہ ہم خدا کے اس انعام کو پائیں۔دنیا دار کے ہاتھ سے انعام لینے کے لئے تار ہوجاتے ہیں خدا تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس کا انعام لینے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے ہو؟ اس ارشاد میں کتنی گہرائی ہے اور کس سلیقے سے آپ نے ہدایت کی ہے ملاحظہ کیجئے۔ ارشاد فرماتے ہیں ''تعجب ہے اس پر جو دوزخ کی آگ کو برحق مانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے'' ایک موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا ''اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو''

اس دنیا میں سرخروئی سے زندگی گزارنے کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت بہترین راہ ہدایت ہے۔ ٥٥٥

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علی کنیت ابوتراب وابوالحسن اور لقب اسداللہ ہے۔حضرت سیدنا علیؓ 13 / رجب کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔والدہ کا نام فاطمہ والد کا نام عبدمناف تھا لیکن ابوطالب سے مشہور تھے۔آپ حضورﷺ کے حقیقی چچا ابوطالب کے فرزند تھے۔۔آپ کو لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا۔ہجرت کی شب حضورؐ کے بستر مبارکہ پر سونے کا شرف حاصل ہوا۔جہاں آپ کو بہت سارے اعزاز اور شرف پائے وہیں آپ کو بی بی فاطمہؓ کے شوہر بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔حضرت محمدﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا میں تمہاری شادی خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے۔آپ ہی کی اولاد میں دافع ہلاکت اُمت محمدیہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

حضرت سیدنا علیؓ فاتح خیبر ہیں جن کا تبحر علمی، شجاعت و بہادری، ایثار قربانی، خیر وخیرات بے مثال تھا۔غزوات کا آغاز ہوا تو ہر معرکہ میں آپ نے سرفروشی کے جوہر دکھائے۔آپ جدھر رخ کرتے دشمن کی صفیں راستہ دیتی تھیں۔آپ کی خداداد شجاعت کو دشمن اور دوست بھی تسلیم کرتے۔آپ خود فرماتے ہیں میدان رزم میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آ رہی ہے یا میں موت کی طرف جارہا ہوں۔جنگ بدر میں حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے اور بیگانے سب مان گئے۔ حضرت محمدﷺ نے آپ کی شجاعت کی بناء پر ’’حیدرِ کرار‘‘ کہہ کر مخاطب کیا اور اُس دن سے آپ حیدر کرار کے لقب سے مشہور ہوگئے۔حضرت علیؓ حکم رسول اللہﷺ پر صلح نامہ حدیبیہ تحریر کررہے تھے۔ مشرکین مکہ نے محمد رسول اللہ عبارت پر اعتراض کیا۔حضرت محمدﷺ نے حضرت علیؓ کو محمد رسول اللہ کا لفظ حذف کرنے کو کہا لیکن فرمان محمدﷺ کے باوجود حضرت علیؓ کی غیرت وحمیت نے گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹائیں۔عرض کیا مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا اس پر خود آنحضرتﷺ نے اپنے ہاتھ اس کو قلم زد کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھالیا تھا۔فتح خیبر کے بعد جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالا گیا تو چالیس افراد بشکل ہٹا سکے۔حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ حضرت محمدﷺ نے مجھے حضرت علیؓ کو بلانے کے لئے مکان پر بھیجا تو میں نے وہاں دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔جب میں

نے بارگاہ رسالت میں اس کرامت کا تذکرہ کیا تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے بوزرؓ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی مقرر فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی مدد واعانت کرتے رہیں۔ حضرت سیدنا علیؓ نے اپنے تبحر علمی سے ایثار وقربانی، عفوودرگزر سے ہر قدم پر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کیا۔ حضرت سیدنا ابوبکر کے خلافت کے دور میں مجلس مشاورت کے رکن تھے۔ اپنے مفید مشوروں اور تجاویز سے حکومت کی کارکردگی کو استحکام عطا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ آپ کے تعلق سے فرمایا تھا قضا اور فقہ میں علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد انصار ومہاجرین وغیرہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ چار برس آٹھ ماہ 9 دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے اندر شدید اختلاف پیدا ہوگئے۔ آپسی اتحاد واتفاق ختم ہوکر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوگئے تھے۔ قیادت کے دعویدار پیدا ہوگئے تھے۔ اس نفاقی ماحول کو دیکھ کر عبدالرحمٰن ابن ملجم، برک اور عمرو نے باہمی مشورہ کیا کہ موجودہ مصیبت کے اصل ذمہ دار تین حضرات ہیں، حضرت علیؓ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص۔ اگر تینوں کو ہٹا دیا جائے تو جھگڑا مٹ جائے گا۔ لہذا ہم میں سے ہر آدمی ان میں سے ایک ایک کے قتل کا ذمہ لے۔ عبدالرحمٰن نے علیؓ کے قتل کا، برک نے حضرت معاویہ کا اور عمرو نے حضرت عمرو بن عاص کے قتل کا ذمہ لیا۔ 15 / رمضان 40ھ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ کوفہ، دمشق اور مصر پہنچ کر ان حضرات کا قتل کریں گے۔ ابن ملجم تاریخ مقررہ پر پہنچ جاتا ہے اور حضرت سیدنا علیؓ کی آمد کا انتظار کرتا ہے۔ حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے مکان سے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے کر جگاتے تھے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم سے سامنا ہوا۔ اس نے اچانک آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔ حملہ اتنا شدید تھا، پیشانی پر گہرا زخم آیا اور تلوار دماغ تک پہنچ گئی۔ ان زخموں کی وجہ سے 20 / رمضان 40ھ کو آپ نے شہادت نوش فرمائی۔ یہ وہ شخصیت تھی جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئی اور مسجد میں روح پرواز ہوئی۔ حضرت محمدﷺ کے وصال کے بعد آپ کی حیات 29 سال رہی۔ اس عرصہ میں آپ کی زندگی میں بہت نشیب وفراز آئے لیکن کردار کی یہ خوبی تھی کہ دورِ خلافت حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا عثمانؓ میں ہر طرح کا تعاون دراز کیا۔

حضرت سیدنا علیؓ اپنے خطابات میں ارشاد فرمایا ہے ''اے اللہ کے بندو میں تمہیں اس دنیا کے

چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے۔ حالانکہ تم اُسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یعنی وہ لوگ جو اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اس کے حصول میں زندگی کا بیشتر حصہ گزار دیتے ہیں تو وہ دنیا ہی کے ہوجاتے ہیں۔ دنیا ان پر اتنا چھا جاتی ہے کہ وہ عیش و آرام ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ جس مقصد کے لئے اس دنیا میں آئے تھے اس سے غافل ہوجاتے ہیں لیکن اس دنیا میں سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود ایک نہ ایک دن اس کو چھوڑ کر جانا ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔ فریب خور، جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند ودانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دنیا کیا ہے، فرمایا تیرا نفس ہے جب تو نے اپنے نفس کو فنا کردیا تیرے لیئے دنیا نہیں ہے۔ اللہ کی یاد سے غافل ہونا دنیا ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ کے ارشادات، تعلیمات، انسانیت کے لئے شاہکار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ''جو انسان اپنی ضرورتیں بڑھالیتا ہے اسے اکثر محرومی کا غم ہوتا ہے'' یہ ارشاد میں آپ نے ایک حدود میں زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے۔ یعنی جتنی چادر اُتنے ہی پیر پھلائیں۔ جو اپنے حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں وہ نہ صرف آخری دم تک پریشان رہتے ہیں بلکہ ان کے گزر جانے کے بعد اُن کے جانشینوں کو بھی اُنہیں حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''انسان کو چاہیئے کہ راست گو رہے جھوٹ سے بچے'' خدا تعالیٰ کو راستی پسند ہے اور انسان کو راست گو رہنا چاہیئے اور ایک جھوٹ کئی دروازے کھول دیتی ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ کے در پر جو بھی سائل آتا وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں'' میزان عمل کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو'' حقیقت یہ ہے کہ خیر وخیرات سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں جو بندوں کے کام آتا ہے اللہ اس کی مدد کے لئے آگے آتا ہے۔ اللہ نے کچھ دیا ہے تو خیر وخیرات کرکے اپنے میزان عمل کو وزن کریں جو بروز حشر ہمارے کام آئے گا۔ اس طرح حضرت نے فرمایا'' شرافت عقل اور ادب سے ہے نہ کہ حسب و مال سے'' روپیہ پیسہ یا دیگر چیزوں سے شرافت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جہاں ادب ہے اور عقل کو شریعت کے حدود میں رہ کر عمل کیا جاتا ہے وہاں شرافت پائی جاتی ہے اور آپ نے فرمایا'' ایمان کی نعمت کے بعد کوئی نعمت طویل عمر اور صحت جسم سے بڑھ کر نہیں ہے'' اس ارشاد کی حقیقت دور حاضر میں بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اللہ ہر ایک کو ایمان کی نعمت کے ساتھ صحت کی نعمت بھی عطا کرے۔ آمین۔ ooo

اول میراں حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ

حضور آپ ہیں فرزند مہدیٔ موعودؑ
صفات مہدیٔ موعودؑ آپ میں موجود
یقیناً آپ سے راضی سدا ہے ربِ ودود
صفت بھی آپ کی محمود نام بھی محمود

خلفائے مہدی موعود علیہ السلام کا تذکرہ اور ان کے اوصاف وکمالات کا بیان درحقیقت حضور مہدی موعود علیہ السلام کا ذکر مبارک ہے۔ خلفاء مہدی موعودؑ کے سیرت کا مطالعہ کرنے سے جو عظمت و رفعت حضور مہدی موعود علیہ السلام کی اور جو محبت ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی اور طریقہ سے نہیں ہوسکتی۔ اس نظریہ اور اصول کے تحت ملت مہدویہ کی اس عظیم شخصیت کی سیرت کے چند گوشے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جسے مہدویہ تاریخ میں حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کے نام سے یاد کرکے اپنے دلوں کو منور، آنکھوں میں ٹھنڈک اور ذہن میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی ۲۰/ رجب المرجب ۸۶۷ہجری کو اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت مہدیؑ کو فرمان خدا ہوتا ہے اے سید محمد ہم نے تیرے اس لڑکے کو اپنے حبیب محمد ﷺ کا ہمنام کیا ہے اور محمد کا نام عرش پر محمود ہے اور چوتھے آسمان پر سید مبارک اور زمین پر محمدؐ ہے۔ عرش پر میرے حبیب کا جو نام ہے یہی نام ہم نے اس لڑکے کا رکھا ہے تو بھی اس لڑکے کو محمود کے نام سے پکار۔ آپ نور نظر حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور لخت جگر حضرت بی بی الہدادیؓ ہیں۔ خلیفۃ اللہ کی نظروں میں اور ولایت کی کرنوں میں پرورش پائے، ان نظروں اور کرنوں کا فیض تھا کہ جب آپ کی عمر شریف ۱۸ سال کی ہوئی خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے زبان مبارک سے ہر موئے تن سے لا الہ الا اللہ ہوجانے کی بشارت حاصل فرمائی۔

اس مقدس ہستی کی یہ کیفیت ترک دنیا سے قبل کی تھی۔ 18 سال کی عمر میں لا الہ الا اللہ ہر موئے تن کی بشارت کے بعد بھی ایک دن حضرت مہدی موعودؑ سے سوال کیا کہ ترک دنیا کرنے کے لئے

کیا کرنا چاہیئے ،کتنا چھوڑ نا چاہیئے ،حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ جو جتنا زیادہ چھوڑے گا اس کے لئے اتنا ہی اچھا ہے،جس پر آپ نے حضرت مہدی موعودؑ سے کسب کی اجازت لی ،جس پر مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ’’ہر جا کہ باشد بایاد خدا باشید‘‘ اور حضرت بندگی میراں ثانی مہدیؓ نے اس فرمان پر پورا پورا عمل کیا اور دو سو سواروں کا منصب حاصل رہنے کے باوجود کسب کے حدود میں کیا اور اس کسب کی مثال یوں قائم کی کہ گھر سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔آپ کی فضیلت کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے جب مہدی موعودؑ نصر پور میں قیام کئے ہوئے تھے۔ میاں سلام اللہؓ نے دیکھا کہ لوگ فیض ولایت پا کر بڑی بڑی بشارتیں پا رہے ہیں۔میاں سید محمودؓ کو خط لکھتے ہیں تم اپنی گھر کی نعمت سے دور ہو۔اس نعمت کو پانے کے لئے چلے آؤ۔حضرت مہدی موعودؑ کو جب اس خط کی کیفیت معلوم ہوتی ہے تو ارشاد فرماتے ہیں۔کیا لکھیں ہیں سناؤ۔اس خط کو سننے کے بعد آپؑ فرماتے ہیں اس کو رکھو اور نیا خط اس طرح لکھو۔میاں سید محمودؓ ،نگر ٹھٹھ میں ہیں اور سید محمدؑ چاپانیر میں ہیں۔اس طرح تین بار ارشاد فرماتے ہیں۔یہ سن کر میاں سلام اللہ فرماتے ہیں سید محمودؓ کہاں سے میراں ہونگے ، ہمارے خوندکار مہدی موعود ’’میراں‘‘ ہیں۔مہدی موعودؑ نے فرمایا اے سلام اللہؓ اگر چہ بندہ میراں ہے لیکن میرا ن سید محمودؓ اول میراں ہیں آخر میراں ہیں۔

بمقام چاپانیر آپ حضرت مہدی موعودؑ اور رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ دونوں میں حضرت مہدی موعودؑ کون ہیں پہچاننا مشکل تھا۔حضرت مہدی موعودؑ آگے آکر فرمایا یہ رسول اکرم ﷺ ہیں ان کی قدمبوسی کرو اور اسی وقت یہاں سے چلنے کا حکم ملا اور آپ نے تب ہی سب کچھ چھوڑ کر جانے کا ارادہ کر لیا۔صحبت حضور مہدی موعود علیہ السلام اختیار کرنے کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے آپ کی کیفیت اصحاب پر اس طرح واضح فرمائی کہ ثانی مہدیؓ کو سیر ذات مصطفیٰؐ حاصل ہے۔

حضرت ثانی مہدیؓ نے مقامات عالیہ ومنازل سلوک الی اللہ کو صبر،توکل،عبادت وریاضت،شب بیداری اور غیر اللہ سے کنارہ کشی کر کے اور حضور مہدی موعودؑ کی صحبت سے اختیار کیا۔حقیقت بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فضل جس پر ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ساری کائنات آجاتی ہے۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ سید محمود دونوں جہاں میں ممدوح اور محمود ہیں اور جہاں بندے کا قدم ہے وہاں بھی سید محمود کا قدم ہے۔میرے اور سید محمود میں کچھ فرق نہیں ، ہاں اتنا فرق ہے کہ بندہ مہدی موعود ہے اور سید محمود مہدی

موعود نہیں ہے۔ حضرت ثانی مہدیؓ اور حضرت شاہ خوندمیرؓ کے مقام ومرتبہ کا اس فرمان حضرت مہدی موعود سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن خدا بندے سے پوچھے گا کہ اے سید محمد ہم نے تجھ کو مہدی موعود اور خاتم ولایت محمدی بنایا اس کے بدلے میں ہمارے لئے کیا تحفہ لائے، تو بندہ عرض کرے گا اے باریٔ تعالیٰ ان دو سیدین بھائی سید محمودؓ اور بھائی سید خوندمیرؓ کو سرتا پا مسلمان بنا کر تیری بارگاہ میں لایا ہوں تو ان کو قبول فرما۔ حضرت مہدی موعودؑ کا یہ فرمان ہمارے باطنی فیضان کے وارث اور ہمارے خانۂ دل کے مالک میراں سید محمود ہیں۔

یہ فرمان اولاد کی محبت میں نہیں کہا گیا ہے یا باپ اپنے بیٹے کی بزرگی کی طور پر نہیں فرمایا ہے ہم تمام کا یہ ایمان ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ جو بھی ارشاد فرماتے ہیں خدا کے حکم سے فرماتے ہیں۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ''علمت من الله بلا واسطة جديد اليوم''یعنی میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہر روز (تازہ) تعلیم پاتا ہوں۔ آپ نے حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کے تعلق سے جو بھی ارشاد فرمایا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہے۔

آپ کا یہ فرمان ہمارے باطنی فیضان کے وارث اور ہمارے خانۂ دل کے مالک میراں سید محمود ثانی مہدیؓ ہیں۔ یہ فرمان حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ کے مقام ومرتبہ کو بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے مہدی موعودؑ کی بعثت فرمائی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر خفی کی جو امانت آپ کو ملی وہ دراصل فیض خاتم الولایت محمد یہ مقیدہ کا ہے۔ اس کے وارث حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کو فرمایا۔ ایک اور فرمان میں آپ کی روحانی کیفیت کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرماتے ہیں ''سید محمودؓ دریا کے مانند ہیں جو کچھ دریا میں آتا ہے سماتا ہے لولو اور مرجان باہر آتے ہیں'' اس فرمان کا مفہوم یہی ہے کہ دریا سب کچھ قبول کرلیتا ہے۔ چیزوں کو پاک وصاف کرتا ہے اور قیمتی گوہر کو کنارے پر لاتا ہے۔ اس طرح حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کی صحبت میں لوگ مرد کامل ہونگے۔ اس بات کی تصدیق اس فرمان سے ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا بندہ کے صحابہ سنار کی آگ کی آنگیٹھی کے کوئلے کے مانند ہیں۔ بعض آگ میں پاؤ جلے، بعض آدھے جلے، بعض تین پاؤ جلے اور بعض جلنا شروع کئے۔ انشاء اللہ بندہ کے بعد تمام صحابہ میاں سید محمودؓ کے پاس کامل ہوجائیں گے۔ یہ ارشاد بھی ہمیں باطنی فیضان کے وارث ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس فرمان کا ایک حصہ ہمارے خانۂ دل کے مالک سید محمود ہیں، ارشاد ہوا ہے۔ اس ارشاد کی حقیقت ہمیں اس واقعہ سے ملتی ہے۔ حضرت بندگی میاں سید محمودؓ سب کے سلسلے میں چاپانیر میں ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کے باطنی فیض کے وارث اور خانۂ دل کے مالک ہونے کے باوجود عظمت وخوبیٔ کردار دیکھئے کہ ہر جمعہ کو بعد نماز ظہر اجماع کر کے دائرہ کے اصحاب سے فرماتے ہیں مدعاء حضرت مہدی موعودؑ کے خلاف اگر ہمیں پاؤ اور ہم سے نہ کہو تو دین خدا کے گنہگار ہو گئے۔ آپ کی سیرت کی اس خوبی کو دیکھ کر حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں۔ ہم نے مہدیؑ کی روش اور میراں سید محمودؓ کے زمانے میں کوئی فرق اور تفاوت نہیں پایا۔ حضرت ملک بخنؓ فرماتے ہیں میں ہر طرف نظر دوڑاتا ہوں تو ہم میں کا کوئی شخص بھی میراں سید محمودؓ سے باہر نہیں ہے اور سب میراں سید محمود سے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کے زبان مبارک سے ہر موئے تن سے لا الہ الا اللہ ہو جانے کی بشارت پائی اور سیر ذات مصطفیؐ حاصل ہوئی۔ فیضان کا اثر ہے کہ سید محمودؓ دونوں جہاں میں ممدوح اور محمود ہیں اور خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا جہاں بندہ کا قدم ہے وہاں بھی سید محمودؓ کا قدم ہے۔ میرے اور سید محمودؓ میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ بندہ مہدی موعودؑ ہے اور سید محمودؓ مہدی موعودؑ نہیں ہیں۔ آپ کی وہ ذات مرتبت تھی جو دل کو ہی نہیں بلکہ ذات کو بھی خدا تعالیٰ کے حوالے کر دی تھی۔ جو بھی عمل ہوتا تھا وہ اللہ کے واسطے ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ فرمان تھا جو عمل نظر میں آئے وہ مردود ہے (یعنی دکھاوا کا عمل) حضرت مہدی موعودؑ نے جب ہی تو ارشاد فرمایا ''ہمارے فیضان کے وارث اور ہمارے خانۂ دل کے مالک میراں سید محمودؓ ہیں''

ایک مرتبہ حضور مہدی موعودؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ بھائی سید محمودؓ کبھی یہ خطرہ آیا ہو کہ سید محمود فرزند اور مہدی موعود پدر ہے، میراں سید محمودؓ نے عرض فرمایا میرانجی جہاں مہدی کی ذات ذات خداوندی ہے وہاں پر سید محمودؓ کون ہے، اس التجا پر حضرت مہدی موعودؑ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ شاہ باش۔ اس قول ثانی مہدی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نفس خودی اور وجود کو ختم کر چکے تھے اور غالباً آپ کے ذہن میں ارشاد نبی کریم ﷺ تھا کہ ''اے فاطمہ عمل کر یہ نہ سمجھ کہ بیٹی ہے'' اور یہ فرمان مبارک مہدی موعودؑ بھی تھا کہ خدائے تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تو احمد کا بیٹا ہے یا محمد ﷺ کا بلکہ خدائے تعالیٰ عمل با اخلاص کو پوچھے گا۔ غرض حضرت ثانی مہدیؓ نے کبھی بھی یہ خیال نہیں کیا کہ والد محترم خلیفتہ اللہ

ہیں، خلیفۃ الرحمٰن ہیں، مہدی موعود علیہ السلام ہیں۔

حضرت مہدیؑ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ نے فرہ مبارک سے ہجرت فرمائی اور بھیلوٹ گجرات میں دائرہ قائم کیا اور تعلیمات اور پیام مہدی موعودؑ کی اشاعت کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہوگئے۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے کسب کیا تو کسب کو بھی فخر حاصل ہوا۔ جب ترک دنیا کی سعادت حاصل کی تو نہ صرف دنیا سے بے رغبتی برتی بلکہ دنیاداروں سے بھی دور رہے۔ کردار کی معراج دیکھئے آپؓ کو سلطان محمود بیگڑہ بادشاہ گجرات کی شہزادی نے خط لکھا۔ حضرت نے خط پڑھ کر بہت روئے اور فرمانے لگے افسوس میرا نام دنیاداروں کے خط میں لکھا گیا۔ جبکہ شہزادی مصدق تھی۔ آپؓ کے دائرہ کا نظام للّٰہیت اور عالیت کے اُصولوں پر تھا۔ حضرت ثانی مہدیؓ کی خدمت میں بی بی کد بانو کے بھائیوں نے رقم بھیجی۔ آپ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا رشتہ داری کی وجہ سے دی جارہی ہے۔ دوسرے دائرے میاں خوندمیرؓ اور میاں نظامؓ میں نہیں بھیجی جاتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد بھائیوں نے خفیہ رقم اپنی بہن کو روانہ کی۔ آپ کو جب اس رقم کی اطلاع ملی تو اہلیہ سے کہا اپنے بھائیوں کے گھر جاؤ اور وہاں بیٹھ کر کھاؤ۔

دائرہ جو اللہ والوں کا گھر ہے، اطراف رہنے والے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ربط پیدا کرتے۔ دائرہ بھیلوٹ شریف کے قریب میں ایک بنئے کی دکان تھی، وہ دکان کا سامان لانے کے لئے رادھن پور جاتا تھا، اپنے بیٹے کو دکان پر بٹھاتا تھا۔ اتفاقاً اس کا نوجوان بیٹا مر جاتا ہے۔ دکان پہ بیٹھنے والا کوئی نہیں تھا اور وہ ضعیفی کی وجہ سے دکان بند کردینا چاہتا تھا۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے فرمایا تمہاری دکان سے فقیروں کو بہت آرام ہے۔ اگر کوئی شخص دکان پر بیٹھنے والا نہیں ہے تو بھائی لالو کو لیجاؤ تمہاری دکان کی حفاظت کرے گا۔ بھائی لالو دائرہ کا کتا تھا اور دکان کی حفاظت کرتا تھا۔ دائرہ کے فیوض و برکات میں یہ واقعہ بھی آتا ہے۔

ہمارے دائروں کے روح پرور دلکش نظارے عصر ومغرب کے درمیان نظر آتے تھے۔ کہیں ذکر اللہ میں محو ہیں کہیں بیان قرآن ہورہا ہے۔ یہ دو ہمارے دائروں کی جان ہے، زندگی ہے۔ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کو بیان قرآن کتنا عزیز تھا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے۔ دشمنان مہدی موعودؑ جب آپ کو گرفتار کرکے قید کرتے ہیں، پیروں میں وزنی بیڑیاں پہناتے ہیں۔ جس سے آپ کے پاؤں میں ناسور پڑ جاتا ہے، بے انتہا تکلیف میں رہتے ہیں۔ اس کے باوجود بیان قرآن کے لئے آپ ڈولی میں گھر سے مسجد آتے ہیں۔ عصر اور مغرب کے درمیان بیان قرآن سے بہرہ یاب کرتے ہیں اس سے

بیان قرآن کی اہمیت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ زمانہ کی گردش یہ رنگ لائی کہ اس فریضہ سے دن بہ دن لاپرواہی ہوتی جارہی ہے۔قوم مہدویہ کا جو امتیاز تھا وہ ختم ہوکر رہ گیا ہے۔ضرورت ہے کہ نئی نسل جو ہر چیلنج کو نمٹنے کے لئے تیار رہے وہ اسلاف کی ڈگر پر گامزن ہو جائے تو مہدویت غلبہ پاسکتی ہے۔

حضرت ثانی مہدیؓ کے کرادر کی عظمت اور کتنا خوف خدا تھا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔ایک روز بیان قرآن کے سلسلے میں اس آیت پر پہنچے **لم تقولون**...... ”ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، سخت ناپسند ہے اللہ کے نزدیک یہ بات کہ ایسی بات کہو جو کر کے نہ دکھاؤ“ اس منزل پر زاری کرنے لگے اور تین دن تک بیان قرآن نہیں کیا۔ یہ بھی ایک خود احتسابی تھی۔آج یہ عمل بھی ہمارے پاس سے مفقود ہو گیا۔

تاریخ شاہد ہے جہاں ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے وہاں ترقی، کامرانی، کامیابی اور حالات پرسکون رہتے ہیں۔آج اطراف میں جو واقعات ہورہے ہیں، عمل سے جو دوری دکھائی دے رہی ہے وہ صرف اور صرف ذمہ داریوں سے کنارہ کشی کا نتیجہ ہے۔قومی نقصان جو ہو رہا ہے وہ ہماری غفلت سے ہے۔ایسے حال و ماحول میں ہمیں حضرت ثانی مہدیؓ کا یہ ارشاد ہمیں دعوت فکر دیتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ جس وقت ہم حضرت مہدی موعودؑ کے حضور میں تھے عظمت میں تھے یعنی بے فکر تھے کیونکہ ہمارے درمیان حضرت مہدیؑ تھے۔اب ہم کو ہشیار رہنا چاہیئے، جس ماحول میں ہم رہ رہے ہیں ہمیں کتنا نہ ہشیار رہنا چاہیئے۔

آج کے دور میں ہر صاحب نفس کا یہ حال ہے کہ وہ سب سے آگے رہنا چاہتا ہے۔ساتھیوں میں اپنے نام کو بلند اور اپنے ہی نام کا چرچا چاہتا ہے۔ دوسروں کو آگے بڑھتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ایسے مزاجوں کے درمیان حضرت ثانی مہدیؓ کا یہ عمل ہماری فکری جھنجھناہٹ کو دور کرسکتا ہے۔بھیلوٹ میں کثرت سے بارش ہورہی ہے۔دائرہ میں بارش کا پانی تمام گھروں، حجروں میں آجاتا ہے۔شدید بارش کی وجہ سے گھر گرنے لگتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کا گھر سلامت رہتا ہے۔دائرہ کے اکثر بھائیوں کے گھر گرجاتے ہیں۔اس موقع پر آپ زاری کرنے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں بندہ اجماع سے دور ہوگیا۔اس کے بعد ہی آپ کا گھر گرجاتا ہے تو آپ خوش ہوتے ہیں۔یہ ثانی مہدیؓ کے کردار کے چند نمونے تھے جو ہمیں راہ بصیرت دکھاتے ہوئے اس کو روبعمل لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

آپ کے بیان قرآن کا چرچہ گجرات تمام میں پھیل چکا تھا۔ ہزار ہا لوگ عصر تا مغرب جمع ہوجایا کرتے تھے۔آپ کی اس شہرت اور لوگوں کی عقیدت کو دیکھ کر دنیا پرست علماء حسد اور عداوت کی آگ

میں جلنے لگے اور دوسری طرف لا تعداد بہاری پٹھان آپ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے۔اور کئی راجپوت و مسلمان مصدق ہوکر حلقہ ارادت میں داخل ہورہے تھے۔یہ حالت دیکھ کر علماؤں نے شاہ سے آپ کی شکایت فرمائی۔ بادشاہ اور دوسرے امراء جن کو شروع ہی سے حضرت مہدیؑ اور مہدویوں سے بغض تھا فوراً ان دنیا دار علماؤں کی شکایت پر احمد آباد سے پولیس روانہ کی اور حضرت ثانی مہدیؑ کو ساتھ لے جاکر احمد آباد میں سوامن کی بیڑی پیر میں ڈال کر رکھا گیا۔اس ہستی معزز کو اس طرح تکلیف سے رکھا گیا جو خدا کی طرف خدا کی مخلوق کو بلاتی تھی۔جس نے کسی کو تکلیف نہ دی، نہ کبھی کسی کا نقصان کیا بلکہ ہر ایک کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کیا۔اس مخلص انسان کو ظالموں نے سوامن کی بیڑی پیر میں ڈال کر قید میں رکھا۔ ظالموں کے اس عمل سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدیؑ سے ،آپ کے پیام سے، مہدویوں سے انہیں کتنا بغض وعناد تھا۔حالانکہ حضرت شاہ خوندمیرؓ اور رنگریز شہدا کی شہادت سے قبل کسی مہدوی نے کبھی بھی حکومت کے خلاف ، حکام کے خلاف ،علماؤں کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی ، نہ کسی کو ضرر پہنچایا بلکہ خاموشی سے خدا کے کلام کو خدا کے بندوں تک پہنچاتے رہے۔تاریخ گواہ ہے کہ دور ولایت ہو یا خلفائے مہدیؑ کا دور ہو ہر دور میں مہدویوں کے دشمن دنیا پرست علماء رہے اور انہی کی وجہ سے ہر دور میں ہم پر ظلم وستم ہوتا رہا۔

حضرت ثانی مہدیؑ کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے گجرات میں پھیل گئی۔تمام صحابہ کرام میں ایک کھلبلی سی پیدا ہوگئی تھی۔حضرت شاہ خوندمیرؓ فوراً احمد آباد تشریف لاتے ہیں اور حضور ثانی مہدیؑ سے ملاقات کرتے ہیں اور عرض فرماتے ہیں کہ اگر حکم ہوتو جیل خانہ کو توڑ کر آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں لیکن ثانی مہدیؑ نے آپ کے اس خلوص وجذبہ کو دیکھتے ہوئے عرض کیا خدا قادر وتوانا ہے وہی جس طرح لایا ہے لے جائے گا۔حضرت ثانی مہدیؑ کو چالیس دن کے بعد قید سے رہائی دی گئی۔پیر میں وزنی زنجیر کے سبب پائے مبارک زخمی ہوگیا تھا۔پاؤں میں ناسور ہوگیا تھا،جس سے بے حد درد تھا۔لیکن مزاج اگر کوئی پوچھا تو آپ ارشاد فرماتے کہ اگر کہوں کہ درد نہیں ہے تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں کہ درد بہت ہے تو حق تعالیٰ کا گلہ ہوگا اس مرض سے آپ ۴/ رمضان المبارک ۹۱۹ ہجری کو اس دنیا سے پردہ فرمائے۔آپ کا روضہ بھیلوٹ شریف میں سجداہ گاہ عارفاں بنا ہوا ہے۔آپؑ کی سیرت میں تعلیمات امامنا پر مکمل عمل آوری، دائروں کا قیام،اشاعت وتبلیغ دین،اجماع صحابہؓ،فیصلوں پر عمل آوری کے ساتھ بیان قرآن پر تھی۔ ٥٥٥

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ

کیا نگاہوں میں سمائے عرش قامت آپؓ کی
کوئی سمجھا ہے نہ سمجھے گا حقیقت آپؓ کی (سحرؔ)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ خاص کاموں کے لئے چند بندوں کو منتخب کرلیتا ہے اور دنیا میں اُن سے کام لیتا ہے۔ اس کام کے قابل بنانے کے لئے انہیں خاص تعلیم سے، اخلاق سے، کردار سے، خاص صفات سے آراستہ کرکے اس دنیا میں پیدا کرتا ہے۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ کو بچپن سے ہی خدا کی طلب تھی۔ رشتہ دار، والد کے دوست احباب، انہیں اپنے والد کا منصب حاصل کرنے کے لئے زور دیتے تھے لیکن وہ ہمیشہ ٹال مٹول کردیتے تھے۔ طبیعت دنیا کے حصول کی طرف راغب نہیں ہوتی تھی۔ جب دباؤ ڈالا گیا کہ اپنے والد کا منصب حاصل کرلو اور بادشاہ کے نوکر ہوجاؤ۔ آپ جواب دیتے ہیں ''ہم نے اپنے معبود کو دیکھا ہے اور نوکری چاکری اور بندگی بھی اپنے خالق کی کریں گے۔ ہم مخلوق کے نوکر چاکر نہیں بنیں گے''۔ کم عمری میں یہ آپ کی کیفیت تھی۔ جب آپ جوان ہوئے، گھر والوں نے آپ کے مزاج کو دیکھ کر متفق ہوکر کہنے لگے کسی پیر سے انہیں مرید کروادینا چاہیئے۔ گھر والے آپ کو مرید کروانے کے لئے شاہ مودود چشتی، شیخ احمد کھٹو اور شیخ الاسلام شیخ ماہ کے پاس باری باری سے لیجاتے ہیں لیکن ہر جگہ آپ دنیا کی طلب پانے والے پیر پاتے ہیں۔ آپ ایسا پیر چاہتے تھے جو بندہ کو خدا سے ملائے۔ گھر والوں سے کہتے ہیں پیر ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے کسی مرید کو دوزخ کی طرف لے جانے والے فرشتوں سے اپنے مرید کا ہاتھ چھڑائے اور کہے کہ یہ میرا مرید ہے اس کو چھوڑ دو۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تمام ضروریات سے نوازا تھا، شہرت دی تھی، عزت دی تھی، دولت عطا کی تھی، سب کچھ دیا تھا لیکن آپؓ سب کو ہی سب کچھ سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرکے بیٹھ نہیں گئے۔ بلکہ آپ نے ان تمام کو ایک طرف رکھ دیا اور اپنی ذات سے ان تمام کو الگ کردیا اور تلاش و جستجو میں لگے رہے تو صرف اور صرف حقیقی ''پیر'' کی آپ کی اس بے چینی و تلاش کو دیکھ کر حضرت ملک بخن جو رشتہ میں ماموں ہوتے تھے آپ کو بیعت کے لئے شیخ صاحب کے پاس لے گئے۔ سجادہ صاحب شیخ احمد کھٹو کی قبر

کے پاس بیٹھ کر مرید کرنے کے لئے شجرہ لکھنے لگے۔ آپؓ کے دریافت فرمانے پر سجادہ نے عرض کیا کہ شجرہ لکھ رہا ہوں اور قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کا مرید کرادیا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ قبر سے مرید ہونا بت پرستی ہے اور اٹھ کھڑے ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد ملک بخن کو خیال ہوا کہ اس لڑکے میں خدا کی بڑی طلب ہے۔ آپ کو لے کر مودود حسینی چشتی کے پاس لے کر گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا خاندان شیخ احمد کھٹو کے خاندان کا مرید ہے میں اس بات کو ذرا صوبہ دار مبارز الملک سے دریافت کر لیتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ماموں سے فرمایا کہ آپ ایسے آدمی کے پاس لائے ہیں جو خاص دنیا کی ماں ہے۔ یہ صوبہ دار سے پوچھ کر مرید کرتے ہیں اور میں ان سے خوب منزل مقصود تک پہنچوں گا۔ ان دو واقعات کے بعد بھی ملک بخن آپ کو اس دور کے شیخ الاسلام کے پاس لے کر آئے لیکن یہاں بھی آپ کی طلب کا سامان نہیں ملتا۔ اور فرمایا کہ جہاں بھی آپ لے جاتے ہیں وہاں دنیا ہی دنیا ہے۔ ان تین واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعثت مہدی علیہ السلام کے وقت جو اپنے آپ کو دین کے رہبر کہا کرتے تھے ان کی کیا حالت تھی۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام مکہ مبارک کے سفر سے واپس ہو کر احمد آباد سے ہوتے ہوئے پٹن میں قاضی قادن کے روضہ میں قیام فرماتے ہیں۔ یہیں ملک بخن جو روضہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات فرماتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں یہاں ایک طالب خدا ہے۔ دیدار باریٔ تعالیٰ کا طلبگار ہے۔ کئی ایک علماء ومشائخوں کے پاس لے گئے ان کی پیاس نہیں بجھی۔ میں سمجھتا ہوں اس طالب کی طلب صرف آپ سے ہی بجھے گی۔ آپ کی اگر اجازت ہو تو بندہ آپ کے دربار میں لے آتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں جاؤ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو یہاں ان کے لئے لایا ہے۔ یہ سن کر میاں بخن گھر روانہ ہوتے ہیں اور نماز عصر کے وقت شاہ خوندمیرؓ کو لے کر آتے ہیں اور اسی وقت حضرت مہدی موعود علیہ السلام قیام گاہ سے عصر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے ہیں۔ یکا یک شاہ خوندمیرؓ کی نظر مبارک حضور پر پڑتی ہے۔ نظر سے نظر ملتی ہے اور وہ نظر جو ایک ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے آپؓ بے ہوش ہوجاتے ہیں اور جب ہوش میں آتے ہیں تو فرماتے ہیں ''پھوٹ جائیں بندہ کی آنکھیں بندہ نے مہدی کو نہیں خدا کو دیکھا'' اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں جو خدا ہو سو خدا کو دیکھے اور فرمایا بھائی خوندمیر میں سب سامان موجود تھا

صرف روشن کرنا باقی تھا۔ خدا کے ذکر وفکر میں آپ اتنے محو ہوجاتے ہیں کہ اپنی ذات کی خبر نہ ہوتی تھی۔ اُلوہیت کے سات کے سات دریا ایک ہی گھونٹ میں پی لیا کرتے تھے، لب تر نہ ہوتا تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ آپ کی کیفیت کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم اور تم ایک وجود ہیں تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ کو سیر ولایت اور حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کو سیر نبوت حاصل تھی۔ ان دو بزرگوں کی روحانی کیفیت پر فرمایا کہ ان ہر دو سیدین کو حق تعالیٰ سے بے واسطہ فیض پہنچ رہا ہے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ جس وقت بارگاہ خلیفۃ اللہ میں حاضر ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۸ سال تھی۔ اس نوجوانی میں آپ کی یہ طلب تھی تو اندازہ لگایئے آپ کے مقام ومرتبہ کا۔ آج ہم اس نازک دور میں ایک غیر صالح اور غیر اسلامی معاشرہ میں پرورش پارہے ہیں اور پھر یہ دنیا بھی بہت زیادہ ظاہر پرست اور کم نظر واقع ہوئی ہے۔ لوگ نمود ونمائش پر جان دیتے ہیں مغز تک پہونچنے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہودیوں کی رنگت کے سب فدائی اور تماشائی ہیں لیکن یہ کوئی نہیں سونچتا کہ رنگ وبو کے اس پردہ کو بھی ذرا الٹ کر دیکھیں کہ اس کے پیچھے بھی کچھ ہے کہ نہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہمیں سب سے بہتر اور اعلیٰ مخلوق قرار دے کر اشرف المخلوقات کا خطاب دیا۔ اچھی اچھی صلاحیتیں دیں۔ سوچنے سمجھنے کے لئے دماغ عطا کیا اور دنیا کی ہر چیز کو ہمارے استعمال کے لئے پیدا کیا لیکن آج تمام قوت کو صرف ایک ہی طرف صرف کررہے ہیں۔ روحانی پیاس بجھانے اور روحانی معراج کو حاصل کرنے کی طرف کوئی کوشش نہ کوئی جستجو ہے۔ حالانکہ ہر انسان کا اولین فریضہ جہاں زندگی کی ضروریات کی طرف توجہ کرنا ہے اسی طرح روحانی علاج کی طرف بھی توجہ دینا ہے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زمانے میں مہدویوں کی پستی اور نوجوان طبقہ کی گمراہی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خدا، رسول ﷺ، مہدی موعودؑ اور بزرگانِ دین کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے شاعر نے خوب کہا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ ناری ہے نہ نوری ہے

حضرت مہدی موعودؑ ولایت کی تعلیم سے آپ کو بہرہ یاب کرتے تھے۔ جو بھی ملتا تھا وہ ہضم ہوجاتا ہے اور تشنگی بڑھتی جاتی تھی، خواہش کی تکمیل نہیں ہوتی تھی روبلند سے بلندتر ہوتی لیکن کیفیت مزید بلندی چاہتی تھی۔ آپ کی یہ کیفیت وحالات اور مزاج کو دیکھ کر خلیفۃ اللہ نے فرمایا اس مرد گجراتی نے ہم کو تنگ کردیا ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جتنا زیادہ دیا جاتا ہے وہ بس ہی نہیں کرتا۔

میاں خوندمیر ایک وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا اس احسان کے بدلے ہمارے دربار میں کیا تحفہ لائے ہو۔ میاں نے کہا نہ میری بیوی ہے، نہ اولاد جو تیرے حضور پیش کروں، میرے تن پر سر ہے اس کو پیش کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تیرے سر کو قبول کیا۔ میاںؓ نے عرض کیا یا الٰہی یہ ایک سر کیا ہے اگر سو (100) سر بھی ہوتو تیری راہ میں قربان کردوں گا۔ ارشاد ہوا ہم نے سو سر کو بھی قبول کیا۔ اس کے بعد میاںؓ نے تین نمازیں عصر، مغرب اور عشاء بغیر سر کے ادا کیں۔ جب عشاء کی نماز ختم ہوئی تو تن پر سر واپس آ گیا۔ اس پر میاں نے کہا یا الٰہی کیا میرا سر مقبول بارگاہ خداوندی نہ ہوا۔ ارشاد ہوا بطور امانت یہ سر تم کو دیا ہے وقت پر لے لینگے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ اثناء عشر مبشر اصحاب میں سے ہیں اور حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی آپ کے لئے متعدد بشارات ہیں مثلاً حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ہم میاں سید خوندمیرؓ کے ہاتھ کی مشت خاک کے طالب ہیں۔ نیز فرمایا میاں سید خوندمیر رات دن حاضر ہیں۔ ہر روز عرش سے آتے جاتے ہیں اور فرمایا میاں سید خوندمیر ولایت ہیں، اسد اللہ الغالب ہیں اور فرمایا جس طرح بندہ (حضرت مہدی موعودؑ) کے سامنے تصحیح ہوئی ہے اسی طرح میاں سید خوندمیر کے سامنے ہوگی۔ اتنی بشارتیں حاصل ہونے کے باوجود بھی حضرت شاہ خوندمیرؓ فرماتے تھے کہ ''ہمارا مہدی آیا اور گیا جیسا کہ مہدیؑ کو پہچاننا تھا ہم نے نہیں پہچانا'' اس سے بندگی میاں کی نیستی اور ترک ہستی وخودی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ترازو میں جو چیز سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ حسن اخلاق ہیں۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس جو بھی آتا ملول نہیں ہوتا۔ آپ انتہائی شیریں گفتار تھے۔ سب سے پہلے سلام کرتے، کسی کے سلام کا انتظار نہ کرتے۔ اگر کوئی شخص ملاقات کے لئے آتا اور اس وقت آپ پلنگ پر بیٹھے رہتے تو کھڑے ہوکر پلنگ کے نیچے بیٹھتے۔ جب آنے والا بہت مجبور بھی کرتا تو آپ پلنگ پر نہیں بیٹھتے۔ یہی نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ کے اخلاق وکردار کو ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ساتھیوں پر بہت اضطرار طاری ہوا، جس کی بناء پر بعض برادروں نے کچھ چیزیں فروخت کرنے کی اجازت طلب کی۔ بندگی میاںؓ نے فرمایا اگر گجرات کی قیمت سے فروخت کریں تو حرج نہیں اگر یہاں کی قیمت سے فروخت کروگے تو سوداگروں میں شمار پاؤ گے۔ انسانی ہستی کے لئے اخلاق کا ہونا ضروری ہے مگر اخلاق کے یہ معنی نہیں کہ سرخ وسفید

لباس پہن کر مبہوت بن کر بیٹھے رہیں بلکہ سلام میں ابتداء کریں کسی کے بارے میں احکام الٰہی کی توہین نہ کریں۔ مستحق اور غیر مستحق سے سلوک نیک کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کا اظہار کرنا بھی بڑی سعادت مندی ہے اور پھر اخلاق ظاہر کرنے سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا حسن خلق سے بڑھ کر کوئی نہیں اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ انسان کا جمال خوش بیانی ہے۔ ہم یہ سب باتیں حضرت شاہ خوندمیرؓ کی سیرت میں پاتے ہیں۔ بندگی میاںؓ اپنے ہمعصر اصحاب کرامؓ کی تعظیم وعزت کا اپنی ذات سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف کو آپ محض اس لئے مار رہے تھے کہ وہ اصحاب کرام سے بدکلامی سے پیش آیا تھا۔ اسی واقعہ کی تفصیل سے میاںؓ کی نیستی بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ اس شخص کو مار رہے تھے، بندگی میاں جلالؓ فرزند میاں نے کہا کہ ''یہ شخص آپ کو بھی گالیاں دے رہا تھا'' میاں نے ہاتھ روک لیا۔ اس شخص نے اس کا سبب دریافت کیا تو میاں نے فرمایا'' بندہ گالیوں کا جھاڑ ہے'' آخر یہ شخص آپ کے کردار سے متاثر ہوکر تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔ ترک عزت کا سبق اس واقعہ سے ملتا ہے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ غریبوں کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے تھے اور پھر مساوات کا آپ کو کتنا خیال تھا صرف اس ایک واقعہ ہی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ بی بی عائشہ بڑیاں بنا کر دھوپ میں رکھی تھیں۔ بڑیوں کے پاس بائی بھولی کو بٹھادیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوّے وغیرہ لے جائیں۔ بائی بھولی جس کی عمر ۱۱ سال کی تھی بڑیوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ دھوپ کی شدت کی وجہ سے چہرہ سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ اتنے میں حضرت شاہ خوندمیرؓ تشریف لاتے ہیں اور بائی بھولی کو دھوپ میں بیٹھا دیکھ کر گود میں اٹھالیتے ہیں اور اپنی صاحبزادی بی بی رقیہ کو بڑیوں کے پاس بٹھادیتے ہیں۔ جب بی بی عائشہ نے دیکھا تو بی بی رقیہ کو اٹھانے کے لئے دوڑتی ہیں لیکن بندگی میاںؓ نے ہاتھ پکڑ کر روک دیا اور فرمایا کہ جتنی دیر بائی بھولی بیٹھی رہی اتنی ہی دیر بی بی رقیہ بھی رہے گی۔ جب آپ نے دیکھا کہ بی بی رقیہ کے چہرے سے پسینہ ٹپک رہا ہے، اس وقت بی بی رقیہ کو گھر میں لائے۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ کی زندگی کے واقعات میں ہمارے لئے بڑے درس موجود ہیں۔

تذکرۃ الصالحین میں روایت ہے کہ ایک روز حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے بندگی میاں کا ہاتھ پکڑ کر حجرے میں لے جا کر فرمایا۔ اے خوندمیر تین مہینے ہوئے جو کچھ اس بندے کے دل میں آتا

جا تا رہا ہے وہی تمہارے دل میں اتارا جا رہا ہے۔ یہ فرما کر پہلے اپنی پانچ انگلیاں حضرت نے اپنے سینۂ مبارک پر رکھیں اور فرمایا جو کچھ یہاں ظہور ہوا ہے پھر وہی انگلیاں آنحضرت نے بندگی میاں کے سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ وہی ظہور یہاں بھی ہوا ہے۔

موضع جیول میں قیام کے دوران آپ ایک پہاڑ کے دامن میں کھڑے پان کھا رہے تھے، یکا یک ایک جانب سے جوگی آیا اور آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں کیمیا گر ہوں، میری خواہش ہے کہ تم کو یہ ہنر سکھا دوں۔ بندگی میاںؓ یہ سن کر اپنے دہن مبارک سے پتھر پر تھوک ڈالا، پتھر اسی وقت خالص سونا بن گیا اور جوگی اسی واقعہ کو دیکھ کر سر جھکائے واپس چلا گیا۔ اسی مقام پر قیام کے دوران اہل دائرہ پر بہت اضطرار کی کیفیت طاری ہوئی یہاں تک کہ ۴۵۰ برادران فاقہ سے خشک ہو کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اگر آپ چاہتے تو ایک ٹھوکر پر زمین سے خزانے پیدا کرتے لیکن آپ نے اس ادنیٰ کرشمہ کا بھی اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایسے موقعوں پر بھی خدا کی مصلحت پر ثابت قدم رہے۔ حضرت شاہ خوندمیر کی سیرت و تعلیمات سے یہی بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ دنیا کی زندگی چھوٹی سی زندگی ہے اور اس چھوٹی سی زندگی میں ایسے کام نہ کر پائیں جن سے ہمیشہ رہنے والی دائمی زندگی خراب ہو جائے کیونکہ اصل مقصود تو دائمی زندگی ہی ہے۔ دنیوی زندگی تو اس لئے عطا کی گئی کہ اس دائمی زندگی کے لئے سامان کرلیں۔ اس کے لئے کچھ تیاری نہیں کی گئی تو پھر ندامت ہوگی کہ ذریعہ کو مقصود بنا رہے اور مقصود کو بھولے بیٹھے رہے۔

حضرت مہدی موعودؑ ناگور میں قیام کے دوران حسب عادت بیانِ قرآن فرما رہے تھے۔ اثنائے بیان آیت **فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوفی سبیلی و قاتلوا و قتلوا** کا بیان فرما رہے تھے۔ اس آیت کی چاروں باتیں اخراج، ہجرت، قتل کرنا اور قتل ہونا یہ چاروں میرے گروہ کی صفات ہیں۔ اس کے بعد ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا اخراج اور ہجرت دونوں ہو چکے ہیں البتہ قتل کرنے اور قتل کئے جانے کی بات ابھی نہیں ہوئی اور یہ بھائی سید خوندمیر سے ہوگی۔ اس کے بعد پیشین گوئی فرمائی کہ ولایت محمدی کا بار اٹھانے والے کا سر جدا ہوگا تن جدا ہوگا اور پوست جدا ہوگا۔ پہلے دن تمہیں فتح حاصل ہوگی چاہے ساری دنیا کی فوج تمہارے سامنے ہو۔ دوسرے روز تمہاری شہادت ہوگی۔ یہ بات بندے کی مہدیت کی نشانی ہے۔ اس کے بعد مہدیؑ دو تلواریں لا کر میاںؓ کی کمر پر باندھتے ہیں گجرات تمام میں عوام الناس مہدوی دائروں سے قریب ہو رہے تھے۔ بیانِ قرآن، تاثیر

وعظ سے مصدق ہور ہے تھے۔ادھر دنیا دار علماء کا حسد دن بہ دن بڑھتا جار ہا تھا۔ بادشاہ سے لیکر اُمرا بھی مہدویت کی طرف راغب ہور ہے تھے لیکن دنیا دار ملاّؤں کی بے جاہٹ دھرمی اور مہدویوں سے ان کی دشمنی دربار میں کام کر جاتی ہے۔ یہ تمام بھی مہدویوں کے دشمن ہوجاتے ہیں۔اتنا ظلم وستم ہوتا ہے کہ میاں سید خوندمیرؓ کا بیس جگہ سے اخراج ہوتا ہے۔احمد آباد کے علماء مہدویوں کے قتل پر فتویٰ جاری کرتے ہیں۔ایک مہدوی کے قتل کرنے سے سات حج اور سو رہزن کو قتل کرنے کے اجر وثواب کی منادی کردی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ایک لوہے کا پنجہ بنا کر مہدویوں کی پیشانی پر مارا جاتا تھا۔مہدویوں کے گھروں اور مسجدوں کو جلانا ثواب کا کام تھا۔جس نے کھلم کھلا اپنے مہدوی ہونے کا اعلان کیا اس کا سر قلم کردیا جائے گا۔ان علماء نے ایک محضر تیار کیا، اس پر 55 علماء کی دستخطیں لیکر میاں کے پاس بھیجوایا اور کہلوایا کہ کھانبیل سے کہیں اور چلے جائیں ورنہ ہم سے مقابلے کے لئے تیار ہوجائیں۔ادھر ملک پیارے کو قتل کرتے ہیں، میاں کبیر احمد کی شہادت ہوتی ہے، اس کے بعد دو رنگریز بچوں کی شہادت ہوتی ہے۔اس شہادت پر میاںؓ فرماتے ہیں یہ میری شہادت کے امام ہیں۔

میاں ایک استفتاء اس مضمون کا روانہ کرتے ہیں۔ایک جماعت شریعت اور طریقت میں ثابت قدم ہے، کتاب وسنت جس کا مذہب ہے، چاروں اماموں کو برحق سمجھتی ہے، سنت والجماعت طریقے پر ہے، کسی کو رنج وایذا نہیں پہونچاتی بلکہ مخلوق سے دور رہکر ذکر خدا میں مشغول رہتی ہے، اگر ایسی قوم کو واجب القتل قرار دے تو اس پر شریعت کی جانب سے کیا حکم عائد ہوتا ہے۔استفتاء کی پشت پر بطور جواب یہ حدیث لکھ دی جاتی ہے ''قتل الموزی قبل الایذا'' موذی کو ایذا دینے سے پہلے ہی قتل کردینا چاہئے۔استفتاء وصول ہونے کے بعد میاںؓ نے میاں کبیر محمد اور رنگریز شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ملاّ حمید اور ملاّ فاربہ کو قتل کراتے ہیں۔ان ملاّؤں کے قتل کے بعد علماء ومشائخین مہدویوں سے خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔ یہ دنیا دار مشائخین اور ملاّ چاپانیر پہونچ کر بادشاہ سے فریاد کرتے ہیں۔بعض اپنی پگڑیاں نکال کر قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔شاہ خوندمیرؓ اور مہدیوں کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتے ہیں۔

بادشاہ مظفر بے ظفر مہدویوں کو قتل کرنے کیلئے چن چن کر طاقتور باصلاحیت فوج تیار کرتا ہے۔18 جنگی ہاتھی اور 24 ہزار کی فوج عین الملک کے زیر کمان تیار کی جاتی ہے۔میاں سید جلالؓ فرزند شاہ خوندمیرؓ فوج کے آنے کی اطلاع دیتے ہیں۔میاںؓ یہ خبر سن کر اپنے فرزند کا منہ مصری سے بھرتے ہیں۔شہادت کے شوق میں وقت نہیں گزر رہا تھا۔میاں کبڈی کھیلنے کے لئے فقراء کی دو جماعت بناتے

ہیں، ایک جماعت اپنے فرزند سید جلال کے ساتھ اور دوسری میاں سید شہاب الدین شہاب الحق کے ساتھ۔ حضرت شہاب الحق کی جماعت کو فتح ہوتی ہے۔ 12/ شوال 930ھ چہار شنبہ کے دن میاںؓ اپنے فقراء کے ساتھ ذکر اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دستہ فوج کا آ کر دائرہ کی باڑ جلاتا ہے اور تیز دھار تیروں سے بعض فقراء کو زخمی کرتا ہے۔ میاںؓ تسبیح بلند کر کے میدان جنگ کو روانہ ہوتے ہیں۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ میاں نیزے سے کئی ایک کو ختم کرتے ہیں۔ نیزہ ٹوٹ جاتا ہے تو کوڑا لیتے ہیں۔ کوڑا تلوار کا کام کر رہا تھا۔ جس پر پڑتا اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ ادھر میاں سید جلال، میاں ملک حماد، ملک عطن، سید خانجی وغیرہ کی تلوار کام کر رہی تھی۔ عینل یہ منظر دیکھ کر فوراً بغیر سوچے سمجھے توپیں چلانے کا حکم دیتا ہے جبکہ توپوں کے سامنے اس کی ہی فوج تھی۔ اس طرح توپوں کی زد میں آ کر بہت ساری فوج ختم ہو جاتی ہے۔ باقی بچی فوج بھاگنا شروع کر دیتی ہے۔ اس جنگ میں ایک تیر میاں کی چشم پر لگتا ہے۔

14/ شوال بروز جمعہ عینل فوج کو جمع کر کے سدراسن پر حملہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ میاں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ عینل فوج کی پسپائی کو دیکھ کر حکم دیتا ہے کہ پیچھے سے میاں پر حملہ کرو، پشت پر ہتھیار سے مار مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔ اسی حال میں شہادت پاتے ہیں۔ پھر تمام جانثاران ایک کے بعد ایک میاںؓ کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دیتے ہیں۔ 18 شہید میاں کے قدموں کے پاس آ کر شہادت پاتے ہیں۔ عینل جنگ کے میدان کا معائنہ کرتے ہوئے میاںؓ کی لاش مبارک کے پاس آتا ہے۔ اس کا بھانجہ بے ادبی کرتے ہوئے پیر سے اشارہ کرتا ہے کہ یہ شاہ خوندمیر کی لاش ہے۔ ملک حماد جو شہید ہو کر پڑے ہوئے تھے ہاتھ میں تلوار تھی فوراً اُٹھ کر حملہ کرتے ہیں وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا اور مر جاتا ہے۔ عینل کی فوج اس واقعہ پر حیران ہو جاتی ہے کہ مردے بھی زندہ ہو کر حملہ کرتے یں۔ ان لاشوں سے مزید کچھ واقعات ظہور میں نہ آ جائیں، عینل حکم دیتا ہے کہ سات شہیدوں کے سر ان کے تن سے جدا کئے جائیں۔ (1) میاں شاہ خوندمیرؓ (2) میاں سید جلال (3) میاں سید عطن (4) میاں سید خانجی (5) ملک حماد (6) ملک شرف لدین (7) ملک میانجی۔

عینل کی فوج سروں کو لیکر چاپانیر کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ عصر کے وقت پٹن پہونچتی ہے۔ وقت نماز ٹوکرے میں سے ایک سر نکل کر آذان دیتا ہے۔ سب سر ٹوکرے سے باہر آ کر میاں کے سر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اس طرح مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر عینل

اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اگر دربار میں یہ کرامت کا ظہور ہو جائے تو بادشاہ مجھ کو قتل کروادے گا۔ حکم دیتا ہے کہ ان سروں سے پوست علیحدہ کردیں۔ سروں کی ہڈیاں نکالی گئیں ان کو پٹن شریف میں میاں کے نانا کے قبرستان میں علیحدہ علیحدہ دفن کیا جاتا ہے۔ پانچوں سروں کے پوست میں گھانس بھر کر ان کو چاپانیر لایا جاتا ہے۔ مظفر بےطفر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ان سروں کو ایک مصدق کے باغ میں شاہ راجو بن شاہ قطب عالم کے روضہ کے قریب دفن کیا جاتا ہے اس طرح میاںؓ کا مدفن تین جگہ بنا (1) سدراسن (2) پٹن (3) چاپانیر۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے فرمان کے بموجب سر جدا ہوا، تن جدا ہوا اور پوست جدا ہوا۔ یہی نہیں بلکہ حسب فرمان پہلے دن فتح اور دوسرے دن شہادت ہوئی۔ امامؑ کی تمام پیشین گوئیاں پوری ہوئیں اس لئے میاں کو اتمام حجتِ مہدیؑ کہتے ہیں لیکن ان تمام سے ہٹ کر جو سب سے اہم بات ہے کہ میاں بدل ذات مہدی کی حیثیت سے شہید ہونے کی وجہ سے یہ شہادت مخصوصہ کہلاتی ہے۔

ہم عالیت کا مذہب رکھتے ہیں لیکن افسوس کے آج ہم رخصت کو اختیار کیئے ہوئے ہیں۔ جس کیفیت میں ہیں اُسی کیفیت میں رہنا پسند کر رہے ہیں۔ روحانی زندگی کو بڑھانے کے لئے اس میں مزید پختگی لانے کی کوشش ہم سے نہیں ہو رہی ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی سیرت ہمارے لئے بالخصوص صاحب رشد و ہدایت پر فائز حضرات کے لئے ایک درس و نصیحت ہے۔ اس سے ہم سبق سیکھیں۔ ہم دُنیاوی زندگی کی آسائشوں کو حاصل کرنے کے لئے مزید سے مزید پانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگا دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف روحانی زندگی کی ترقی کے لئے اس کی تعلیم پانے کے لئے، کسی در پر جانے کی، کسی کی صحبت میں رہنے کے لئے طبیعت گوارا نہیں ہوتی ہے۔ یہ مزاج ہم میں کیوں پیدا ہو گیا ہے اس پر غور و فکر نہیں ہوتا ہے اس کا سد باب کرنے کی ہم کوشش بھی نہیں کرتے۔

ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیئے کہ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق کے بعد ہم ''خیر اُمت'' کے زمرہ میں آگئے ہیں۔ ہم پر دوہری ذمہ داری ہوگئی ہے۔ ہم خاتم الولایت کی تعلیمات کو پا کر اس پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کو اس تعلیم کی دعوت دیں۔ خلیفتہ اللہ کی تعلیم کسی خاص خاندان، گروپ یا فرقہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام نوع انسانی کیلئے ہے۔ تمام نوع انسانی کے آگے تعلیمات خلیفتہ اللہ کو پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو ہم محسوس کریں اور اس پر کاربند ہو جائیں۔ اسی پر ہماری نجات ہے۔ اور جب ہی مہدویت کو غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ooo

حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ

عبادت میں ریاضت میں توکل میں قناعت میں
مثالی ہے ہر اک عالم میں تقویٰ شاہ نعمتؓ کا (سحر)

حضرت شاہ نعمتؓ اُمراء کے خاندان سے تھے۔آپ کے والد ملک بڑے، بادشاہ گجرات محمود بیگڑہ کے پاس جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔ والد کے انتقال کے بعد اسی عہدہ پر فائز ہونے کی خواہش تھی۔لیکن بادشاہ وقت آپ کے منصب میں کمی کرتا ہے۔ یہ عمل آپ کو منظور نہیں تھا۔بادشاہ کے حضور درخواست روانہ کرتے ہیں کہ والد کا جو منصب تھا وہی میرے لئے بھی جاری کیا جائے۔ درخواست نامنظور ہوتی ہے۔آپ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔بادشاہ آپ کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کرتا ہے۔گرفتاری سے بچنے کے لئے آپ اپنے مقام سے سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوجاتے ہیں۔سانتیج کے مقام پر حضرت مہدی موعودؑ مقام کئے ہوئے تھے۔نماز ظہر کا وقت تھا۔دائرہ سے اذاں دی جاتی ہے۔ اس اذاں کا آپ پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ آپ کی کیفیت بدل جاتی ہے۔منصب کی آرزو وخواہش ختم ہوکر خدا کا عشق پیدا ہوجاتا ہے۔دنیا و مافیہا کی چاہت ومحبت سے دل اُچاٹ ہوجاتا ہے۔آپ کے ساتھی شاہی سپاہیوں کے خوف سے کہیں گرفتار نہ ہوجائیں آگے روانہ ہوجاتے ہیں۔آپ اسی مقام پر نماز ادا کرتے ہیں۔شاہی سپاہی اس مقام پر آتے ہیں۔آپ پر بغور نظر ڈالتے ہیں لیکن پہچان نہیں پاتے۔آگے روانہ ہوجاتے ہیں۔آپ بعد ادائی نماز جس رخ سے اذاں کی آواز آئی تھی اسی سمت روانہ ہوتے ہیں۔لوگوں سے دریافت کرنے پر علم ہوتا ہے ایک اللہ والی جماعت چند دنوں سے یہاں ٹھیری ہوئی ہے جہاں سے اوقات نماز پر اذاں دی جاتی ہے۔آپ بڑے اشتیاق کے ساتھ اس مقام پر آتے ہیں کیونکہ زندگی میں کئی مرتبہ اذاں سنی لیکن دل کی کیفیت کبھی بھی اس طرح نہیں ہوئی تھی۔ایک کشش تھی جو خلیفۃ اللہ کے حضور آپ کو کھینچے لے جارہی تھی۔یہ ہمارے دائروں کی خصوصیات ہیں جہاں اللہ واسطے اذاں دی جاتی تھی اور نماز پڑھائی جاتی ہے۔ہر کام اللہ واسطے ہوتا تھا۔یہ عمل دائروں کا تاج تھا جس کی روشنی سے ہر کوئی متاثر ہوکر دائروں کی طرف راغب ہوتا تھا۔

ایک سرور کی کیفیت لئے ہوئے آپ خلیفتہ اللہ کے حضور پہونچتے ہیں۔خلیفتہ اللہ کی نظر، وہ نظر جو ایک ہزار مقبولہ عبادت سے بہتر ہے آپ پر پڑتی ہے۔فوراً فرماتے ہیں بھائی نعمت تم نعمت سے بھرے ہو۔خلیفتہ اللہ سے یہ پہلی ملاقات ہے۔آپ حیران و پریشان ہوجاتے ہیں، نام لے کر پکارنے سے۔پہلے اذان کی کیفیت سے پھر اس واقعہ سے آپ کی آنکھیں ہی نہیں بلکہ دل و دماغ کے دروازے روشن ہوجاتے ہیں۔دل کہتا ہے نعمت یہ کوئی عام ہستی نہیں ہے بلکہ خاص یعنی خدائی بعثت ہے۔اسی وقت خلیفتہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔اپنی پچھلی زندگی کے تمام واقعات سے واقف کراتے ہیں۔ خلیفتہ اللہ تمام حالاتِ زندگی کی سماعت کے بعد ارشاد فرماتے ہیں بندوں کے لئے دو حق ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد۔اللہ اپنا حق معاف کردے گا بندوں کے حق کو ان کے معاف کرنے تک معاف نہیں کرتا۔آپ حضرت مہدی موعودؑ سے اجازت حاصل کرکے اُس شخص کے پاس حاضر ہوتے ہیں جس کو آپ نے تکلیف پہنچائی تھی۔یہاں تک کہ آپ سدی عبداللہ کے پاس پہونچتے ہیں جن کے بیٹے کا آپ نے قتل کردیا تھا۔سدی عبداللہ کو جب اطلاع ملتی ہے کہ گھر پر میاں نعمت آئے ہیں تو وہ ڈر کے مارے چھپ جاتا ہے، قتل کئے جانے کے خوف سے۔آپ آواز دے کر بلاتے ہیں، وہ آواز سن کر کہتا ہے کہ یہ تو نعمت کی آواز نہیں ہے۔نعمت کی آواز تو بجلی کی طرح کڑک اور لوہے کی طرح سخت تھی۔وہ کھڑکی سے جھانک کر دیکھتا ہے۔چہرہ پر رعب و دبدبہ کے بجائے انکساری، غمگساری، عاجزی ہے۔دل ہی دل میں کہتا ہے یہ وہ نعمت نہیں جو پہلے تھا۔یہ بالکل بدلا ہوا نعمت ہے۔گھر سے باہر آتا ہے، آپ اس کے سامنے تلوار پیش کرتے ہیں اور سر کو جھکائے ہوئے کہتے ہیں بیٹے کے قتل کے سلسلہ میں قصاص لو اور میرا سر قلم کرو۔میرا سر حاضر ہے۔سدی عبداللہ یہ سن کر حیران ہوجاتا ہے، اس کے سامنے آپ کی پچھلی زندگی تھی۔وہ اس فکر میں لگ جاتا ہے کہ یہ کیفیت کس طرح پیدا ہوئی۔وہ یکایک کہہ اٹھتا ہے میں اس وقت تک معاف نہیں کرونگا جب تک یہ نہیں بتلاؤ گے یہ نعمت کہاں سے پائی۔

خلیفتہ اللہ سے ملاقات کے واقعہ سے سدی عبداللہ کو واقف کراتے ہیں۔واقعہ سن کر آپ کو معافی دیتا ہے اور کہتا ہے جو نعمت آپ نے پائی ہے میں بھی وہ نعمت پانا چاہتا ہوں۔آپ کے ہمراہ یہ بھی خلیفتہ اللہ کے حضور آکر تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔

اس معافی کے بعد خلیفتہ اللہ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔معافا معافی کے بعد ذہن و دل پاک

وصاف ہوجاتا ہے۔عبادت کا ذوق وشوق بڑھ جاتا ہے۔ذکر وفکر کی چاشنی ملتی ہے۔ پھر خلیفۃ اللہ کی نظروں کے سامنے زندگی بسر ہوتی ہے۔صحبت مہدی موعودؑ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ آپ کی کیفیت کو دیکھ کر ارشادفرماتے ہیں''میاں نعمت تم کو میری ذات میں کامل فناء ہے'' شاہ نعمتؒ کا کیا مقام ومرتبہ ہے کہ خاتم الولایت محمدیہ کی ذات میں کامل فنا حاصل ہے۔یہ پیشین گوئی بھی فرمائی کہ میاں نعمت کا نام کا سرحرف ن ہے۔سر سے پاؤں تک نور ہیں۔خدانے منور کردیا ہے۔خدانے جس کو منور کردیا اس کی روحانی کیفیت کو کیا کوئی بیان کرسکتا ہے؟خلیفۃ اللہ نے ارشادفرمادیا''میاں نعمت تم نعمت سے بھرے ہوئے ہو'اور فرمایا مقراض بدعت ہیں۔یعنی میاں نعمتؒ بدعتوں کا قلع قمع کر کے توحید کا ڈنکا بجانے والے ہیں۔خداپرستی کی دعوت دینے والے ہیں۔آپ کے کردار کو دیکھ کر خلیفۃ اللہ نے یہ بھی ارشادفرمایا''میاں نعمت ہمارے لوگ میں عمر ولایت ہیں'' دور نبوت میں جس طرح عمرؓ کے اخلاق وکردار تھے،عدل وانصاف تھا،یہی کیفیت وحال میاں نعمت میں بھی ہے۔اسلام میں حیاء کی کافی اہمیت ہے جس مسلمان میں حیانہیں وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔سانس کے جاری رہنے تک حیا کا ہونا ضروری ہے اور شاہ نعمتؒ کی حیا کے تعلق سے خلیفۃ اللہ ارشادفرماتے ہیں''میاں نعمت حیا میں ثانی عثمانؓ ہیں'حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ کے تعلق سے خلیفۃ اللہ نے بعض ایسے ارشادات بھی فرمائے ہیں کہ کسی اور کے تعلق سے آپ نے نہیں فرمایا۔مثلاً یہ ارشاد''میاں نعمت تم ایسے طالب ہو کہ تم کو مرشد کی حاجت نہیں''اور''بندے اور بھائی نعمت نے توکل کے میدان میں گھوڑے دوڑائے تو دونوں میں کوئی فرق نہ ہوا مگر ایک کان کی لوکا''الغرض بہت سارے ایسے ارشادات وبشارت ہیں جس سے خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کے حضور میں آپ کا کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا علم ہوتا ہے۔ایک بشارت یہ بھی ہے کہ''میاں نعمتؒ کی ذات سے دین حق کا ظہور ہوگا''یعنی آپ جس جگہ بھی رہیں گے وہاں آپ کی دعوت سے،آپ کے عمل سے دین حق کا اظہار ہوگا۔مطلب یہی ہے کہ آپ کی دعوت دین حق کی دعوت،خداپرستی کی دعوت،خالص توحید کی دعوت،اسلام کی دعوت ہوگی۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آپ تیسرے خلیفہ ہیں اور بارہ مبشر اصحاب میں سے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں آپ مقراض بدعت،مرد میدان،مرد قلاش،مرد ولی،مرددل اور مرد قتال ہیں۔آپ کے مقام ومرتبہ کا پتہ اس ارشاد دافع ہلاکت محمدیہ حضرت

مہدی موعودؑ سے بھی ہوتا ہے کہ فرمایا بھائی نعمت دنیا وخلق اور نفس وشیطان کی قید سے آزاد ہیں ۔ یہ کیفیت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ عزلت از خلق پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے ۔ترک دنیا زبانی نہیں عملی ہوتی ہے ۔شب وروز توکل پر بسر ہوتے ہیں ، ہجرت خالصتاً للہ ہوتی ہے ، صادقین کی صحبت اختیار کی جاتی ہے ۔اس مقام ومرتبہ پر فائض ہونے کے بعد بھی عجز وانکساری اور خوف خدا کا یہ حال تھا کہ اپنے اصحاب فقراء ساتھیوں سے فرماتے تھے بھائیو اگر ہم کسی چیز میں مہدیؑ کا خلاف کریں اور تم ہمارا دامن نہ پکڑو اور نہ پوچھو تو ہم کل قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑ لینگے ۔ یہ وہ شاہ نعمتؓ ہیں جو راہ طریقت کے ہادی ، ولایت وہدایت کے مہر منور بن کر آسمان مہدویت پر رونق افروز ہوئے ۔متلاشیانِ حق وصداقت کو فیض پہونچا رہے ہیں

اس مقام ومرتبہ پر فائض ہونے کے باوجود سادگی کے پیکر تھے ۔ دائرہ کے ضعیف لوگوں کو جن کا کوئی نہیں ہوتا تھا اُن کا کام کیا کرتے تھے ۔ایک مرتبہ ایک شخص مرید ہونے آیا ۔صبح کا وقت تک دائرہ میں کوئی چہل پہل نہیں تھی ۔ آنے والا شخص باہر ہی بیٹھا رہا ۔کچھ وقت گزر جانے کے بعد دیکھا کہ ایک صاحب نظروں کے سامنے آئے ہاتھوں میں پانی کا گھڑا ، پیوند لگی ہوئی لنگی ، سر پر چھوٹا سا رومال ، بدن پر پھٹا پرانا کرتا ، اس شخص نے پوچھا میاں شاہ نعمتؓ کہاں ہیں ۔ آپ نے فرمایا بندہ ہی نعمت ہے ۔ حضرت کی یہ حالت دیکھ کر اس کو بہت تعجب اور حیرت ہوئی وہ دل ہی دل شاندار لباس کا تصور لئے ہوئے دائرہ میں آیا تھا ۔ اُس نے عرض کیا بندہ مرید ہونے آیا ہے ۔ آپ نے فرمایا تھوڑی دیر ٹھیرئے چند گھروں میں مجھے پانی پہونچانا ہے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو مرید کرونگا ۔ یہ آپ کی سادگی تھی ۔ آپ کے دائرہ میں تعلیمات خلیفۃ اللہ پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا ۔خلاف عمل پر سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی ۔ آپ کے دائرہ کے بعض لوگ دائرہ کے باہر موافقوں کے گھر جایا کرتے تھے ۔حضرت شاہ نعمتؓ نے ان کو راستہ کا خرچ دے کر دائرہ کے باہر کر دیا اور فرمایا کھجلی بھرے اونٹ کو باہر کر دینا چاہیئے تا کہ دوسرے اونٹ کو کھجلی نہ لگے ۔عقیدہ کی پختگی کے لئے دائرہ کے نظام پر سختی سے پابندی ضروری ہے ورنہ مہدویوں کی انفرادیت ختم ہو جائے گی ۔ لہذا آئین مہدویہ پر سختی سے عمل کیا جائے ۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی جو صفات ہیں ان میں سے تین صفت حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ میں ہیں ۔اس کا ذکر اس فرمان میں ہو رہا ہے ۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ۔ وہ صفات

ہیں ''سرانداز ہیں'' ''جانباز ہیں'' ''سرفراز ہیں''۔ اشرف المخلوقات میں یہ تینوں صفتیں کافی اہمیت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو ان صفات سے سرفراز فرماتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں یہ مقام ومرتبہ ملا ہے۔ ان میں ایک حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی ذات گرامی ہے۔

سر کے معنی کسی چیز کا اوپری حصہ کے ہیں۔ اس فرمان کا پہلا حصہ سرانداز ہیں، معنی آتے ہیں، طور طریق، قیاس اور اعتدال۔ میاں نعمتؓ کی ذات کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ایسے طالب ہو کہ تم کو مرشد کی حاجت نہیں۔ کردار کی اونچائی اس فرمان سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ امامنا علیہ السلام فرماتے ہیں، میاں نعمتؓ مردوں کے مرد اور مرد قلاش ہیں۔ سرانداز صفت کی خاصیت دیکھئے کہ رشتہ دار ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ ان کے لئے طعام کا انتظام کیا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں ہم آپ کے رشتہ دار، قرابت دار ہیں۔ میاں نعمتؓ یہ سن کر فرماتے ہیں اللہ ہم کو تمہارا قرابت دار نہ بنائے، ہمارے قرابت دار دائرہ کے فقراء ہیں۔ تم ہمارے والد ملک بڑے کے قرابت دار ہیں۔ اس واقعہ سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ فقراء کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ آپ کی نظروں میں تھا۔ تبلیغ دین میں سرانداز ہونے کی یہ کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔ جو آج کے ماحول میں ہر مکتب فکر کے لئے دعوت وہدایت ہے۔ سلطان محمود بیگڑہ کے ایک وزیر ملک بڑے تصدیق سے مشرف ہوئے، وہ ترک دنیا کی خواہش دل میں رکھتے تھے لیکن وہیں مزاج اس طرح پایا تھا کہ باریک چاول، سواری کے لئے پالکی اور نفیس ملائم کپاس استعمال کرتے تھے۔ حضرت شاہ نعمتؓ ترک کے بعد یہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ ترک دنیا کر کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔ شاہ نعمتؓ حسب وعدہ تمام چیزیں مہیا کرتے ہیں۔ صاحب دائرہ بھی پالکی اٹھاتے ہیں۔ دو روز کے اندر ہی ملک بڑے اپنے آپ پر ملامت کرتے ہوئے پالکی سے اُتر جاتے ہیں اور دیگر ساتھیوں کی طرح سفر جاری رکھتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی دوسری صفت جانباز ہے۔ والد کے انتقال کے بعد بادشاہ نے آپ کے منصب میں کمی کی تو بادشاہ کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔ اس سے آپ کی جانبازی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے حضور میں جانبازی کا واقعہ بھی قابل رشک ہے۔ نماز ظہر کی اذان سن کر نماز کی ادائی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں جبکہ بادشاہ کی فوج آپ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لئے پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں۔ حکم خلیفتہ اللہ حضرت مہدی

موعودؑ پر ہر ایک کے پاس جا کر معافی مانگنا بالخصوص سدی عبداللہ کے گھر جا کر قصاص کے لئے تلوار کے ساتھ اپنا سر پیش کرنا آپ کی جانبازی کا بین ثبوت ہے۔

تیسری صفت سرفرازی کی ہے۔ دُنیاوی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ملک بڑے جیسے اُمرا کے گھر میں پیدا ہونا بھی سرفرازی میں شامل ہے لیکن اس سے بڑھ کر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے خلیفۂ سوم ہونا اور پہلی ملاقات پر مہدی موعودؑ کا یہ فرمانا کہ ''میاں نعمتؓ آؤ کہ تم نعمتؓ سے بھرے ہوئے ہو''۔ اللہ تعالیٰ کا حالت نماز میں آپ کے چہرہ کو تبدیل کرنا یا سپاہیوں کا نہ پہچانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرفرازی ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آخری وقت میں بی بی بونجیؓ کے گھر میں آپ خلیفۃ اللہ کا سر مبارک اپنے زانوں پر رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے مہدی موعودؑ آنکھ بند کئے اللہ کی یاد میں محو تھے۔ یکا یک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کون برادر ہے۔ آپ نے کہا بندہ نعمت ہے۔ فرمایا خدا کا حکم ہو رہا ہے کہ نعمت کو ہم نے اس کی آل سمیت بخشدیا۔ اس کے بعد آنکھ بند کر لی۔ اس طرح کا واقعہ دوبارہ ہوتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مہدی موعودؑ اپنی ٹوپی کو اپنے ہاتھ سے نکال کر میاں نعمتؓ کے سر پر رکھتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں یہ خلعت خدا کی حکم سے تم کو عطا ہوئی ہے، یہ سب سرفرازی کی علامات ہیں۔

سرانداز ہونا، جانباز ہونا اور سرفراز ہونے کے یہ ظاہری واقعات تھے لیکن تعلیم ولایت میں بھی حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں رہ کر سرانداز ہوئے، جانباز ہوئے اور سرفراز ہوئے۔ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے تھے جس کی وجہ سے مقراض بدعت کہلائے جانے لگے۔ جہاں آپ کا وجود ہوتا وہاں بدعات اور بلیات قلع قمع ہو جاتے تھے۔ یہ سب توحید پرستی اور خالق کی محبت کا اثر تھا۔ جب ہی تو نعمت پُر نعمت ہو گئے تھے۔ آج بھی مہدوی گھرانوں میں دفع بلیات کے لئے آپؓ کی نیاز کی جاتی ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے دائرہ میں خلاف شرع کوئی عمل نہیں ہوتا تھا۔ شہر چاپانیر میں نماز ظہر کے وقت ایک عقیدتمند حاضر ہو کر کہتا ہے گردن میں درد ہے اور تیڑھی ہوگئی ہے کچھ پڑھ کر پھونکیئے۔ آپ نے فرمایا بندہ پڑھنا نہیں جانتا اس کے لئے کوئی ملاں کے پاس جائیے۔ اگر پسخوردہ چاہتے ہو تو لو انشاء اللہ خدا چاہے تو شفا ہو جائے گی۔ یہ عقیدتمند پسخوردہ لیتا ہے اور گردن پر ملتا ہے اور شفا پاتا ہے۔ جالور میں ایک لڑکے کو بچھو کاٹا۔ درد کم نہیں ہو رہا تھا۔ لڑکا درد سے تڑپ رہا تھا۔ آپ کے دائرہ میں لایا جاتا ہے۔ اجماع کے پسخوردہ سے اس کے جسم کو دھویا جاتا ہے۔ درد دور ہو جاتا ہے اور لڑکا شفا پاتا

ہے۔موضع بیلا پور میں میاں پیر محمد کے گھروں پر پتھر گرتے تھے۔تمام لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔میاں شاہ نعمتؓ کو جب اس واقعہ سے واقف کروایا گیا تو آپ نے فرمایا اجماع سے پسخوردہ لو اور گھروں کے چاروں طرف چھڑک دو اور اس عمل کے بعد بلا دفع ہو جاتی ہے۔میاں حمیدؓ کی فرح میں طبیعت بگڑ جاتی ہے۔حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں میاں نعمت کے بازو میاں حمیدؓ کو بٹھا کر کھلاؤ بہت جلد شفاء ہو جائے گی۔ بی بی ملکانؓ اس طرح دعوت کا انتظام کرتی ہیں جب میاں شاہ نعمتؓ دعوت سے فارغ ہو کر روانہ ہوتے ہیں تو حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں بی بی میاں نعمتؓ کے پاؤں کے نیچے نظر کرو اور دیکھو کے کالے رنگ کے گولے لڑکتے جا رہے ہیں۔ بی بی نے پوچھا کیا ہے خلیفتہ اللہ نے فرمایا یہ بلایات ہیں دفع ہو گئیں۔صاحب دائرہ جہاں دینی، مذہبی، روحانی علاج کے ساتھ ساتھ طبی علاج بھی کرتے تھے اور فضل خداوندی سے آج بھی عقیدتمند فیضیابی حاصل کر رہے ہیں۔ جو آنکھ رکھنے کے باوجود نابینا رہتے ہیں انہیں ان مقدس بابرکات شخصیتوں کے مقام و مراتب کا کچھ خیال نہیں رہتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے پردہ فرمانے کے بعد حسب حکم حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ، آپ نے اپنا علیحدہ دائرہ قائم کیا۔آپ کے دائرے پٹن، جالور، احمد نگر، احمد آباد، سندھ میں قائم ہوئے۔حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کے مطابق دائرے میں عمل ہوتا تھا۔حضرت مہدی موعودؑ نے تعین کو لعین فرمایا۔اس فرمان کی روشنی میں آپ کے دائرے میں تعین کی بنیاد پر کوئی فتوح قبول نہیں کی جاتی تھی۔سختی سے اس طرح انتظام ہوتا تھا کہ کوئی باہر جا کر فتوح نہیں لے سکتا تھا۔دائرے میں کسب کی اجازت نہیں تھی۔بغرض آمدنی کوئی کام کی اجازت نہیں تھی۔توکل پر دائرے کا نظام تھا۔فقراء دائرے کو موافقین کے گھر جانے سے ممانعت تھی۔دائرے کے کسی فقیر کا انتقال ہو جاتا تو اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے عزیزوں کو دینے کے بجائے دائرے کے فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔دائرے میں سب برابر تھے، کوئی بڑا تھا نہ چھوٹا، ہر ایک کا پاس ولحاظ وادب کیا جاتا تھا۔صاحب دائرہ کو دائرہ کے تمام فقراء بھائی سے مخاطب کرتے تھے۔خادم یا مرید کے الفاظ کا چلن دائرہ میں نہیں تھا۔سب اللہ کے بندے اور طالب مولا تھے۔نفس کی خواہشوں کو پورا کرنے والے جب آپ کے دائرہ میں آتے وہ بھی سادگی پسند ہو جاتے تھے۔ملک بڑے نے ترک دنیا کے لئے شرائط آپ کے سامنے پیش کیں کہ باریک چاول، اصلی گھی، عمدہ لباس اور سواری کے لئے پالکی۔آپ نے ان شرائط کو منظور کیا۔ان شرائط پر ملک بڑے نے ترک دنیا کی

اور دائرہ میں رہنے لگے۔ آپؓ تمام چیزیں مہیا کرنے لگے، یہاں تک کہ دوران ہجرت خود پالکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر ملک بڑے اپنے نفس اور خواہش پر لعنت بھیجی اور فوراً پالکی سے اُتر پڑے اور بقیہ زندگی برادران دائرہ کے طریقے پر گزاری۔ یہ واقعہ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ کس طرح سے شاہ نعمتؓ نے ایک طالب دنیا کو طالب خواہش ونفس رکھنے والی شخصیت کو دائرہ کی تعلیمات میں ضم کر دیا۔ دائرہ میں اذاں کے بعد کوئی کام نہیں کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حجرہ تیار ہو رہا تھا۔ گھانس کی چھت تیار کی جارہی تھی۔ ڈوری سے باندھی جارہی تھی۔ ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ اتنے میں نماز ظہر کی اذاں ہوئی۔ آپ فوراً نیچے اُتر گئے اور ساتھی سے کہا اذاں ہوگئی فوراً اُتر جاؤ۔ دائرہ کے فقیر نے کہا گھانٹی باندھ کر اُتر جاتا ہوں کیونکہ ہوا سے تمام گھانس اُڑ جائے گی۔ فقیر نے گھانٹی باندھی تو آپ نے نیچے سے کتر دیا اور فرمایا کہ اذاں کے بعد کوئی کام کرنا نہیں چاہیئے۔ آپ کی تبلیغ کا طریقہ بھی انوکھا تھا۔ ایک مرتبہ دائرہ کے سامنے سے نوکری کے لئے (7) سپاہی جارہے تھے۔ آپ نے انہیں روک کر دائرہ میں نوکری کرنے کے لئے کہا اور مزدوری روزانہ دی جائے گی۔ یہ راضی ہوگئے۔ کام یہ تھا نماز پڑھنا اور ذکر کرنا۔ یہ سپاہی دو دن تک نماز پڑھے اور ذکر کئے اور مزدوری حاصل کئے۔ لیکن تیسرے دن تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہو کر ترک دنیا اور صحبت میں رہے اور یہ (7) سپاہی لوگڑھ شریف میں آپ کے ساتھ شہید ہوتے ہیں۔ یہ شاہ نعمتؓ کا طریقہ تبلیغ تھا اور سپاہیوں کی یہ عقیدت تھی۔ اس لئے حضرت شاہ خوندمیرؓ آپ کے تعلق سے فرماتے ہیں ''میاں نعمت مرد ربانی ہیں، خشک کپڑے کو پتھر پر ڈالدیتے ہیں تو سفید ہو جاتا ہے اور ہم خشک کپڑے کو تر کر کے دھوتے ہیں تو اچھا سفید نہیں ہوتا''

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو اپنے رشتہ داروں سے زیادہ دائرہ کے فقراء یعنی تارک الدنیا جو طالب خدا تھے وہ عزیز تھے۔ ایک روز آپ کے رشتہ دار ملاقات کے لئے آئے، ان کے طعام کا اہتمام کیا، کھانے کے دوران انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں اور دوری ختیار کیوں کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تم میرے رشتہ دار نہیں ہو، میرے رشتہ دار تو یہ فقراء ہیں، تم میرے والد ملک برے کے رشتہ دار ہیں۔ وہ کہنے لگے ہم مصدق ہیں تو آپ کے رشتہ دار کیوں نہیں ہوئے۔ آپؓ نے دوبارہ وہی فرمایا کہ تم ملک بڑے کے سگے ہو۔ میرے سگے تو یہ فقراء ہیں۔ وہ کہنے لگے ہم تو دنیا ترک کر کے دائرہ میں آنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم ترک کر کے دائرہ میں آجاؤ گے تو اس وقت میرے رشتہ دار

ہیں۔حضرت شاہ نعمتؒ کے دائرہ کا یہ عمل ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔ جائزہ لیجئے ہمارے دائروں کا کیا نظام ہے۔ ہمارا وقت کن کن کے ساتھ گزر رہا ہے۔

جو طالب خدا ہوتے ہیں وہ دنیوی لذتوں سے بے آشنا ہوتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ کا ایک کاسب مرید نے عرض کیا حضرت کھانا کیسا ہے۔مرید کو یقین تھا کہ میاںؒ بہت تعریف کریں گے مگر میاں نعمتؒ نے فرمایا کہ ہم کو وہ لذت حاصل ہے کہ اس کی تمیز بھی نہیں ہوتی۔ یہ اللہ والوں کی خوبیاں ہیں۔آج شب وروز ایک سے اعلیٰ ایک لذتوں سے مستفید ہورہے ہیں، کیا ہمیں شاہ نعمتؒ کا یہ واقعہ ہمارے ذہنوں میں آتا ہے؟ شادی بیاہ میں شاہ نعمتؒ کا عمل دیکھئے، اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد دائرہ کے فقراء سے کیا۔اس پر بعض نے طعنہ دیا۔حضرت نے فرمایا بندہ نے طالب خدا کو دیں۔ بندہ نے ان کا نسب نہیں دیکھا، ان کا دین دیکھا (یعنی عقیدہ)۔اس آیت پر عمل کیا ''ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اللہ کے نزدیک تم میں بڑا وہی ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے''۔ دور حاضر میں آج ہم اپنے اعمال کو دیکھیئے کتنا انحطاط ہم میں آگیا ہے۔

مہدویت میں طالب خدا پر بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہر حال میں خدا کی یاد کی طرف متوجہ رہے۔ پرسکون حالات ہو یا مشکلات کا دور خدا کی عبادت وریاضت ہونی چاہیئے۔اس راہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہونا چاہیئے۔ایک روز فرہ مبارک میں سخت سردی تھی جس سے ہر ایک کا جسم کانپتا تھا۔ایسی حالت میں شاہ نعمتؒ غسل کرتے ہیں۔لباس مکمل مہیا نہیں ہے صرف لنگی پہنتے ہوئے، سر پر رسی کا ٹکڑا لپٹے ہوئے اللہ کا ذکر میں محو ہیں۔اللہ تعالیٰ کو یہ حالت پسند آئی اور حضرت مہدی موعودؑ سے فرمایا ''اے سید محمد ہمارے خاص بندے نعمت کو ایمان کی بشارت دیدو'' مہدی موعودؑ فرمان خداوندسن کر میاں شاہ نعمتؒ کے پاس تشریف لاتے ہیں، ذکر اللہ میں محویت کا عالم اس قدر تھا کہ آپ کو خبر نہ ہوئی۔حضرت مہدی موعودؑ نے کندھے پر ہاتھ لگا کر ہوشیار کیا اور فرمایا تم کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بشارت دی ہے۔حضرت شاہ نعمتؒ عرض کرتے ہیں خوندکار کے صدقے سے ایمان تو نصیب ہے لیکن آرزو ہے کہ خوندکار کا ایمان نصیب ہو۔مہدی موعودؑ نے فرمایا، نبیؐ، مہدیؑ کا ایمان کس کو نصیب نہیں ہوسکتا لیکن شاہ باش طالب کو ایسی ہی آرزو رکھنی چاہیئے۔ یہاں غور طلب بات ہے کہ آرزو کیسی ہونی چاہیئے اور ہماری آرزوئیں کیا کیا ہیں۔ ہر ایک اپنا اپنا تجزیہ کرسکتا ہے۔

خدا کا یہ زاہد و عابد و ذاکر بندہ جو مقراض بدعت ہے جن کے قدموں سے تمام بلیات دور ہوتی، جو شریعت وطریقت کے احکام پر سختی سے عمل کرنے والا، 22/ شعبان 935ھ کو لوگڑھ قلعہ کے دامن میں قائم اپنے دائرہ میں طالبان خدا کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتا ہے۔ پھر بہ آواز بلند تسبیح دیتا ہے۔ تسبیح کیا ہے کلمہ توحید ہے، محمد رسول اللہ، اللہ کے نبی و رسول ہیں، قرآن اور مہدیؑ ہمارے امام ہیں اس کا اقرار ہے، دشمنان رسول، قرآن اور مہدیؑ کو یہ اقرار بلند آواز میں پسند نہیں ہوتا ہے۔ کفشدار خاں جو قلعہ لوگڑھ کا محافظ تھا جس میں نظام شاہی خاندان کی بیگمات کو بغرض حفاظت رکھا گیا تھا۔ مہدوی لوگوں سے بغض وعناد رکھتا تھا۔ آواز سے تسبیح دینا پسند نہیں آیا۔ غصہ میں چند لوگوں کو ساتھ لے کر دائرہ میں آتا ہے جہاں میاں شاہ نعمتؒ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے، ان پر حملہ کر کے ان ذاکرین کو شہید کرتا ہے۔ ہر دور میں دنیاداروں نے خداپرست لوگوں پر ظلم وستم کئے۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نت نئے طریقوں سے، لیکن فرمان حضرت مہدی موعودؑ کے مطابق مہدوی یعنی خدا پرست، طالب دید، عاشقان رسول و مہدی قیامت تک رہیں گے۔

خدا پرست لوگوں کو ختم کرنے والوں کا نام ونشان اور ان کی نسل کا خاتمہ ہو گیا لیکن خدا کے عاشقوں کا نام زندہ ہے۔ آج بھی لوگڑھ شریف میں آستانہ حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ سے فیض کی لہر جاری ہے۔ عاشقین اور معتقدین اس سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

حضرت جلیل ہمنا آبادی کہتے ہیں

تجلیوں کا یہ مرکز ہے دیکھنے والو
سنبھل کے دیکھنا یہ جلوہ گاہِ نعمتؒ ہے

حضرت بندگی میاں شاہ نظام رضی اللہ عنہ

عارفِ حق ، صاحب عین الیقین شاہ نظامؓ
مہر تاباں نائب مہدیؑ دیں شاہِ نظامؓ
ماہ رخشاں زینت عرشِ بریں شاہِ نظامؓ
نکتہ رس نکتہ شناس و نکتہ بیں شاہِ نظامؓ

اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چند کو منتخب کر کے ان سے خاص کام لے کر اُن کے درجات کو بلند کرتا ہے۔ ایسے ہی خاص شخصیتوں میں ایک حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ ہیں۔ جن کے تعلق سے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ میاں نظام فاروقی کے لئے نبوت کی خلافت کا بہرہ خدا نے دیا ہے اور خاص خلیفہ ولایت بنایا۔ نبوت و ولایت کا بہرہ پانا خوش قسمتی ہے۔ یہ کسب سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ فضل پانے کے لئے کچھ نہ کچھ کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ میں الحمدللہ یہ کیفیت موجود تھی۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظام سلطان خداوند کے بیٹے ہیں۔ جائیس کے حکمراں ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد سلطنت پر فائز ہونے کے بجائے اپنے چھوٹے بھائی کو سلطنت سپرد کرتے ہیں، تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔ خدا تعالیٰ کی طلب اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے اپنے وطن جائس کو چھوڑتے ہیں۔ مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہوئے مکہ و مدینہ جاتے ہیں۔ علماء سے ملاقات ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام آپ کی کیفیت کو دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں یہ زمانہ ظہور مہدیؑ کا ہے آپ کی پیاس ان ہی سے بجھے گی، انتظار کیجئے۔ آپ ہندوستان واپس آتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ مختلف مقامات سے ہجرت کرتے ہوئے چاپانیر میں قیام فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ نظامؓ کو آپ کی آمد کی اطلاع ملنے پر ملاقات کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوتے ہیں۔

برسوں کی پیاس بجھتی ہے حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں میاں نظام تمام تیاری کے ساتھ آئے ہیں۔ بندہ نے شمع ولایت مصطفیٰ سے روشن کر دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا شمع ولایت بھائی نظام کی ذات

ہے اور پیشین گوئی فرمائی کہ آپ بہت سے شمعوں کو روشن کریں گے

حضرت مہدی موعودؑ آپ کو نبوت کا خاص بہرہ پانے اور خاص ولایت کے خلیفے کی بشارت دینے کے ساتھ آپ کو روشن ضمیر، رویت گنج، دریائے وحدت آشام، مرد حضوری، مرد ربانی، کلام اللہ کے حافظ، رویت اللہ کے شاہد، عرش سے فرش تک روشن ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مسکینی کے میدان میں اچھے فقیر ہیں۔ آپ کی ذات کو دریا سے مماثل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ذات دریا ہیں بلکہ دریا نوش ہیں۔ جب بھی بندہ ربوبیت کی دریا بہاتا ہے تو تمام پی لیتے ہیں۔ اس طرح میں نے سات دریا بہائے اور سب پی لئے اس طرح کے لب تر نہ ہوا۔ اس کیفیت پر برادران دائرہ سے کہا کہ پیاسے کو نہ دیکھا ہو تو چاہیئے کہ میاں نظامؓ کو دیکھے۔

اس منزل میں حضرت شاہ نظامؓ کے کردار کی خوبی ہے کہ وہ صابر بھی تھے اور نعمتوں میں شاکر بھی۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ بندہ کے بعد تم امام ہو۔ یہی وجہ تھی حضرت مہدی موعودؑ کے بعد حضرت ثانی مہدیؓ نے آپ سے بیان قرآن کرنے کے لئے کہا۔ کیونکہ بہرہ نبوت کے ساتھ ولایت کا خاصہ بھی آپ کو حاصل تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ آپ نے حج کیا اور دریافت کرنے پر فرمایا کعبہ کو صاحب کعبہ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ حجرہ اسود اور رکن یمانی کے درمیان آپ نے قاضی علاء الدین کے ہمراہ حضرت مہدی موعودؑ کے دعویٰ مہدیت کی تصدیق فرمائی۔ آپ کو تصدیق مہدی موعودؑ کا شرف خانہ کعبہ میں حاصل ہوا۔

طلب دیدار خدا میں محو رہنے کی کیفیت دیکھئے کہ اپنی صاحبزادی بی بی نور اللہ کو جنگل میں درخت کی ٹہنی پر جھولے میں چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتے ہیں۔ دوران سفر خلیفتہ اللہ کے یاد دلانے پر واپس اُس مقام پر آتے ہیں اور دیکھتے ہیں شیر جھولی کے پاس بچی کی حفاظت کے لئے ٹھیرا ہے۔ شیر آپ کو دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ اس واقعہ پر خلیفتہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں شیروں کی نگہبانی شیر ہی کیا کرتے ہیں۔

شاہ نظامؓ نے سیدنا علیہ السلام سے عرض کیا اگر حضور کی رضا ہو تو بندہ ایسی جگہ رہنا چاہتا ہے جہاں وہ بیوی، بچوں کے شور وغل سے دور رہ کر یکسوئی کے ساتھ یاد خدا کر سکے۔ قربان جائیے اس ذات قدسی صفات کے جس نے فرمایا میاں نظام ایسی جگہ رہو جہاں کسی سے تم کچھ کہو اور کوئی کہے تو سن سکو۔ جنت میں تنہا نہ جاؤ، بال بچوں کو ساتھ لیکر جاؤ۔

حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت کے دوران ناگور میں آپ قضاء حاجت کے لئے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ باریک ریت کے سبب قدموں کے نشان مٹ جاتے ہیں۔ آپ راستہ بھٹک جاتے ہیں۔ یکا یک راستے اور درختوں اور ہر طرف سے آواز آتی ہے کہ یہ مہدی موعود، یہ خلیفۃ اللہ ہیں اس آواز کو رہبر بنا کر مہدیؑ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ آپ اس واقعہ کا مہدی موعودؑ سے ذکر کرتے ہیں۔ مہدیؑ فرماتے ہیں کہ تم کو خدائے تعالیٰ نے سننے والے کان دیئے ہیں، اس لئے تم نے سنا اور آئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فضل شاہ نظامؓ پر ہوا۔ حضرت مہدی موعودؑ کا فضل آپؓ پر اس طرح ہوا کہ جب آپ کو فرزند میاں عبدالرحمٰن پیدا ہوئے، آپؑ نے خود شاہ نظامؓ کے گھر جا کر نومولود کے کانوں میں اذاں اور اقامت کہی اور فرمایا خدا نے جو فرزند دیا ہے وہ امرت بیل ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت کے بعد فرہ مبارک میں اصحاب نے حضرت ثانی مہدیؓ سے بیان قرآن کی درخواست کی۔ حضرتؓ نے زاری کرتے ہوئے فرمایا کہ خلیفۃ اللہ کی جگہ میں بیٹھوں۔ آپ اس قدر رو رہے تھے کہ بات نہیں کر سکتے تھے۔ اس حالت میں آپؓ نے میاں نظامؓ سے کہتے ہیں آپ بیان کیجئے۔ آپ حافظ قرآن ہو اور مہدیؑ نے قرآن بطور میراث دیا ہے۔ اس کے بعد میاں نظامؓ بیان قرآن فرماتے ہیں۔ اس طرح آپ کو یہ شرف حاصل ہوا۔

حضرت میاں شاہ نظامؓ کے دائرے میں کما حقہ شریعت کی پابندی ہوتی تھی اور عالیت پر عمل ہوتا تھا۔ سستی اور کاہلی پر تنبیہ کی جاتی تھی۔ بڑلی میں جہاں آپ کا دائرہ تھا۔ دائرہ کے بھائی میاں خوند شیخ مہاجرؓ سے ظہر کی نماز کو دیر سے آنے سے دو رکعت چھوٹ گئی۔ بعد نماز آپ نے میاں شیخ سے فرمایا تمہارے میں منافقی کی بو آ رہی ہے۔ میاں خوند شیخ پریشان ہو کر عرض کرتے آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نماز کے وقت مقررہ نہ آنے کی وجہ سے دو رکعت چھوٹ گئی ہیں۔ میاں خوند شیخ نے فرمایا اذاں جب دی جا رہی تھی میں کھانا کھا رہا تھا۔ اس سبب سے دیری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں امامنا علیہ السلام کا عمل نہیں معلوم۔ حضرت مہدی موعودؑ اذاں سننے کے بعد نوالہ صحنک میں رکھ دیتے تھے

حضرت شاہ نظامؓ کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ نعلین ہاتھ میں لے کر جماعت خانے سے باہر جاتے تھے۔ تاکہ بھائیوں کے ذکر و عبادت میں خلل نہ ہو۔ ایک دفعہ آپ کو گوشت کھانے کا خیال ہوا تو آپ نے اس کو نفس کا خطرہ سمجھ کر ایک سال تک کھانا پانی چھوڑ دیا۔ اسی عالم میں سفر بھی کرتے تھے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظام کے دائرہ میں کئی مرتبہ فقر و فاقہ بھی رہا۔ اکثر ایام درختوں کے

پتے کھا کر بھی گزارے جسکی وجہ سے ان کے پیٹ پھول جاتے تھے اور تکلیف کی وجہ سے کئی بھائیوں کی شہادت بھی ہوئی ۔اس موقعہ پر بھی عالیت پر رہکر خدا کا شکر وعبادت بجا لاتے تھے ۔خلاف آئین مہدویہ کوئی کام کر جاتا تو اس کو سزا دیتے تھے ۔ایک مرتبہ آپ کا مرید فتح خاں بڑوا اپنی وزارت کے دبدبے سے باجا بجاتے ہوئے جلوس کی شکل میں نکلتا ہے ۔اس تماشہ کو دائرہ کا ایک برادر دیکھتا ہے اور فتح خاں کی نظر اس برادر پر پڑتی ہے تو کہتا ہے حضرت کو میری طرف سے قدمبوسی کرنا ۔ یہ برادر خوشی خوشی یہ خبر آپ کو دیتا ہے ۔میاں نظامؒ دائرہ کے اس فقیر کو بلا اجازت جانے اور تماشہ دیکھنے پر دائرہ سے باہر کر دیتے ہیں یہ فقیر دائرہ کے باہر ہی رہ کر نمازوں کو ادا کرتے تھے ۔دائرہ کے دیگر بھائی اس کیفیت کو دیکھ کر میاں نظامؒ سے اس کی سفارش کرتے ہیں ۔لیکن آپ ان سفارش کرنے والوں کو بھی دائرے سے باہر کر دیتے ہیں یہ سفارش کرنے والے بھی دائرہ چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں بلکہ باہر ہی رہکر نمازیں وعبادت بجا لاتے ہیں ۔حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیرؒ جب ملاقات کے لئے دائرہ میں آتے ہیں واقعات کا علم ہوتا ہے تو ان کے لئے سفارش کرتے ہیں ۔انکو سزا میں درے مارے جاتے ہیں ۔ پھر دوبارہ دائرہ میں رہنے کی اجازت دی جاتی ہے ۔ یہ مہدوی دائروں کا نظام تھا ۔

آپ کے دائرہ کا نظام عالیت پر تھا۔ دائرے کے بھائیوں کا ہی نہیں بلکہ جانوروں کا بھی خیال رکھتے تھے ۔ایک بکری کے بچے کے پاؤں ٹوٹ گئے تھے ۔آپ نے پیروں پر ہاتھ پھیرا وہ فوراً دوڑ نے لگا ۔دائرہ کے بھائی میاں حبیب کے کان میں درد ہوا ۔آپ نے ذکر الٰہی کے دم کو کان میں پھونکا اور درد دور ہوگیا ۔اس پھونکنے سے میاں حبیب کی کیفیت بدل گئی ۔چشم دل سے خدا کا دیدار ہوگیا ۔آپ کا عقیدتمند مرید فتح خاں بڑو مسلسل تین ماہ ایک سوتنکہ اللہ دیا کہہ کر روانہ کیا ۔آپ نے دو ماہ قبول کیا اور تیسرے ماہ یہ کہہ کر واپس کیا کہ تعین کے ساتھ بھیجتا ہے ۔آپ کے دائرہ میں نمازوں کی سختی سے حفاظت کی جاتی تھی ۔نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرنے کی تاکید کی جاتی تھی ۔ایک روز آپ کے سامنے میاں عبدالحمید نے کہا اگر مصلی نماز میں تین فعل کرے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے تو آپ نے فرمایا ایک فعل میں تین فعل ہوتے ہیں ۔ میاں عبدالحمید نے کہا یہ کس طرح آپ نے فرمایا جب ہاتھ کھولا ایک فعل ہوا ۔جب فعل کیا دوسرا فعل ہوا ۔ پھر ہاتھ باندھا تیسرا فعل ہوا ۔اس کی نماز باطل ہوئی ۔اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنی احتیاط سے فرائض نبوت وولایت پر عمل ہوتا تھا ۔ان افراد کی نمازوں کی کیا کیفیت

نہ ہوگی۔ ولایت میں نظر کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ نظر تقدیر کو بدل دیتی ہے، نظر کیفیت کو بدل دیتی ہے، نظر پریشانی کو دور کرکے راحت کا سامان پہونچاتی ہے۔ نظر ایک انقلاب پیدا کرسکتی ہے۔ نظر بندہ کو خدا سے قریب بھی کردیتی ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ کو جہاں نبوت کی خلافت کا بہرہ ملا وہیں شمع ولایت سے فیض پاکر خاص خلیفہ ولایت بنے۔ آپ تربیت کرنے سے پہلے دیکھ لیا کرتے کہ روح مقبول ہے یا نہیں۔ مقبول پاتے تو تربیت کرتے جس کو رد کرتے وہ گزری ہوئی زندگی کا جائزہ لیتا۔ بارگاہ خداوندی میں توبہ کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا، پھر وہ دوبارہ آپ سے تربیت کے لئے رجوع ہوتا تو اس کو قبول کرکے تربیت کرتے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ کے تعلق سے فرمایا ہے مسکینی کے میدان میں اچھے فقیر ہیں۔ پہلے تو فقیر ہونا ہی بڑی بزرگی ہے لیکن آپ کو اچھے فقیر کہا گیا ہے جو آپ کے مقام و مرتبے کی بلندی کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے ہی نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے مسکینی کی زندگی کی دعا کی ہے۔ ہم مہدوی اتباع مہدی موعودؑ میں شب قدر کی رات میں مسکینی ہی کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مسکین بنا کر جلا، موت مسکینی میں عطا کر اور قیامت کے دن مسکینوں میں ہمارا شمار کر۔ حقیقت میں جو مسکین ہوتا ہے، فقیر ہوتا ہے وہ شہرت، لذت اور دنیا سے دور رہتا ہے۔ اللہ کی رضا ومرضی پر اس کی زندگی گزرتی ہے۔

اچھا فقیر جو ہوتا ہے وہ کامل ہوتا ہے۔ میاں شاہ نظامؒ کامل کی تعریف کرتے ہوئے ایک مرتبہ سائل کے سوال پر فرمایا کہ کامل اس کو کہتے ہیں اگر وہ پہاڑ سے کہے چل تو پہاڑ چلے۔ حضرت شاہ نظامؒ کے کہنے پر پہاڑ چلنے لگتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا پہاڑ ہم نے بطور مثال بات کہی تم سے نہیں کہا۔ پہاڑ دوبارہ اپنی جگہ ساکت ہوگیا۔ یہ ایک اچھے فقیر کی نشانی ہے۔ دولت مند طبقہ کے لئے میاں شاہ نظامؒ کی سیرت بہترین ہدایت ہے۔ آپ نے شاہی زندگی چھوڑ کر فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی۔ حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں جو زیادہ مال وزر چھوڑتا ہے وہ اللہ کے پاس بہت پاتا ہے۔ میاں نظامؒ نے فقیری کے لئے حکمرانی چھوڑ دی۔ آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی الٰہی میری اولاد کو روٹی بھی مت دے تاکہ برگشتہ ہوکر مستی نہ کریں۔ کیا کوئی اپنی اولاد کے لئے اس طرح کی دعا کرتا ہے؟ جنہیں دنیا عزیز ہوتی ہے وہ اللہ سے دنیا مانگتے ہیں اس کے برخلاف جو اللہ کے طالب ہوتے ہیں وہ اللہ سے اللہ ہی کو مانگتے

ہیں۔ان میں ایک حضرت میاں نظامؓ ہیں جن کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشادفرمایا ہے حال حضور ہیں، وقت حضور ہیں اور آگے فرمایا میاں دائم حضور ہیں یعنی ہر وقت اللہ کے حضور میں رہتے ہیں۔ یہ ایک اچھے فقیر ہونے کی نشانی ہے۔۔حضرت میاں نظامؓ کا مسکینی کے میدان میں ایک اچھے فقیر ہونے کا یہ ایک واقعہ بھی ہمارے فکروذہن کے دروازوں کو کھولتا ہے۔آج جو ہم نفسا نفسی کی زندگی میں دوڑے جارہے ہیں ہمیں عبرت دلاتا ہے۔ایک جاگیردار فتح خاں بڑے تھے جو آپ کے تربیت یافتہ تھے۔اس وجہ سے دائرہ میں فتوح بھیجتے تھے۔لیکن آپ اس کو قبول نہ کرتے ہوئے یہ کہہ کر واپس بھیجتے ہیں ،تم میرے تربیت یافتہ ہواس لئے بھیجتے ہو، دوسرے دائروں میں نہیں بھیجتے ہو۔آپ کے اس کہنے پر فتح خاں دوسرے دائروں میں بھی فتوح بھیجتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کے کردار کو ملاحظہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا میاں نظامؓ صبر کرنے والے اور شاکر ہیں۔ان پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل وکرم ہے کہ فرش تا عرش ان پر روشن ہے۔

شادی بیاہ ودیگر رسم ورواج پر سالانہ لاکھوں رقم خرچ ہورہی ہے۔اس خرچ کا 5% بھی قوم کی فلاح و بہبود اور دیگر کاموں پر خرچ نہیں ہورہا ہے۔دور نبوت میں بھی شادی بیاہ کے تقاریب منعقد ہوئے۔جلیل القدر اصحاب کی شادیاں حیات رسول اللہ ﷺ میں ہوئیں لیکن ان تقاریب میں آپ کو مدعو نہیں کیا گیا اور نہ آپ ﷺ نے اس کا برا مانا۔دور ولایت میں بھی ہوئیں یہاں تک حضرت سید محمود ثانی مہدیؑ کے دوعقد ہوئے۔ان دونوں عقد میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے شرکت نہیں فرمائی۔ شادیاں سادگی سے منعقد ہوئیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کا دائرہ احمد آباد میں ہے۔ دائرہ میں سخت فقروفاقہ ہے۔باتوں باتوں میں حضرت ملک معروفؓ اپنی دختر کے جوان ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ نظامؓ فوراً اپنے فرزند میاں شاہ عبدالرحمٰن سے شادی طے کردیتے ہیں۔گھر آکر فرزند کو کپڑوں کا جوڑا اور صابن دے کر دھونے کے لئے کہتے ہیں۔فرزند یہ کپڑے لیکر دھونے کے لئے جاتے ہیں میاں ملک معروف راستے میں ملتے ہیں، دریافت کرنے پر آپ کہتے ہیں کپڑے دھونے جارہا ہوں کہتے ہیں میرا بھی ایک جوڑا ہے اس کو بھی دھودو۔ملک معروفؓ اپنی دختر کا ایک جوڑا لاکردیتے ہیں آپ اسے بھی لے جاکر دھوتے ہیں اور سوکھا کردیتے ہیں یعنی دولہا نہ صرف اپنا جوڑا دھویا بلکہ دلہن کا بھی جوڑا دھویا بعد نماز عشاء نکاح ہوتا ہے۔دائرہ کے اصحاب کو صاحبِ دائرہ کے فرزند کے عقد کی کوئی اطلاع

نہیں، بعد عشاء حضرت کے حجرے میں چراغ روشن دیکھ کر دائرہ کے اصحاب کو تعجب ہوتا ہے کہ کیا بات ہے کہ میاں کہ حجرہ میں آج چراغ جل رہا ہے۔ قابل غور ہے دولہا پر 5 دن کا فاقہ اور دلہن پر تین دن کا فاقہ اور دائرہ میں تمام اصحاب پر فاقے ہیں۔ دولہے کو دلہن کی کیفیت دیکھی نہیں جاتی ہے صبح اُٹھ کر کھیتوں میں سے جوار کے دانے چن چن کر لاتے ہیں حضرت شاہ نظامؓ کی نظر مبارک پڑتی ہے دریافت کرتے ہیں یہ کیا ہے۔ فرزند تمام واقعہ سناتے ہیں، میاں نظامؓ فرماتے ہیں گروہ کے فقیروں کے لئے یہ جائز نہیں جاؤ جہاں سے چن کر لائے ہو وہاں ڈالدو۔ یہ مہدوی دائروں کا نظام تھا۔ بادشاہ گجرات سلطان محمود بیگڑہ کی بہن راجے سون اور راجے مرادی حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد آپ سے مرید ہوتی ہیں جب یہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کل رات حضرت کے فرزند کی شادی ہوئی ہے تو ولیمہ کا پکوان پکا کر دیگیں اللہ دیا کہکر دائرہ کو روانہ کرتی ہیں۔

آپ کی سیرت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جو سچی طلب رکھتے ہیں اللہ ان کی طلب کو پورا کرتا ہے۔ میاں نظامؓ نے سلطنت کو چھوڑ کر حق کی تلاش میں نکلے۔ آپ میں خدا طلبی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سچے طالب حق کی خواہش کی تکمیل خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کر کے تکمیل کی۔ ہر مہدوی کے لئے لازم ہے کہ وہ سچا طالب حق بنے۔ سچا طالب حق بننے کے لئے شریعت وطریقت کی پابندی ضروری ہے۔ حال وقال ایک ہونا ہے، فقیری، فقیری کے دائرہ میں ہونا ہے۔ جو دائرہ کے حدود سے نکل گیا فقیری بھی وہاں ختم ہوجاتی ہے۔ فقیری کا بہت بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کی قدر ومنزلت سے آگہی دے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کو خلیفہ چہارم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے اپنے فرزندوں کو سادگی اور انکساری کی تعلیم دی اور نصیحت فرمائی کہ تابع رہو متبوع مت بنو۔ لیکن آج ہر کوئی متبوع بننے کی فکر میں ہے خادم بننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے جس کی بنا پر ہی اختلافات کی فضاء پیدا ہوگئی ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد آپ 30 سال بقید حیات رہے۔ تعلیمات خاتم الولایت محمدیہ پر عمل پیرا ہوکر اپنے اصحاب کی تربیت فرماتے رہے۔ 8/ ذیعقدہ 940ھ کو آپ اس دنیا سے کوچ فرمائے۔ آپ کا آستانہ مبارک انوندرہ میں واقع ہے۔ ooo

حضرت بندگی میاں شاہِ دلاور رضی اللہ عنہ

کروں کس منہ سے میں ذکر و بیاں شاہِ دلاورؓ کا
کہاں میں اور کہاں رتبہ میاں شاہ ِدلاورؓ کا
(تسخیر حیدرآبادی)

تاریخ مہدویت کے اوراق ایسی شخصیتوں کے حالات سے بھرے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے قول وفعل اور سیرت وکردار سے خود کو تاریخ ساز ثابت کروالیا۔ایسی ہی شخصیتوں میں حضرت شاہِ دلاورؓ بھی شامل ہیں جن کی شخصیت مجموعۂ صفات ہے،جن کی ذات منارۂ نور ہے۔

حضرت شاہ دلاورؓ راجہ دلپت رائے والی گوڑ کے بھانجے تھے۔سلطان حسین شرقی نے حضرت مہدی موعودؑ کی مدد سے گوڑ کو فتح کیا تو حضرت شاہِ دلاورؓ غنیمت کے ساتھ گرفتار ہوگئے۔اس وقت آپ کی عمر شریف (۱۱) سال کی تھی۔آپؓ جس وقت خلیفۃ اللہ حضرت میراں سید محمد مہدی علیہ السلام کی بارگاہِ عالی میں تشریف لائے اس وقت حضور علیہ السلام نماز ظہر کا وضوفرمارہے تھےاور شاہِ دلاورؓ پر نظر پڑتے ہی فرمایا کہ یہ دلاور نہیں شاہ دلاور ہے۔اس مبارک ملاقات کے بعد سے آپ کی پرورش و نگہداشت وتربیت خلیفۃ اللہ کی نظروں کے سامنے ہوتی رہی۔اسی وجہ سے کیسے ممکن ہے کہ ذات بابرکات حضرت شاہ دلاورؓ میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی رہ جاتی۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کو ذکرِ خفی کی تلقین فرمائی اور اپنا ہاتھ حضرت شاہ دلاورؓ کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ مرید اللہ ہوجاو۔پھر شاہ دلاورؓ کا ہاتھ اوپر رکھ کر فرمایا کہ مراد اللہ ہوجاؤ۔اس کے بعد شاہ دلاورؓ حضور مہدی علیہ السلام کے حجرۂ مبارکہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہمیشہ یادِ خدا میں مشغول رہا کرتے تھے۔جس وقت خاتم اولیاء حضرت مہدی موعودؑ جیون پور سے ہجرت فرما کر دانا پور تشریف لائے تو وہاں جب حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ اپنے والدِ محترم کی مہدیت اور ماں کی عقیدت کی گفتگو سماعت فرمارہے تھے اسی وقت حضرت شاہ دلاورؓ بھی آپ کے بازو ٹھیرے ہوئے تھے۔اس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو حضرت مہدی موعودؑ سے کتنا عشق تھا کہ آپ ہر وقت خلیفۃ اللہ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے ہی رہا کرتے تھے۔

حضرت بی بی الہداتیؓ اور حضرت ثانی مہدیؓ کے تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد حضرت شاہ دلاورؓ نے بھی یہ معاملہ سن کر آمنا وصدقنا کہا۔ اس کے بعد جذبۂ حق میں مستغرق ہوگئے اور تقریباً ایک دو نہیں بلکہ سات سال تک جذبۂ حق میں ڈوبے رہے لیکن اس حالت میں بھی خدا تعالیٰ آپ سے شریعت کی پابندی کراتا رہا۔ اسی جذبۂ حق کی وجہ سے آپ سفر کے قابل نہیں رہے تو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کو دانا پور کی مسجد میں رہنے دیا اور میاں دارج کو آپ کی نگرانی اور خدمت کے لئے چھوڑ دئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود خلیفتہ اللہ کو بھی آپ کا کتنا خیال تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کا پیراہن لے کر مصر سے روانہ ہوئے تھے تو ادہر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ مجھے میرے یوسف کی بو آرہی ہے۔ اسی طرح جب حضرت مہدی موعود علیہ السلام حج سے واپس ہوکر احمد آباد میں تشریف لائے تو حضرت شاہ دلاورؓ کو احمد آباد کی طرف سے خوشبو آنے لگی اور اسی خوشبو کو اپنا رہبر بنائے ہوئے آپ خلیفتہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

حضرت شاہ دلاورؓ کی بزرگی اور روحانی قوت کا اندازہ ہم اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں، ایک دن آپ نے خلیفتہ اللہ کے حضور آکر عرض کیا کہ بندہ کو خوندکار کے صدقے سے عرش سے فرش تک بلکہ آسمان اور لوح وقلم پر جو چیزیں ہیں اس طرح روشن ہوگئے ہیں جیسا کہ ہاتھ میں رائی کا دانہ، یہ سن کر خاتم الاولیاء نے فرمایا یہ تمہارا مقام نہیں ہے بلکہ تمہارا مقام اس سے بلند ہے تم کو ہر سانس میں اس سے دگنا حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زبان، ہمارا قلم شاہ دلاورؓ کی بزرگی کو، آپ کی روحانی قوت کو، آپ کے مقام کو ہی نہ صرف بلکہ خدا تعالیٰ کے حضور جو بزرگی حاصل ہے اس کو بھی بیان نہیں کرسکتا لیکن صرف ان چند واقعات سے ہم آپ کے مقام کا، آپ کی عظمت کا اندازہ آسانی سے لگا سکتے ہیں۔

حضرت شاہ دلاورؓ ایک دن دائرے میں کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے ایک صحابی راجے محمد تیل کی تلاش میں جارہے تھے۔ آپؓ نے میاں راجے محمد کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا، وہ سامنے آئے، پھر کہا جاؤ، پھر کہا آؤ۔ اس طرح آپ نے تین دفعہ کہا اور فرمایا کہ جب سے کہ مجھے داڑھی نکلی ہے بندہ سے کوئی بدعت نہیں ہوئی ہے یہ سن کر میاں راجے محمد نے کہا کہ بندہ صدقہ خوار ہے مجھ سے بھی کوئی بدعت نہیں ہوئی ہے تو شاہؓ سے کس طرح ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا تم نے جیسا کہ سمجھا ہے ایسا نہیں ہے بندے کے پاس بدعت یہ ہے کہ بغیر معلومات حق کے کوئی کام کرے۔ بندہ بغیر معلومات حق تعالیٰ کے کوئی کام نہیں کیا

ہے۔اس کے برخلاف آج ہم غلامان شاہ دلاورؓ کے یہاں ہر کام میں بدعتی طریقے جاری ہوگئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ طریقے عبادت میں بھی شامل ہوگئے ہیں جس کو ہم عبادت سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا بندہ کے مہاجر تین قسم کے ہیں۔ایک نفس حضور، دوسرے وقت حضور اور تیسرے حال حضور ہیں۔اس ارشاد گرامی مرتبت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے فرمایا نفس حضور حضرت مہدی موعودؑ کے پانچ اصحاب کرام ہیں ان کے لئے پلک مارنے کی دیر کا بھی حجاب نہیں اور بعض حال حضور ہیں جو مہدی علیہ السلام کے اصحاب عضام ہیں ان کو حال پیدا ہوتا ہے تو حاضر ہوتے ہیں اور جو وقت حضور ہیں یہ مہدی کے عام اصحاب ہیں ان کو کسی ایک وقت میں حضوری ہوتی ہے۔جن پانچ عظیم المرتبت شخصیتوں کو نفس حضور حاصل ہے ان میں ایک حضرت شاہ دلاورؓ بھی ہیں۔اس بات کا ثبوت ہمیں اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک مرتبہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ میرانجی حضرت رسالت پناہ کے حضور میں چار صحابہ اکرام تھے۔حضرت مہدیؑ کے حضور میں بھی ہونے چاہئیں وہ کون ہیں؟ یہ سننے کے بعد آنحضرت علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ فرمان خدا تعالیٰ ہوتا ہے میراں سید محمودؓ میراں سید خوندمیرؓ، شاہ نعمتؓ، شاہ نظامؓ اور پانچواں سائل ہے۔یہ سن کر حضرت شاہ دلاورؓ نے ادباً پیچھے ہوکر کہا کہ صحابہ کرام سے ہونا لازمی ہے۔ بندہ دلاور ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اے میاں دلاور جہاں ایک ہے، دوسرے تم ہو، جہاں دو ہے تیسرے تم ہو، جہاں تین ہیں وہاں چوتھے تم ہو، جہاں چار ہیں پانچویں تم ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ دلاور نے اطاعت اللہ ورسول اللہ اور مہدی مراد اللہ کی وہ مثال قائم کی ہے کہ تاریخ مہدویہ اس کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔جس طرح حضرت علیؓ کے علم کے تعلق سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’میں شہر علم ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ‘‘ اسی طرح شاہ دلاورؓ بھی علم و عمل و گفتار و کردار کہ وہ عمیق سمندر ہیں کہ بار بار مسلسل اللہ کے خلیفہ آخر الزماں نے حضرت شاہ دلاورؓ کی ذات کو دنیا والوں سے اس طرح روشناس کرایا کہ اگر بندہ موجود نہ ہو تو اپنے معاملات میاں دلاورؓ سے حل کرلیا کرو کیونکہ میاں دلاورؓ عالم دل، میاں دلاورؓ دیانتدار اور میاں دلاورؓ پر عرش سے تحت الثریٰ تک ایسا روشن ہے کہ کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کے تعلق سے بہت سی بشارتیں دیں اگر ان بشارتوں

کو پیش کیا جائے تو اس کے لئے کئی اوراق چاہیئے ۔مختصراً یہ ہے کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں دلاورؓ کا فیض قیامت تک رہے گا اور بندہ کو اور میاں دلاورؓ کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔اس کے علاوہ حضور نے فرمایا کہ تین اشخاص ذاتی ہیں اول حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ دوم حضرت سید خوندمیرؓ اور سوم حضرت شاہ دلاورؓ۔یہی نہیں بلکہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہ دیکھا ہو وہ میاں دلاورؓ کو دیکھے۔

حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کی شخصیت کتنی عظیم المرتبت شخصیت ہے اور حضرت مہدی موعودؑ کی نظروں میں آپ کا کیا مقام ہے اس واقعہ سے علم ہوتا ہے۔ایک دن ایک عورت نے حضرت مہدی موعودؑ کے پاس آ کر کہا کہ میں حج ادا کرنے کی نیت کی ہوں اگر اجازت ہو تو جاتی ہوں۔آپؑ نے اس عورت کی کیفیت کو دیکھ کر فرمایا کہ تین مرتبہ میاں دلاورؓ کے حجرے کا طواف کرو،اس نے ایسا ہی کیا تیسرے ہی طواف میں اللہ کا دیدار ہوا۔اس واقعہ پر ہمارے سادہ ذہن نو جوانوں کو دشمنان قوم مہدویہ بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں ۔افراد کو چاہیئے کہ وہ حضرت محمدؐ کی سیرت کا بغور مطالعہ کریں ، دوران مطالعہ انہیں یقیناً یہ حدیث مبارک پڑھنے کو ضرور ملے گی ۔حضرت محمدﷺ کے اطراف صحابہ جمع تھے ۔ حضرت محمدﷺ نے ابازرؓ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس سوچ اور فکر میں ہوں اور کس بات کی طرف میرا شوق لگا ہوا ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا اے رسول اللہﷺ اپنی فکر اور سوچ سے مطلع کیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا آہ میرے بھائیوں کو دیکھنے کا شوق ہے،صحابہؓ نے کہا ہم بھی آپﷺ کے بھائی ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو،میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد ہونگے ،جن کی شان نبیوں کی شان ہوگی، وہ اپنے باپ ،اپنی ماں ،اپنے بھائی ،اپنی بہنوں ،اپنے بیٹوں سے محض خدا کی خوشنودی کے لئے الگ ہو جائیں گے ، وہ اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑ دیں گے ۔اس طرح آپﷺ مزید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے ابازر ان کے گھروں (یعنی گھانس پھوس کے حجروں) سے ایک گھر کو بھی کسی نے دیکھ لیا تو خدا کے نزدیک اس کا دیکھنا بیت اللہ کے دیکھنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور جس نے صاحب خانہ (یعنی فقیر دائرہ) کو دیکھا تو گویا اُس نے خدا کو دیکھ لیا۔

مہدویت کی دنیا میں آپ ایک روشن آفتاب کے مانند ہیں ۔اس آفتاب کی صحبت میں کئی روشن ہوئے جن کی بزرگی اپنی آپ مثال ہے کیونکہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ بارہ

مبشر جیسے بندہ کے سامنے ہوئے ہیں۔اس طرح بھائی دلاورؓ کے سامنے ہوں گے۔اس بشارت سے جو حقیقت میں بشارت رحمانی ہے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس آفتاب کے صحبت میں رہنے والوں کا کیا مقام ہے۔اس کے برخلاف ہم اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہ دلاورؓ کے دائرہ میں رہنے والوں کا کیا مقام ہے۔ایک دن بی بی خونزا جو شاہ عالم کی پوتی اور آپ کی حرم محرم ہیں کہا میانجی آج یوسف کہاں گیا ہے، ابھی تک پانی بھی نہیں لایا ہے۔شاہ نے ناخوش ہوکر فرمایا خبردار میاں یوسف کا نام ادب و تعظیم سے لیا کرو کیونکہ ہر روز خدا کا سلام میاں یوسف کے لئے آتا ہے۔بی بی نے کہا میانجی میں شاہ عالم کی پوتی ہوں۔یہ سن کر شاہ نے فرمایا شاہ عالم کہاں اور میاں یوسف کہاں۔پھر آپؓ نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ قطب عالم سے بھی بڑا ہوا ہے۔اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کتنے ایک قطب ہمارے دائرے میں ہیں اور پڑے ہوئے ہیں۔

خلفاء مہدی علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کے دائرے میں تعلیمات امامنا پر سختی سے پابندی فرماتے تھے ہر روز نماز فجر کے بعد تمام فقراء طلوع آفتاب تک پھر عصر سے عشاء تک ہی نہیں بلکہ آٹھوں پہر ذکراللہ میں بیٹھے رہتے تھے۔ایک روز بورکھیڑہ میں شاہ دلاورؓ نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد جماعت خانہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔بی بی خونزا کو بلا کر فرمایا دیکھو صحابہ ذکراللہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اس جماعت کے وہ لوگ ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ میرے بھائی ہیں اور وہ میرے درجے میں ہیں وہ یہی لوگ ہیں لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمیں یہ خوشنما نظارے دیکھنے پر بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔آج ہم امامنا علیہ السلام کی تمام تعلیمات کو پس پشت ڈالدیے ہیں اور اس پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم غلامانِ مہدی ہیں۔حالانکہ امامنا علیہ السلام اس دنیائے فانی سے کوچ فرمانے سے قبل ارشاد فرمایا تھا کہ یہ وقت رونے کا نہیں بلکہ رونے کا وہ وقت ہوگا جب تم بندہ کی یاد کو دل سے بھلا دو گے یعنی بندہ کی تعلیمات کو چھوڑ بیٹھو گے۔

حضرت شاہ دلاورؓ کے زمانے کے حالات پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ للّٰہیت اور خدا طلبی آپ کی زندگی کا اہم مظہر تھی۔آپ کی عظمت و بزرگی ملاحظہ ہو۔آپ اس وقت تک نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جب تک خدا تعالیٰ اس کو نجات نہ دیتے۔بورکھیڑہ میں آپؓ کا دائرہ تھا (یہیں آپ کی آخری قیام گاہ بھی ہے) دائرہ میں ایک مشرک آیا کرتا تھا۔یہ تھوڑا بہت علم بھی جانتا تھا۔ایک روز آکر دیکھا کہ

دائرے میں ایک کی رحلت ہوئی ہے۔تمام برادر شاہ دلاورؓ کے حکم کے منتظر تھے۔شاہ ایک پہر تک باہر نہیں آئے۔جب اس مشرک نے دیکھا کہ باہر نہیں آ رہے ہیں تو کہا افسوس ہے اس مردہ پر عذاب ہو رہا ہے اور وہ بھی شاہ دلاورؓ کے سامنے،مشرک کے کہنے کے بعد اللہ سے حکم پہنچا اے دلاور یہ مردہ مستحق عذاب تھا لیکن ہم نے تیری بھلی داڑھی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو نجات دی،باہر جا اور اس کے دفن کی تیاری کا حکم دے اور نماز جنازہ پڑھا،اس کو ہم جنت میں پہنچا ئیں گے۔یہی نہیں بلکہ آپؓ کے حضور ایک اور جنازہ لاکر رکھدیئے لیکن آپ نے تھوڑی دیر کے لئے منتظر رہے کہ اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ جو شخص تیرے پاس آتا ہے نعمت سے محروم ہو کر کس طرح جائے۔یہ گنہگار دراصل مستحق عذاب تھا لیکن تیری نظر کی خاطر بخش دیا۔اس کے بعد آپؓ نے نماز جنازہ ادا کی۔اس سلسلے کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ایک راستے سے آپ گذر رہے تھے اس راہ پر ایک پرانی قبر پر آپ کی نظر پڑی۔اس وقت اللہ تعالیٰ کا آپ پر حکم ہوا کہ اے دلاورؓ تو اپنا پاؤں اس قبر پر رکھ وہ عذاب کا مستحق ہے۔تیرے نعلین کی گرد کے سبب سے اس کو نجات عطا کروں گا۔آپ نے حسب حکم پروردگار ایسا ہی کیا۔

مرشد میں مرید کا رنگ آجانا بہت بڑی بات ہے۔یہ بات اسی وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ مرید اپنی جان سے زیادہ مرشد کو عزیز نہ رکھے اور مرشد کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کو کامل بنائے۔حضرت شاہ دلاورؓ کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے صحابۂ کرام کی ایسی تربیت فرمائی کہ آپ کے گذر جانے کے بعد آپ کا رنگ صحابہ کرام میں پایا گیا۔لوگ بے ساختہ پکار اٹھے کہ دیکھو شاہ دلاورؓ آ رہے ہے۔ایک دن میاں سید شہاب الدین نے میاں عبدالملک سجاوندیؒ کو دیکھے۔حضرت شاہ دلاورؓ کے خلیفہ خاص ہیں اور جن کو آپؓ نے علم الیقین کی بشارت دی تھی اور فرمائے کہ مانند میاں دلاورؓ کے آتے ہیں اور بندہ کس طرح بیٹھا رہے اس طرح آپؓ کے ایک اور خلیفہ میاں قاضی عبداللہ کو دیکھ کر میاں سید شہاب الدین کھڑے ہوگئے اور فرمایا سبحان اللہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے نشتر لگا کر اپنے جیسا بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

شاہ شاہان ولایت ایک مرتبہ اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے وقت ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جلنے کے لئے پیدا کیا ہے جو کوئی دنیا میں عشق کی آگ میں یا راہ خدا میں،فقر کی آگ میں نہیں جلا،لامحالہ وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔اس فرمان کے ثبوت میں ہمیں کئی آیات قرآن پاک میں نظر

آتے ہیں جس میں خالق کائنات بالکل صاف اور کھلے انداز میں ارشاد فرماتا ہے۔ جس بندہ کے دل میں خدا تعالیٰ سے ذرا سی بھی محبت نہ ہوگی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اس عظیم المرتبت شخصیت کی خاکساری، سادگی اور اخلاق کو دیکھئے کہ جب میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کا وصال ہوگیا اور نماز ظہر کی ادائی کے بعد صفوں پر تمام صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ میاں سلام اللہ جو ثانی مہدیؓ کے ماموں ہوتے تھے بلند آواز سے فرمایا کہ کوئی شخص میراں کا خلیفہ نہ ہوا۔ حضرت شاہ دلاورؓ اس موقع پر فوراً اپنے سر مبارک کو اونچا کر کے فرمایا بندہ میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کا خلیفہ ہے اور اس بات کو آپؓ نے مسلسل تین دفعہ فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا بندہ کی تصدیق کی علامت اپنے وجود کو فنا کر دینا ہے۔ نابینا، بینا، نامرد مرد، بخیل سخی، ظالم عادل، امی عالم اور بیمار شفایاب۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے میاں دلاورؓ تمہارے پاس بھی لوگ اس طرح ہوں گے اس فرمان مبارک سے حضرت شاہ دلاورؓ کی عظمت معلوم ہوتی ہے جبھی تو آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا جس قدر کہ حضرت مہدی کی ذات میں فنا حاصل ہوگی اس قدر معرفت حاصل ہوگی۔

حضرت شاہ دلاورؓ جہاں اپنی تعلیمات سے کئی نقوش ہماری رہبری کے لئے چھوڑے ہیں وہیں آپ نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اس مقام پر نہیں بیٹھنا چاہیئے جہاں کوئی شخص اپنے مرشد کی مذمت کرے۔ آپ نے شریعت کی کس طرح پابندی فرمائی اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں اور بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج ہمارے یہاں پردے کی کتنی اہمیت ہے؟ سلطان محمود کی بہنیں راجے مرادی اور راجے سون نے حضرت شاہ دلاورؓ کو اپنے گھر دعوت دی۔ اس دعوت کو آپ نے قبول فرمایا اور یہ دونوں بہنیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، پردہ اٹھا کر درخواست کی کہ خوندکار ہم پر نظر ڈالیں تاکہ ہم نجات پائیں۔ شاہ دلاورؓ نے اپنے سر پر چادر ڈال کر فرمایا کہ شریعت کا پردہ ہے باندھ دو ورنہ بندہ چلے جائے گا۔ ان بہنوں نے یہ سن کر پردہ برابر کر دیا اس کے بعد آپ نے چہرۂ مبارکہ پر سے چادر ہٹائی۔ آج کے اس ماحول میں جبکہ عورتیں چادر پھینک دی ہیں اور قرآنی آیت ''قرن فی بیوتکن'' کو بھلا بیٹھی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات کے ذریعہ اور شمع قرآن سے صراط مستقیم دکھائیں۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت شاہ دلاورؓ پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔ یہ خاص فضل و کرم یہ تھا کہ آپ کے پاس زمان و مکان کی قید نہیں رہتی تھی۔ آپ ماضی و حال سے کما حقہ واقف رہتے تھے۔ اس

لئے اما منا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میاں دلاورؓ پر عرش سے تحت اثریٰ تک ایسا روشن ہے کہ کسی کے ہاتھ میں رائے کا دانہ'' حقیقت یہ ہے کہ اس مبارک و مسعود ہستی کے مرتبہ و مقام کا اندازہ ہم اس واقعہ سے آسانی سے لگا سکتے ہیں کہ ایک دن حضرت شاہ خوندمیرؓ نے اپنا معاملہ بندگی میاں دلاورؓ سے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی صاحبزادی سے جلوہ ہورہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ بی بی بدنجی کی طرف پیغام بھیجوں۔ یہ سن کر حضرت شاہ دلاورؓ نے عرض کیا کہ اللہ کی مشیت میں تمہاری نسبت بی بی فاطمہؓ سے ہونے والی ہے۔ اب آپ حج کے لئے روانہ ہوجائیے اور جب حج کے بعد تشریف لائیں گے انشاءاللہ آپ کا کارخیر ہوجائے گا۔ تاریخ مہدویہ گواہ ہے جس طرح آپ نے فرمایا اسی طرح حضرت شاہ خوندمیرؓ کا عقد مبارک حضرت بی بی فاطمہؓ سے ہوا۔ حضرت شاہ دلاورؓ کو یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوجانے کے بعد بھی ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا تھا اور ہمیشہ زاری میں رہتے تھے اور رخسار مبارک پر آنسوؤں کا سیلاب رواں رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص خوشی سے ہنستا رہتا تو شاہ دلاورؓ کی نظر مبارک اس پر پڑ جاتی تو خوشی کی جگہ خدا کا خوف ایسا ہوتا تھا کہ وہ تمام دن خوف و زاری کی حالت میں گذارتا۔

ملت مہدویہ کی یہ مایہ ناز ہستی جن کو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے قطعی جنت کی بشارت دی تھی۔ ۲/ ذیقعدہ ۹۴۵ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ فرمائی۔ آپ کا حظیرہ مبارک بورکھیڑ ضلع خاندیس میں ہے جو اورنگ آباد سے ۶۰ میل پر واقع ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان کے بموجب آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ اور خلیفۃ اللہ نے یہ بھی فرمایا تم (شاہ دلاورؓ) وہ شخص ہو کہ تم پر کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں ملک برہان الدین رضی اللہ عنہ

اس کرہ ارض پر وہ بندگان خدا، خوش نصیب ہیں جو حیات ہی میں حضرت مہدی موعودؑ سے قطعی جنتی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ان میں ایک شخصیت حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ کی ہے جنہیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

حضرت ملک برہان الدینؓ کا شمار امرائے احمد آباد میں سے ہوتا ہے۔خاندان اہل سیف میں سے تھے۔بادشاہ کی جانب سے ملک کا خطاب حاصل ہوا تھا۔دس ہزار سوار کے سردار تھے۔نہایت جری، بے باک ہونے کے ساتھ شرافت ورثہ میں پائی تھی۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ جب ہجرت فرماتے ہوئے 903ھ میں احمد آباد میں مسجد تاج خان سالار میں ڈیڑھ سال تک قیام فرماتے ہیں۔یہاں آپ روزانہ بیان قرآن فرمایا کرتے تھے۔بیان کی شہرت شہر تمام ہوگئی۔احاطہ مسجد افراد سے پُر ہوجاتا ہے۔دیواروں، چھتوں اور درختوں پر بیٹھ کر لوگ بیان قرآن سنا کرتے تھے۔بیان قرآن کا یہ معجزہ تھا کہ قریب اور دور کے لوگوں کو یکساں سنائی دیتا تھا۔اور ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ اس کی ہی زبان میں بیان قرآن ہو رہا ہے۔اس بیان کی شہرت سنکر حضرت ملک برہان الدین بھی شریک بیان ہونے کے لئے مسجد تاج خان سالار آتے ہیں اس وقت خلیفۃ اللہ "لن تنالو بر احتی تنفقو لامما تحبون" (آل عمران:92) کا بیان فرمارہے تھے۔خدا کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں قربان کردو۔رب العالمین کا کلام اور مبین کلام اللہ سے بیانِ حق کو سنا تو فوراً دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔بعد ختم بیان خلیفۃ اللہ کے حضور، تلوار اور گھوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان سے محبت ہے۔حضرت مہدیؑ نے دریافت کیا ان سے کیوں محبت ہے عرض کیا کہ یہ میری جان کی حفاظت کرتی ہے۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہاری جان طلب کرتا ہے نہ کہ گھوڑا اور تلوار۔اس کلام کو سنتے ہیں حضرت ملک برہان الدینؓ اپنا تمام مال وغیرہ راہ خدا میں دیتے ہیں اور تصدیق سے مشرف ہوکر صحبت اختیار کرتے ہیں اور خلیفۃ اللہ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔یہاں آپ کے دست حق پر کئی ایک علماء، اُمراء اور عام اصحاب تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔

آپؒ نماز ہمیشہ خلیفۃ اللہ کے عین عقب میں کھڑے ہوکر ادا کرتے تھے۔ آپ کی کیفیت کو دیکھ کر خلیفۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ''ملک برہان الدین نے اپنی ذات خدا کو دے کر ذات خدا کو خود حاصل کیا ہے'' ایک بہت بڑی بشارت آپ نے پائی ہے۔ یہ بشارت وہی پاتے ہیں جو عاشق اللہ ہوتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے جہاں حضرت ثانی مہدیؓ اور حضرت شاہ خوندمیرؓ گو ذاتی فرمایا وہیں حضرت ملک برہان الدینؓ کو صفاتی فرمایا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ملک برہان الدین حق تعالیٰ کے طلبگار اور جانثار ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کی قابلیت، حسن اخلاق، عالی درجات اور تمام عرصہ میں آپ کی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہ کا نکاح 904ھ میں آپ سے کرتے ہیں۔ یہ تقریب عقد کس سادگی سے ہورہی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ بی بی فاطمہ کا رشتہ طے کر کے عقد پڑھایا جارہا تھا تو حجرہ میں چراغ سلگایا گیا۔ جس سے باہر روشنی دیکھائی دے رہی تھی۔ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ اور دوسرے اصحاب نے دریافت کیا کہ آج غیر معمولی طور پر حضرت مہدیؑ کے حجرہ میں چراغ روشن ہے۔ جن اصحاب کو علم تھا انہوں نے اطلاع دی کہ حضرت کی دختر کا عقد ہورہا ہے۔ کس سادگی سے شہنشاہِ ولایت کی نورِ نظر کا عقد مسعود کی یہ تقریب منائی گئی کہ دائرہ کے جلیل القدر اصحاب کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔ کیا آج اس طرح کی تقریب کا ہم تصور بھی کرسکتے ہیں؟ کیا اس سادگی سے تقاریب عقد منانے کیلئے کوئی عاشق مہدیؑ منصب خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ پر فائز کوئی شخصیت تیار ہے جو گھرانے نمونے عمل بننے کے تھے وہاں بھی آج کل کیا ہورہا ہے سب کو معلوم ہے۔ اسراف کل بھی برا تھا تو آج بھی برا ہے۔ خلیفۃ اللہ نے نہایت سادگی سے عقد کی تقریب منعقد کر کے ایک عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ اس نمونہ پر عمل کرنا ہر مصدق کے لئے ضروری ہے۔ آپ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہی ہجرت کرتے ہیں، سفر، حضر میں ہمیشہ سامنے رہے۔ حضرت مہدیؑ کے وصال کے بعد فراہ سے واپس احمد آباد، گجرات آتے ہیں سابرمتی ندی کے کنارے موضع اچیڑ موتیڑہ جو شمال مشرقی سمت احمد آباد سے 3 میل پر واقع ہے دائرہ باندھکر رہتے ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار لوگ فیض حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ثانی مہدیؓ اپنے دور خلافت میں ہر ایک دائرہ کی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ ضرورت پڑنے پر دائرہ کی کیفیت سے دوسروں کو واقف بھی کراتے تھے۔ ایک خط میں حضرت میاں ابوبکرؓ کو حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، ان کے دائرہ میں چند فقرائے

صالحین ہیں۔اسی مقام پر 25 / جمادی الثانی 915ھ م 1509ء کو واصل بالحق ہوتے ہیں۔موضع اچیڑ موتیڑہ میں مزار مبارک پاک ہے۔جو احمد آباد سے تین میل شمال مشرق میں ہے۔

حضرت بندگی میاں ملک جی مہریؒ نے آپ کے پردہ فرمانے پر ایک منظوم خراج عقیدت کہا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں (ترجمہ) ہمارا ممدوح سلطان دین (مراد حضرت مہدی موعود علیہ السلام) کے محبوب برہان الدین کے نام سے مشہور تھے۔وہ شاہ کے خدام میں تھے اور دین کے لئے حجت اور دلیل تھے۔میدان عشق کے جانباز اور دشمنان حق کا سر اڑا دینے والے تھے اور ہر وقت حق کو بلند کرنے میں حضرت عمر فاروقؓ کی طرح کمر بستہ رہتے تھے اور دشمنان حق کے لئے ننگی تلوار تھے۔اس خراج عقیدت سے حضرت ملک برہان الدینؒ کی سیرت کے اہم گوشے نظر آتے ہیں۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جو عشق ومحبت اور ان کے دل میں جو مقام ومرتبہ تھا اس کو میاں ملک جی مہری نے بہترین الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔اس سے ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے جو اخلاص ومحبت تھا اس کا بھی اظہار ہوتا ہے۔آج کے اس دور میں ہمیں یہ دعوت فکر دیتا ہے۔

اس شخصیت کی سیرت مبارکہ سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ دین کے لئے، دین کی بقاء کے لئے، دین کی حفاظت کے لئے، دین کی ضرورت کے لئے مال ودولت ہی نہیں وقت پڑنے پر جان عزیز بھی قربان کرنے سے گریز نہ کرنا چاہئے۔اس کے ساتھ ہمیں یہ تعلیم بھی مل رہی ہے کہ سادگی سے تقاریب کا اہتمام ہو۔اللہ تعالیٰ بناوٹی زندگی کو پسند نہیں کرتا بلکہ سادگی کو پسند کرتا ہے۔سادگی میں جو اطمینان، راحت وخوشی میسر ہوتی ہے وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ایسی تقاریب میں رحمت خداوندی چھائی رہتی ہے۔نام ونمود وشہرت کا جو بازار آج سرگرم ہے ہمارے اسلاف کا کردار اس وباء سے کوسوں دور تھا۔ہر کام ان کے پاس صرف للّٰہیت پر مبنی ہوتا تھا۔ان کی نظروں میں امیر ہو کہ غریب سب برابر تھے، ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک تھا۔یہ ہمارے دائروں کی تہذیب تھی۔اس تہذیب کا دوبارہ قیام ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کی راہ میں ثابت قدم رہنے، دامے، درمے اور سخنے کے ساتھ وقت پڑنے پر جان عزیز بھی قربان کرنے کی توفیق وصلاحیت عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

حضرت بندگی میاں ملک گوہر رضی اللہ عنہ

روزِ آخرت اکثریت ان کی ہوگی جونفسانفسی کے عالم میں پریشانیوں میں مبتلائے آزمائش رہیں گے اور اقلیت میں وہ ہوں گے جو اطمینان اور سکونِ قلب کے ساتھ دائمی سرور اور انعامات الٰہی کے فضل و کرم کی منادی کے سننے والے ہوں گے۔اس کے ساتھ ساتھ ایک اقلیت ایسی بھی ہوگی جو دنیائے امتحان و آزمائش میں بھی لذت دیدارِ الٰہی سے مشرف رہی اور اس وقت بھی محو دیدار رہے گی۔اس مختصر لیکن مبارک ومسعود اقلیت میں سے ایک حضرت بندگی میاں ملک گوہرؓ کی ذات گرامی عالی مرتبت بھی ہوگی۔ جن پر قیامت کے ہولناک دن بھی عرش الٰہی کا سایہ اور بارانِ رحمت کی بارش ہوتی رہے گی۔

حضرت بندگی ملک گوہرؓ کے سنِ ولادت اور مقام ولادت کی تفصیل تاریخ اس کی آگاہی سے قاصر ہے۔ ابتداً حضرت ملک گوہرؓ بنگالہ کی امارت ومنصب پر فائز تھے اور خزانہ داری کی خدمت آپ کے حوالے تھی جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ آپ بادشاہ وقت کے قابل بھروسہ ومعتمد تھے۔شواہد الولایت میں لکھا ہے کہ آپ بادشاہ گجرات کے مصاحبین خاص میں سے تھے۔ پھر مالوہ میں سلطان غیاث الدین کے ایوانِ حکومت میں امارت ومنصب حاصل کی۔ سلطان آپ کی سیرت ومروّت میں حسنِ اخلاق وسلوک سے خوش ہوکر اپنے خاص مقرّب امراء میں شامل کیا ہے۔

قومی کتب میں تذکرہ ہے کہ ایک روز ایک کیمیا گر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے اکسیر بنانا معلوم ہے، اگر آپ ضروری چیزیں مہیا کریں تو اکسیر تیار کی جاسکتی ہے۔ بادشاہ اس کام کو راز داری سے کرنے کے لئے حضرت ملک گوہرؓ کا انتخاب کرتا ہے کہ وہ اس کیمیا گر کو تمام چیزیں مہیا کریں جن کی نشاندہی کی جائے۔حسب ایماء منشائے شاہِ وقت آپ تمام چیزیں منگوا کر حوالے کرتے ہیں۔ کیمیاء کی تیاری کے دوران کیمیا گر آپ کے اخلاق وعادات اور آپ کے حسن سلوک کے جذبہ سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ان میں دوستی ہوجاتی ہے اور آپ کو کیمیا بنانے کا ہنر سکھلاتا ہے اور ساتھ ہی کچھ مقدار اکسیر بھی دیتا ہے۔جس کو آپ ایک ڈبہ میں رکھ لیتے ہیں۔

حضرت ملک گوہرؓ زمانہ کسب ہی سے طالبِ خدا تھے۔اور اکثر اوقات طلب خدا میں رہا کرتے

تھے ۔علمائے زمانہ سے بعثت حضرت مہدی موعودؑ کے تعلق سے سنا کرتے تھے ۔ حج کا ارادہ فرمایا اور سلطان غیاث الدین سے اجازت چاہی۔ بادشاہ آپ کے کمال درجہ شوق وطلب کو دیکھ کر رخصت دی۔ آپ مالوہ سے حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں ۔ دورانِ سفر میں آپ گجرات پہونچے تو وہاں پہلے ہی سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی آمد کا ہر طرف چرچا تھا۔ خاص و عام ہر ایک کی زبان پر حضرت مہدی موعودؑ کے بیانِ قرآن کا چرچا تھا۔ایک روز اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت مہدی موعودؑ سے ہو جاتی ہے۔اس ملاقات کا تیر آپ کے دل پر ایسا لگا کہ امارت و وزارت کو چھوڑ کر بیعت وتلقین کا شرف حاصل کیا اور ہجرت میں حضور کے ساتھ ہو گئے ۔اس طرح ساتھ رہا کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کے پردہ فرمانے تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہجرت کی کٹھن منزل پر فقر وفاقہ کی حالت میں بھی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ساتھ رہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سانتیج ، پٹن ، بڑلی ، جالور، ناگور اور جیسلمیر سے ہجرت فرماتے ہوئے ٹھٹھ سندھ تشریف لائے۔ آمد خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے قبل ٹھٹھ میں ہر ایک کی زبان پر آپ کا چرچا تھا۔علماء نے حاکم ٹھٹھ جام نندا کو حضرت کے خلاف ورغلا دیا تھا۔ جب آپ مع اصحاب ٹھٹھ تشریف لائے تو جام نندا نے علماء کو مباحثہ کے لئے بھیجا لیکن دنیا دار علماء حقیقت کو دل میں جگہ دینے کے بجائے جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس لوٹ گئے اور حاکم وقت کو حضرت کے قتل کی ترغیب دی۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے یہ جو پیشین گوئی کی تھی کہ علماء اور فقہائے وقت امام مہدیؑ کے سخت مخالف رہیں گے۔ دورانِ ہجرت کے واقعات نے سچ ثابت کر دکھایا جہاں جہاں سے امامنا علیہ السلام کا اخراج ہوا ہے اس کے پیچھے دنیا دار علماء کا ہاتھ رہا ہے۔ ٹھٹھ میں بھی حاکم وقت جام نندا، ان دنیا دار علماء کی باتوں میں آکر دریا خان نامی سپہ سالار کو حضرت کے اخراج کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر وہ حکم کی تعمیل نہ کریں تو قتل کر دیا جائے۔ دریا خاں فوج لیکر دائرہ کا محاصرہ کر لیتا ہے، دریا خاں کے مع فوج آنے کی اطلاع حضور مہدی موعودؑ کو دی جاتی ہے ۔ آپ اصحاب کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے اپنے ہتھیاروں کو صاف کرلیں اور دائرہ کے اطراف کانٹوں کی باڑھ لگا دیں۔حضرت ملک گوہرؓ جو جرأت وشجاعت میں بے مثال تھے اور آپ کا شمار سلطان غیاث الدین کے امرائے خاص سے تھا۔جب آپ نے دیکھا کہ دریا خاں جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر دائرہ کے اطراف اپنی سپاہ کو کھڑا کر دیا ہے ادھر مہدی موعودؑ کانٹوں کی باڑھ لگانے اور ہتھیاروں کو صاف

کرنے کا حکم دیا ہے، ہتھیار بھی مکمل نہیں ہیں اور نہ جنگ کے لئے موزوں ہیں۔

ذرا چشم تصور میں اس دور کو اور پھر اس منظر کو دیکھئے کہ پے در پے اخراج ہو رہا ہے، تکالیف کے سامان پیہم پہنچائے جا رہے ہیں۔ علماء دربار کی وجہ سے حاکم وقت در پے آزار ہے، حتیٰ کہ قتل کر دینے کے احکام بھی جاری ہو رہے ہیں اور یہ سب کچھ حضرت ملک گوہرؓ کے مشاہدے میں ہے اور ایسے میں دریا خاں کی فوج دائرہ کے سامنے پڑاؤ ڈالتی۔ آپ کی خواہش و آرزو یہ رہتی ہے کہ کسی طرح سے بھی دشمن کو شکست دی جائے۔ مہدی موعودؑ کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ حضور کی رضا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ 12 ہزار سپاہی سوار، تمام ہتھیاروں سے مسلح، باقی سب سامان جنگ اور لشکر کے سفر خرچ کے ساتھ تھوڑی ہی مدت میں بغیر کسی محنت و شفقت کے تیار کی جاسکتی ہے۔ اور اگر بارہ سال تک بھی جنگ ہو تو اس لشکر کے لئے اسباب کی فراہمی کی فکر کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔ یہ سن کر حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اتنی فوج کی تیاری کہاں سے کرو گے۔ ملک گوہرؓ عرض کرتے ہیں بندہ کے پاس زرِ خاص بنانے کی اکسیر تیار ہے اس کے ذریعہ سے ہم جنگی سامان کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا وہ کتنی ہے، آپؓ نے وہ ڈبہ حاضر کر دیا جس میں اکسیر تھی۔ حضورؑ نے دریافت کیا اگر یہ سب کچھ صرف ہو جائے تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت ملک گوہرؓ نے عرض کیا اس کا نسخہ مجھے معلوم ہے جس قدر چاہے بنا لے سکتے ہیں۔ یہ سن کر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ''میاں گوہر اس دنیوی بت کو بغل میں دبائے ہوئے تم اب تک بندہ کی صحبت میں رہے'' اصحاب سے فرمایا ان کو دائرہ سے باہر کر دو۔

حضرت مہدی موعودؑ نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعہ سے جس فرد اور معاشرہ کو تیار کر رہے تھے وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، اللہ کی ہدایت کو اپنانے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے اور لرزنے والا۔ اللہ کو دیکھنے کی طلب رکھنے والا، مادّہ کو حقیر سمجھنے والا اور اپنی روحانیت سے مادّیت پر غالب آنے والا ہو۔ آپؑ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ اس دعوت و پیغام و تعلیمات کی فضاء میں سانس لینے والا ایک دنیوی بُت کو بغل میں رکھ کر صحبت میں رہے۔ خدا پر بھروسہ کے بجائے اکسیر پر بھروسہ و اعتماد کرے۔ غرض خدا پر اعتماد و توکل اور بھروسہ دعوت مہدیت کا خاصّہ ہے۔ حضرت ملک گوہرؓ حکم مہدی موعودؑ کی تعمیل کرتے ہوئے اور اپنے آپ پر لعنت و ملامت بھیجتے ہوئے دائرہ سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اس طرح عشق و عقیدت مہدیٔ موعودؑ کو اور جلا ملتی ہے۔ دائرہ سے تو نکل جاتے ہیں لیکن کسی اور

مقام کو جانے کے بجائے حدودِ دائرہ کے باہر قیام کرتے ہیں۔ جہاں زمین آپؒ کا فرش اور آسمان سائبان رہتا ہے۔ نہ تو دھوپ کی گرمی کی فکر رہتی ہے اور نہ بادو باراں کا خیال۔ پس صحبتِ امامنَا سے جدائی اور دوری گراں اور ناقابل برداشت رہتی ہے۔ ان لمحات جدائی میں مسلسل اشکبار رہتے ہیں۔ اس حال میں آپ نے مسلسل تین دن بغیر کچھ کھائے پیئے، آہ وزاری میں گزارے۔ عموماً اصحاب کرامؓ آپ کی اس حالت اور عشق امامنَا سے بہت متاثر ہوئے اور خصوصاً شاہ نعمتؓ سے یہ کیفیت دیکھی نہیں گئی۔ آپ خلیفۃ اللہ کے حضور میں تمام ماجراعرض کرتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ملک گوہر سے کہو اگر وہ بندہ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے تو اس بت کو باہر پھینک دے اور سچے تارک الدنیا بن کر صحبت میں رہیں۔ حضرت شاہ نعمتؓ کے ذریعہ یہ مژدہ جانفزا سن کر ملک گوہرؒ کی جان میں جان آ گئی۔ چہرہ پر جو بے چینی و پریشانی کے آثار تھے وہ غائب ہوگئے۔ اس کی جگہ مسکراہٹ نے لے لی۔ حضرت ملک گوہرؒ اکسیر بے نظیر کا ڈبہ امام علیہ السلام کے حضور میں پیش کردیتے ہیں۔ حضور مہدی موعودؑ بہت خوش ہوتے ہیں آپ کی رجوع کو قبول فرما کر بشارت دی کہ ''ملک گوہر'' ''گوہر ولایت'' اور ''گوہر لاقیمت'' ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ صحبت امامنَا جن کو نصیب ہوجاتی تھی وہ مال و دولت، منصب و امارت، جاہ وعزت، ملک و وطن اور بیوی بچے، عزیز واقارب سب کو چھوڑنے کے درپے ہوجاتا تھا۔

جب تک بشر رہا غلطی اس کا مقدر رہی۔ آدمؑ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ خطا کی سرزد ہوجانے پر دوراستے کھل جاتے ہیں۔ ایک کے اختیار کرنے سے ندامت کا احساس ہوتا ہے۔ جس سے غلطی کی اصلاح ہوجاتی ہے اور دوسرے سے غلطی پر ڈٹ کر نفس کی غلامی میسر آجاتی ہے۔ ایک احساس اللہ کا مقبول بنادیتا ہے اور دوسرا اللہ کا مردود بنادیتا ہے۔ حضرت ملک گوہرؒ ابوالبشر حضرت آدمؑ کی فطرت کو اپناتے ہیں اور غلطی پر نادم وشرمسار ہوتے ہیں۔ حضور مہدی موعودؑ نے میاں سلام اللہؓ کو طلب کرکے فرمایا کہ اس اکسیر کو کسی ویران کنویں میں ڈال دو تاکہ کسی کے ہاتھ نہ لگے اس کے بعد میاں سلام اللہؓ نے کنویں میں ڈال دیا اور اکسیر کے اس معمولی حصہ کو جو کنارہ پر گر گیا تھا، بطور واقفیت حقیقت لے کر ایک تانبہ کے لوٹے کو گرم کرکے اس پر ڈالا تو وہ زرِ خالص بن گیا۔ حضور مہدی موعودؑ کے حضور سارا واقعہ بیان کیا۔ جس کو سن کر حضرت مہدی موعودؑ نے ملک گوہرؒ کے حق میں بشارت شمس وقمر سے روشن تر دے کر فرمایا کہ ان کے صدق کا کیا امتحان کرتے ہو کہ، گوہر، گوہر ہے۔ اور یہ بشارت بھی دی کہ جو مشقت اس

کیمیا کو اٹھا رکھنے میں برداشت کی ہے اس کو بھی حق تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ٹکڑے کر کے سویت کر دو اور میاں سلام اللہ کو اس سویت میں اپنا حصہ لینے سے منع فرمایا۔

زر خالص کی سویت ہو جانے کے بعد اکثر مہاجرین اپنی اپنی ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لئے شہر گئے اور نماز عصر کے وقت حاضر نہ ہو سکے۔ حضرت مہدیؑ نے میاں سلام اللہؓ سے فرمایا دیکھو اس تھوڑی سی متاعِ دنیا نے ان کو جماعت اور بیانِ قرآن اور بندے کی محبت سے باز رکھا۔ اگر وہ سب ہوتا تو معلوم نہیں کیا ہوتا۔ الغرض حاکم ٹھٹھ کی مخالفت میں گئے بغیر اتنا لکھنا ضروری ہے کہ مخالفت کا مقصود صرف یہی تھا کہ امام مہدی موعودؑ ٹھٹھ سے چلے جائیں چونکہ امامنا تابع فرمانِ حق رہا کرتے تھے اور حق تعالیٰ کا فرمان نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے ٹھٹھ سے ہجرت نہیں کی۔ اسی مقام پر امامؑ کے صحابہ پر ایسی آزمائش ہوئی کہ محض فقر و فاقہ سے 84 اصحاب کرامؓ واصل بحق ہوئے اور امام آخر الزماں علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے فرمان سے ہر ایک صحابی کو اولوالعزم اور انبیاء مرسل کے مقامات حاصل ہونے کی بشارت دی، آخر کار حق تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ آپ یہاں سے آگے بڑھیں۔ اس کے بعد ہی حضور مہدی موعودؑ ٹھٹھ سے ہجرت فرما کر کاہہ تشریف لائے۔ حضرت ملک گوہرؓ نہایت خلیق، بردبار، اور نرم دل تھے۔ جرأت وشجاعت میں بے مثال تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ حضور کی خدمت میں حاضر رہنے کو اپنے لئے بہترین سعادت سمجھتے تھے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بہترین فطرت کے لوگ بہترین تربیت پا کر ایک ناقابل شکست قوت بن جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دل اور نفس مال سے خراب ہو جاتا ہے۔ ایک روز حضرت ملک گوہرؓ مہدی موعودؑ کے ہمراہ جنگل سے گزر رہے تھے۔ اس جنگل میں جتنے پہاڑ تھے خالص سونے کے بن گئے۔ جو، ریت تھی وہ جواہر بن گئے۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا اگر تم کو کوئی چیز درکار ہو تو لے لو۔ آپ نے عرض کیا کچھ نہیں چاہیئے۔ مہدی موعودؑ نے کہا ایک مٹھی لیکر صحابہ کو دکھاؤ اور کہو جس شخص کو اس چیز کی ضرورت ہے لے لو جائز ہے۔ تمام صحابہؓ نے کہا ہم کو ان جواہرات اور سونے کی ضرورت نہیں۔ ملک گوہرؓ نے مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ کسی صحابی نے سونے اور جواہرات پر توجہ نہیں کی۔ ہم قربان ہو جائیں صحابۂ کرام کے اس کردار پر، یہ سننے کے بعد حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا جو شخص خدا کو چاہتا ہے مال کو نہیں چاہتا اور جو مال کو چاہتا ہے وہ خدا کو نہیں چاہتا۔ مال کی محبت خدا سے دور کر دیتی ہے۔ مہدی موعودؑ کی

بعثت بندہ کوخدا سے قریب کرنے کے لئے ہوئی ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ سے آپ کو جوعشق تھا وہ اپنی آپ مثال تھا۔تفصیلات میں گئے بغیر صرف ایک واقعہ پیش کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔روایت میں آیا ہے کہ سردی کا موسم تھا اور حضور مہدی موعودؑ نے وضو کے لئے پانی گرم کرنے کا کام آپ کے ذمہ کیا تھا۔آپ جنگل کو جاتے اور پانی گرم کرنے کے لئے لکڑیاں جمع کر کے لاتے۔انہی سردیوں کے دنوں میں حضور مہدی موعودؑ نے گرم پانی طلب کیا۔اتفاقاً اس وقت نہ پانی گرم موجود تھا اور نہ لکڑیاں تھیں کہ پانی گرم کر کے دیا جائے۔اور وقت بھی اتنا نہیں تھا کہ جنگل جا کر لکڑیاں لائی جائے۔حضرت ملک گوہرؒ نے اپنی چار پائی توڑ کر پانی گرم کیا اور جب اس بات کی اطلاع خلیفۃ اللہ کو ہوئی تو بہت متاثر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ملک گوہرؒ کو روزانہ ایک سویت زیادہ دیا کرو۔اس عنایت کو سن کر حضرت ملک گوہرؒ خوش نہیں ہوئے بلکہ زاروقطار رونے لگے۔اور کہتے جاتے تھے کہ مجھ کو کم ہمت پا کر ایک سویت زیادہ دینے کا حکم دیا یعنی کچھ حصہ دنیوی میرے لئے زیادہ فرمایا۔ جب ان باتوں کی اطلاع حضور مہدی موعودؑ کو ہوئی تو آپ نے ملک گوہرؒ کی تسلی کرتے ہوئے ''قطعی جنتی'' ہونے کی بشارت دی۔ایک وقت جبکہ تمام صحابہؓ تشریف فرما تھے، حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت ملک گوہرؒ کی طرف متوجہ ہو کر یہ دوہہ پڑھا۔

ہیرات پکھال توں کپڑ دھوے نہ دھوے   اوجلا ہوئی نچھوت سی اس دینداری مسوے

اس دوہہ کی حضور مہدی موعود علیہ السلام نے جو تشریح کی اس کو صاحب مطلع الولایت نے اس طرح بیان کیا ہے۔''خدائے تعالیٰ نے دل کو پاک کرنے کے لئے بندہ کو بھیجا ہے، کچھ قرار اور کچھ آرام نہ لو اور فرمایا کہ بندہ کے صدقہ خواروں کی تمثیل مثل سنار کے ہے جو اپنے کام کے لئے انگیٹھی میں کوئلہ سلگاتا ہے۔ان میں بعض تمام سلگے ہوئے ہیں اور بعض نصف اور بعض چوتھائی اور بعض کچھ سلگے ہوئے ہیں اور بعض قریب سلگنے کے ہیں۔انشاءاللہ یہ سب تمام ہوں گے۔

حضرت بندگی میاں ملک گوہرؒ کی سیرت کا حرف آخر یہ ہے کہ دنیا اور متاع دنیا انسان کی زندگی کا مقصود نہیں، مقصود صرف اطاعت الٰہی ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ترک حُب دنیا اور ترک متاعِ دنیا کی سعادت عطا کرے اور حصول مقصد حیات کی راہ میسر کرے۔ یہ گوہر ولایت 14/ذی الحجہ 914ہجری کو ٹھٹھ پاکستان میں وفات پائی۔ooo

حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادۂ لاہوت رضی اللہ عنہ

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اقتدار کا نشہ اور علم کا غرور بعض وقت حق کو قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے۔ یہ غرور وتکبر باغی بنا کر خدا کے خلاف کر دیتا ہے جس طرح ابلیس جو معلم ملائکہ تھا فرشتوں کو درس دیا کرتا تھا۔ خدا نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو لیکن اس نے خدا کے حکم پر اپنے آپ کو ترجیح دی۔ آدم کو سجدہ نہ کر کے قیامت تک لعنت میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن اللہ جن پر فضل فرماتا ہے وہ اقتدار اور علم کو بالائے طاق رکھ کر حق کو قبول کرتے ہیں اور حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی بندگان خدا میں ایک حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادۂ لاہوت ہیں۔

قومی کتب میں تصدیق خلیفۃ اللہ سے قبل دو روایتیں آپ کے تعلق سے پڑھنے کو ملتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آپ شہر ناگور کے حاکم تھے۔ شہر کے مشہور علماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ تمام علوم وفنون کے ماہر تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کے آباء واجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ کشمیر کے آپ شہزادہ تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بھائیوں سے نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ والد کے مقام کو پانے کے لئے ریاست گجرات سے مدد حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں، راستے میں بمقام ناگور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ جب تھراڈ، جالور سے ہوتے ہوئے ناگور پہنچتے ہیں یہاں پر آمد مہدی کا اور آپ کے بیان قرآن کا چرچا چوطرف ہوتا ہے۔ اس چرچے کو سن کر حضرت ملک جی جو خود ایک بڑے عالم تھے بحث کی غرض سے چند علماء کو ساتھ لیکر حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں آتے ہیں۔ آپ دل ہی دل میں کہتے ہیں کہ یہ سید نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اگر دعویٰ صحیح ثابت نہ ہوا تو قتل کر دوں گا تا کہ مسلمان ایک بڑے فتنہ سے بچ جائے۔ آپ حضرت مہدی موعودؑ کے دربار میں پہنچتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑتی ہے تو فرماتے ہیں ''آئیے شہزادۂ لاہوت'' اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اپنا ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر جو ایک ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔ اس نظر کے بعد حضرت ملک جی میں وہ طاقت و صلاحیت باقی نہیں رہتی، اپنے علم کی روشنی میں دعویٰ مہدیت کی تحقیق کر سکے، بغیر کسی حجت ودلیل طلب

کرکے تصدیق سے مشرف ہوجاتے ہیں۔

حضرت ملک جیؓ پر خلیفۃ اللہ سے ملاقات کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اپنی حکومت، سلطنت، جاہ و منصب سے دستبردار ہوکر کاروانِ مہدیت میں شامل ہوجاتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ہمراہ ہجرت فرماتے ہیں۔ ناگور سے جیسلمیر، ٹھٹھ، کاہہ، قندھار اور فرہ پہنچتے ہیں۔ الغرض تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد سے حضرت مہدی موعودؑ کے وصال تک صحبت میں رہتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے ایک سال بعد فرہ مبارک سے حضرت ثانی مہدیؓ گجرات واپس آکر بھیلوٹ شریف میں دائرہ باندھتے ہیں۔ حضرت ملک جی بھی دوسرے اصحاب ومہاجرین کی طرح آپ کے ساتھ آکر ثانی مہدیؓ کی صحبت میں رہتے ہیں۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں حضرت ثانی مہدیؓ کا یہ عمل آج بھی ہیں دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ، حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ، حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ، حضرت میاں ابوبکرؓ، حضرت میاں الہداد حمیدؓ اور دیگر اصحاب ومہاجرین کو علیحدہ دائرہ باندھ کر رہنے کا حکم دیا۔ جملہ 18 نئے دائرہ حضرت ثانی مہدیؓ نے قائم کئے تاکہ تبلیغ ہو اور لوگ دور، دور کے علاقہ کو پہنچ کر پیام مہدیؑ کو عام کریں۔ ان حالات میں علیحدہ دائرہ باندھنے کی اجازت مل رہی تھی تو میاں ملک جی اپنے ایک ساتھی میاں حیدر مہاجر کے ذریعہ علیحدہ دائرہ باندھنے کی اجازت چاہی۔ آپ کو اجازت نہیں ملتی ہے بلکہ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ''ابھی تم صحبت کے لائق ہوئے ہو'' مخدوم بننا چاہ رہے تھے لیکن خادم بننے کے لئے کہا جارہا ہے۔ قربان جایئے حضرت ملک جیؓ کے آپ فوراً تیار ہوکر صحبت اختیار کرلیتے ہیں۔ یہ کردار کی خوبی ہے۔ ایک ماہ تک صحبت ثانی مہدیؓ میں رہتے ہیں اس کے بعد علیحدہ دائرہ باندھ کر رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں، صحبت میں ہی رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان میں تاثیر بخشی ہے، لوگ تم سے نصیحت حاصل کریں گے اور بہرہ ولایت سے مستفید ہونگے۔ آخر آپ اسی حکم پر راضی ہوکر موضع بھالسہ میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔ حضرت میاں سلام اللہؓ کہتے ہیں ایک ماہ قبل آپ نے لائق صحبت قرار دیا تھا اور اب علیحدہ دائرہ قائم کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں علیحدگی کی جو خواہش تھی وہ ان کی خودی تھی، میں نے ان کی خودی کو دور کردیا۔ صاحب دائرہ کا یہ کمال ہوتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے

کہ یہ تعلیم وتربیت صرف اور صرف زمانہ ثانی مہدیؒ تک ہی ہے؟ جواب ہرگز ''ہاں'' نہیں ہوسکتا۔ صاحب دائرہ پر لازماً ذمہ داری ہوتی ہے کہ دائرہ کے فقراء، دائرہ کے شب وروز پر نظر رکھیں۔ جہاں نقص پائے اُسے تعلیم وتربیت سے دور کریں۔ اُسے اس کے مقام کی حفاظت وصیانت کا پابند بنائیں۔

حضرت بندگی میاں ملک جیؒ بھالسہ میں دائرہ قائم کرنے کے بعد دین حق کی تبلیغ کے لئے حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کا پرچار شروع کر دیتے ہیں۔ آپ کے بیان سے کافی تعداد میں لوگ استفادہ کرتے ہوئے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؒ جہاں علیحدہ دائرہ باندھنے کی اجازت دی وہیں ان پر نگرانی بھی فرماتے تھے کہ ان دائروں کا کیا حال ہے۔ کچھ مسائل پیدا ہوجائے تو اس کا حل بھی فرماتے تھے۔ آپ نے ایک خط میاں ابوبکرؒ کو لکھا تھا۔ اس خط میں اصحاب کے ذکر کے ساتھ میاں ملک جی کے دائرہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمائے کہ دوسو خدا کے طالب ہیں اور یہ بڑھتے ہوئے 450 تک پہنچ گئے ہیں۔ تصور کیجئے دائرہ میں 450 طالب مولیٰ ہیں۔ دن ہو یا رات تمام صاحب دائرہ کے ساتھ ہیں۔ صاحب دائرہ کسی خوبی سے ان کی تعلیم وتربیت کرتے ہونگے۔ کس طرح ان کی نگرانی فرماتے ہونگے۔ جو اللہ کے عشق میں ہمہ تن محو رہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ انسانی فطرت میں داخل ہے جو جس لے میں مشغول ہوجاتا ہے اس کا ہر کام آسانی ہوجاتا ہے اور مشکلیں دور ہوجاتی ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے لو لگانا پڑتا ہے۔ عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ یہ عمل وکردار ہمارے بزرگوں میں تھا۔

حضرت ملک جیؒ کے دائرہ میں فرائض نبوت وولایت پر سختی سے پابندی ہوتی تھی۔ دائرہ کے اصحاب پر اس طرح سختی کی جاتی تھی کہ سالک ہر روز اپنے سلوک میں نیا معاملہ پیش نہ کرسکے تو اس کی طلب بے کار ہے۔ ہر روز کچھ نہ کچھ ترقی چاہیئے، روز نئی تجلی چاہیئے، اس طرح کی سختی کی اطلاع حضرت ثانی مہدیؒ کو ملتی ہے تو آپ کہتے ہیں ملک جی کو تعلیم وصحبت کی ضروت ہے۔ ملک جیؒ کو جیسے ہی یہ اطلاع ملتی ہے آپ فوراً ثانی مہدیؒ کی خدمت میں آتے ہیں۔ یہ انکساری ہے کہ مخدوم سے خادم بننے تیار ہوجاتے ہیں یہ خوبی کردار ہے۔ کچھ عرصہ صحبت میں گزارنے کے بعد اجازت پر دوبارہ اپنے دائرہ میں آتے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؒ کے تعلق سے آپ ارشاد فرماتے ہیں جس طرف نظر دوڑاتا ہوں یہ دکھائی دیتا ہے کہ کوئی بھی شخص میراں سید محمود سے جدا نہیں ہے۔ سب میراں سید محمود سے منسلک ہیں۔

ہمارے سر کے بال میراں سید محمودؓ کے ہاتھ میں ہیں۔

تعلیم وتربیت دراصل دائرہ کی روح ہے۔صاحب دائرہ کی اس پر توجہ رہتی تھی۔پنج وقتہ نماز کی طرح تعلم وتربیت پر بھی عمل ہوتا تھا۔حضرت ملک جیؓ جہاں عالم دین تھے،احکام شریعت وطریقت پر عمل کرتے ہوئے اپنے طالبوں کو بھی ہمیشہ عمل کی ترغیب دیا کرتے تھے۔آپ کے دائرہ میں غفلت، لاپرواہی اور سستی کی سخت ممانعت تھی۔آپ کے دور میں کچھ افراد آئین مہدویہ کے بعض قواعد واصولوں کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے اس کا سد باب کرنے کے لئے اجماع منعقد ہوا تھا اور حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے انکار مہدی کفر پر محضرہ تیار کیا تھا۔اس پر تمام اصحاب کے ساتھ آپ نے بھی دستخط کئے تھے

حضرت ملک جیؓ کے ارشادات وتعلیمات ذہن انسانی کو خدا کے عشق ومحبت میں گرفتار کردیتے ہیں۔آپ ارشاد فرماتے ہیں طالب حق کو دلہن کی طرح رہنا چاہیئے۔اس کو پہلے منجہ بٹھاتے ہیں ،معمولی کپڑے کے سوا ہر قسم کے کھانے، کپڑے سے پرہیز کراتے ہیں۔میل جول اور زیادہ بات چیت سے روکتے ہیں وہ ان باتوں کو قبول کر کے عمل کرتی ہے اور محبوب کے جلوہ کے لائق ہوتی ہے۔طالب حق کو بھی چاہیئے کہ ایسا ہی اپنی ذات کو مقید کردے۔دنیا کی لذتوں سے کنارہ کشی اور غیر حق سے دوری اختیار کرے۔اس وقت وہ محبوب حقیقی کے دیدار کے قابل ہوگا۔ایک موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنی ذات اور دل خدا کے حوالے کردے جیسا کہ موذن اپنا رُخ خدا کی جانب کر لیتا ہے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔اس طرح طالب خدا کی توجہ خدا کی طرف رہے تو اس کا کام ہوجائے گا۔ان ارشادات و تعلیمات کی روشنی میں جو طالبان خدا تیار ہوجاتے تھے ان کی کیفیت کو ہم بیان نہیں کرسکتے۔کسی نے آپ کے دائرہ کے فقراء کے تعلق سے فرمایا یہ سب اہل دل ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا یہاں سب کے سب اہل اللہ ہیں۔اہل دل کیا چیز ہے، اہل اللہ کا مرتبہ بڑا ہے۔اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دائرہ میں تربیت کا معقول انتظام تھا۔

قرآن پاک سے مہدوی دائروں کا ایک عظیم واعلیٰ رشتہ ہے۔بعثت حضرت مہدی موعودؑ بھی بیان قرآن کے لئے ہی ہوئی۔صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں صاحب دائرہ روزانہ بیان قرآن کیا کرتے تھے۔بیان قرآن کی اہمیت کا اندازہ حضرت ملک جیؓ کے ان ارشادات سے ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا بیان قرآن وہ شخص کرے جس کی آنکھ طمع سے بند ہو، دل حرص سے پاک ہو، اس کے پیر

غیر اللہ کے در پر جانے سے ٹوٹے ہوئے ہوں اور کلام اضافت سے نہ بیان کرے اگر یہ صفات کسی مبین قران میں نہ ہونگے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ سوائے قوم مہدویہ کے کسی اور جگہ اس طرح کی احتیاط بیان قرآن کے سلسلے میں نہیں ملتی۔ کلام رب کا بیان کوئی آسان بات نہیں ہے۔ قرآن پاک ہاتھ میں آتے ہی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑتے، زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ''ھذا کلام ربی'' مہدوی دائروں کو جن ذرائع سے شہرت حاصل ہوئی اس میں ایک بیان قرآن بھی ہے۔ آج وقت کا تقاضہ ہے کہ ہمارے دائرہ اس راہ پر گامزن ہو جائیں، اپنے علم کا ڈنکا بجائیں۔

آپ کے دائرہ کے جو اُصول تھے اس پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔ صاحب دائرہ سے دائرہ کے فقراء کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے کئی ایک مقامات پر قیام فرمایا۔ کردار کی یہ خوبی رہی کہ کسی کے گھر مہمان نہیں گئے۔ آپ یہ پسند بھی نہیں کرتے تھے کہ کوئی طالب خدا، کسی طالب خدا کے گھر کھانے کے لئے جائے۔ تعلیمات مہدویہ شدت کے ساتھ یہ تعلیم دیتی ہے کہ ترک دنیا کے بعد اہل دنیا سے میل جول کسی حال میں بھی نہ رکھیں۔ جس مقصد کے لئے ترک دنیا کی گئی اسکی تکمیل اور مقصد کو پانے کے لئے شب وروز مصروف رہیں۔ حضرت میاں ملک جیؒ کے دائرہ میں بھی اس پر عمل ہوتا تھا۔ خلاف ورزی پر سزا دی جاتی تھی۔ ایک دن بادشاہ احمد نگر برہان نظام شاہ آپ کے دائرہ میں آتا ہے۔ نماز کا وقت تھا، فقراء صفوں پر تھے، ایک فقیر دائرہ نے بادشاہ کے لئے تعظیماً اپنی چادر بچھادی۔ حضرت کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس فقیر کو دائرہ سے باہر کردیا کیونکہ طالب خدا کو سوائے خدا کے کسی کی طرف مائل نہ ہونا چاہیئے جبکہ نماز کے لئے صف تیار ہورہی تھی۔

آج کے اس دور میں ہم میں خدا پر بھروسہ دن بہ دن کم ہوتا جارہا ہے۔ مال کی محبت نے رازق پر سے نظریں اور خیالات کو اٹھاتی جارہی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ملک جیؒ کی کیفیت کو ملاحظہ کیجئے اور اس ارشاد پر غور کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں جو فتوح غیب سے پہنچے اگر اس کو جلد خرچ کردیا جائے تو خدائے تعالیٰ پھر بھیج دیتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ فرماتے ہیں توکل کے ساتھ فاقہ کشی میں صبر واستقامت بھی ضروری ہے جس سے خداتعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے سامنے کئی ایک واقعات پیش آتے ہیں یا ہم سنتے ہیں۔ ان واقعات کی حقیقت، صداقت کا ہمیں علم نہیں ہوتا ہے۔ بعض وقت ہم اس کو جاننے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔ یہ انسانی فطرت میں ہے۔ حضرت بندگی ملک جیؒ نے ہمیں خدا سے رشتہ جوڑ کر حقیقت سے واقف ہونے کی تعلیم دیتے

ہیں ۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی شہادت ہوئی ، آپ نے اس شہادت کے احوال معلوم کرنے کے لئے چالیس دن رات باوضو رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طالب کی طلب کو اس طرح پورا کیا کہ ایک رات معلوم ہوا کہ سید خوندمیرؓ نے جو کچھ کیا حق ہے۔

آپ کے اقوال نہ صرف طالب خدا کے لئے بلکہ ہر انسان کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ خدا کا ڈروخوف پیدا کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں

☆ خدا نے دنیا کی نعمتیں اپنے طالبوں کے لئے پیدا کی ہیں۔مگر انہوں نے خدا کی طلب اختیار کی اور اس سے منہ موڑ لیا۔

☆ نامردوں نے دنیا کو اختیار کیا۔

☆ طالبان دنیا، دنیا کی نعمتیں کھاتے اور خدا کے بندوں پر طعن کرتے ہیں۔

☆ بندگان خدا، رات دن خدا کو یاد کرتے ہیں، وہ دنیا کی تمام چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔اس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن ملے گا، ان کو بہشت کا لباس پہنا کر براق پر سوار کرایا جائے گا۔انہیں خدا کا دیدار عطا ہوگا اور وہ جنت میں جائیں گے۔طالبان دنیا قیامت کے دن دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادہ لاہوت کا دائرہ بھالسہ رہا۔آپ جالور سے دکن کی طرف ہجرت فرمائی۔احمد نگر سے 15 کیلومیٹر پر واقع موضع مسلار چونڈ میں آخری دائرہ قائم کیا۔یہیں پر آپ 19 /محرم 936ھ یا 937ھ میں اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے ۔ ناموراُمراء، سپاہیوں اور عوام نے آپ کے ہاتھ پر تصدیق خلیفۃ اللہ کی۔ ریاست احمد نگر میں اکثریت مہدویوں کی تھی اور بڑی شان و شوکت سے رہے۔ان کے اخلاق و کردار کے ہر سو چرچے تھے۔ دائرہ کے ہیں کہنے پر نہایت ادب و احترام کیا جاتا تھا اور عزت دی جاتی تھی۔ یہ بھی ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

آپ کے روضہ کے تحت کافی اراضی تھی۔ حالات زمانہ اور قوم کی غفلت ولاپرواہی کی وجہ سے حظیرہ مختصر سا ہوکر رہ گیا ہے۔اطراف میں تمام کھیت ہیں، حضرت تک پہنچنے کے لئے راستہ بھی صاف نہیں ہے۔ مقامی اور قریب میں رہنے والے مہدویوں اور قومی اداروں کا کام ہے کہ اس پر توجہ کریں۔ زائرین کو سہولت پہنچانے کے ساتھ ساتھ تحفظ حظیرہ کے لئے کام کریں۔ الغرض حضرت کی زندگی کے حالات پر غور کریں اس کے ساتھ ساتھ اپنی شخصیت کا جائزہ لیتے ہوئے طالب خدا بننے کی سمت اپنا سفر جاری رکھیں۔آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں نیک توفیق عطا کرے۔آمین ooo

حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوش رضی اللہ عنہ

حضرت بندگی میاں عبدالمجیدؓ کا شمار دہلی کے مشہور خاندانِ رشد و ہدایت کے سپوتوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد میاں سعد اللہ ہیں۔ آپ کی دہلی اور اطراف کے علاقوں میں وسیع ارشادی تھی۔ امراء حکام اور فوج کے عہدہ دار اور بہت سارے عام افراد اس خاندان سے وابستہ تھے۔

مہدویہ تاریخ میں ایک مقام پر آپ کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ اور دوسرے مقام پر حضرت خواجہ غریب نواز کی اولاد سے ہونا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ آپ چشتیہ سلسلہ سے وابستہ رہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق سے قبل بھی آپ کا اور آپ کے بھائی میاں امین محمدؓ اور میاں ابومحمدؓ کا صاحب حال بزرگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ دہلی سے احمد آباد تشریف لاتے ہیں اور سانبرمتی کے کنارے محلّہ شیخ پورہ میں قیام فرماتے ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ بعد ادائی فریضہ حج 901ھ میں مختلف مقامات سے ہجرت فرماتے ہوئے احمد آباد تشریف لاتے ہیں اور تاج خان سالار کی مسجد کے پاس قیام فرماتے ہیں۔ اسی مسجد میں روزانہ آپ کا بیان قرآن ہوتا تھا۔ بیان قرآن سننے کے لئے تمام شہر اُمنڈ آتا تھا۔ مسجد، مسجد کا صحن، مسجد کے دیواروں، جھاڑوں پر بیٹھ کر لوگ بیان قرآن سماعت فرماتے تھے۔ بعد سماعت ہزاروں کی تعداد میں تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔ میاں عبدالمجید بھی بیان قرآن کا چرچا سن کر محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ بیان قرآن سے بے حد محظوظ ہو کر تصدیق سے مشرف ہونے کے لئے دربار ولایت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کی نظر مبارک آپ پر پڑتے ہی نام سے پکارتے ہیں اور اس وقت خلیفۃ اللہ کے گلے میں پھولوں کا ہار پڑا ہوا تھا آپ وہ ہار میاں عبدالمجید کو پہناتے ہیں۔ آپ معہ بھائیوں کے تصدیق سے مشرف ہو کر خلیفۃ اللہ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد خلیفۃ اللہ سے ذکر کی تلقین پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں محو ہو جاتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔ ہر حکم کو عملی جامہ پہنانے تھے۔ دوران ہجرت یہ مقدس قافلہ جیسلمیر پہنچتا ہے یہاں کا راجہ ہندو دھرم کا سخت پابند تھا اسی مقام پر قافلہ کا ایک بیل بیمار ہو جاتا ہے

اور مرنے کے قریب ہوتا ہے۔ علاقہ میں ذبح کرنا منع تھا اس لئے صحابہ خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کو جب بیل کے بیمار ہونے کی خبر ہوتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کیا بیل کو مردار کروگے۔ میاں عبدالمجید اس وقت اونٹ پر سوار تھے فوراً کود پڑتے ہیں اور اسے ذبح کرتے ہیں اس واقعہ کی اطلاع جب راجہ کو ملتی ہے تو فوراً سواروں کے ساتھ آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ لوگ گوشت کے کاٹنے میں مصروف ہیں اس کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں دے رہا ہے۔ جب سپاہی اطلاع کرتے ہیں حضور مہدی موعودؑ حجرہ سے باہر تشریف لاتے ہیں، راجہ کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑتی ہے فوراً گھوڑے سے اُترتا ہے اور آپ کے آگے سجدہ ریز ہوجاتا ہے اور اُٹھنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے۔ دل سے آپ کا معتقد ہوجاتا ہے۔ یہ واقعہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میاں عبدالمجیدؓ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر حضرت مہدی موعودؑ کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہمہ تن گوش رہا کرتے تھے۔ وہیں حضرت مہدی موعودؑ سے کتنی دلی وابستگی ہے اس کا اظہار دکھائی دیتا ہے۔ یہ واقعہ اپنی آپ نظیر ہے۔ میاں عبدالمجید ہجرت کے دوران خلیفتہ اللہ سے قریب رہنے کی کوشش میں رہا کرتے تھے اور وصال تک آپ کے ساتھ رہے۔ مصنف تذکرۃ الصالحین نے آپ کے تعلق سے تحریر کیا ہے ''منازل طریقت کے سالک، راہ صداب حقیقت کے ہادی، تحقیق نورنوش صدی یعنی بندگی میاں عبدالمجید احمد آبادی

جہاں بھی نسل انسانی ہے وہاں شکوہ و شکایت کا ہونا ضروری ہے۔ بعض افراد میں یہ کمزوری ہوتی ہے کہ بغیر کسی کی شکایت کرے انہیں چین واطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ دوران قیام فرہ میں میاں فہیم مہاجرؓ نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ میاں خوندمیر و میاں عبدالمجید ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر باتیں کرتے ہیں اور زیادہ وقت ذکر اللہ میں نہیں بیٹھتے۔ یہ شکایت سن کر خلیفتہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں بیٹھنا تمہارا کام ہے کیونکہ تم کاسب ہو، ان کا کام دوسرا ہے ان کو عطا ہے۔ شکایت واجبی ہو یا غیر واجبی سنی جاتی تھی۔ شکایت کرنے والے کی شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھایا اور سکھایا جاتا تھا کہ تمہارا کیا کام ہے اور تمہیں کیا کرنا ہے۔ اس طرح کا عمل ہر دائرہ میں ہونا چاہئے۔ اس سے نہ صرف شخصی بلکہ معاشرہ کی بھی اصلاح ہوجاتی ہے۔

خلیفتہ اللہ قیام فرہ کے دوران علیل ہوتے ہیں۔ اس دوران آپ بھی تیمارداری میں شریک رہتے ہیں۔ ایک دن بشکل قئے نور کا اخراج ہوتا ہے آپ فوراً اس کو اپنے دونوں ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اس

واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے آپ اماناعلیہ السلام کے کتنے قریب تھے اور اس قئے جو بشکل نور تھی نوش فرمالیتے ہیں۔عاشق وہ کام کرجاتا ہے کہ عقل محو تماشا ہوجاتی ہے۔یہ آسانی سمجھ میں بھی نہیں آتا ہے۔میاں عبدالمجیدؓ کو حضور مہدی موعودؑ کی ذات والاصفات سے جو بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس کا یہ واضح ثبوت ہے۔یہ قئے نہیں تھی بلکہ روحانی فیضان تھا،خدمت خلیفتہ اللہ میں حاضر ہوئے تو عشرہ مبشر میں ہوئے،قئے نوش فرمایا تو نوری ہوگئے۔آپ کو اولاد نہیں تھی اس نور کونوش کرنے کے بعد لڑکا پیدا ہوتا ہے جنہیں تاریخ میں شاہ عبدالکریم نوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔تاریخ اولیاء اللہ میں اس طرح کے کئی واقعات ہیں جو بزرگوں سے عقیدت ووارفتگی کا اظہار کرتے ہیں۔حضرت شیخ احمد مجددالف ثانی ایام شیر خواری میں سخت بیمار ہوگئے تھے۔زندگی کے آثار ختم ہوگئے تھے۔آپ کے والد نے اس حال میں آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پاس لے جاتے ہیں۔شاہ کمال گود میں لیتے ہیں اور اپنی زبان آپ کے منہ میں دیتے ہیں۔آپ چوسنا شروع کرتے ہیں۔شاہ کمال خوش ہوکر آپ کے والد سے کہتے ہیں ہمارے طریقے قادریہ کی تو تمام نعمت اس کو پہنچ گئی ہے اب یہ بقید حیات رہے گا۔

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ہمراہ ہندوستان واپس آتے ہیں،حسب اجازت حضرت ثانی مہدیؓ احمد آباد میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔آپ میں تبلیغ کا جذبہ بہت تھا۔قوم کے ہر دور میں اس طرح کا جذبہ رکھنے والوں کا ہونا ضروری ہے،کیوں کہ یہ زندہ قوم ہونے کی نشانی ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہر موقع پر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ان کے برملا اظہار سے سلطان وقت،اُمراء وغیرہ پریشان ہوجاتے تھے۔میاں عبدالمجید بھی ہر ایک کے سامنے بلاخوف وخطر دعوت پیش کرتے تھے۔نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد احمد آباد جاتے تھے۔وہاں جمع غفیر میں دعوت خلیفتہ اللہ کو پیش فرماتے تھے۔ایسے موقعہ پر بعض وقت علماؤں سے آپ کی بحث و مباحث بھی ہوجاتی تھی۔آپ احادیث اور آیت قرآنی کی روشنی میں تعلیمات خلیفتہ اللہ پیش کرکے تصدیق سے مشرف ہونے کی دعوت دیتے تھے۔علماء ایک طرف اپنے علم کے گھمنڈ میں اور دوسری طرف دعوت کو قبول کرنے پر،ترک دنیا اور توکل پر زندگی گزارنا،اور عیش و عشرت کی زندگی کو خیر باد کرنا پڑتا جوان کے لئے نہایت مشکل مرحلہ تھا۔اس لئے ہمیشہ دعوت کو رد کردیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھٹکاتے تھے لیکن جن میں ایمان کی ذراسی بھی چنگاری رہتی تھی وہ قبول کرکے آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔930ھ کے زمانے میں مہدویت کا گجرات تمام میں چرچا تھا۔حضرت

شاہ خوند میرؒ، حضرت شاہ نظامؒ اور حضرت شاہ نعمتؒ اور حضرت شاہ دلاورؒ کے دائروں کے چرچے زبان عام وخاص تھے۔ تمام افراد متاثر ہوکر دائروں کی زندگی کو اپنا رہے تھے۔ ادھر دنیا دار علماء شیخ علی متقی، عبدالوہاب متقی، شیخ محمد بن طاہر پٹنی، گورنر مالوہ مرزا عزاز، اور اُمراء بادشاہ کو مہدویوں کے خلاف ورغلا رہے تھے۔ آج بھی ان علماء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دور حاضر کے دنیادار علماؤں نے مہدویوں کے خلاف نئے نئے الزامات، نئی نئی باتیں پیدا کر کے بھولے بھالےعوام کو بھٹکا تے ہیں۔ سچائی کا اظہار نہ کرکے اپنے آپ کو گناہ گاروں میں شامل کرر ہے ہیں۔ اگر وہ اللہ سے خالص لو لگائیں تو حقیقت کیا ہے، سچائی کیا ہے ان کے سامنے آسکتی ہے۔

آپ ہر جمعہ جامع مسجد میں تصدیق مہدیؑ کی دعوت دیتے۔ علماء آپ سے بحث بھی کرتے اور زدوکوب بھی غنڈوں سے کراتے۔ جس سے آپ زخمی ہوجاتے۔ اس دوران یہ افواہ بھی پھیلا دیتے کہ میاں عبدالمجید نے انکار مہدی کر دیا ہے۔ اس افواہ کی اطلاع آپ کی اہلیہ بی بی خونزا مریم کو ملتی ہے۔ اہلیہ دریافت کرتی ہے، آپ فرماتے ہیں یہ جھوٹ اور افواہ ہے۔ اہلیہ کہتی ہے آئندہ جمعہ جا کر نام مہدیؑ کا اعلان کریں ورنہ گھر میں آنے نہ دونگی۔ اس سے افواہ کا سدباب ہوجائے گا۔ سچائی کیا ہے عوام کو علم ہوجائے گا۔ آپ دوبارہ جمعہ کے دن جا کر مہدویت کا اعلان کر کے دعوت تصدیق دیتے ہیں۔ تبلیغ دین کا یہ جوش وولولہ آپ میں تھا۔ ان حالات میں جب بھی جمعہ آتا تھا جامع مسجد احمد آباد کے علماء پریشان ہوجاتے تھے۔ آج پھر میاں عبدالمجید آئیں گے اور سب کے سامنے دعوت پیش کریں گے۔ یہ علماء ان کو ختم کرنے کا ایک باضابطہ پروگرام مرتب کرتے ہیں۔ 18 محرم 930ھ کو جمعہ کے دن آپ ہمیشہ کی طرف جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں۔ نماز کے بعد حسب عمل دعوت مہدیت پیش کرتے ہیں۔ پہلے ہی سے دنیادار علماء غنڈوں، بدمعاشوں کو تیار رکھے ہوئے تھے آپ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو شہید کرتے ہیں۔ احمد آباد کے محلّہ نین پورہ میں آپ کا مزار پاک ہے۔ حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا لیکن فسادات کے زمانے میں آپ کے مزار پاک اور دیگر قبروں کو شہید کر دیا جاتا ہے اور اُس جگہ پر مکانات تعمیر ہوگئے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ گجرات میں لاکھوں مہدوی اور کئی ایک دائرہ ہونے کے باوجود ہم قطعی جنتی کا شرف پانے والے شخصیت کا مزار پاک کی حفاظت نہ کر پا رہے ہیں۔ مزار کے اطراف میں مسلمانوں سے تعصب رکھنے والے آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہاں کی فضاء خوشگوار ہوجائے تاکہ زائرین بآسانی حاضری دے سکیں۔ ooo

حضرت بندگی میاں ملک معروف رضی اللہ عنہ

تاریخ شاہد ہے کہ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے دعویٰ مہدیت کے بعد کئی ایک افراد نے آپ کی مہدیت کی تصدیق فرمائی۔ ان میں علماء دین، اُمراء، سپہ سالار، زمیندار اور بادشاہ بھی تھے۔ ایسے مصدیقین بھی تھے جو منصب، زر و دولت، ہر قسم کے آرام و آسائش کو چھوڑ کر آپؑ کے ساتھ ہجرت فرمائی اور آخری دم تک ساتھ رہے۔ ان ہی عاشقانِ مہدی موعودؑ میں ایک مبارک ہستی حضرت بندگی میاں ملک معروفؓ کی ہے۔

قومی کتب کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے حقیقی چچازاد بھائی اور اُمراء گجرات میں سے تھے۔ پٹن میں جاہ و منصب رکھتے تھے اور کافی مشہور بھی تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ فریضۂ حج کی ادائی کے بعد مختلف مقامات سے ہجرت کرتے ہوئے پٹن شریف میں قیام فرما ہیں۔ یہاں پر آپ کے بیان قرآن اور دعویٰ مہدیت کا کافی چرچا ہوتا ہے۔ حضرت ملک معروفؓ اس شہرت کو سن کر دربار خلیفۃ اللہ میں حاضری دیکر تصدیق کی دولت پاتے ہیں۔ آپ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ ہر قسم کا آرام و آسائش نصیب تھا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صحبت مہدی موعودؑ اختیار کرتے ہوئے آپ کے ساتھ ہجرت فرماتے ہیں۔ اور وصال خلیفۃ اللہ تک ساتھ رہتے ہیں۔ 904ھ سے 910ھ تک صحبت خلیفۃ اللہ میں رہ کر ذکر و فکر کی تعلیم پاتے ہیں۔ طلب دید میں شب و روز گزارتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کی نظروں کے سائے میں اپنی منزل کا سفر طے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے وطن پٹن کو نہیں جاتے۔ حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت سے دوری آپ کو پسند نہ تھی۔

حضرت مہدی موعودؑ سے آپ کو جو عقیدت و محبت تھی اور آپ کی نظروں میں مقام مہدی موعودؑ کیا تھا اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں۔ آپ حضرت مہدی موعودؑ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے میاں نظام غالبؓ سے دریافت کیا کہ تمہیں پڑھنا آتا ہے، میاں غالب نے جواب دیا تھوڑا پڑھنا آتا ہے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں ہم ذکر اللہ کے بعد تھوڑا وقت علم حاصل کرنے میں صرف کریں گے۔ اس تجویز پر میاں نظام غالب رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ رضا

مندی حاصل ہونے کے بعد حضرت ملک معروفؒ کہتے ہیں میں جو کچھ کرتا ہوں حضرت مہدی موعودؑ کی اجازت کے بغیر نہیں کرتا، پہلے ہم اس امر کی اجازت لیں گے۔ خلیفتہ اللہ کی خدمت میں یہ دونوں حضرات حاضر ہوتے ہیں۔ خلیفتہ اللہی شان مقام ومرتبہ کو ملاحظہ فرمائیے، ان کے اظہار سے قبل ہی حضرت مہدی موعودؑ یہ رباعی پڑھتے ہیں۔

علم بہ طلب کہ باتو ماند   آندم کے تراز تو رھاند
تا علم فیضہ را نخوانی   تحقیق صفاتِ حق نہ دانی

حضرت سید دلاور عرف گورے میاں صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

وہ علم طلب کر جو تیرے ساتھ رہے   وہ دم جو تجھے، تجھ سے رہائی دیوے
جو علم ہے فرض گر نہ سیکھے گا تو   تحقیق صفات حق نہ جانے گا تو

اس ہدایت سے علم ہوتا ہے کہ انسان کو بالخصوص مصدقین کو کس قسم کا علم حاصل کرنا چاہئے، یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ جو علم ان کے لئے ضروری ہے وہ علم فریضہ ہے اور یہ علم کتاب سے نہیں بلکہ ذکر اور تعلیمات مہدی موعودؑ سے حاصل ہوسکتا ہے، یہ رباعی پڑھنے کے بعد خلیفتہ اللہ نے ارشاد فرمایا جو کچھ بندہ کہتا ہے اس پر عمل کروتا کہ تم کو بینائی حاصل ہو۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ طالبان خدا کو یہ تعلیم دیتے تھے۔ بینائی خدا حاصل ہونے تک ذکر اللہ کے سوا کوئی دوسرا اشغل اختیار نہ کرو۔

دائروں کی کیفیت تھی کہ صاحب دائرہ سے فقراء کا قلبی لگاؤ ہوتا، وہ اپنے حالات بیان کرکے جہاں معلومات حاصل کرتے بلکہ اپنے مقام ومرتبہ کا علم پاتے۔ حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ کے مقام ومرتبہ کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے کہ میاں نظام غالب کے حجرہ میں ایک مرتبہ حضرت مہدی موعودؑ، میاں سید خوندمیرؒ، میاں ملک بخن اور میاں ملک معروف بیٹھے ہوئے تھے۔ باری باری سے اپنے اپنے حال سنا رہے تھے۔ حضرت ملک معروفؒ عرض کرتے ہیں میرانجی مجھے ایسا دکھائی دیا کہ چاند میرے منہ میں آکر نکل گیا۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا تم کو بینائی حاصل ہے۔ یہ ارشاد اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میاں ملک معروفؒ دیدار خدا سے مشرف تھے۔

حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ کے ایک بھائی حضرت ملک برہان الدینؒ تھے۔ تصدیق مہدی موعودؑ کی کیا اہمیت ہے وہ حضرت ملک برہان الدینؒ کی سیرت سے ملتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کے

قیام پٹن کے دوران حضرت ملک برہان الدین اپنے بھائی حضرت ملک معروفؒ کے ساتھ تصدیق سے مشرف نہ ہوسکے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ جب پٹن سے بڑلی کی طرف ہجرت کیا اور یہاں پر دعویٰ موکدہ فرمایا۔یہیں پر حضرت ملک برہان الدین اپنے عقد کے دن ایسی حالت میں حاضر ہوتے ہیں،سر پر سہرا اور گلے میں پھول کے ہار۔حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کر کے تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔ اس تصدیق کے بعد صحبت اختیار کرتے ہیں۔چھ ماہ تک جذبہ کی حالت میں رہتے ہیں اور حضرت مہدی موعودؑ کے سامنے انتقال ہوتا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں ملک برہان الدین شاہ بن کر آئے اور شاہ بن کر گئے

حضرت ملک برہان الدینؒ کے انتقال کی خبر سن کر آپ کی والدہ آپ کو خط لکھتی ہیں اور پٹن آنے کے لئے کہتی ہیں تاکہ آپ کی صورت دیکھ کر غم ہلکا کرسکیں۔آپ خط کو حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور جواب چاہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں خط میں لکھ دو جیسے برہان الدین مرگئے ویسے ملک معروف بھی مرگئے۔یہ عاشق مہدیؑ اس طرح ہی جواب روانہ کرتا ہے۔

اس واقعہ پر قاری کے ذہن میں کچھ سوالات اُبھر سکتے ہیں۔یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے لیکن ہمیں پہلے مقام مہدی موعودؑ،عظمت مہدی موعودؑ کو ارشادات حضور نبی اکرم ﷺ کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے۔اگر حضرت ملک معروفؒ کا دل جانا چاہتا تو حضور سے اجازت طلب کر کے جاسکتے تھے۔ لیکن وہ شوق صحبت مہدی موعودؑ کی وجہ سے جانا نہیں چاہتے تھے۔ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ افراد جو طالب حق ہوتے ہیں وہ اولاد، ماں باپ، مال واسباب سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے جس طرح فرمایا''جیسے برہان الدین مرگئے ویسے ہی ملک معروف بھی مرگئے''اس ارشاد کے تعلق سے حضرت سید علی برتر صاحبؒ اپنے مضمون میں تحریر کرتے ہیں''یہاں حضرت ملک معروف کے مرنے کے جو الفاظ حضورؑ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں اصل میں وہ مرگِ معنوی کی طرف حضورؑ کا اشارہ ہے،اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ملک معروفؒ کے اس مقام کی خبر دی ہے جب آدمی اپنے نفس کی ساری خواہشوں کو ترک کر دیتا ہے اور اس کی زندگی اور اس کی موت اس کا کھانا پینا، سونا جاگنا اور سارے کام صرف اللہ کے لئے ہوجاتے ہیں۔اسی کو مرنے سے پہلے مرنا کہا جاتا ہے اور یہی مقام ہے جب اُس کی ذات دیدار باریٔ تعالیٰ کے حصول کے قابل ہوجاتی ہے''(صفحہ 97 ماہنامہ نورولایت فبروری ومارچ 1984)

آپ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت ثانی مہدیؓ کے ہمراہ ہندوستان واپس آتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کی اجازت کے بعد اپنا دائرہ پٹن میں قائم کرتے ہیں۔عزلت از خلق اختیار کرتے ہوئے، توکل علی اللہ کے دائرہ میں ذکر وفکر کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔اسی قیام کے دوران آپ کی آنکھ میں سخت درد ہوتا ہے، اس درد کی وجہ سے عبادت و ریاضت میں خلل ہوتا ہے لیکن صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس درد کا علاج کراتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔اس دوران حضرت شاہ خوندمیرؓ کھانبیل سے تشریف لاکر عیادت کرتے ہیں اور دائرہ میں ہی قیام کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے بہت سارے رشتہ دار پٹن میں تھے لیکن آپ دائرہ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ یہ ہمارے بزرگوں کی خوبیاں ہیں جو ہمیں درس دے رہے ہیں۔اس سے دائرہ کی عظمت کا احساس بھی دلایا جارہا ہے جو فی زمانہ ختم ہوتا جارہا ہے۔ہم صرف فخر سے کہتے ہیں اور تاریخی حوالہ دیتے ہیں کہ مہدوی دائرہ اس طرح ہوتا تھا۔ یہاں کا نظم ونسق اس طرح کا ہے۔یہ تمام کے تمام طالبان خدا ہیں۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں رہتے ہیں کہ کب خدا کی دید حاصل ہو۔انہیں عزلت پسند، صحبت صادقین عزیز، ہمیشہ توکل علی اللہ پر قائم رہ کر دنیا سے کنارہ کشی کرتے ہیں یعنی تارک الدنیا ہیں۔ یہ تمام باتیں اب صرف کتابوں میں پڑھنے کو ملتی ہے۔ارشاد حضرت مہدی موعودؑ ''باعمل مقبول بےعمل مردود'' کو بھولنے کی وجہ سے ہم میں وہ تمام کمزوریاں پیدا ہوگئیں جس کی وجہ سے دائرہ کا نظام درہم برہم ہوگیا۔

حضرت ملک معروفؓ کی طبیعت میں سادگی کی تھی۔اس سادگی پر قربان جائیے۔حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں سادگی ایمان کی علامت ہے۔ جب ہم میں ایمان ہے تو سادگی بھی فطرت میں ہونی چاہیئے۔آج ہماری زندگیوں سے سادگی ختم ہوکر رہ گئی ہے۔سادگی کو انسان کا زیور بھی کہا گیا ہے اور عربی کہاوت ہے سادگی شرافت پیدا کرتی ہے، عصر حاضر کے شادی تقاریب کو دیکھئے اور میاں ملک معروف کی دختر کی شادی کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ایک روز آپ نے باتوں باتوں میں حضرت شاہ نظامؓ سے فرمایا کہ بی بی خونزا (دختر) کی عمر بہت ہوگئی ہے، اس کے جواب میں حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ فرماتے ہیں میاں عبدالرحمٰن (فرزند) بھی شادی کے لائق ہیں، اسی گفتگو میں شادی کی بات ہوجاتی ہے نہ رسم، نہ پان، نہ انگوٹھی چڑھائی وغیرہ۔حضرت شاہ نظامؓ گھر پہنچ کر فرزند سے کہتے ہیں حجرہ میں صابن کا ٹکڑا ہے اور جاکر اپنے کپڑے پاک کرو۔میاں عبدالرحمٰن اپنے کپڑے کا جوڑا لیکر گھر سے روانہ ہوتے ہیں۔راستے

میں حضرت ملک معروفؒ سے ملاقات ہوتی ہے۔ بات چیت ہوتی ہے اور کہتے ہیں ٹھیرو، بندہ کے بھی کپڑے دھوکر لادو۔ بی بی خونزا کے کپڑے لا کر دیتے ہیں۔ میاں عبدالرحمٰن ان کو دھو کر حوالے کرتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد عقد ہوتا ہے۔ اس عقد کے موقع پر دونوں گھروں میں تین روز کا فاقہ، دولہا و دلہن دونوں فاقہ کرنے والوں میں شامل۔ یہ مثالی شادی تاریخ انسانیت میں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ ہم بہت سارے موقعوں پر تقلید کا اعلان کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عمل ہمارے لئے تقلید کے لئے نہیں ہے؟ ہم بہت سارے موقعوں پر اپنے آپ کو مقلد کہلانا پسند کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے واقعات پر ہماری تقلید یا مقلد کہلانا کہاں جاتا ہے۔ کیا یہ عمل تقلید کے لائق نہیں ہے یا یہ عمل کرنے سے ہم مقلد نہیں رہتے ؟ آج شادی بیاہ کے موقع پر سالانہ لاکھوں روپے بے جا رسوم و رواج میں خرچ کئے جارہے ہیں۔ طعام اور ڈیکوریشن پر جو خرچ ہو رہا ہے اس سے ہر سال ہزار غریب لڑکیوں کی شادی ہوسکتی ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ و حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ کے اس سادگی پسند عمل کو اپنانے کے لئے افرادِ قوم کو ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔ بے جا شان وشوکت، قرض اور دیگر اُمور کی انجام دہی سے بچ کر خوش حال زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ ہر صاحب سمجھ کو اس کا اندازہ ہے کہ اس وقت قوم کی کیا کیفیت ہے وہ کس دور سے گزر رہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ قومی افراد بے جا خرچ سے باز آجائیں۔

حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ کی وہ شخصیت ہے جنہیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی۔ نہروالہ یعنی پٹن میں جہاں آپ کا دائرہ تھا یہاں بیمار ہوئے۔ صحت یابی کے بعد جالور کی جانب ہجرت فرمائی۔ جالور میں چھ ماہ کے بعد اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ یہیں پر آپ کی مزار ہے۔ آپ کی رحلت کی صحیح تاریخ ماہ وسال نہیں ملتے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ سن وفات 924ھ یا 925ھ ہے

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے آپ کی رحلت پر فرمایا اللہ نے چھ ماہ تک مردہ کو زندہ رکھا پھر اس کو اس کے وطن سے ہجرت کروانے کے بعد وصال سے مشرف کیا۔ حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت جالور لاکر حضرت بندگی میاں ملک معروفؒ کے زیر پائین دفن کی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید نجیؒ کی نظروں میں آپ کا کیا مقام ومرتبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان پاکان خدا کی سیرت کا کچھ عکس ہماری زندگیوں میں بھی آجائے (آمین) oo

حضرت بندگی میاں یوسف مہاجر رضی اللہ عنہ

''دائرہ'' قوم مہدویہ کا مرکزی نقطۂ نگاہ ہوتا ہے۔ طالبان خدا کے لئے زندگی کا محور ہوتا ہے۔ جہاں خدا کی طلب، خدا کی جستجو اور خدا کے دیدار کی آرزو کی فضاء ہمیشہ چھائی ہوئی رہتی ہے۔ دائرہ کے طالبان خدا کا اولین فریضہ طلب دید ہوتا ہے اسی میں غرق رہتے ہیں۔ شیدائی طالب حق کے لئے پہلی منزل تصدیق خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ہوتی ہے۔ مصدق ہونے کے بعد وہ تعلیمات خاتم الولایت محمدیہ سے فیض یاب ہوکر طلب دید کی منزل پر اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوجائے تو وہ دید کی منزل بھی پالیتا ہے۔ ایسے ہی پاکان خدا میں ایک ہستی حضرت بندگی میاں یوسف مہاجرؓ کی بھی ہے۔

حضرت بندگی میاں یوسف کا شمار احمد آباد کے مشہور ومعروف علماء میں ہوتا ہے۔ یہ کافی دولت منداور امیر کبیر تھے۔ احمد آباد کے خاص طبقوں میں یہ خداوند فانی کہلائے جاتے تھے اخلاق وکردار میں نیک سیرت، حق کے طالب اور مزاج میں شرافت تھی۔ حضرت مہدی موعودؑ بعد فریضۂ حج دوبارہ ہندوستان رونق افروز ہوتے ہیں۔ مختلف مقامات سے ہجرت فرماتے ہوئے احمد آباد تشریف لاتے ہیں۔ یہاں آپ کے بیان قرآن کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کی شہرت چوطرف ہوتی ہے۔ حضرت بندگی میاں یوسف بارگاہ حضرت مہدی موعودؑ میں حاضر ہوکر بیان قرآن سے متاثر ہوکر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ حضرت مہدی موعودؑ کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں، سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، ایک سچے طالب کی طرح مال ودولت یہاں تک اہل وعیال کو چھوڑ کر حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت اختیار کر لیتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت میں شریک سفر ہوجاتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال تک ساتھ رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑی قربانی ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی۔ حقیقت میں آپ علم وعمل میں بے نظیر تھے۔ کردار کی خوبی تھی کہ کٹھن سے کٹھن موقع پر عزم و ہمت کا صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔ مشکلات، تکالیف اور مصیبت انسان کو اس طرح تیز بنادیتی ہے جس طرح محنت کرنے سے جسم میں پھرتی آتی ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ خدا جس سے محبت کرتا ہے اسے تکلیف دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے کرے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف دیتا ہے جس کو اپنا دوست

بنالیتا ہے۔ جب وہ مشکلات ،مصیبتوں اور تکالیف کا مقابلہ کرلیتا ہے تو اسے قرب حق نصیب کرتا ہے۔
حضرت مہدی موعودؑ کی ہجرت میں سفر خراسان ایک اہم سفر ہے۔اس سفر میں حضرت بندگی میاں یوسفؓ کے حالات دیکھئے۔عسرت کی وجہ سے پتے کھاتے، ہاتھ اور پاؤں پر ورم آ گیا تھا، پیٹ بڑھ گیا تھا، تلوے تڑخ گئے تھے۔آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ تہبند اور سر پر رسی لپٹی ہوئی تھی۔ایک مقام پر بیٹھ کر اپنے پیر کے تلوؤں کے آبلے صاف کررہے تھے۔زخمی پاؤں میں ایک سخت کانٹا چبھ گیا تھا، پاؤں سے کانٹا نکال رہے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ ان کے قریب پہنچتے ہیں تو میاں یوسفؓ عرض کرتے ہیں۔ زمانہ ظہور مہدی موعودؑ میں ایک وقت اس کے طالبوں پر بہت سخت آنے والا ہے وہ کب آئے گا۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا میاں یوسف یہ یہی وقت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے تمہارا ظرف اس قدر کردیا کہ تم کو اس شدتِ تکلیف کا احساس نہیں ہورہا ہے۔

اسی سفر میں حضرت مہدی موعودؑ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنے اصحاب کو دیکھ رہے تھے۔خدا کی طلب میں بھوکے پیاسے چلے آرہے ہیں، کسی نے اپنے دونوں کندھوں پر بچے اُٹھالئے، کسی نے ضعیف ماں باپ کو، کوئی سامان لادے ہوئے برہنہ پاؤں چلے آرہے ہیں۔دھوپ کی سختی اور فاقے، اس منظر کو دیکھ کر آپ آبدیدہ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں ''الٰہی تو حاضر وناظر ہے اور تو خوب جانتا ہے، تو میرے حال اور ان کے حال سے خوب واقف ہے، میں نے ان کی کوئی محبوب چیز اپنے پاس نہیں رکھ لی جس کے عشق ومحبت میں اس قدر مشقت کو اس گروہ نے اختیار کیا ہے۔اگر کچھ ان کا مجھ پر حق ہے تو وہ یہی ہے کہ میں ان کو تیری معرفت کی راہ بتلاسکتا ہوں'' اس پُر اثر دُعا کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے ''اے سید محمد میں نے اس چھوٹی اور بڑی جماعت والوں کو ہمیشہ کے لئے بخش دیا اور ان سے خوش ہوا اور تو انہیں ایمان کی بشارت دے'' حضرت مہدی موعودؑ اس عنایت ایزدی پر تمام اصحاب کو ایمان کی بشارت دیتے ہیں۔ ہر کوئی خوشی ومسرت سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔حقیقت میں یہ اللہ کے خوش نصیب بندے ہیں جو حیات ہی میں ایمان پانے کی بشارت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں یوسف مہاجرؓ کی سیرت کی خوبی اور شان ومنزلت یہ ہے کہ آپ کو ''ذات ولایت مآب حضرت مہدی موعودؑ میں رسائی حاصل تھی۔ قیام فرہ مبارکہ کے دوران آپ پر جذبہ حق طاری ہوگیا یعنی حالات کشف طاری ہوگئی۔اس موقع پر تمام اہل دائرہ نے آپ کے پنخوردہ کا پانی لیکر پیا۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھیوں میں بھی کتنے مقبول تھے۔حضرت مہدی موعودؑ نے

بشارت دی کہ میاں یوسف، یوسف ہیں۔اور ایک موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''میاں یوسف کا جذبہ قبر میں جانے تک یعنی آخری دم تک رہے گا''

ہر انسان کا مزاج ایک نہیں رہتا۔کسی کو بھلائی میں غلطی نظر آتی ہے اور کسی کو غلطی میں بھلائی نظر آتی ہے۔غرض ہر انسان اپنی سوچ وفکر اور علم کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی کا سفر جاری رکھتا ہے۔ بعض ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔شکوہ شکایت ایک دوسرے کی کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے حضرت میاں یوسفؓ بعض وقت دائرہ سے نکل کر باہر کچھ وقت گزار کر خاموشی کے ساتھ اپنے مقام واپس آجاتے تھے۔دائرہ کے ایک ساتھی نے یہ دیکھ لیا اور حضرت مہدی موعودؑ کو اس کی اطلاع دی۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا تم میاں یوسف سے کہدو کہ وہ خلوت میں بیٹھے رہیں اور بے ضرورت کہیں نہ جائیں۔شکایت کنندہ کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفۃ اللہ نے انہیں جواب دیا۔اور جب میاں یوسف حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ہر حال میں خدا کو حاصل کرنے میں لگے رہو۔یعنی طالب خدا کا جو مقصد ہوتا ہے اُسی کے حصول کے لئے کوشش کرے۔قومی کتب میں بعض روایتیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ خلفاء مہدی موعودؑ کے پاس بھی آپ کا کتنا بلند مقام ومرتبہ تھا۔حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے دائرہ میں ایک شخص کچھ فتوح لاکر تقسیم کرتا ہے۔اس موقع پر شاہ دلاورؓ اُس شخص سے کہتے ہیں میاں یوسف کو دو یہ متوکلانِ حق سے ہیں۔

حضرت بندگی میاں یوسف مہاجرؓ کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جو قربت حاصل تھی اس کا علم دائرہ کے تمام جلیل القدر اصحاب کو بھی تھا۔حضرت مہدی موعودؑ نے ناگور میں آیت قاتلوا وقتلوا کا بیان فرمایا تھا۔لیکن اس ذات کا ذکر نہیں کیا تھا جس سے یہ صفت ظاہر ہوگی۔اصحاب اس کو جاننا چاہتے تھے۔حضرت میاں خوندمیرؓ نے میاں یوسفؓ کو اس طرف توجہ دلائی اور حضرت مہدی موعودؑ سے دریافت کرنے کو کہا کہ یہ صفت کس سے ظاہر ہوگی۔ایک روز بیان قرآن کے بعد میاں یوسفؓ آپ کے قریب ہوتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ آپ پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں بھائی یوسف کچھ پوچھنا ہے۔آپ مدعا عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں، اگر شخصیت کا ہمیں علم ہوجائے تو ہم سب ان کی عزت وتکریم کریں گے۔اس موقع پر حضرت مہدی موعودؑ نے پوچھا، بتاؤ یہ کون پوچھ رہا ہے۔میاں یوسف نے عرض کیا بھائی سید خوندمیر یہ سوال کررہے ہیں۔اس موقع پر شاہ خوندمیر تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ پلٹتے ہیں اور میاں خوندمیر سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں بھائی سید خوندمیر بندہ کی یہ صفت تم سے پوری ہوگی۔

مہدوی دائروں میں ذکر کی بہت اہمیت تھی۔اوقات ذکر میں ذکر کے علاوہ کوئی کام ممنوع ہوتا تھا۔نگرانی رکھی جاتی تھی۔کہیں کوئی خلاف ورزی تو نہیں کر رہا ہے۔آج اوقات ذکر کو جس طرح پاما ل کیا جارہا ہے بیان سے باہر ہے۔ان اوقات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کیا ہم مہدوی کہلانے کے مستحق ہوسکتے ہیں؟ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ مہدوی دائروں میں پابندی ذکر کی کتنی اہمیت تھی کیونکہ ذکر فرض ہے۔حضرت میاں یوسفؒ وحضرت میاں امین محمدؒ نے دیکھا کہ تنور گرم ہے روٹیاں پکالیں گے۔یہ روٹیاں پکانے میں مصرف ہوجاتے ہیں۔اسی وقت میں حضرت مہدی موعودؑ کی آمد ہوتی ہےاور فرماتے ہیں یہ وقت پکانے کا نہیں ہےاور فرمایا کہ تم جیسوں کے لئے زیبا نہیں کہ یہ وقت روٹیاں تیار کرنے میں گزاردو۔یہ دونوں اصحاب عرض کرتے ہیں حضورؑ چونکہ تنور پہلے سے گرم تھا اس لئے روٹیاں لگادی گئی ہیں۔یہ سن کر آپؑ ارشادفرماتے ہیں آئندہ ان اوقات میں روٹیاں نہ پکایا کرو۔آج اس طرح کی تعلیم وتربیت کے نظارے دکھائی نہیں دیتے ہیں۔قوم کی حالات بکریوں کے اُس ریوڑ کی طرح ہوگئی ہے جس کا چرانے والا،نگہداشت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔قوم کے لئے اس طرح کا ماحول باعث نقصان ہے،اس کے سدھار کے لئے علماؤں،رشدوہدایت پر فائزحضرات اوراداروں کومتحد ہوکر ایک لائحۂ عمل مرتب بھی کرنااوراس پرعمل کرناوقت کی اہم ضرورت ہے۔

حضرت میاں یوسف مہاجرؒ وصال حضرت مہدی موعودؑ کے بعد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ان کے ہمراہ ہندوستان واپس آکر بھیلوٹ میں قیام فرماتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؑ کی اجازت کے بعد آپ اور حضرت میاں شیخ محمد کبیرؒ باہمی اتفاق سے رادھن پور میں اپنا دائرہ قائم کرتے ہیں۔الغرض احمد آباداوراطراف کا تمام علاقہ نہیں بلکہ گجرات تمام مہدویوں کا مرکز بن جاتا ہے۔آپ اپنے دائرہ کے فقراءکوتعلیم وتربیت سے آراستہ کرتے تھے۔شریعت وطریقت کی تعلیمات سے آگہی کرتے ہوئے بیان قرآن سے ان کی باطنی کیفیت کو پروان چڑھاتے تھے۔آپ کے دائرہ کے ایک فقیر نے کس طرح سے علماء کے اشکال کو رفع کرتا ہے اس واقعہ سے آپ کے دائرہ کے اصحاب کی علمی وفکری قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔علماء کی اس آیت میں آپس میں بحث ہورہی تھی۔اس آیت کا مفہوم یہ تھا کہ قیامت اور بارش کا علم،شکم مادر میں لڑکی ہےلڑکا،رزق اورقبض روح یہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کوخداکےسوا کوئی نہیں جانتا۔

غیر مہدوی علماءآپس میں ایک بحث کے دوران کہہ رہے تھے بزرگانِ دین میں سے کئی ایک

نے مختلف موقعوں پر قبل از وقت ایسی باتیں بتلائیں ہیں جو صحیح ثابت ہوئیں اور یہ بات نص قرآنی سے متعارض ہے۔غرض اس پر طویل بحث وتکرار ہورہی تھی۔ایسے موقع پر حضرت میاں یوسف مہاجرؒ کے دائرہ کا ایک فقیر وہاں سے گزر رہا تھا۔جیسے ہی ان کی نظریں اُس پر پڑتی ہیں اس کو بلانے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں، وہ جانتے تھے دائرہ کے مہدوی فقیروں کی کیا کیفیت ہوتی ہے وہ بیان قرآن سے کیا کیا حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ پر ان کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔اس فقیر کو بلاتے ہیں۔یہ فقیر کہتا ہے میں ایک ان پڑھ معمولی فقیر ہوں۔قرآن کے معانی ومفہوم میں کیا جانوں، آپ لوگ عالم دین ہیں ہمیشہ فاتحہ خوانی اور ختم قرآن وغیرہ آپ کے یہاں ہوتا رہتا ہے، مجھ جاہل کی بات آپ لوگوں کے دل کو کیا لگے گی۔عالموں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا بادشاہ کے دل میں جو باتیں راز رہتی ہیں ان سے وزیر کو بھی باخبر رکھنا پڑتا ہے اور بعض وقت وہ حضرات جو مقربان خاص ہوتے ہیں انہیں بھی مطلع کرنا پڑتا ہے۔راز کے اظہار کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے وہ پانچ باتیں کلیتہً اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔جہاں ضرورت سمجھی گئی بزرگوں کے ذریعہ اس راز کا افشاء کردیا گیا۔آپ کی یہ تفہیم سن کر علماء مطمئن ہوجاتے ہیں اور اشکال رفع ہوجاتے ہیں۔ہمارے دائرہ کے فقیر کی یہ خوبی تھی کہ غیر مہدوی علماء کے شبہات کو بھی دور کردیتے تھے۔

آج ہندوستان کے کئی ایک مقامات پر ہماری مسجدیں بغیر مرشد یا فقیر کے ہیں۔حیدرآباد، چن پٹن یا دیگر کسی اور مقام پر فقراء کو تیار کرکے وہاں روانہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔وہ فقیر جو قابل ہیں وہ جانا نہیں چاہتے۔مرشد کا اپنے فقیر پر اتنا کنٹرول نہیں ہے جتنا کہ ہونا چاہیئے۔ایسے حالات میں اُن مقامات سے مہدویت ختم ہوتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں۔پھر بھی اس کے سدباب کی کوئی ہلچل ہمیں نظر نہیں آتی۔ایک خوفناک ماحول سے اس وقت قوم گزر رہی ہے۔ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالات رونما ہورہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کوئی ایسا فرد ہمارے دائروں سے اُٹھے اور ہمارے بستیوں کو تعلیمات ولایت محمدیہ سے چمکائے۔

حضرت بندگی میاں یوسف مہاجرؒ ساٹھ سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔تاریخ وفات کا ذکر نہیں ملتا ہے البتہ سن وفات 935ھ بتلائی گئی ہے۔آپ کا مزار حضرت شاہ عالمؒ کے روضہ کے قریب چندوا موضع میں جو چندور تالاب کے پاس واقع ہے۔آپ کا روضہ زیارت گاہ خاص وعالم ہے۔ooo

حضرت بندگی میاں امین محمد رضی اللہ عنہ

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آپ جلیل القدر صحابی ہیں اور امامنا علیہ السلام نے آپ کو قطعی جنتی کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ آپ بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید گنج شکر کے واسطہ سے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت میاں امین محمد بن سعد اللہ بن شاہ عزیز اللہ بن شاہ یحییٰ بن شاہ علاء الدین چراغ دہلوی بن شاہ یعقوب بن شیخ فریدالدین گنج شکرؒ۔ آپ علم ظاہر و باطن میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ عربی و فارسی پر کافی عبور تھا۔ افہام وتفہیم کا بہترین انداز تھا جس سے لوگ متاثر ہوتے تھے۔ دہلی میں آپ کی سجادگی کا کافی چرچا تھا۔ بڑے بڑے اُمراء مرید ومعتقد تھے۔ مختصر یہ کہ آپ طریقت کے راہرو اور شاہراہ سلوک ومعرفت کے سپاہی تھے۔ اپنے دور کے افضل السالکین اکمل الواصلین اور روحانی بصیرت رکھنے والی شخصیت تھی۔ نامور علماء اور جلیل القدر اُمراء نے اپنے علم وامارت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حقیقت کا اظہار ہونے پر تصدیق سے مشرف ہوئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا کرم ہوا۔

حضرت مہدی موعودؑ احمد آباد میں قیام کے دوران مسجد تاج خان سالار میں بیان قرآن فرماتے تھے جس کا خوب چرچا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک بیان ہوکر اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔ آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بیان قرآن کی محافل میں شریک ہوتے تھے۔ بیان کے رموز وحقائق کو سن کر حیران و پریشان ہوجاتے تھے۔ حالانکہ خود بھی عالم دین تھے، آپ بھائیوں کے ساتھ تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں اور خلیفۃ اللہ کے آخری وقت تک سفر وحضر میں ساتھ رہتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے آپ کی قربت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے۔ آخر وقت آپؑ کا سر مبارک میاں امین محمدؓ کے زانو پر تھا۔ 903 میں آپ تصدیق سے مشرف ہوئے اور سات سال تک خلیفۃ اللہ کی صحبت میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو جم جم سہاگن کے لقب سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ جم جم سہاگن اس عورت کو کہا جاتا ہے جو شوہر کی سب سے زیادہ چہیتی ہوتی ہے۔ یہ معرفت اور تصدیق کے

نازک باتیں ہیں جس کو یہ ناچیز سمجھانے سے قاصر ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کے دربار سے آپ کو یہ خوشنودی بھی حاصل ہورہی ہے کہ خاتم سلیمانی تحریر فرماتے ہیں ''درصحبت میراں خوشنودی، کمال حاصل کردہ اند'' یہ کمال کیوں نہ حاصل ہوگا خلیفۃ اللہ کی نظر ایک ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔حضرت میاں امین محمدؒ 903ھ تا 910ھ تک آپ کی صحبت میں رہے۔نظروں کے سامنے تعلیم وتربیت، ذکر وفکر کی شمع جلائے۔اس صحبت کا اثر ہی تھا کہ ظاہری و باطنی علم کے ساتھ قدم زہد وتقویٰ پر تھا۔یعنی تمام تر عبادت وریاضت عالیت پر تھی۔ایک مرتبہ اوقات ذکر تنور گرم تھا، آپ کو اور میاں یوسفؒ کو خیال پیدا ہوا کیوں نہ روٹی پکالی جائے۔یہ دونوں صحابہ ذکر سے اُٹھ کر روٹی پکانے میں مصروف جاتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ تشریف لاتے ہیں اور دونوں صحابہ سے کہتے ہیں یہ وقت روٹی پکانے کا نہیں ہے۔یہ صحابہ کہتے ہیں تنور گرم ہونے کی وجہ سے ہم نے روٹی پکانا چاہا کیونکہ بعد میں ٹھنڈا ہوجائے گا۔آپؑ نے فرمایا ذکر کے اوقات میں کوئی دوسرا کام نہیں کرنا چاہیئے۔کیا آج خلیفۃ اللہ کی یہ تاکید، یہ ہدایت ہمارے ذہنوں میں ہے؟ اوقاتِ ذکر کی ہم کہاں تک پابندی کررہے ہیں؟ اور اگر کہیں یہ پابندی ہو بھی رہی ہے تو کیا یہ صرف ان پر فرض ہے یا ہر مہدوی کے لئے یہ حکم ہے چاہے وہ تارک الدنیا ہو یا کاسب؟ ذکراللہ مہدویوں کا لباس اور ان کی شان تھی۔اس شاندار روحانی لباس کو ہم نے پس پشت ڈالدیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ مہدی علیہ السلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قومی لٹریچر میں حضرت مہدی موعودؑ کی آپؒ کے تعلق سے یہ پیشین گوئی کا بھی ذکر ہے جس میں آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے بعد (یعنی وصال کے بعد) سیاحت درپیش ہوگی۔اصحاب کہف پر سے گزر ہوگا، اس کو بیدار کرکے بندہ کی تصدیق کرانا'' یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوتی ہے۔آپ حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت کے بعد بہت سارے ممالک کا تبلیغی دورہ کرتے ہیں۔ ہزاروں افراد کو تصدیق سے مشرف کرتے ہیں۔اصحاب کہف کو بیدار کرکے تصدیق کا شرف عطا کرتے ہیں۔اس کے بعد ہندوستان واپس آتے ہیں۔

شاعری سے بھی دلچسپی تھی، کلام میں رموز ومعرفت، اسرار حقیقت پنہاں ہوتا تھا۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی شان میں بہت ہی عالمانہ کلام آپ نے کہا ہے۔قوم کی بدقسمتی ہے کہ آپ کا بیشتر کلام ضائع ہوا کیونکہ آپ ہمیشہ سفر میں رہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد اکثر صحابہ ہندوستان کی طرف لوٹے۔ حضرت بندگی میاں امین محمدؓ مختلف مقامات پر تبلیغی دورہ فرماتے ہیں۔ آپ موجودہ علاقے، ایران، روس، سعودی العربیہ، چین وغیرہ کے مقامات کا دورہ کرتے ہیں اور پیام مہدی موعودؑ کو پیش کرتے ہیں۔ ہر مقام پر لوگ آپ کے وعظ و نصیحتوں سے استفادہ کرتے ہوئے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ سفر میں رہے، آج ہم بھی سفر کرتے ہیں اُن مقامات کا جہاں آنے جانے کی سہولتیں ہیں۔ اُن مقامات پر جانے سے گریز کیا جاتا ہے جہاں پر سفر کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جو سفر ہوتا ہے وہ چند روزہ ہوتا ہے۔ اس کا اثر دیرپا نہیں رہتا۔ مذہب سے عشق اور عقیدہ کی پختگی پیدا کرنے کے لئے کافی وقت دینا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر ذہن میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے تبلیغی کام کو جاری رکھنے کے لئے ان مقامات پر کوئی عالم یا آپ کی طرح کوئی مرشد وغیرہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے تسلسل قائم نہ رہ سکا۔ اگر آج بھی وقت نکال کر کوئی ان مقامات کا دورہ کرے گا تو یقیناً آپ کا، حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدین اور میاں محمد حاجی نے ان مقامات پر جو تبلیغی کام انجام دیا ہے اس کی تفصیلات سے آگہی حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ مقامی زبان میں ہمیں مہارت حاصل ہو۔

حضرت مہدی موعودؑ کو آپ کا کلام یاد تھا، حسب ذیل اشعار اکثر دہرایا کرتے تھے۔

در زمانِ مصطفیٰ ایں ھر چار	بود دایم ھر صحابہ آشکار
(ترجمہ) مصطفیٰ کے عہد میں یہ امر چار	تھے صحابہ میں ہمیشہ آشکار
جوع جانبازی و بذل غربت است	چوں بود ایں چار پنجم قربت است
(ترجمہ) جوع و جانبازی و خواری مفلسی	چار یہ ہیں پانچواں ہے قربت بھی

ترجمہ: حضرت رشدیؒ

انصاف نامہ کے باب (15) میں آپ کے مزید اشعار شائع ہوئے ہیں۔

تسویت خاتمین علیہ السلام کے سلسلہ میں حضرت میاں امین محمدؓ کی یہ رباعی عقیدہ کی پختگی کا بین ثبوت ہے۔

اے مہدیؑ آخرالزماں یعنی محمدؐ آمدی	بارک اللہ مرحبا مانند احمد آمدی
مہر ولایت نامور بر پشتِ اودار نشاں	بر حقیقت را برو بے میم احمد آمدی

شان مہدی موعودؑ میں کہی گئی نعت ملاحظہ فرمائیے۔

اے عارفاں، اے عارفاں مقصود جاں آمدید ید — اے واصلاں، اے واصلاں دلبر عیاں آمدید ید

اے صادقاں، اے صادقاں در صف عالی تر شدید — کاہن وقت صاحب مہدی زماں آمدید ید

اے عاشقاں، اے عاشقاں پروانہ ہانام شما — ہوشیار باشید ایں زماں شمع رواں آمدید ید

اے طالباں، اے طالباں جوئید گل چو بلبلاں — غنچہ بناز حسن خود بوستاں آمدید ید

اے زاہدں، اے زہداں بیہودہ انجی میکشید — ہادی محمد شاہِ حق بر انس وجاں آمدیدی

اے محتسب، اے محتسب جام وصراحی دست کن — من بنوشم یک دگرآں دلستاں آمدید ید

آمینؔ محمد غافل است یارب تو غفلت دور کُن

ہاں اے دل ہشیار شو صاحب زماں آمدید ید

اس نعت میں آپ نے مقام وعظمت مہدی موعودؑ کو پیش کرتے ہوئے اپنے عشق وعقیدہ کا برملا اظہار کیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بزرگوں نے نہ صرف اپنے عمل سے بلکہ اپنے قلم سے بذریعہ نثر ونظم اپنے عقیدہ کے ساتھ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے مقام ومرتبہ کو احادیث حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ بزرگوں کا تمام قلمی کارنامہ آج ہمارے لئے راہ ہدایت اور راہ عمل ہے۔ آج جو بھی ہمارے علماء کرام تحریر وتقریر کے ذریعہ پیش کررہے ہیں یہ انہی بزرگوں کا طفیل اور فیض ہے۔

حضرت میاں امین محمدؒ نے شاعری سے ہٹ کر مکتوبات کے ذریعہ بھی دین کی تبلیغ اور افہام و تفہیم فرمائی ہے۔ قوم کا مشہور ومعروف ادارہ اشاعت کتب سلف صالحین نے آپ کے بعض مکتوبات کو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وہ ایک مکتوب کے متن کو یہاں پیش کردینا ضروری سمجھتا ہوں جو کہ موجودہ حالات میں ہمارے لئے غور وخوص کے علاوہ تنبیہ کرتا ہے۔ ’’آپ تحریر کرتے ہیں گیا وقت ہاتھ نہیں آتا، عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ ہم وقت کو صرف کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیں اور دیکھیں کہ کوئی لمحہ یا کوئی ثانیہ ذکر خدا سے خالی نہ جائے۔ مومنین پر لازم ہے کہ خدا طلبی کی باتیں دل وجان سے سنیں اور خدا طلبی کی راہ پر چلیں تب ہی وہ فرمان خدا ’’ **لعلکم ترحمون** ‘‘ کے مستحق بنیں گے۔ جو لوگ دنیا کو عزیز رکھتے ہیں انہیں جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ نے طالب دنیا کو کتا اور دنیا کو مردار کہا ہے۔ اس لحاظ سے وہ بظاہر مسلمان ہونگے لیکن دل سے مسلمان نہیں ہوسکتے، چونکہ دنیا مومنوں کی نظر میں کوئی وقعت نہیں

رکھتی۔ پس جو شخص دنیا کو اچھا سمجھا وہ نص قطعی اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی رو سے کافر ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ حضور مہدی موعودؑ نے خدا کی لقاء کے طالبوں کے لئے یہ خبر دی کہ جو شخص تارک الدنیا طالب مولیٰ غیر اللہ کی طرف توجہ کرے یا مخلوق کے دروازہ پر جائے وہ ہماری آن سے نہیں ہے''

مورخ تاریخ سلیمانی نے آپ کے خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے'' وہ کارہائے نادرہ امورِ عجیبہ از ذات فجستہ صفات بظہور آمد'' ترجمہ یعنی آپ کی ذات والا صفات سے کئی نادر کام اور عجیب وغریب امور ظاہر ہوئے ہیں۔

ہم عصر حضرت ملک جی مہریؒ نے آپ کے انتقال پر منظوم خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔

امین محمدن الوالہ الجمیل الوجد	عجب نہ کر از غایت محبت یار
چو مرغ از قفسِ تن بھا ذیقعدہ	بباغ مقصد صدق روانش کرد اقرار
اذ ان شدہ تاریخ ذی بدوح دریں	یبھم یحسبونہ است مدح نگار

ان اشعار سے آپ کی وفات ماہ ذیقعدہ 936ھ میں ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ آپ ہمعصر ہیں اس لئے اس کو تسلیم کرلیا جاسکتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد 26 سال بقید حیات رہے۔ کئی ایک سفر کئے اور ان مقامات پر تبلیغ فرمائی۔ حضرت بندگی میاں امین محمدؒ ان مختلف مقامات کے دورہ کے بعد دکن کی طرف رخ کرتے ہوئے دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوری اپنے بھتیجے کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کے آنے سے دولت آباد حقیقت میں روحانی دولت آباد ہوجاتا ہے۔ دولت آباد میں کب آئے اور کتنے سال رہے تاریخ اس تعلق سے خاموش ہے۔ یہاں آنے کے بعد عزلت اختیار کرکے اللہ کے ذکر وفکر میں ڈوب جاتے ہیں اور 22 / ذیقعدہ 936ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں۔ حضرت میاں عبدالکریم نوری کے بازو آپ کا مزار ہے۔ حضرت میاں امین محمدؒ ظاہری و باطنی علم کے ایک روشن چراغ تھے جس سے پیام مہدی موعود کو پہنچایا۔ آج قوم کو ایسے ہی چراغوں کی ضرورت ہے تاکہ اندھیروں کو دور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قوم میں ایسے چراغ کو پیدا کرے (آمین) ooo

حضرت بندگیمیاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہ

صحابہ خاتمین علیہ السلام ہمت، صحبت، شرکت، غزوات اور خدمات اسلامی کے لحاظ سے فضیلت میں مختلف ہیں۔لیکن صحابی ہونے کی حیثیت سے سب واجب التعظیم ہیں۔

حضور مہدی موعودؑ کے دادا سید عثمان کو دو فرزند سید جلال اور سید عبداللہ تھے۔سید جلال کو تین فرزند سید سلام اللہ، سید کریم اللہ، سید غنی (المہدی الموعود میں سید عبدالغفار لکھا گیا ہے) اور دو دختر بی بی راستی اور بی بی الہداتی ہوئیں۔میرانسید عبداللہ کو دو فرزند میرانسید احمد اور میراں سید محمد (حضرت مہدی موعودؑ) ہوئے۔میراں سید احمد کا عقد بی بی راستی سے اور میراں سید محمد کا بی بی الہداتیؓ سے ہوا۔اس طرح میاں سلام اللہ حضرت مہدی موعود کے برادرِ نسبتی اور حقیقی چچیرے بھائی ہوتے ہیں۔

حضرت میاں سلام اللہؓ جوانی ہی سے حضور مہدی موعودؑ کی صحبت میں رہے حضرت مہدی موعودؑ کے ابتدائی دور کے اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے قریب تھے۔حضرت مہدی موعودؑ نے میاں سلام اللہ کی مانڈی پر اپنا سر رکھکر بہت زاری کی۔آپؓ نے عرض کیا کہ حضرتؑ کس لئے اس قدر زاری کرتے ہیں۔حضرتؑ نے فرمایا، سترہ سال ہوئے کہ دو دم برابر نہیں۔نفی کے دم کی سیر تحت الثریٰ تک ہے اور اثبات کے دم کی سیر عرش تک ہے۔سیر ایسی ہے خدا تعالیٰ باقی ہے۔اس لئے زاری ہے۔اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حضرت مہدی موعودؑ سے کتنے قریب تھے، حضرت میاں سلام اللہؓ مہدی موعودؑ کے ساتھ جنگ دلپت میں حصہ لیا اور حضور مہدی موعودؑ نے جب ہجرت فرمائی تو آپ بھی ساتھ ہو گئے۔سفر کی تکلیفوں کو برداشت کئے۔حج میں ساتھ رہے۔واپس سفر حج کے موقعہ پر سمندر میں طوفان اُٹھا اور جہاز تیز رفتاری سے جا رہا تھا اور بہت پریشان ہو گئے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے۔فوراً حضرت مہدی موعودؑ کے پاس تشریف لائے اور حالات کو بیان کیا حضور نے سن کر ارشاد فرمایا کہ جہاز کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔بلکہ خدائے تعالیٰ اس سفر کو جلدی طئے کرائے گا۔

حضرت میاں سید سلام اللہؓ ہر وقت جانثاری اور فدا کاری کا حق ادا کرتے تھے، آپ کے اخلاق نہایت بلند تھے۔ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا تھا۔حُب رسول ﷺ و مہدیؑ میں غرق رہتے تھے۔

زندگی نہایت سادہ بسر کرتے تھے۔ جو بھی مل جاتا اسی پر قناعت کرتے تھے روایت ہے کہ آپ حضور مہدی موعودؑ کو وضو کروار ہے تھے۔ وضو کے بعد آپ کو دیکھکر فرمایا۔ قال رسول اللہؐ الخادمہ محروم۔ یہ سُن کر آپ کو پریشانی ہوئی اور رنجیدہ ہوئے۔ اس کیفیت کو دیکھکر حضور نے ارشاد فرمایا سید سلام اللہؓ دوزخ تم پر حرام ہے۔ حضور مہدی موعودؑ جب مانڈو تشریف لائے تو آپ کے بیان قرآن کا چرچا عام اور خاص میں ہونے لگا۔ یہ خبر سلطان غیاث الدین خلجی کو پہونچی تو اس نے ایلچی کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ میں خود حاضرِ خدمت ہوتا اور دولت ایمان سے فیضیاب ہوتا لیکن اس بات کی مجبوری ہے کہ میرا بیٹا نصیر الدین قید کرر کھا ہے میری بیعت قبول فرمائیں۔ حضور نے سلطان کی دلجوئی کی خاطر دائرہ کے دو اصحاب میاں ابوبکرؓ اور میاں سلام اللہؓ کو بھیجا۔ سلطان نے دونوں اصحاب کی بڑی قدر و منزلت کی۔ خادموں کے ذریعہ فتوح روانہ کی۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے قربت کی وجہ سے کئی ایک واقعات آپ سے رونما ہوئے ہیں۔ دائرہ میں ایک مرتبہ انگور آئے۔ میاں سلام نے ایک خوشہ میراں سید حمیدؓ کے ہاتھ میں دیا مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ فقیروں کا حق کس لئے دے۔ آپ نے کہا معاف فرمائیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ یہ فقیروں کا حق ہے سب فقراء کے پاس معاف کروائیں۔

حضرت مہدی موعودؑ ہجرت فرماتے ہوئے بڑہ تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ میاں سلام اللہ کسی کام سے شہر گئے۔ ایک سوداگر کے دروازے کے سامنے سے گزرے اس سوداگر نے میاں کے ہاتھ سے ۸۰ ہزار تنکہ حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد میاں سلام اللہ نے کہا میرانجی خدائے تعالیٰ نے بھیجا اور پہنچایا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کس لئے لائے۔ اس کو خدا کا بھیجا ہوا نہیں کہتے۔ اس کو حلال کہتے ہیں۔ لیکن حلال طیب نہیں۔ حلال طیب وہ ہے کہ یکا یک بے گمان اور بے اختیار پہنچ جائے۔ اُس وقت خدائے تعالیٰ پر نظر جاتی ہے اور حلال طیب کے لئے حساب نہیں ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا ایک دندانِ مبارک نکل کر زمین پر گر پڑا اور فوراً بی بی الہدائیؓ نے اسے اٹھایا۔ میاں سلام اللہ نے کہا کہ مجھے دیدو۔ اس کو حفاظت سے رکھوں گا۔ بی بی نے کہا نہیں میں رکھونگی۔ حضرت مہدی موعودؑ نے بھائی بہن کی گفتگو سن کر فرمایا کیوں جھگڑتے ہو وہ کسی کے پاس بھی نہیں رہے گا۔ بی بی نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر ایک ڈبیا میں رکھا۔ چندروز کے بعد ڈبیہ کھول کر دیکھا تو غائب ہے۔

جہاں حضرت مہدی موعودؑ نے کشف وکرامت پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ کی تعلیم ہے کہ بندہ کا پوست بھی اگر پہنو گے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بندہ کا پوست جدا کرے اور عذاب دے۔ ذیقعدہ کی 2/ تاریخ کو بی بی الہداتیؓ کا انتقال ہوتا ہے۔ آپ کے بستر پر سونے کا تنکہ ملتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ حکم دیتے ہیں کہ بی بی کی پیشانی پر داغ لگا دو۔ میاں سلام اللہؓ کو جب اس کا علم ہوتا ہے تو دوڑ کر آتے ہیں اور خلیفۃ اللہ سے فرماتے ہیں وہ سونے کا تنکہ بی بی فاطمہ کا ہے۔ یہ سننے کے بعد حضرتؑ فرماتے ہیں، بندہ جانتا تھا بی بی متوکل تھیں ان کے پاس سوائے خدائے تعالیٰ کی ذات کے کچھ نہ تھا۔

میاں سلام اللہؓ سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت مہدی موعودؑ آیت قاتلوا و قتلوا تلاوت فرمارہے تھے۔ یکایک سامنے حضرت میاں سید خوندمیرؓ تشریف لائے۔ حضور کی نگاہِ مبارکہ ان پر پڑی تو حضور کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ نے فرمایا کہ اس غریب کے سر پر کیا کیا آفتیں پڑینگی۔ اس نقل سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کے سامنے وہ تمام منظر پیش ہوگیا تھا جس پر سے حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیرؓ کو گزرنا تھا۔

جہاں اُمت کو حضور مہدی موعودؑ کے ذریعہ سے شبِ قدر جیسی نعمت عظمیٰ ملی ہے اس متبرک رات میں سب کے لئے دعا کرنے کی میاں سلام اللہؓ نے حضور مہدی موعودؑ سے خواہش فرمائی۔ اس سلسلے میں روایت ہے کہ کاہہ میں قیام کے دوران ماہِ رمضان کی ۲۶ ویں رات آئی۔ آدھی رات گزرجانے کے بعد حکم خدا پر پہلی مرتبہ دوگانہ لیلۃ القدر حضرت مہدی موعودؑ نے ادا کی۔ نماز کے بعد دعائیں پڑھیں سورہ القدر کا بیان فرمایا۔ اور اللھم احینی (اللہ مجھ کو جلا) پڑھا۔ میاں سلام اللہ نے عرض کیا کہ خداوند ہم کو کیوں شامل نہ کیا۔ حضور خاموش ہوگئے لیکن دوسرے سال فرہ مبارک میں دوگانہ کے موقعہ پر اللھم احینا (اللہ ہم کو جلا) پڑھا۔ جہاں یہ واقعہ امامنا علیہ السلام سے آپ کی قربت کا پتہ دیتا ہے دوسری طرف عبادت میں آپ کی انہماک دلچسپی اور خشوع وخصوع کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن ان سب سے اہم شبِ قدر جیسی متبرک اور مقدس رات میں تمام کے لئے دعا کرنے کا اظہار کرنا اور حضور علیہ السلام کا قبول کرنا یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ آپ پر بہت لطف ومہربانی فرماتے تھے۔

ترکِ دنیا کے بعد دنیا کے داروں کے گھروں کو جانا دورِ ولایت میں بھی اور خلفاء علیہ السلام کے زمانے میں بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ثانی مہدیؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ ملک لطیف دائرہ

بھیلوٹ سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ کئی دفعہ میاں سید سلام اللہ سے گھر پر آنے کی خواہش کی ۔میاں عذر فرماتے رہے لیکن ایک دن ملک لطیف بعد نماز مغرب دائرہ میں آ کر میاں کو اور چند برادران کو گھر لے گئے ۔حضرت ثانی مہدیؓ کو خبر ہوئی اور آپ نے بہت ڈانٹا۔میاں سلام اللہ اپنی غلطی پر بہت نادم ہوئے۔ دستار کو گلے میں ڈال کر حضرت کے قدموں پر گر کر معافی چاہے حضرت کی اجازت کے بغیر تشریف لے جانے کی اس غلطی سے آپ اس قدر نادم ہو گئے تھے کئی دنوں تک حضرت ثانی مہدیؓ کے سامنے نہیں آئے ۔ یہ واقعہ آپ کی منکسرالمزاجی ،مرشد سے عقیدت واحترام کا ثبوت پیش کرتا ہے حالانکہ حضرت ثانی مہدیؓ آپ کے بھانجے ہوتے ہیں۔رشتہ میں چھوٹے عمر میں کم،لیکن میاں سید سلام اللہ نے مسند امامؑ پر فائض ہونے سے آپ کی قدرومنزلت کرتے تھے۔

حضور مہدی موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے جہاں دوسروں کی انتہا وہاں سے ہماری ابتداء یعنی حضور کے دائروں میں عالیت پر توجہ دیتے تھے اور یہی تعلیم خلفاء علیہ السلام کے دائروں میں بھی تھی ۔ ایک روز میاں سلام اللہ نے ایک تنکے کا تیل بقال سے لا کر مسجد میں کے چراغ کو روشن کیا۔نماز عشاء کے بعد حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے دریافت کیا کہ تیل کہاں سے لائے ۔آپ نے فرمایا کہ بقال سے قرض لے کر لایا ہوں ۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا چراغ کو دور کرو۔ پھر نماز پڑھو اور آپ نے دوبارہ نماز ادا کی ۔ ہمارے بزرگ خدا کی عبادت کے ادا کرنے میں کس قدر احتیاط کرتے تھے۔آج ہم خدا کی عبادت کے وقت حلال وحرام میں کوئی تمیز نہیں کرتے

حضرت میاں سلام اللہؓ کو جہاں حضور مہدی موعودؑ سے بے پناہ عشق و محبت تھی وہیں حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدی موعودؓ سے بھی آپ کو بے حد محبت تھی ۔آپ نے دیکھا کہ فیض ولایت سے تمام کے تمام بہرہ پا رہے ہیں فوراً حضرت ثانی مہدی کو خط لکھنا چاہ کے حضرت مہدی موعودؑ کے پاس آ جاؤ لیکن مہدی موعودؑ نے منع فرما دیا اور فرمایا جہاں محمود ہے میں وہاں ہوں ۔ یہ محبت حضرت ثانی مہدیؓ سے آپ کی دلی محبت کا پتہ دیتی ہے ۔ جہاں آپ حضور مہدی موعود علیہ السلام کی صحبت میں تاحیات رہے،اس طرح حضرت ثانی مہدیؓ کی صحبت میں بھی تاحیات رہے۔حضرت ثانی مہدیؓ کے وصال کے بعد حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ نے آپ کو بی بی ملکانؓ ،حضرت بندگیمیاں سید عبدالحئی روشن منورؓ اور حضرت بندگیمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کو ساتھ لے کر اپنے دائرہ رادھن پور لے گئے ۔

حضرت بندگیمیاں سید سلام اللہؓ ۲۰/ ربیع الاول کو اس دار فانی سے کوچ فرمائے ۔آپ کی مزار پاک ، روضہ اقدس حضرت بندگی میاں سید محمود ثانیؓ بھیلوٹ شریف میں ہے۔000

حضرت بندگی میاں شیخ بھیک رضی اللہ عنہ

حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ ہندو پاک کے مشہور ولی اللہ حضرت زرزری بخشؒ (خلد آباد) کی اولاد سے ہیں۔آپ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ، حضرت فرید مہاجرؓ کے بھائی ہیں۔ جونپور میں ہی آپ مہدی موعودؑ کی قابلیت اور علم سے متاثر ہوکر معتقد ہوگئے اور ساتھ رہنے لگے اور وہیں سے حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت فرماتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کے جلیل القدر صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے خلیفتہ اللہ کے ہمراہ ہمیشہ ہجرت میں رہے۔تقویٰ وپرہیزگاری، ذکر وفکر آپ کی حیات کے سامان تھے خلیفتہ اللہ کی صحبت مبارکہ میں عبادت وریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی نظر مبارک جوایک ہزار سال کی مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔ یہ نظر کئی ایک مرتبہ آپ پر پڑی جس کی وجہ سے آپکی روحانی زندگی میں انقلاب آ گیا تھا اللہ کے مخلص بندوں میں آپ کا شمار ہونے لگا اور پھر صحابی مہدی موعود ہونے کا شرف حاصل ہوا ۔صحبت مہدی موعود علیہ السلام کے فیضان سے یہ کیفیت ہوگئی تھی جو زبان سے نکلتا وہ پورا ہوکر رہتا۔مصنف تاریخ سلیمانی آپ کے تعلق سے تحریر کیا ہے کہ ''میاں بھیکؒ مہاجر جو بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کے بھائی ہیں ایک اللہ والے نیک دل ونیک صفات، صاحب کمال اور صاحب حال ہیں''

حضرت مہدی موعودؑ دانا پور سے جب ہجرت فرمائی، دانا پور اور کالپی کے درمیان ایک مقام پر گاؤں کے سردار کا انتقال ہوجاتا ہے ہر دل عزیز شخصیت ہونے کی وجہ سے گاؤں کے تمام لوگ رنجیدہ اور غمزدہ تھے سب کے سب گریہ زاری کر رہے تھے اس مقام سے آپ کا گذر ہوتا ہے دریافت کرنے پر واقعہ کا علم ہوتا ہے یکا یک آپ کے زباں سے یہ الفاظ نکل جاتے ہیں یہ مرانہیں زندہ ہے اور مردہ فوراً زندہ ہوجاتا ہے۔گاؤں کے مشرکین، یہ شرک کے پجاری اس واقعہ پر حیرت زدہ ہوکر پکار اُٹھتے ہیں یہ انسان نہیں پربھو ہے، پرمیشور ہے، اوتار ہے۔گاؤں کے تمام لوگ آپ کے پیچھے ہوجاتے ہیں اور آپ پریشان ہوکر دوڑتے ہوئے دائرہ میں آتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ سے تمام واقعہ عرض کرتے ہیں جب

یہ لوگ دائرہ میں آتے ہیں اور آپ کے تعلق سے دریافت کرتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں تمہارا سردار مرا ہوا ہی ہے وہ زندہ نہیں ہے تمام کے تمام واپس ہوتے ہیں اور سردار مرا ہوا پاتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ اس کے بعد میاں بھیکؒ سے فرماتے ہیں تم نے خود سے یہ بلا مول لی ہے، یہ مقام عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے اس میں دخل نہ دو۔اس واقعہ کے بعد حضور مہدی موعودؑ مسلسل تین روز کا روزہ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے گروہ کو کشف وکرامات سے دور رکھ۔خداوند تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔یہ حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ کی ایک ادنیٰ سی کرامات تھی۔ذہن ودل کی صفائی یا پاکیزگی کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے وہ عبادت بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے بندہ کی تخلیق فرمائی اگر وہ اُس مقصد کو عزیز رکھتے ہوئے دم اور قدم کی حفاظت کرتا ہے وہ بندہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا ذکر خیر نہ صرف آسمانوں میں بلکہ زمین پر بھی اپنے بندوں سے کراتا ہے۔یہی ہمارے مہدویہ دائروں کی خصوصیت تھی۔

آپ تقریباً ہر وقت حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ رہتے اور آرام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ہجرت میں قندھار کے سفر کے دوران ایک مُلاّ ،حضرت مہدی موعودؑ سے بے تکے سوالات کرکے بار بار حجت کررہا تھا۔خلیفۃ اللہ کے سمجھانے کے باوجود بحث کررہا تھا۔اس وقت میاں بھیکؒ سے صبر نہ ہوا اور خلیفۃ اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں آپ کس بے مغز سے سر کھپا رہے ہیں۔حضرتؑ فرماتے ہیں'' میاں بھیکؒ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اسی کام کے لئے بھیجا ہے تم کو کیوں حرج ہورہا ہے'' حضرت مہدی موعودؑ کا کتنا خیال آپ رکھتے تھے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔دعوت دین اور تبلیغ دین آسان کام نہیں ہے۔اس فریضہ کی ادائی کے لئے ہر مومن کو ایثار وقربانی ،صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔کون، کب، کن حالات میں، کس نظریہ کے ساتھ کس غرض سے آتا ہے اُس کیفیت کو جان کر تفصیلات سے آگاہ کرنا پڑتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت کا کیا اثر آپ پر ہوا تھا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔سفر حج بیت اللہ کے دوران بیدر سے آپ بیجاپور کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔اثناء سفر بیجاپور کا راستہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوتے ہیں۔اس وقت میاں بھیکؒ عرض کرتے ہیں یہ راستہ بیجاپور کو نہیں جاتا۔حضرت مہدی

موعودؑ فرماتے ہیں ذرا سامنے دیکھو۔ جب میاں بھیکؓ نظر ڈالتے ہیں تو حضرت سید محمد گیسو درازؒ سبز پوشاک میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ خلیفۃ اللہ کی صحبت اور عشق مہدیؑ کا اثر تھا جو یہ مقام و مرتبہ آپ کو حاصل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت مہدی موعودؑ نے صادقین کی صحبت کو فرض فرمایا ہے۔ بندہ جب صادق کی صحبت پاتا ہے تو اس کی نظروں کے سامنے سے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت کو پاتا ہے۔ حق آشنا ہی نصیب ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک بڑا انعام واکرام ہے جو طالب کو عطا ہوتا ہے۔ اس منزل پر اس کو ٹھہرنا نہیں ہے بلکہ آگے بڑھنا ہے کیونکہ یہ تعلیم خاتم الولایت محمدیہ ہے۔

تجلی روح ایک مقام ہے میدان سلوک و معرفت میں۔ عرفانی تعلیم میں یہ ایک بڑا مقام ہے۔ اس میں نہایت احتیاط، صبر و تحمل کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ فضل خداوندی سے حضرت میاں بھیکؓ کو یہ مقام حاصل تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ کے دور حیات ہی میں ایک بار حالت بے خودی میں ''ہمہ حق اوست'' دہرا رہے تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ یہ سننے کے بعد میاں بھیکؓ سے فرماتے ہیں دیکھتے بھی ہو یا صرف کہتے ہو۔ آپ جواب میں فرماتے ہیں ''ہمہ اوست'' حضرت مہدی موعودؑ جواب سننے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ''بلے حق است مگر دانستن ایمان گفتن کفر است'' یہ سننے کے بعد تقید سے راہ سلوک میں آگے بڑھتے ہیں۔

آپؓ حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت تک ساتھ رہے یعنی صحبت مہدی موعودؑ میں 23 سال رہتے ہیں۔ اس عظیم عرصہ میں آپؓ نے کیا کیا نہ پایا ہوگا۔ فرہ مبارک سے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ساتھ ہندوستان واپس آتے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؓ کی صحبت میں رہتے ہیں، 4/رمضان 918ھ میں حضرت ثانی مہدیؓ کی رحلت کے بعد بھیلوٹ سے روانہ ہوتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کے ساتھ دساڑہ آکر دائرہ قائم کرتے ہیں اور بھائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت سے دساڑہ کی ساری آبادی مہدوی ہو جاتی ہے۔

غرض یہ بزرگ ترین شخصیت ۱۹/رجب کو اس فانی دنیا سے کوچ کرتی ہے۔ پرینڈہ عثمان آباد میں آپ کا روضہ مبارک ہے بہرہ عام و عرس کے موقعہ پر ہزاروں عقیدت مندان شریک ہو کر فیض پاتے ہیں۔ آپ کے روضہ کی شان ہی نرالی ہے۔ زائر کو ذہنی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆

حضرت شیخ مومن توکلی رضی اللہ عنہ

والی ریاست بیدر ملک قاسم برید نے خواب دیکھا کہ ایک شیر شہر کے ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ بادشاہ مذکور نے ریاست بھر کے علماء اور مشائخین وقت کو جمع کر کے خواب بیان کرتے ہوئے اس کی تعبیر چاہی سبھوں نے اپنے اپنے احاطہ علم کے تحت تعبیر دی لیکن ملک مذکور کی تشفی نہ ہوئی۔ اسی مجلس میں حضرت شیخ مومن توکلیؒ بھی موجود تھے حضرت نے فرمایا ایک عظیم ولی صفت، قطب الاخطاب ہستی کا شہر جہاں پناہ میں ورد ہوگا ''انشاء اللہ تعالیٰ'' حضرت شیخ ہر چند کہ مریدین ومعتقدین کی کثیر تعداد کے حامل مشائخ تھے۔ ساتھ ساتھ نہایت عابد اور زاہد متقی اور صاحب جمال وقال بزرگ وقت بھی تھے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ اس واقعہ کے چند ہی دن بعد بیدر میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ آپ جس مقام پر بھی جاتے بیان قرآن فرماتے۔ لوگوں کی کثیر تعداد بیان قرآن کی مجالس میں شریک ہوتی تھی۔ ان مجالس میں حضرت شیخ مومن توکلیؒ بڑی ہی عقیدت واحترام سے شریک ہوکر بہت ہی متاثر ومطمئن ہوتے تھے۔ برسوں کی محنت کے بعد بھی آپ کو ان حقائق کا علم نہ ہوسکا تھا جو آپ کو امامنّا کے بیان قرآن سے ہو رہا تھا۔

بیدر کے بیشتر مشائخ وقاضی اور علمائے وقت حضور مہدی موعودؑ کے اخلاق اور بیان قرآن سے متاثر ہوکر اکثر اپنا وقت آپ کی صحبت میں گذارتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہاں پر ہر مکتبۂ فکر کے افراد چاہے عالم ہو کہ اُمراء یا، دنیادار تمام نے آپ کا استقبال کیا۔ ان میں کے بعض علماء ومشائخ جو خدائے تعالیٰ کی طلب اور جستجو رکھتے تھے آپؑ کی صحبت اختیار کر لئے تھے۔ خدا کی طلب کے لئے خدا کے دیدار کے لئے جن لوگوں نے حضرت مہدی موعودؑ کے دعویٰ مہدویت سے قبل آپ ہی کی ذات مبارک کو مہدی موعود ہونا یقین کر لیا تھا ان میں سے ایک حضرت شیخ مومن توکلیؒ بھی ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے قیام بیدر کے اس دیڑھ سال میں شیخ کو آپ سے عشق ومحبت جنون کی حد تک ہوگیا تھا۔ حضور سے جدا رہنا گوارہ نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہر وقت آنحضرتؑ کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ آپ پابندی

کے ساتھ وضو کراتے تھے۔حضور جب وضو کے لئے تشریف لاتے تو پانی آپ کے ہاتھوں پر ڈالتے اور پاؤں دھونے کے وقت حضور علیہ السلام لوٹا آپ کے ہاتھ سے لے کر خود دھو لیتے تھے۔ایسے وقت پر حضرت شیخ مومنؒ بڑی ہی عقیدت کے ساتھ دونوں ہاتھوں ہتھیلیوں کو یکجا کر کے حضور علیہ السلام کے پاؤں کے نیچے لاتے اور وضو سے دھویا ہوا پانی پی لیتے تھے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت میں آگے ایک اور عاشق مہدیؑ نظر آتے ہیں جنہیں تاریخ مہدویہ میں حضرت بندگیمیاں عبدالمجید نورنوشؒ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس واقعہ کے پس منظر میں ہم حضرت بندگی میاں شیخ مومن توکلی کو بھی مانند نورنوش کہہ سکتے ہیں۔خلیفۃ اللہ کے دعویٰ مہدیت سے قبل ہی آپ نے یقین کامل کے ساتھ آپ کو مہدی موعود تسلیم کر لئے تھے۔یہ آپ کی سیرت کی بہت بڑی خوبی ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام بھی آپ کے عشق اور عقیدت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے حضرت شیخ مومن توکلیؒ نے ایک دن حضور علیہ السلام کو بڑی ہی عقیدت واحترام سے گھر پر تشریف لانے کی کمال اشتیاق سے دعوت دی حضور علیہ السلام نے آپ کی دعوت کو قبول فرمایا تو خوشی خوشی گھر تشریف لائے تا کہ دعوت کی تیاری کریں گھر میں اس وقت صرف اور صرف اللہ کا فضل تھا۔ایک عصا تھا جو آپ کبھی کبھی ہات میں لے کر نکلتے تھے اس کو فروخت کیا اور جو پیسے آئے اس سے آٹا اور ترکاری خریدی۔ اس طرح دعوت کا انتظام کیا اور غسل کے لئے پانی گرم کر کے تیار رکھا۔حضور علیہ السلام غسل کے لئے کپڑے اتارے تو شیخ مومن توکلیؒ پشت مبارک کی طرف گئے اور مہر ولایت کا نقشہ پشت مبارک پر دیکھ کر بوسہ دیا اور عرض کیا کہ یہ ساری گستاخی کی غرض وغایت صرف مہر ولایت کا دیدار تھی۔دل میں خیال آیا تھا کہ آثار وعلامت کے لحاظ سے آپ کی ذات خاتم الاولیاء ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے پشت مبارک پر مہر نبوت تھی اسی طرح آپ کے پشت پر مہر ولایت ہونی چاہئے۔غلام دیکھنا چاہا اور خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کا دیدار ہوا۔مہر ولایت کے دیدار کے بعد ہی سے آپ کے نام کے ساتھ زائر مہر ولایت لکھا جاتا ہے۔تاریخ مہدویہ صرف دو ہی ہستیوں کا ذکر آیا ہے جنہوں نے مہر ولایت کی زیارت کی ہے ان میں ایک شیخ مومن توکلیؒ اور دوسرے حضرت یوسفؒ سہیت ہیں۔اس واقعہ سے ہمیں حضرت مہدی موعودؑ کے مزاج کی سادگی اس کے ساتھ آپ نے کس طرح اپنے عقید تمندوں کی دعوت کو قبول فرمایا پھر کردار کی معراج دیکھئے کہ عقید تمند کی خواہش پر عمل کے لئے تیار ہو جانا، آپ کا یہ اُسوہ اُن

افراد کے لئے راہ ہدایت ہے جو تبلیغ دین کی راہ پر ہیں۔اس سفر کے دوران متلاشیان حق کی طرف سے کچھ خواہشوں کا اظہار ہوجائے تو اُس کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اس سے داعی کے کردار کا بڑااثر پڑتا ہے۔بشرطیکہ وہ مذہبی اُصول کے مغائر نہ ہوں۔

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حضور علیہ السلام کا بیدر میں دیڑھ سال قیام رہا اوراس مدت میں آپؓ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدانہیں ہوئے۔جب خدائے تعالی کے حکم سے حضرت مہدی علیہ السلام کو بیدر سے ہجرت کا حکم ہوا تو آپ بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپؓ کی ضعیفی کی وجہ سے موضع اڑم میں آپ کو رہنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ تمہارا مقصد پورا ہوگیا ہے تم اسی جگہ رہو اور فرمایا

گر بہ منی دریمنی پیش منی
در بے منی پیش منی دریمنی

اگرتم میرے ہوکر یمن میں رہے تو بھی میرے نزدیک ہوں اگر میرے نہ ہوکر میرے روبرو رہے تو بھی گویا یمن میں ہی ہو۔اس شعر کی روشنی میں آج ہم اپنی اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، ہم کس حد تک مہدیؑ سے وابستگی رکھے ہوئے ہیں، کہاں تک آپ کی تعلیمات پر ہمارا یقین ہے۔کہاں تک فرض فرض پر واجب واجب پر، سنت سنت پر یقین کامل ہے۔کس کسوٹی پر ہماری زندگی بسر ہورہی ہے۔

غرض حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے حکم پر آپ اڑم ہی میں قیام فرمایا۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے جدائی کے بعد آپ رات دن مہدی علیہ السلام کا ذکر اپنے مریدوں سے کیا کرتے تھے روایت میں آیا ہے کہ ایک دن اپنے مریدوں کے مجمع میں شیخ نے عرض کیا اگر حشر کے دن اللہ جل شانہ مجھے پوچھے گا مومن تو میری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے تو عرض کروں گا کہ الٰہی یہ دو آنکھیں لایا ہوں کہ جس سے سیدنا مہدی موعود علیہ السلام کو اور آپ کی مہر ولایت کو دیکھا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ حضرت سید محمد مہدی ہی سچے مہدی ہیں۔اس کے بعد اپنے مریدوں سے فرمایا کہ جب تم سنو کہ حضرت سید محمد نے مہدیت کا دعویٰ فرمایا ہے تو اُس وقت ان کے حضور دوڑو اور ان کی تصدیق کرو کیونکہ آپ کی تصدیق کرنا سارے جہاں پر فرض ہے اور آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو آپ کی تصدیق نہ کرے گا اس کو آخرت میں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔الغرض حضرت شیخ مومن توکلیؒ حضرت مہدی موعودؑ کے

عاشق زار تھے، رات دن مہدی موعودؑ کا ہی سبق پڑھتے تھے۔

حضرت میاں ولی سکندرآ بادیؒ نے اپنی کتاب سوانح مہدی موعود میں تحریر کیا ہے کہ حضرت شیخ مومن توکلیؒ نے مہر ولایت کا نقشہ لکھ رکھا تھا۔ شیخ کے جانشین زمانہ دراز تک تعلیمات امامنا علیہ السلام پر عمل پیرا رہے لیکن ترک دنیا اور توکل وتقویٰ کے داعی ہوکر بادشاہوں کا وظیفہ اور ملک معاش بھی لینے لگے تو اس صورت میں مہدویہ فرقے کے ان بزرگوں نے جن کا قدم عالیت اور توکل وتقویٰ پر تھا ان سے دوری اختیار کی جس کے سبب وہ اپنے اس عقیدت میں سست ہوگئے۔

تاریخ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کا دعویٰ مہدیت سے قبل آپ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔ آپ کی وفات ۷/ رجب المرجب کو ہوئی۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ چند سالوں سے نوجوان نہایت اہتمام سے عرس مبارک تقریب منعقد کررہے ہیں۔ زائرین کی سہولت کے لئے معقول انتظام کیا جارہا ہے۔ قابل مبارکباد ہیں وہ تمام نوجوان وافراد جو اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ قومی بیداری کا ایک حصہ ہے۔

حضرت شیخ مومن توکلیؒ کے تعلق سے حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ اپنی تصنیف مولود میں تحریر کرتے ہیں ''شیخ مومن توکلی مرد صالح و پرہیزگار بودند'' حضرت شاہ برہان الدینؒ شواہد الولایت نے اس طرح تعارف کرایا۔ ''اہل باطن بودند'' اور ''برگزیدہ حضرت لایزال اور صاحب کشف واہل کرامت بودند'' حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ نے مطلع الولایت میں لکھا '' صاحب کشف واہل معرفت'' آگے لکھتے ہیں ''یقین دانستو کہ ھمیں ذات مہدی موعود داست'' یعنی یقین رکھتے تھے کہ آپ کی ذات مہدی موعود ہے'' خاتم سلیمانی نے تاریخ سلیمانی میں حضرت کے تعلق سے تحریر کیا ''شاہ مومن توکلی ساکن موضع اڑم، متقی ومتوکل، صاحب کشف، اہل باطن'' حضرت سید حسین محمودی صاحب اپنی تصنیف سوانح المہدی الموعود میں ''اہل دل ولی اللہ'' آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہے۔

ایمان کامل کے لئے یقین بہت ہی اہم چیز ہے اور یہ یقین ہی آپ کے ایمان کو پختہ کرتا ہے۔ حضرت کے حالات دیکھنے کے بعد اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنے ایمان میں پختگی عطا فرما اور ہمارے یقین کو مستحکم رکھ اور جن لوگوں کا ایمان متزلزل ہو رہا ہے ان کو ہدایت عطا فرما۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجر رضی اللہ عنہ

جس طرح سمندر میں موجوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس طرح بعض ایسی شخصیتیں ہیں جن کی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان میں ایک مشہور ومعروف شخصیت حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی ہے ۔آپ کا اصلی نام میاں مبارک ہے ۔آپ حضرت شیخ منتخب الدین زرزری زربخش (خلدآباد) کی اولاد سے ہیں ۔حضرت بندگی میاں بھیک مہاجرؓ جومردہ کو زندہ ہے فرمایا تھا تو مردہ زندہ ہوگیا تھا۔اور میاں فرید مہاجرؓ آپ کے بھائی ہیں ۔تینوں بھائیوں کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام بے پناہ عشق تھا آپ کے ساتھ ہجرت کئے ،صحبت میں رہے اور فیض پائے ،ایک روایت کے مطابق آپ تصدیق کا شرف دولت آباد میں پایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام جب جونپور سے ہجرت کرتے ہوئے 892ھ میں دولت آباد رونق افروز ہوے ۔ یہاں پر آمد سے قبل ہی آپ کے بیان قرآن کا چرچا عام و خاص تھا۔لوگ بے چینی سے آپ کی آمد اور بیان قرآن سننے کا اشتیاق رکھتے تھے۔تاریخ مہدویہ میں یہ ایک عجیب واقعہ ہے،حضرت مہدی موعودؑ کی جب دولت آباد میں تشریف آوری ہوئی تھی اُسی وقت حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا عقد ہوا تھا۔عزیزوں ، رشتہ داروں اور دوست احباب کے ساتھ پُرمسرت گفتگو ہورہی تھی۔ہنسی مذاق ہورہا تھا،اور جلوہ کی تیاری ہورہی تھی۔اس موقعہ پر کوئی کہتا ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی آمد ہوچکی ہے۔آپ فلاں مقام پر قیام کئے ہوئے ہیں ۔جیسے ہی یہ الفاظ سماعت کے پردے سے ٹکراتے ہیں نوشہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔اور یہ اعلان کرتا ہے کہ بندہ جس کی آمد کا منتظر تھا وہ شخصیت آچکی ہے۔اس خدائی بعثت کی صحبت میں رہنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں ۔تلوار مہر کے بدلے میں بیوی کے حوالے کرتے ہیں اور کہتے ہیں بی بی تمہارا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے تم جو چاہو کرو اور ہم کو اجازت دو کہ ہم مہدیؑ کی صحبت اختیار کریں ۔اس موقعہ پر حاضر افراد سمجھاتے ہیں اپنے ارادہ سے باز آجاؤ۔اس عاشق مہدی پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، قابل غور مقام یہ ہے کہ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی ملاقات حضرت مہدی موعودؑ سے ابھی نہیں ہوئی ہے ۔لیکن کیفیت یہ ہے کہ آپ سے ملاقات اور صحبت میں رہنے کا جذبہ اُمنڈ رہا تھا۔ یہ اس لئے کہ آپ کے پیش نظر حضور نبی اکرم ﷺ

کی یہ حدیث مبارکہ تھی کہ ''اے لوگو جب تمہیں اس بات کا علم ہوجائے کہ مہدیؑ کی بعثت ہوچکی ہے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اس کے لئے اگر تمہیں برف کے پہاڑ پر سے بھی جانا پڑے تو جاؤ اور دوسری وجہ نظر خلیفۃ اللہ ایک ہزار سال کی مقبولہ عبادت سے بہتر ہے

یہ ایک عشق مہدیؑ کا منظر تھا۔ دوسری طرف اہلیہ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی کیفیت دیکھئے، رشتہ دار کہتے ہیں تمہارے میاں نے تمہیں اختیار دیدیا ہے، دوسرا نکاح کرلو۔ آخر کب تک انتظار میں رہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلص بندی مشورہ کو رد کرتی ہے اور کہتی ہے میں انتظار کروں گی۔ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کو جب اہلیہ کی اس کیفیت کا علم ہوتا ہے تو اپنے پاس بلواتے ہیں۔ بی بی بھی آپ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہوجاتی ہیں اور صحبت مہدی موعودؑ اختیار کرتی ہیں۔ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ بہت ہی کم گو، خاموش مزاج، عجز وانکساری کے پیکر تھے۔ اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ساتھیوں سے گفتگو ہوتی تو دینی امور پر ہی ہوتی۔ صحبت مہدی موعودؑ کا یہ اثر تھا کہ عشق الٰہی میں ڈوبے رہتے اور صاحب حال ہوگئے تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو عشق کی بوٹی فرمایا۔ حضرت میاں بھائی مہاجرؓ کو امامنا مہدی موعودؑ سے اپنی جان سے زیادہ عشق ومحبت تھی۔ اس لئے آپ ارشاد فرماتے ہیں اگر کوئی شخص حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت اتنی دیر بھی حاصل کرلے جتنی کہ نعلین سے گرد جھاڑنے میں لگتی ہے تو اس کے گناہ جو کچھ بھی ہوں گے معاف ہوجاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بالکل سچ ہے کیونکہ حضرت مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہیں، مبین کلام اللہ ہیں، معصوم عن الخطا ہیں۔ جن کی نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔ آپ کی صحبت میں بھٹکے ہوؤں نے راہ پالی جو اندھیرے میں تھے روشنی پالی

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ نے فرمایا کہ ہر روز حضرت مہدی موعودؑ دو تین مرتبہ حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور جب دیکھتے کہ دو تین اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں تو فرماتے تھے کہ تم کس کے لئے بیٹھے ہو۔ برادر عرض کرتے کہ میراں جی ہم کچھ دینی حکایت کرتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اے بھائیو خدا کو حکایتوں سے نہ پاؤ گے سوائے اس کے ذکر کے۔ 992ھ میں حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کا شرف پاکر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ 18 سال تک یعنی 19/ذیقعدہ 910ھ تک آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؓ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی صحبت میں رہتے ہیں۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کو حضرت میاں بھائی مہاجرؓ سے بڑی

عقیدت تھی۔حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ نے اپنے فرزند سید نجی خاتم المرشدینؓ کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ کے ہی سپرد کئے تھے۔حضرت بھائی مہاجرؓ ذکر میں بیٹھے تو سید نجیؓ آکر دریافت فرماتے آپ کیا کررہے ہیں،فرماتے ذکراللہ کررہاہوں۔سید نجیؓ یہ سن کر کہتے ہیں ہم کو بھی بتلایئے، میں بھی یہ ذکرکروں گا۔حضرت نے سید نجیؓ کو ذکر کی تعلیم دی اور آپ حضرت کے بازو بیٹھ کر ذکر فرماتے تھے،اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سید نجیؓ کو حضرت میاں بھائی مہاجرؓ سے اور حضرت میاں بھائی مہاجرؓ کو سید نجیؓ سے کتنی محبت تھی۔حضرت بندگی میاں کی شہادت کے بعد آپ دساڑہ میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔حضرت بھائی مہاجرؓ کی فکر ونظر اور دائرہ کے اُصول کتنے عزیز تھے اس واقعہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔عالم خاں دساڑیہ نے اپنی بیٹی کو حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ کے فرزند میاں سید ولی کو دینا چاہا۔حضرت شہاب الحقؓ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ تم امیر ہم فقیر۔اس کے بعد عالم خاں نے بیٹی لاکر بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کو اللہ دیا کہہ کر دیدیا، پھر حضرت کے کہنے پر حضرت شہاب الحق نے میاں سید ولی کی شادی عالم خاں کی بیٹی سی کی۔قوم مہدویہ میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے۔کئی ایک خانوادوں کا تربیتی سلسلہ آپ سے ہے۔حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ جب کسی کو تربیت کرتے، اُس وقت حضرت بھائی مہاجرؓ یا حضرت ملک الہداد خلیفہ گروہؓ سے جس کسی کا مشاہدہ حاصل ہوتا اس کے نام سے تربیت کرتے۔آپ نے حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؓ،حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کو حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا سلسلہ پڑھایا۔الحمدللہ قوم میں یہ سلسلہ جاری ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کی بشارت کے مطابق قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔یہیں پر آپ 5/ذیقعدہ کو اس فانی دنیا سے کوچ کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی نیستی وانکساری کا یہ واقعہ ان کے کردار کی عظمت کو پیش کرتا ہے۔حضرت کا گزر ایک مقام سے ہورہا تھا۔آپؓ نے دیکھا کہ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کا بچپن ہے، مٹی میں کھیل رہے ہیں۔لباس پر دھول ہے، یہ دیکھ کر خیال آیا کہ جن کے بڑے نہیں ہوتے ان کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔اسی شب آپ نے خواب دیکھا کہ ایک ہجوم ہے،لوگ ایک ڈیرے کی طرف جارہے ہیں جس میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا دربار ہے۔آپ اندر جانا چاہتے ہیں لیکن دربان اجازت نہیں دیتا۔وہیں کھڑے رہتے ہیں،حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ اُسی طرح جس طرح سے آپ نے کھیلتے ہوئے دیکھا تھا آرہے ہیں،آپ کو دیکھ کر کہا یہاں کیوں کھڑے ہیں،

آپ نے کہا دربان اندر جانے نہیں دے رہا۔ یہ سن کر آپ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ آپ بھاگتے ہوئے اُسی لباس میں حضرت مہدی موعودؑ کی گود میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اس خواب کے ساتھ ہی بیدار ہوجاتے ہیں۔ اپنے خیال وسوچ پر افسوس کرتے ہیں اور صبح شاہ یعقوب حسن ولایت کے گھر پر جا کر آواز دیتے ہیں، تشریف لانے پر کہتے ہیں میاں یعقوب مجھے معاف کرواور میاں کی زبان مبارک سے معافی سن کر آپ کو اطمینان ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے ہمیں درس مل رہا ہے کہ مقام ومرتبہ کا علم ہوجانے کے بعد ان کا ادب کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ دائرہ میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام سرزد نہیں ہوتا تھا۔ ہر کام کی تکمیل کے لئے حضرت سے اجازت لی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ نظام الملک نے اپنے پیش کار پیر محمد کو جو مہدوی تھے قلعہ میں قید کردیا۔ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ان کی تعزیت کے لئے حضرت کی بیوی نے دائرہ کے ایک برادر کو میاں بھائی مہاجرؓ کی اجازت کے بغیر بھیجا۔ حضرت کو جب اس کی اطلاع ملی کہ ایک بھائی اجازت کے بغیر دائرہ سے باہر گیا ہوا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ برادر بندہ کو اطلاع دیئے بغیر گیا ہے ہرگز واپس نہیں آئے گا۔ اللہ والوں کا یہ کہنا پورا ہوا راستہ میں وہ برادر رہزنوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا مقام ومرتبہ حضرت بھائی مہاجرؓ کے پاس کیا تھا اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کوئی سالک حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں اتنی دیر بھی رہا جتنی نعلین سے گرد صاف کرنے میں لگتی ہے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں کیونکہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا بندہ کی ایک نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔ قوم مہدویہ میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق اور حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؓ، آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ہر چھ ماہ کو آپ سے ملاقات کیلئے دساڑہ جہاں آپ کا دائرہ تھا آتے تھے اس موقعہ پر ادب واحترام کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کے کہنے کے باوجود دونوں بھائی چار پائی کے بجائے نیچے بیٹھتے تھے۔ بزرگوں کا کس طرح ادب واحترام کیا جاتا ہے یہ دوشہزادوں نے اپنے اخلاق وکردار سے بتلایا ہے۔

بزرگوں کی سیرت کے واقعات پڑھنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقیدہ اگر درست رہا، بزرگان دین کا ادب واحترام ملحوظ رکھا گیا تو بفضل اللہ تعالیٰ ہر ایک کا اقبال بلند ہوگا۔ ooo

خلیفہ گروہ حضرت ملک الہداد رضی اللہ عنہ

حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ کا تعلق باڑی وال خاندان سے ہے۔ آپؓ فرزند ہیں ملک احمد کے، نبیرہ ہیں ملک یعقوب باڑی وال کے۔ یہ گھرانہ بہادر اور تعلیم یافتہ تھا۔ آپ علم و عمل کے ساتھ عرفان کا چسکا رکھتے تھے۔ بادشاہ محمود بیگڑہ کے نامی امیروں میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر جن اُمراء و رئیسوں نے تصدیق سے مشرف ہوئے ان میں ایک خلیفہ گروہ حضرت ملک الہدادؓ بھی ہیں یہ شرف آپ کو پٹن میں حاصل ہوا جب تک خلیفتہ اللہ کا قیام پٹن میں رہا۔ آپ روزانہ خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ جب پٹن سے ہجرت فرمائی تو آپ پٹن ہی میں رہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ہمراہ ہجرت نہ کرنے پر بھی حضرت علیہ السلام آپ کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے جب سندھ سے حضرت شاہ خوندمیرؓ کو روانہ کیا تھا تو حضرت ملک الہداد کے لئے اپنا ایک کمر بند بھجوایا تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ اور بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے وصال کے بعد آپ ترک دنیا کر کے خلیفہ سوم حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت کی صحبت میں رہ کر فیض پاتے ہیں۔ تاریخ میں حضرت شاہ نظامؓ کے جو چار چراغ مشہور ہیں اس میں آپ کا نام بھی شامل ہے اور وہ چار چراغ، حضرت بندگیمیاں عبدالرحمٰن، حضرت بندگیمیاں ملک الہداد، بندگیمیاں عبدالفتح اور حضرت احمد شہ قدن ہیں۔ قوم مہدویہ میں آپ خلیفہ گروہ سے اسلئے مشہور و معروف ہیں کہ پانچوں خلفاء سے فیض حاصل کیا ہے۔

حضرت شاہ برہان الدین مصنف شواہد الولایت نے آپ کو "مرشد الارشاد" اور حضرت میاں سید حسین مصنف تذکرہ الصالحین نے "مرد صالح" "دیندار و پرہیزگار" کے القاب سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ایک روز کسی مسئلہ کے حل کے لئے اصحاب مہدی موعودؑ کا اجماع ہوا تھا۔ اس میں اصحاب و مہاجرین کے علاوہ قائدین بھی شریک تھے۔ مسئلہ پر بحث طویل ہوتی جارہی تھی، ایسے وقت میں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں، اصحاب و مہاجرین کے علاوہ دوسرے لوگ اجماع سے اٹھ جائیں۔ یہ اعلان سن کر میاں الہدادؓ اٹھنے لگے۔ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے آپ کا کمر بند پکڑ کر

بٹھالیا اور فرمایا بھائی دادو تم ہم میں کے ہی ہو۔ جس چشمہ سے ہم کو فیض ملتا ہے اس چشمہ سے تم کو بھی فیض ملتا ہے۔ آپ اپنے طور پر یہ عہد کر لئے تھے جب نفس وشیطان حاضر ہو کر مجھے گمراہ نہ کرنے کا عہد کریں میں اس وقت تک ترک دنیا کر کے دائرہ میں نہ جاؤں گا۔ قومی کتب میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ خدائے تعالیٰ سے آپ کو عبدالمومن کا خطاب عطا ہوا۔

حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ کی صحبت میں تین سال گزارنے کے بعد اجازت حاصل کر کے حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیرؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ آپ کے کردار کی خوبی اور عالیت کتنی عزیز تھی اس واقعہ سے علم ہوتا ہے۔ جب آپ حضرت شاہ نظامؓ کی صحبت میں تھے ایک دفعہ حضرت نے آپ سے فرمایا بھائی دادو ایک سویت زیادہ لو۔ آپ نے زائد سویت لینے سے انکار کیا۔ حضرت شاہ نظامؓ نے آپ کو وداع کرتے وقت فرمایا کہ جو کچھ دیا گیا ہے تیرے سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا نہ تیرے بعد کسی کو دیا جائے گا۔ آپ کی چاہت اور الفت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ گروہ کے جانے کے بعد بیان قرآن کو موقوف کر دیا دریافت کرنے پر فرمائے کہ سننے والا ایک تھا وہ چلا گیا۔ اب کس کے لئے بیان کروں۔ لیکن فرزند شاہ عبدالرحمٰن کی کوشش سے آپ دوبارہ بیان قرآن کا آغاز کرتے ہیں۔ حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیر کی صحبت میں 11 سال رہتے ہیں اور آپ کے تعلق سے بے شمار بشارتیں میاں نے فرمائی ہیں۔ ایک موقعہ پر فرمایا جو کچھ بندہ کے سینہ میں ظہور ہو رہا ہے تمہارے سینہ میں بھی ظہور ہو رہا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا جو تمہارا دشمن ہے وہ بندہ کا دشمن ہے، جو بندہ کا دشمن ہے وہ حضرت میراں مہدی موعودؑ کا دشمن ہے، جو حضرت مہدی موعودؑ کا دشمن ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے، جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے وہ خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔

بندگیمیاں کی شہادت کے بعد آپ نے نہایت صبر وضبط سے ناگزیر حالات کا سامنا کیا۔ شہداء کے دفن وغیرہ کا نہایت عقیدت واحترام سے انتظام کیا۔ تمام امور اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ شہادت کے بعد حالات اس قدر بھیانک ہو گئے تھے۔ بادشاہ کے خوف سے لوگ جہاں بھی آپ ٹہرتے ٹہرنے نہیں دیتے تھے حالات کا اندازہ اس طرح سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ نماز عشاء تین مقامات پر ادا کی جاتی ہے۔ شہادت بندگیمیاں کے بعد آپ 14 یا 15 سال بقید حیات رہے اس عرصہ میں 20 دفعہ آپ کا اخراج ہوا اور 20 جگہ دائرہ باندھا گیا۔ خلیفہ گروہؓ کو جہاں ہر مقام پر مخالفت کا

سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہیں سخت فاقہ کی حالات سے بھی گزر رہے تھے ۔مختلف علاقوں و مقامات سے گزرتے ہوئے جب آپ 931ھ میں جالور تشریف لاتے ہیں اور دائرہ قائم کرتے ہیں لیکن سخت فاقوں کا یہاں بھی آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔کئی ایک فقراء فاقوں کی وجہ سے شہید ہو جاتے ہیں جب اسکی اطلاع والی ریاست جالور زبدۃ الملک علی شیر خاں کو ہوتی ہے تو کئی ایک تھیلوں میں فیروزیاں رکھکر ملازمین کو حکم دیتا ہے کہ ہر ایک حجرہ میں ایک ایک تھیلی رکھ دیں۔ملازمین حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ہر حجرہ میں ایک ایک تھیلی پہونچا دیتے ہیں ۔لیکن دائرہ کا ایک بھی فقیر اس کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے، جھاڑو یا لکڑی سے اسکو ہٹا دیتا ہے اور دائرہ میں فاقے چل رہے ہیں ۔ایک دن بعد کسی نے والی ریاست سے کہا افسوس کہ دائرہ میں فاقوں کی وجہ سے کئی ایک فقیر شہید ہو رہے ہیں۔والی ریاست کو یہ سن کر حیرت ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اتنی اتنی فیروزیاں ہر فقیر کے حجرے میں پہونچائی ہے پھر فاقہ کی حالات کیوں۔تحقیق کرواتا ہے جب پتہ یہ چلتا ہے کہ تمام تھیلیاں جیسی کی ویسی پڑی ہوئی ہیں کیونکہ ملازمین نے اللہ دیا کہکر نہیں رکھی تھیں اسلئے کوئی بھی فقیر اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔آپ کے دائرہ کے فقراء کا یہ کردار تھا۔فقر و فاقہ کی حالات میں بھی عالیت کا دامان تھامے رکھے۔

حضرت کے دائرے میں ہمیشہ دم و قدم کی حفاظت کی جاتی تھی ۔خلاف قوانین دائرہ میں کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔خلیفہ گروہؓ مختلف مقامات پر دائرہ قائم کرتے ہوئے پٹن تشریف لاتے ہیں۔ یہاں پر دائرہ قائم کرتے ہیں۔دائرہ کے بعض فقراء اپنے کاسب رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں ۔آپ کو جب اس کی اطلاع ملتی ہے تو میاں بابن کو دائرہ کے باہر سر راہ کھڑا کرتے ہیں اور تاکید فرماتے ہیں ان افراد کو دائرہ میں آنے نہ دیں۔میاں بابن انہیں حضرت کا حکم سناتے ہیں۔تمام کے تمام اپنی غلطی پر بے حد پشیمان ہو کر معذرت چاہتے ہیں۔آپ انہیں معاف کرتے ہیں اور دائرہ میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔دائرہ کے فقراء کو آپ نے یہ اجازت دی تھی کوئی رشتہ دار دائرہ میں آئے تو ملاقات کریں لیکن ان کے مکانوں پر نہ جائیں۔

جب آپ گجرات جاتے ہوئے موضع سائلہ میں مقام کرتے ہیں یہاں ایک مصدق بلوچ جمال خاں نے خلیفہ گروہ کی خدمت میں ایک چٹھی روانہ کرتا ہے۔اور کہلواتا ہے کہ میرا بھائی یعقوب خاں پٹن میں ہے اسے یہ چٹھی دے کر دوسو فیروزیاں لے لیں۔آپ کو اللہ دیا ہے۔خلیفہ گروہ چٹھی دیکھتے

ہی پھاڑ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کیا بندگان خدا کا یہ حال ہوگیا ہے کہ چٹھیاں لے لے کر لوگوں سے روپیہ وصول کرتے پھریں۔ایک اور شخص خلیفہ گروہ سے عرض کرتا ہے میں نے خدا کے واسطے عشر دینے کی نیت کی ہے لیکن کوئی ملازمین دیانت دار نہیں ہے اس لیے آپ سے گزارش کرتا ہوں دائرہ کے دو فقیر گاؤں بھیجدیں تا کہ انکے ذریعے عشر کی رقم آپکی خدمت میں پیش کروں۔حضرت اس پر بے حد خفا ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اور اس فقیر پر جو حدود دائرہ کی پابندی توڑ کر محض عشر کے لئے گاؤں گاؤں پھیرے۔یہ ہمارے دائروں کا نظام تھا۔صاحب دائرہ کا عمل تھا۔آج دائروں کی کیا کیفیت ہے فقراء کا عمل کیا ہے؟ کاسبین کا کیا طرزِ عمل ہے؟ اوپر بیان کردہ واقعات کی روشنی میں کس قدر انحطاط آگیا ہے واضح ہوجاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے دائروں کی کیفیت سے ہر کوئی متاثر ہوتا تھا۔دائرہ میں آکر روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔حضرت کا دائرہ جب ڈونگر پور میں تھا بادشاہ ہمایوں اپنے بھائیوں جندال عسکری اور کامران کے ساتھ ملاقات کا شرف پاتا ہے۔دینی و مذہبی باتوں سے مستفید ہوتا ہے دینی پیاس کو محسوس کرتے ہوئے آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا تحریر کردہ مکتوب ملتانی بادشاہ کو پیش کرتے ہیں۔بادشاہ اس مکتوب سے متاثر ہو کر اس کو آب زر سے لکھا کر اپنے پاس رکھتا ہے۔بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ اس مکتوب کو تحریر کرنے کے بعد فرمایا تھا یہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ میاں کی بات کو قبولیت کا درجہ دیتا ہے اور خلیفہ گروہ کے دور میں آب زر سے لکھا جاتا ہے۔

ہمارے دائرے جہاں عالیت و عزیمت کے جیتے جاگتے نمونے تھے وہیں اسلامی تہذیب و تمدن کے شاہکار بھی تھے۔خلاف اسلامی تہذیب کسی سے بھی کوئی عمل سرزد ہوتا تو اس کی تنبیہ کی جاتی تھی والیٔ ریاست جالور ملک علی شیر اپنے محل میں گلال سے بسنت بازی کھیل رہے تھے۔خلیفہ گروہ کو جب یہ اطلاع پہونچتی ہے تو دائرہ اٹھالیتے ہیں اور ہجرت کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔والیٔ ریاست فوراً اپنے بیٹوں کو روانہ کرتا ہے کہ حضرت کو جانے نہ دوان کے گاڑی کے سامنے ہوجاؤ۔ملک علی شیر بھی قبیلہ کے مزید افراد کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے خادم کا قصور کیا ہے حضرت فرماتے ہیں تم مشرکوں کی عید پر مشرکوں کی طرح گلال کے ساتھ بسنت کھیلتے ہو۔والیٔ ریاست کہتا ہے مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ فعل برا ہے میں توبہ کرتا ہوں۔حضرت رجوع لانے پر روانہ ہونے کا ارادہ تبدیل کرتے ہیں۔یہ

ہمارے اسلاف کا کردار تھا غلطی کو تسلیم کرتے اور رجوع لاتے تھے۔ توبہ کرتے تھے اور آج غلطی پر نادم ہونے کے بجائے اس کی پرزور ستائش ہوتی ہے۔

دائرہ میں خلاف شرع کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ رسم ورواج و بدعت وغیرہ سے کوسوں دور رہتے تھے۔ آپ کے دائرہ کے ایک فقیر میاں کریم اللہ جنہیں جھاڑ پھونک اور آسیب کا علم آتا تھا۔ حضرت خلیفہ گروہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو منع فرمایا اور فرمایا یہ تعلیمات خاتمین پاک کے خلاف ہے۔ میاں کریم اللہ نے فرمایا میں یہ عمل صرف اللہ واسطے کرتا ہوں، پیسے لینے کی غرض سے نہیں۔ اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب میراں علیہ السلام نے اس کی ممانعت کی ہے خواہ کسی غرض سے ہو۔ وہ جائز نہیں میاں کریم اللہ کو اپنے عمل پر ناز تھا وہ اس عمل کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت نے اس کو دائرہ سے باہر نکال دیا۔ آج جادوٹونا، پھونکا پھونکی کی وبا ہوا کی طرح چوطرف پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں یہ عمل ہوتا ہے وہاں ایمان ہی نہیں رہتا ہے۔

حضرت خلیفہ گروہ کا دائرہ حالات زمانے کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام پر قائم ہوتا رہا۔ دوسری طرف دائرہ میں فقر وفاقہ کی سنت جاری تھی۔ ایسے حالات میں بزرگوں کے جب اعراس آتے تو بہرہ عام کے وقت ہزاروں مصدقین کو فیض پہونچانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ ان حالات میں بہرہ عام کے موقعہ پر ناریزہ کی ابتدا آپ ہی کے دائرہ سے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ چند چپاتیاں کہیں سے آجاتی ہیں۔ خلیفہ گروہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بانٹ دیتے۔ جب سے اس کا نام نان ریزہ (ناریزہ) ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ چنے اُبال کر تقسیم کئے جاتے ہیں اور یہ رواج آج تک بھی جاری ہے۔

آپ کا آخری دائرہ کپڑ ونج میں تھا۔ یہاں بھی شدت سے فاقہ تھا۔ ان حالات میں بھی دائرہ کے لوگوں پر فیض وکرم کی بارش برسائی۔ 14 / رمضان 945ھ کو سب فقیروں کو بلاتے ہیں اور ایمان کی سویت عطا کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر دائرہ کی تنگدستی کا یہ حال تھا کہ سویت کا طریق یہ تھا کہ ہر ایک فقیر حضور میں آکر دامن پسارتا اور خلیفہ گروہؒ اپنا ہاتھ اس طرح اُنڈلتے گویا کوئی چیز ڈال رہے ہیں جب کہ بظاہر سب خالی تھا۔ لیکن فیض دینے والا ہی جانتا کہ کیا دیا اور لینے والا جانتا کہ کیا لیا۔ اسی روز بعد مغرب آپ نے جو کچھ پایا تھا وہ سویت کر کے اس جہانِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ کپڑ ونج میں مزار پاک ہے جہاں زائرین تسکین روح وقلب پاتے ہیں۔ ooo

حضرت بندگی میاں الہداد حمید رضی اللہ عنہ

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ حضرت سید محمد جونپوری کو نہ صرف عام افراد نے بلکہ اُمراء اور علمائے دین نے بھی خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ مانا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔ انہی میں ایک حضرت میاں الہداد حمیدؓ کی ہے جو نہ صرف اعلیٰ درجے کے عالم، علوم ظاہری و باطنی سے مکمل واقف تھے بلکہ صاحب دیوان شاعر تھے۔ بادشاہ مانڈو سلطان غیاث الدین خلجی کے خاص امراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بادشاہ کے بے حد قریب تھے۔ جن کا اپنے زمانے کے مشہور شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا۔

یہ بات باعث قابل فخر ہے کہ قوم مہدویہ میں حضرت بندگی میاں الہداد حمیدؓ جیسی شخصیت بھی ہے جنہیں تاریخ عالم بے نظیر، عالم جلیل، مسند نشین بارگاہ کہا گیا۔ شاعری میں بلند و بالا مقام آپ کو حاصل تھا۔ آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ادب، شعر و شاعری میں نئی نئی اصطلاحات وضع کئے ہیں۔ ہمعصروں میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ آپ میں بہت ساری خوبیاں تھیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کے خاندانی حالات اور مقام مدفن بتانے میں ہماری تاریخ قاصر ہے۔ کسی نے بھی اس سلسلہ میں کوشش نہیں کی۔ قوم میں ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو تحقیق کر کے گمنام نامور افراد کے زندگی کے حالات کا پتہ چلائے۔ حضرت ملک برہان الدینؓ جیسے مشہور و معروف عالم دین جو کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں ان کے پاس آپ کے علم و مرتبہ کی یہ قدر و منزلت تھی کہ آپ کی تصنیفات کو سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ میاں طہٰ جیسی شخصیت آپ کے شاگرد تھے۔ جنہیں ہر علم میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ خطاطی، نقاشی، علم مقراض، علم موسیقی غرض ہر فن میں آپ کو عبور حاصل تھا۔

حضرت مہدی موعودؑ چاپانیر سے ہجرت فرماتے ہوئے مانڈو تشریف لاتے ہیں۔ مانڈو میں آپ کے بے شمار مجالس منعقد ہوتے تھے جس میں قرآنی رموز و واقعات سے متلاشیان حق و صداقت کی پیاس بجھائی جاتی تھی۔ حضرت میاں الہداد حمیدؓ نے بھی ان مجالس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ خود بڑے عالم دین تھے لیکن حضرت مہدی موعودؑ سے قرآن کا بیان سن کر بہت محفوظ

ہوتے تھے۔ایک روز آپ تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں اور ترک دنیا کر کے مہدی موعودؑ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ مانڈو سے ہجرت فرمائی اور آخری وقت تک آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے خاص اصحاب میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے گروہ فقراء پر نوبت فرض فرمائی ہے۔ جہاں 3 فقیر ہیں وہاں نوبت فرض ہے۔آج اس عمل کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں ہے۔کتنی افسوسناک بات ہے جب یہ عمل نہ ہوتو کہاں باطن کا علم حاصل ہو سکے گا ؟ فقراء پر ایک پہر کی نوبت یعنی 3 گھنٹے کی نوبت فرض ہے۔ حضرت مہدی موعود نے اصحاب کو نوبت کے لئے بیدار کرنے کی ذمہ داری میاں الہداد حمیدؓ کے سپرد کی تھی۔نماز عشاء سے فجر تک 3 جماعتیں فقراء کی ہوتی تھیں۔جس جماعت کی باری آتی آپ اُن کا نام پکارتے تھے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ساری رات اس ذمہ داری کے کام میں مصروف رہا کرتے تھے۔ایک دن آپ کو کلمات تسبیح کا الہام ہوا یعنی لا اله الا الله . محمد رسول الله ، الله الهنا. محمد نبينا ، القرآن والمهدی امامنا . آمنا و صدقنا. آپ نے اس کیفیت کو حضرت مہدی موعودؑ کے حضور پیش کیا۔حضرت نے اس کو پسند فرمایا اور انہی کلمات سے زائرین کو بیدار کرنے کا حکم دیا۔آج دائروں سے نوبت ختم ہوگئی ہے مگر یہ کلمات ہر مہدوی دائرہ/ مساجد میں نماز عشاء یا بہرہ عام کے موقع پر آوازِ بلند ادا کئے جاتے ہیں۔ویسے کچھ دنوں سے دائرہ کا نظام پروگرام کیا جا رہا ہے جہاں ایک یا دو دن کی نوبت بیٹھی جاتی ہے وہاں ان ہی کلمات کے اعلان پر دوسری جماعت اُٹھ کر ذکر میں بیٹھ جاتی ہے۔

حضرت میاں الہداد حمیدؓ کو دائرہ کے اصحاب کی خدمت کا بھی بہت شوق تھا۔یہی وجہ تھی کہ جو بھی کام ہوتا آپ اس کو بخوشی قبول کر کے انجام دیتے تھے۔اس عشق ومحبت میں ایک مرتبہ آپ نے اپنا تمام مال حضور مہدی موعودؑ میں پیش کیا۔آپؑ نے امانتاً رکھنے کا حکم دیا اور بعد میں تمام مال کو دائرہ میں تقسیم کیا جس سے آپ کو روحانی خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔

حضرت میاں الہداد حمیدؓ عالم دین تھے لیکن صحبت حضرت مہدی موعودؑ کے طفیل میں ظاہری علم کے ساتھ باطنی علم بھی پاتے ہیں۔ جہاں آپ ایک اچھے اڈمنسٹریٹر تھے وہیں صاحب قلم بھی تھے۔ آپ نے لسانی کے ساتھ قلمی خدمات بھی انجام دی ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کی شان میں آپ کا

کلام دنیائے شاعری میں بہترین اضافہ ہے۔آپ نے ثبوت مہدیؑ اور بار امانت کے عنوان کے تحت رسالے لکھے ہیں جو قاری کے عقیدہ وایمان کو استحکام ادا کرتے ہیں۔مہدیؑ کی شان میں دیوان غیر منقوط اور ایک مرثیہ لکھا ہے جو مشہور ومعروف ہے۔اس مرثیہ کو آپ حضرت امام مہدی موعودؑ کے دہم کے دن مرقد مبارکہ پر صحابہ کرام کے روبرو پیش کیا جو خاتم الولایت محمدیہ کی تعریف وتوصیف کے ساتھ دل سوز تھا۔شواہد الولایت کے صفحہ نمبر 323 تا 328 پر آپ کا کچھ کلام شائع ہوا ہے۔آپ کا مجموعہ کلام جو کلام الہداد سے موسوم ہے وہ اہل فن اور واقفان ادب کے لئے ایک بیش بہا نعمت ہے۔اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ کلام غیر منقوط ہے (غیر منقوط میں نقطہ کا کوئی بھی لفظ استعمال نہیں کیا جاتا)۔بہت عرصہ قبل چن پٹن، کرناٹک میں آپ کا دیوان شائع ہوا تھا۔

آپ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ساتھ فرہ سے روانہ ہوئے اور بھیلوٹ میں آپ کی صحبت میں رہے۔تبلیغ کے پیش نظر حضرت ثانی مہدیؓ نے آپ کو علیحدہ دائرہ قائم کرنے کا حکم دیا۔اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے علیحدہ دائرہ قائم کیا۔تاریخ بتلاتی ہے کہ میاں الہداد حمید اور میاں ابوبکر نے مل کر بھیلوٹ شریف کے قریب دائرہ قائم کیا۔حضرت ثانی مہدیؓ اور دیگر حضرات نو قائم کردہ دائروں کی نگرانی بھی فرمایا کرتے تھے۔دائرہ کے نظام کے خلاف کوئی کام نہ ہو، اطلاع ملنے پر انہیں غلطی کا احساس دلاکر ہدایت کی جاتی تھی۔سید مصطفیٰ المخاطب غالب خاں جاگیردار مہدوی تھا اور یہ دائرہ میں آیا جایا کرتا تھا۔ایک مرتبہ حسب معمول وہ میاں الہداد حمید کے دائرہ میں آتا ہے، باہمی گفتگو کے دوران جاگیردار سے اپنے فرزند اور بھائی کو نوکر رکھنے کی سفارش کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ کو جب یہ اطلاع ملتی ہے مدعا مہدی موعودؑ اور تعلیمات مہدی موعودؑ کے مغائر کام ہورہا ہے تو میاں الہداد حمیدؓ کو خط لکھتے ہیں''میاں الہداد کو نہیں چاہیئے کہ رفتار وگفتار میں کسی قسم کی سستی کریں، دنیا کوئی وفا وبقاء نہیں رکھتی اس حیات فانی کے لئے آخرت کا گھاٹا اور ندامت مول لینا خوب نہیں۔تمہاری نسبت تو بندہ کو کچھ اور ہی گمان تھا۔جب کوئی حکایت ہوتی بندہ تم سے نقل کیا کرتا تھا۔عزیمت واستواری کے باب میں تم پر بہت اعتماد ہے۔یہ بات تو ہمارے نزدیک نہایت ناپسند ہے۔ایسی حرکت تمہارے لئے سزاوار نہیں۔اپنے اس عہد کو یاد رکھیں جو حضرت مہدی موعودؑ کے سامنے کیا گیا ہے۔جو شخص حضرت مہدی موعودؑ کے عہد کو

توڑتا ہے وہ خدا کے عہد کو توڑتا ہے اور جو شخص خدا کے عہد کو توڑتا ہے کون ہے؟ برادر کو چاہیئے کہ اپنے عہد پر ثابت رہ کر خلق کی رہنمائی کریں اور رخصتی کام سے توبہ کریں۔اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دائرہ کے تمام کام عالیت پر مبنی تھے، خلاف شریعت کوئی عمل سرزد نہیں ہوتا تھا

حضرت ثانی مہدیؓ کی وفات کے بعد آپ کا دائرہ کہاں تھا، کس مقام پر آپ دنیا سے رخصت ہوئے اس کی اطلاع نہیں ملتی یہاں تک کہ آپ کی وفات کہاں ہوئی، مزار پاک کہاں ہے تاریخ مہدویہ میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔لوگ ہزار سال قبل کے حالات وواقعات کی تحقیق کر کے منظر عام پر لا رہے ہیں۔ہم اپنی 500 سالہ تاریخ کو بھی محفوظ نہیں کر سکے۔

چند سالوں سے تقویم مہدویہ میں آپ کی تاریخ وفات 9 / ربیع الثانی لکھی جا رہی ہے۔غرض ہمیں دینی، مذہبی، سماجی، تاریخی، علمی، ادبی میدان میں بہت کچھ تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایسے کام ہیں جو تبلیغ کے زمرے میں آتے ہیں لیکن ہمارا رجحان اس طرف نہیں ہے۔ یہ اداروں، جماعتوں، انجمنوں اور علماء کا کام ہے کہ اس طرف غور کریں، تعلیمی یافتہ نوجوانوں میں تحقیقی وفکری کام کرنے کا جذبہ پیدا کریں، اس کے لئے ذہن سازی کی ضرورت ہے۔اللہ سے دعا ہے اس کی ہمیں ہدایت عطا کرے۔آمین

☆☆☆

حضرت بندگی میاں لاڑ شاہ رضی اللہ عنہ

مہدویہ تاریخ میں پٹن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے ۔ یہاں کے طالبان خدا نے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کرکے آپ کے بیان قرآن سے متاثر ہوکر تصدیق سے مشرف ہوئے جن کے ناموں کی ایک طویل فہرست ہے۔ان میں ایک حضرت بندگی میاں لاڑ شاہؓ ہیں جو میاں مبارک مہاجر کے فرزند ہیں ۔آپ کا تعلق قبیلہ بنیانی سے ہے۔ پٹن میں آپ کا فی اثر ورسوخ تھا۔صاحب علم و بصیرت کے ساتھ عالم باعمل تھے ۔ دینی و مذہبی مسائل کو بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں افہام وتفہیم کیا کرتے تھے۔

حضرت مہدی موعودؑ جب پٹن تشریف لاتے ہیں،عوام کے ساتھ علماء، اُمراءبھی آپ کی مجالسوں میں شریک ہوتے ہیں ۔آپ کا بیان دلوں پر اثر کرتا ہے۔عشق خداوندی پروان چڑھتا ہے۔میاں لاڑ شاہ جوخود ایک صاحب علم تھے اتنا متاثر ہوتے ہیں کہ فوراً تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔پٹن میں ہی قیام کے دوران آپ میاں لاڑ شاہؓ کی دختر بی بی ملکان سے عقد کرتے ہیں۔بی بی کا فی ذہین تھیں،آپ کو عائشہ ولایت سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کی چہیتی ازواج میں سے تھیں۔

حضرت میاں لاڑ شاہؓ کو افیون کھانے کا بہت شوق تھا۔ایک روز حضرت مہدی موعودؑ کی نظر مبارک آپ کے ہاتھ پر پڑی ، دیکھا کہ کوئی چیز ہاتھ میں ہے۔آپ نے دریافت کیا کہ کیا ہے،لیکن میاں لاڑ شاہ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش رہتے ہیں۔قریب میں میاں سلام اللہؓ ٹھیرے ہوئے تھے، کہتے ہیں یہ افیون ہے، برسوں سے کھاتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ سننے کے بعد اپنا پسخوردہ عطا کرتے ہیں ۔اس پسخوردہ کے بعد آپ کو افیون سے سخت نفرت ہوجاتی ہے، بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی صحت میں کافی بہتری ہوتی ہے، کافی لحیم وشحیم ہوجاتے ہیں،رنگ کھل جاتا ہے، جو لوگ آپ کو جانتے تھے وہ پہچان نہ سکے یہ لاڑ شاہ ہیں ۔مہدویت میں پسخوردہ کی کافی اہمیت ہے ۔ پسخوردہ میں اللہ کا فضل شامل رہتا ہے ۔اس کے لئے عقیدت کا ہونا ضروری ہے جب ہی فیض یاب ہوتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد کی تفصیلات ہمیں نہیں ملتی۔ آپ احمد آباد میں ہی دائرہ قائم کرتے ہیں۔ اپنے مریدوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہیں پر حضرت عبداللہ خان نیازی حج سے واپسی کے بعد آپ سے ملاقات کرتے ہیں۔ ایک ہی ملاقات میں متاثر ہوکر تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔ میاں لاڑ شاہ کا دائرہ دہلی اور آگرہ میں بھی تھا۔ دہلی میں اتفاقاً حضرت میاں لاڑ شاہؒ سے میاں شیخ علائی کی ملاقات ہوتی ہے۔ میاں لاڑ شاہ، شیخ علائی کے مزاج سے واقف تھے، علم کا غرور تھا، کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بحث و مباحث میں علماء کو شکست دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنے ساتھ نوجوانوں کو لیکر گھومتے تھے۔ میاں شیخ علائی کو بادشاہ سے ہر ماہ مدد بھی ملتی تھی۔ جس کا میاں لاڑ شاہ کو بھی علم تھا۔ اس ملاقات پر میاں لاڑ شاہ فرماتے ہیں مال و جاگیر رکھنے والے دیندار نہیں ہوتے۔ کسی کو ہمت نہیں تھی کہ میاں شیخ علائی سے کچھ کہے۔ میاں لاڑ شاہ کا اس طرح کہنا میاں شیخ علائی کے دل میں اُتر جاتا ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہتے ہیں ان کے پیچھے جاؤ اور پتہ چلاؤ کہاں رہتے ہیں۔ ٹھکانے کا علم ہونے پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت کے دائرہ میں آتے ہیں۔ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ذکر کی تلقین حاصل کرتے ہیں۔ تاریخ مہدویہ کی دو عظیم شخصیتیں حضرت عبداللہ خان نیازی اور حضرت میاں شیخ علائی آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو شخصیتیں میاں لاڑ شاہ سے کتنے متاثر تھے۔

حضرت میاں لاڑ شاہ کے کردار کی یہ خوبی ہے کہ وہ دیانت دار، راست باز، مسائل پر اختلاف رائے ہونے پر اگر کوئی صحیح حل پیش کر دیتا تو قبول کر لیتے تھے۔ اپنی بات پر ہٹ دھرمی نہیں دکھاتے تھے۔ غلطی کو قبول کرتے اور رجوع لاتے تھے۔ حضرت میاں لاڑ شاہ نے ایک رسالہ میں لکھا کہ ''منکر مہدی کافر نہیں ہے'' اس بات کی اطلاع جب تمام دائروں کو پہنچی تو ہر ایک زبان پر یہی تھا کہ حدیث کے خلاف ہے۔ اس کیفیت میں بعض بزرگ حضرت میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ سے کہتے ہیں، میاں لاڑ شاہ سے ملاقات کر کے اس عبارت کو منسوخ کرائیں۔ غرض آپ ملاقات کرتے ہیں بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں گفتگو ہوتی ہے، آخر میں میاں لاڑ شاہ عبارت کو نکالنے کے لئے کہتے ہیں (اس واقعہ کی تفصیل حضرت میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ کے مضمون کے صفحہ نمبر (245) پر دیکھئے) یہ آپ کے کردار کی خوبی تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی فطرت میں ٹھیراؤ نہیں رہتا۔ کبھی نرم، کبھی گرم، کبھی سچائی اس کو شر دکھائی دیتی ہے، یہ ایک وقتی پن ہوتا ہے۔ صحیح حقیقت سامنے آجائے تو اس کو تسلیم بھی کر لیا جاتا ہے۔ یہ

کردار کی اعلیٰ ظرفی ہوتی ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی شہادت سے پہلے اور شہادت کے بعد مہدویوں پر سلاطین، اُمراء سے بڑھ کر علماء نے بہت ظلم وستم کئے۔ یہاں تک کہ مہدویوں کے قتل کے لئے فتوے بھی جاری کئے۔میاں کی شہادت کے بعد خلیفہ گروہ حضرت ملک الہدادؓ اور حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ اور حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ نے اُن علماؤں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو مہدویوں کے قتل پر دستخط کئے تھے۔ایک عالم مہدویوں کے ڈر وخوف سے میاں لاڑ شاہ کے گھر میں چھپ جاتا ہے۔مہدویوں کو اس کا علم ہونے پر گھر میں گھس کر اس کا خاتمہ کرتے ہیں۔میاں لاڑ شاہ کو یہ عمل ناگوار گزرتا ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے بہرہ عام کے موقع پر انوندرہ میں تمام جمع تھے۔ اس موقع پر میاں لاڑ شاہ سے بیان قرآن کی درخواست کی جاتی ہے۔اس درخواست پر بیان قرآن شروع کرتے ہیں۔دوران بیان آپ فرماتے ہیں بعض بھائی کلمہ گو کو گائے بیل کی طرح کاٹ رہے ہیں کس آیت کی روشنی میں۔حضرت سیدنجی فرماتے ہیں آیت قرآنی کی روشنی میں اس کے بعد سورہ الحجرات کی 9ویں آیت تلاوت کرتے ہیں۔اس طرح میاں لاڑ شاہ کو جواب دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا شک وشبہات پیدا ہوجاتے تو اس کا اظہار کرتے۔اگر کوئی اس کو دور کردیتا تو اس کو تسلیم بھی کرلیتے۔ اس واقعہ میں اہم بات یہ بھی ہے کہ تمام مل کر میاں لاڑ شاہ سے بیان قرآن کی درخواست کرتے ہیں۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، آپ کے بیان قرآن کی کیا کیفیت تھی۔جب کہ اس مجلس میں حضرت شہاب الدین شہاب الحق، حضرت سیدنجی خاتم المرشدین، حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن، حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ جیسی اولوالعزم شخصیتیں موجود ہیں۔

حضرت میاں لاڑ شاہ اس دنیا سے 9 / ربیع الاول کو رخصت ہوتے ہیں۔شہر احمد آباد کے محلّہ تاج پورہ میں آپ کا مزار پاک ہے۔غیر مہدوی لوگ بھی آپ کے مزار پر عقیدت سے حاضری دیتے ہیں۔آپ نے عمر دراز پائی۔آپ کے انتقال کے وقت اصحاب اور مہاجرین میں سے کوئی بھی بقید حیات نہیں تھے۔تمام اصحاب ومہاجرین میں آخری وفات آپ ہی کی ہوتی ہے۔آپ کی سیرت سے اس دور میں یہ درس ملتا ہے کہ علم حاصل کرو، کیا جانے زندگی کے کس حصہ میں اس کی ضرورت لاحق ہو اور ہم دین کی تبلیغ وخدمت کرسکیں۔جس طرح میاں لاڑ شاہ نے حضرت عبداللہ خان نیازی اور حضرت میاں شیخ علائی کو اسلام کا حقیقی راستہ دکھایا۔ooo

حضرت بندگی میاں یوسف سہیت رضی اللہ عنہ

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ بعد ادائی فریضۂ حج دیو بندر، احمد آباد سے ہوتے ہوئے پٹن تشریف لاتے ہیں۔ پٹن کو آپ نے کان عشق فرمایا ہے۔ یہاں پر حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ، شاہ رکن الدین مجذوب، حضرت ملک بخن، حضرت میاں عبدالرشید، حضرت میاں محمد تاج، حضرت بندگی میاں ملک معروفؓ، حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ وغیرہم کے علاوہ حضرت میاں یوسف سہیتؓ تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔

حضرت میاں یوسف سہیت کے والد کا نام مُلّا بڑے تھا۔ پٹن میں آپ اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ والیان ولایت حصہ سوم میں ذکر ہے کہ آپ کے گھر کے سامنے ایک جوگی رہتا تھا۔ وہ اپنے آپ میں مگن اور ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ ایک روز بلند آواز سے کہتا ہے ''مہدی موعود پیدا ہوئے'' اس آواز کو سن کر ملا بڑے باہر آتے ہیں لیکن وہ جوگی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ آپ کے تلاش کرنے کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملتا۔ آخر ایک کاغذ پر وہ تاریخ اور حقیقت لکھ کر رکھتے ہیں۔

سوانح مہدی موعودؑ میں مولف نے اس واقعہ کو اس طرح پیش کیا جبکہ میاں یوسف سہیتؓ کے والد غسل کر رہے تھے، گھر کے سامنے جو مجذوب تھا وہ چیخ مار کر کہتا ہے ''مہدی موعودؑ پیدا ہوئے'' آپ غسل خانہ سے نکل کر دیکھتے ہیں لیکن وہ مجذوب نظر نہیں آتا ہے، تلاش کرنے کے باوجود کوئی پتہ نہیں ملتا۔ آپ دل ہی دل میں خیال کرتے ہیں کہ خدا کا مجھ پر بڑا کرم وعنایت ہوئی۔ اس مجذوب کے ذریعہ بعثت مہدی موعودؑ کی تاریخ سے آگہی ہوئی۔ آپ ایک کاغذ پر تاریخ ووقت تحریر کرتے ہیں۔

شواہد الولایت میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر ہوا ہے کہ حضرت میاں یوسف سہیتؓ کے گھر کے پاس ایک مجذوب رہا کرتے تھے۔ ایک روز چاشت کے وقت آواز بلند سے فرمایا کہ ''مہدی موعودؑ تولد ہوئے ہیں'' اس آواز کو میاں یوسف سماعت فرماتے ہیں، باہر آکر دیکھتے ہیں وہ مجذوب نظر نہیں آتا۔ آپ اس کی تلاش کرتے ہیں کہیں بھی اس کو نہیں پاتے ہیں۔ آخر وہ ایک کاغذ پر دن ووقت لکھ کر رکھتے ہیں۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعثت مہدی موعودؑ کے زمانے میں لوگ ظہور مہدی

موعودؑ کا اشتیاق رکھتے تھے۔جس طرح مہدی موعودؑ نے فرمایا تھا دین مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے مجذوبوں کے ذریعہ ہی بعثت مہدی موعودؑ سے آگہی دی چاہے وہ شاہ رکن الدین مجذوب ہو کہ شیخ اسلام وغیرہ۔حضرت میاں یوسف سہیتؒ کے والد کی نظروں میں مقام اور عظمت مہدی موعودؑ کیا تھی اس کا بھی علم ہوتا ہے۔غرض زمانہ ظہور مہدی موعودؑ کا بے چینی سے منتظر تھا۔

حضرت مہدی موعودؑ احمد آباد سے ہجرت فرماتے ہوئے پٹن تشریف لاتے ہی۔آمد سے پہلے ہی آپ کے بیان قرآن کا چرچا زدِ عام وخاص تھا،اور ایک سید کامل نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔حضرت میاں یوسف سہیتؒ بھی اپنے علم سے پٹن میں مشہور تھے۔تصوف کے باریک سے باریک نکات کو حل کرلیا کرتے تھے۔آپ بھی حضرت مہدی موعودؑ کے بیان قرآن کی شہرت سے متاثر ہوکر شریک مجلس بیانِ قرآن ہوتے ہیں۔بیانِ قرآن کی سماعت کے بعد کہتے ہیں یہ تو بہت ہی خاص بیان ہے۔ایسا بیان صرف اور صرف صاحب بینہ ہی کرسکتا ہے۔مجذوب کے اعلان کی طرف خیال جاتا ہے اور پھر کاغذ جس پر تاریخ پیدائش لکھی تھی وہ ذہن میں آتی ہے،فوراً گھر آکر اُس کاغذ کو تلاش کرتے ہیں لیکن وہ نہیں ملتا۔کاغذ کے نہ ملنے سے چہرہ پر فکر و پریشانی پیدا ہوجاتی ہے۔اسی حالت میں دوسرے دن بیان قرآن کی محفل میں شریک ہوتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ جن کی ایک نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔امامنا علیہ السلام دریافت کرتے ہیں کیا دُکھ و پریشانی ہے۔آپ کے دریافت پر واقعہ کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ کاغذ نہیں مل رہا ہے۔آپ فرماتے ہیں وہ کاغذ فلاں کتاب کے صفحہ پر ہے۔فوراً گھر آکر دیکھتے ہیں اور کاغذ کو وہی کتاب وصفحہ پر پاتے ہیں۔یہ خلیفۃ اللّٰہی شان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو غیب کا بھی علم عطا کرتا ہے۔وہ کاغذ لیکر دربار خلیفۃ اللہ پر پہنچتے ہیں اور ادب سے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے تاریخ پیدائش دریافت کرتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ اپنے داماد میاں ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں 14 / جمادی الاول پیر کے دن پیدائش ہوئی ہے۔یہ سننے کے بعد میاں یوسف سہیتؒ کو کامل یقین ہوجاتا ہے کہ یہی ہستی مبارک ہے جس کی بعثت کی پیشین گوئی حضرت محمد ﷺ نے دی تھی۔آپ فوراً تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔

حضرت یوسف سہیتؒ کے دل میں خیال آتا ہے،حضرت محمدؐ کی پشت پر مہر نبوت تھی۔آپ اگر خلیفۃ اللہ ہیں تو آپ کی پشت پر بھی مہر ولایت ہوگی۔اس کے دیدار کا اشتیاق دل میں پیدا ہوتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ سے ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے حضرت مہدی موعودؑ اپنا پیرہن اُتارتے ہیں اور میاں یوسف سہیتؒ پشت پر مہر ولایت کا دیدار کرتے ہیں جو مرغی کے انڈے برابر ہوتا ہے۔ اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے کہ لاریب آپ ہی مہدی موعودؑ ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں بندہ تمام علماء، مشائخین کی مجلس میں اعلان کرے گا کہ آپ ہی مہدی موعودؑ ہیں۔ اس جذبہ کو دیکھ کر مہدی موعودؑ فرماتے ہیں صبر کرو، اس کا وقت خدا کے پاس ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں بندہ کا دل قابو میں نہیں ہے اور برداشت وصبر نہیں کر سکتا۔ حضرت مہدی موعودؑ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر فرماتے ہیں اگر صبر نہ کرو گے تو خدا زبان بند کر دے گا، اس کے بعد ہی آپ گونگے ہو جاتے ہیں۔ بات کرنا چاہتے ہیں لیکن منہ سے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ آپ پر جذبہ تاری ہو جاتا ہے، اسی کیفیت میں چند روز کے بعد آپ کا انتقال ہو جاتا ہے۔

شواہد الولایت میں مہر ولایت کی زیارت کے تعلق سے لکھا ہے کہ آپ میاں یوسف سہیتؒ کے گھر آتے ہیں۔ میاں کہتے ہیں غسل کے لئے پانی گرم ہے۔ غسل کرتے ہیں اس دوران میاں یوسف طواف کے طریقے سے پشت پر آ کر مہر ولایت کا دیدار کرتے ہیں۔ مہر ولایت کے دیدار پر مہدی موعودؑ ایمان کی بشارت اس طرح دیتے ہیں کہ جو کوئی مہر نبوت و مہر ولایت دیکھ لے وہ ناجی ہے جیسے محمدؐ کے زمانے میں عکاشہؓ نے مہر نبوت دیکھا تھا اس طرح زائر مہر ولایت میں میاں یوسف سہیتؒ کے ساتھ حضرت شیخ مومن توکلیؒ کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔

شواہد الولایت میں ہے کہ آپ بوجہ جذبہ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت نہیں فرمائی۔ یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد بھی آپ بقید حیات رہے۔ عمر بہت پائی تھی، خاموش رہنے کا حکم جاری ہوا تھا اس کی وجہ سے زبان بند ہو گئی تھی۔ تحریر کے ذریعہ ضروری گفتگو کیا کرتے تھے۔

مہدویہ تاریخ میں آپ کے آخری ایام اور وفات کے تعلق سے کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ کا انتقال کب، کہاں ہوا اور کس مقام پر مزار مبارک ہے اس کی تفصیلات نہیں ملتی۔ آپ پر سب سے بڑا فضل یہ ہوا کہ تصدیق خلیفۃ اللہ سے مشرف ہوئے اور مہر ولایت کا دیدار نصیب ہوا۔

☆☆☆

حضرت قاضی قادن رضی اللہ عنہ

حضرت مہدی موعودؑ کے قبل از اور بعد دعویٰ مہدیت کے نہ صرف عوام بلکہ علماء، مشائخین، حکام اُمرا کے علاوہ سلاطین وقت نے تصدیق کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مہدی موعودؑ بڑلی میں دعویٰ موکدا کے بعد بادشاہوں، حکام اور سلاطین کو خطوط لکھے۔ اس کے بعد جالور، ناگور اور جیسلمیر سے ہوتے ہوئے ٹھٹھ تشریف لاتے ہیں۔ ٹھٹھ میں آپ کی آمد سے قبل ہی کافی شہرت تھی۔ ٹھٹھ سندھ کا مشہور علاقہ ہے، اس کی اپنی منفرد تہذیب وتمدن ہے۔ یہاں پر مہدی موعودؑ کا ایک نہیں دو نہیں بلکہ 18 مہینے قیام رہا۔ بیان قرآن کی محفلوں میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوکر تصدیق سے مشرف ہوئے۔ ملک سندھ کے قاضی جو قاضی قادن کے نام سے مشہور تھے بیان قرآن کی محفل میں مشرکوں کا لباس پہن کر گلے میں مالا ڈالے شریک ہوتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر جب آپ پر پڑتی ہے تو بغیر کسی سے دریافت کئے آپ کا نام لیتے ہیں۔ یہیں آپ چاروں خانہ چیت ہوجاتے ہیں اور دل ہی دل میں اقرار کرلیتے ہیں ہونا ہو یہی مہدی موعودؑ ہیں۔ بیان قرآن کے بعد تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کئی ایک طریقے سے مہدی موعودؑ کو آزمایا ان میں یہ بھی ایک طریقہ تھا۔

قاضی قادن کے والد قاضی ابوسعید بن زین الدین بھکری بھی اپنے دور کے مشہور قاضی تھے۔ قاضی قادن حافظ قرآن، عالم، عارف، علم قرأت کے واقف کار، فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف کا علم جانتے تھے۔ بزرگوں کی صحبت میں رہے اور اہل کشف تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ سے دریافت کیا کہ مشرکوں کا لباس پہن کر آنے کی وجہ کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں آپ کے پاس بعض افراد مسلمانی کے دعویٰ کے ساتھ آتے ہیں، آپ کی تصدیق نہ کر کے حق کو قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور کافر ہوجاتے ہیں۔ یہ بندہ کفار کا لباس پہن کر اس لئے آیا کہ صدقہ مہدی موعودؑ سے مسلمان بنوں، یہ سننے کے بعد حضرت مہدی موعودؑ آپ سے یہ لباس اُترواتے ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی قادن کے نظروں میں حضرت مہدی موعودؑ کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ تھا۔ اسلام میں بعثت مہدی موعودؑ کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت مہدی موعودؑ پوچھتے ہیں کہاں کے قاضی ہو۔ آپ فرماتے ہیں ملک سندھ کے قاضی ہیں۔ ملک سندھ کس کا ہے، آپ فرماتے ہیں جام نندا کا۔ جام نندا کس کا ہے، سوال کیا

جاتا ہے۔آپ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کا۔حضرت مہدی موعودؑ پوچھتے ہیں خدا کس کا؟اس سوال پر قاضی قادن کہتے ہیں اب تک میں اپنے علم کے مطابق جواب دیتا رہا۔اس جگہ میرا علم ختم ہوگیا۔اب آپؑ ہی فرمائیں۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں اے قاضی خدا تعالیٰ اُسی کا جو خدائے تعالیٰ کو حاصل کرے۔ اس طرح کی صحبت و گفتگو سے قاضی قادن عشق خداوندی میں ڈوب جاتے ہیں۔اپنی ذات کی نفی کر کے خدا کی ذات میں فنا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ٹھٹھ سے فراہ مبارک تک حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔تاریخ سلیمانی میں ذکر ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت کے وقت آپ موجود تھے۔فراہ سے کب واپس ہندوستان آئے اس کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

حضرت قاضی قادن کا اپنے دور کے قابل ترین شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا۔آپ نے سندھی زبان کو ترقی دی۔سندھی زبان کے موجودہ رسم الخط آپ ہی کا ایجاد کردہ ہے۔سندھی زبان کا آپ کو باوا آدم کہتے ہیں۔سندھی زبان کی خدمت میں آپ سب سے آگے نظر آتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں ہندی میں چند ابیات آپ کہے ہیں،ان میں کا ایک شعر پیش کر رہا ہوں۔جس سے حضرت مہدی موعودؑ کی اہمیت،حق تعالیٰ کے اسرار کا اظہار بہت خوبی سے کیا ہے۔

سایه کھو هستی بکیه میں لو کھیں بجه　　　دیا بالیں دیور و رانیں نبسین سجه

بندگی میاں سید برہان الدینؒ نے نہایت آسان زبان میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

دریا میں پانی کنویں سے مانگیں مطبع میں دانے بوئیں
دن میں چراغ جلائیں بیٹھیں سمجھ بوجھ جو کھوئیں

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ اور خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کی مہدیت کو سمجھنے میں لوگ ایسے بے عقل اور نادان ہیں جیسے کوئی دریا میں کھڑے ہوکر پانی کونیں سے طلب کرے۔ جہاں کئی ایک اقسام کے خوردونوش کے سامان ہو سامنے،وہاں کھانے کی طلب میں بیج بویا جارہا ہے۔اور وہ جو روز روشنی میں چراغ روشن کرتا ہے یا آدھی رات کے وقت آفتاب کو ڈھونڈتا ہو،ایسے نادان کیونکر مقصد بعثت مہدی موعودؑ کو سمجھ پائیں گے۔آپ کا کلام شائع ہوچکا ہے۔کئی ایک اسکالر نے آپ کی ادبی خدمات پر مقالے تحریر کئے ہیں اور بعض نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔

حضرت قاضی قادن بے پناہ مصروفیات کے باوجود بہت سیر وتفریح بھی کی ہے۔زیارت حرمین شریفین کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کی تاریخ وفات کا کہیں بھی مواد مل نہ سکا صرف وفات کا سن 958 کتب میں ملتا ہے۔آپ کا مزار بلدہ سوستان سندھ میں ہے۔ooo

حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

سرزمین گجرات کو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ''کان عشق'' فرمایا ہے۔اس سرزمین میں ایسے ایسے گوہر نایاب آرام فرمارہے ہیں جنہیں تاریخ نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ملاءاعلیٰ کے مقدس فرشتے ہیں جو زمین کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے خدائے تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیجا ہے۔انہی مقدس ہستیوں میں ایک ہستی معظم ''حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؓ '' ابن حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کی ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ جو حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے چوتھے خلیفہ ہیں، آپ حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے اور شیخ فریدالدینؒ گنج شکر کی نسل سے ہیں۔شہر جائس میں حکومت کرتے تھے، آپ معروف ربانی، بیں نکات حقائق، مرشد اہل دوراں، اشرف وزرائے عظام میں سے تھے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے، بعض لوگ حال حضور ہیں اور بعض لوگ وقت حضور ہیں اور بھائی نظامؓ ہمیشہ حضوری میں ہیں۔حضرت بندگی میاں عبدالرحمٰن اسی اعلیٰ صفت اور منظور نظر حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے نور نظر اور بی بی راجے مریمؓ کے لخت جگر ہیں

حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؓ کی تاریخ ولادت وسنہ کا پتہ نہ چل سکا لیکن قیاس ہے کہ آپؓ 909 ہجری میں پیدا ہوئے کیونکہ ملک سلیمانؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ فرہ مبارک میں حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے گھر بچہ پیدا ہوا اس کی خبر حضرت مہدی موعودؑ کو دی گئی تو آپؑ نے حضرت شاہ نظامؓ کے گھر تشریف لاکر بچہ کے دونوں کانوں میں سنت اذاں واقامت کو ادا فرمایا۔اور بچہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا آپ کی والدہ ماجدہ کو دودھ نہیں تھا جس کی وجہ سے آپ اکثر رویا کرتے تھے۔حضرت شاہ نظامؓ نے بچہ کی کیفیت وزاری کو دیکھ کر آپ کو حضرت امام علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیتے تھے۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام اپنے پیر کا انگوٹھا آپ کے منہ میں رکھ دیتے تھے تو جس طرح بچہ ماں کا دودھ چوستا ہے اس طرح آپؓ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا انگوٹھا چوستے تھے۔آپؓ جب کبھی زادی کرتے تو حضرت شاہ نظامؓ لیجا کر امامؑ کے قدموں پر ڈال دیتے اور جب آپ امامؑ کا انگوٹھا چوس کر سیر ہوجاتے

تھے پھر واپس لیجاتے ۔ایک روز آپ کے والد بزرگوار نے امامؑ سے عرض کیا کہ خوندکار عبدالرحمٰنؒ اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتے، حضرت کے قدم مبارک کے تبرکات پر اکتفا کرتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا عبدالرحمٰن دودھ کیوں پیتے وہ تو نور پیتے ہیں۔اس طرح آپؒ نے کچھ مدت نور سے پرورش پائی۔تاریخ سلیمانی میں میاں شاہ عبدالرحمٰن کو مبشر اور منظورِ ولایت پناہ کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن تربیت وتلقین اور کامل صحبت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، آپ والد کے منظور نظر تھے۔جس طرح حضرت مہدی موعودؑ اپنے اصحاب کو عقیدت مندوں کو بھائی کہہ کر مخاطب کرتے تھے، حضرت شاہ نظامؓ کا بھی یہی عمل تھا، آپ اپنے فرزندوں کو بھی بھائی کہہ کر ہی مخاطب کیا کرتے تھے ۔حضرت میاں عبدالرحمٰن پر امامؑ کی بیحد شفقت تھی ۔تمام مہاجرین مہدیؑ آپؒ کو مہاجر فرماتے تھے اور مہاجروں کے برابر سویت دیتے تھے۔تمام مہاجرین بھی آپؒ کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے

حضرت میاں عبدالرحمٰنؒ اپنے والد بزرگوار کی طرح حافظ قرآن تھے۔عربی فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔آپ نے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر ''مولود امام مہدی موعودؑ'' بہترین عبارت میں تصنیف فرمائی۔یہ تصنیف قوم میں بے حد شہرت رکھتی ہے۔ اور تمام موالد میں سب سے پہلی مولود یہی ہے۔اس تصنیف کا شمار قوم کے معتبر ومستند کتابوں میں ہوتا ہے۔قوم کی بعض کتب میں آیا ہے کہ آپؒ کو خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔

بزرگوں کی سیرت صرف سرسری طور پر پڑھنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان کی سیرت سے درس حاصل کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔یہ ہماری زندگی کی زیر مطالعہ کتاب کا صفحہ ہے کہ آج کے اس پرآشوب دور میں جہاں ہماری نظریں شادی بیاہ کے موقع پر روپیہ پانی کی طرح بہتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کی شادی کا واقعہ نہیں پڑھا ہوگا۔حضرت کی شادی کا واقعہ، خدا، رسول اور مہدی کو خوش کیا تھا۔ آج کے شادیاں غیر اسلامی طور وطریقے کو اپنا کر دوستوں اور رشتہ داروں کو خوش کیا جاتا ہے اور واہیات رسومات سے خدا، رسول اور مہدی کو ناراض کرنے میں ہم تیار ہوجاتے ہیں۔دلوں کو خوش کرنے والے اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا اس واقعہ کو ہم پڑھ کر درس لیں۔ایک روز حضرت بندگی میاں ملک معروفؓ جنہیں مہدی موعود علیہ السلام نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی، حضرت شاہ نظامؓ سے عرض کرتے ہیں کہ بی بی خونزاجی کی عمر شادی کے قابل ہوگئی ہے یہ سن کر حضرت شاہ نظامؓ عرض کرتے ہیں کہ

بھائی عبدالرحمٰن بھی شادی کے قابل ہیں۔اس کے بعد دونوں بزرگ اٹھ کر اپنے اپنے حجرہ کو تشریف لے گئے۔ان دونوں کے دائروں میں مسلسل تین روز سے فاقہ تھا۔ایسی حالت میں حضرت شاہ نظامؒ نے اپنے فرزند کو فرمایا کہ اپنے کپڑوں کا ایک جوڑا پاک کر کے لاؤ۔ والد بزرگوار کے حکم پر حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کپڑوں کا جوڑا دھونے کے لئے پانی کے مقام پر جاتے ہیں۔راہ میں بندگی میاں ملک معروفؒ سے ملاقات ہوتی ہے اور آپ کے دریافت کرنے پر میاں عبدالرحمٰن عرض کرتے ہیں والد بزرگوار نے کپڑے پاک کر کے لانے کا حکم دیا ہے، یہ کپڑے دھونے کے لئے جارہا ہوں۔حضرت ملک معروفؒ یہ سن کر فرماتے ہیں بندہ کے بھی دو کپڑے ہیں دھو کر لادو۔حضرت ملک معروفؒ اپنی صاحبزادی خونزاجی کے کپڑے لاکر دیتے ہیں۔میاں عبدالرحمٰن اپنے کپڑوں کے ساتھ دھو کر واپس کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ نے نماز عشاء کے بعد جماعت خانہ میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھائی عبدالرحمٰن آج تمہارا نکاح ہے۔اس کے بعد ایجاب وقبول کے شرائط کی تکمیل کر کے حضرت شاہ نظامؒ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔دائرہ میں سادگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل ہوتا ہے، نکاح کے بعد میاں عبدالرحمٰنؒ دلہن کو گھر لے آتے ہیں، خدا کی قدرت دیکھئے یہاں بھی مسلسل تین روز سے فاقہ ہے، مرد فاقہ برداشت کرسکتا ہے،عورت صنف نازک ہے اس کے لئے فاقہ برداشت کرنا بہت مشکل ہے لیکن قربان جایئے مہدوی عورتوں کے کہ وہ بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ اس سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہیں۔فاقہ کی حالت میں دولہا دلہن نے شب گذاری۔دوسرے دن میاں عبدالرحمٰنؒ دائرہ کے باہر جنگل کی طرف جاتے ہیں اور چند خوشہ گیہوں کے جو کاٹے ہوئے کھیتوں میں پڑے ہوئے تھے دائرہ میں لے کر آتے ہیں۔بندگی میاں شاہ نظامؒ نے دریافت کرتے ہیں کہ کیا لائے ہو، آپ عرض کرتے ہیں خوند کار خونزاجی پر بھی مسلسل تین دن سے فاقہ ہے، ان گیہوں کے دانوں کی آش بنا کر دونگا، اس لئے کھیت سے ان دانوں کو اٹھا کر لایا ہوں۔حضرت شاہ نظامؒ نے فرمایا یہ غذا ایسی ہے کہ بعض اولیاء اللہ نے اس کو خرچ کیا اور خدا کو پہنچے لیکن تم حضرت مہدی موعودؑ کے گروہِ مبارک سے ہو تمہارے لئے یہ غذا مناسب نہیں ہے اس لئے جہاں سے لائے ہو وہاں لے جا کر ڈالدو۔حکم رشد، حکم والد بزرگوار پر کوئی تبصرہ کئے بغیر آپؒ نے گیہوں کے دانوں کو لیجا کر ڈال دیتے ہیں۔اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی درس ملتا ہے کہ طالب خدا کو چاہیئے کہ وہ اپنے رہبر کی اطاعت کو اپنے پر لازم کرے۔حضرت شاہ نظامؒ کے خادموں میں سید مصطفیٰ عرف غالب خاں

اور فتح خاں اُمراء بھی تھے۔ جب انہیں حضرت کے فرزند کی شادی کی اطلاع ملتی ہے تو اللہ دیا کہہ کر دائرہ میں کپڑے اور خورد ونوش کے اشیاء روانہ کرتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق بہترین کھانا پکوا کر، قیمتی کپڑوں کے خوان کے ساتھ دائرہ میں بھیجتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کے کردار سے اخلاق سے اور حکم والد بزرگوار پر لبیک کہہ کر حاضر ہونے اور ہر حکم کی پیروی کرنے پر حضرت شاہ نظامؒ عرض کرتے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام لبیک کہتے تھے اسی طرح میاں عبدالرحمٰن میرے ساتھ کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ ابتداء ہی سے پاکیزہ، صاف ستھری اور بے داغ زندگی گزاری۔ یہی خصوصیات تھیں کہ ہر ایک کے پاس آپ بے حد مقبول اور ہر دلعزیز رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی خوش اخلاقی، خوش کلامی اور خوش مزاجی نے آپ کو سب کا ہر دلعزیز بنا دیا۔ آپ کو صبر وشکر ہمدردی ومحبت، بے غرض اور بے نیازی اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ کے دائرہ میں تسبیح میں **لا اله الا الله محمد رسول الله . الله الهنا محمد نبينا** کے بعد **الله ربی محمد نبی** کے الفاظ اضافہ کرتے ہیں اس کے بعد **القرآن والمهدی امامنا آمنا و صدقنا** کہا جاتا ہے۔ میاں عبدالرحمٰن بھی اسی طریقے کو اپنایا۔ آج تک بھی اولاد اور سلسلہ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ میں اس طرح تسبیح دی جاتی ہے۔

قیام انوندرہ کے زمانے میں جو آپ کی آخری آرام گاہ بھی ہے آپ کا مزاج کچھ ناساز ہو گیا تھا۔ ایسی حالت میں آپ نے ایک معاملہ دیکھا کہ بندگی میاں شاہ دلاورؒ نے لوکلی پر اپنے ہاتھ کا انگوٹھا رکھا اور چاروں انگلیاں پھیلا کر آپ کے چہرہ پر رکھیں اور فرمایا کہ میاں عبدالرحمٰنؒ کو تجلی پر تجلی ہونے میں انتہائی فرق رہ گیا ہے۔ اس معاملہ سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں آپ کو دنیوی علم پر عبور حاصل تھا وہیں ولایت کے رموز واسرار سے کما حقہ واقفیت رکھتے تھے۔ یہ معاملہ عشق ومحبت سے معمور جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ نہ صرف ایک عالم تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ آپؒ 9/ربیع الاول کو اس عالم سے کوچ فرمائے اور موضع انوندرہ جوکڑی ریلوے اسٹیشن سے 12 کیلومیٹر پر واقع ہے آپ کی آخری آرام گاہ ہے جو آپ کے والد بزرگوار کے بازو ہے۔ غرض بزرگوں کی سیرت پڑھنے سے اور سننے سے دل روشن ومنور ہوتے ہیں اور ساتھ ہی غور وفکر کی دعوت بھی ملتی ہے۔ ooo

حضرت بندگی میراں سید عبدالحئی روشن منور رضی اللہ عنہ

قولی زندگی بسر کرنا نہایت آسان ہے۔اس طرح کی زندگی ہر کوئی گزار سکتا ہے لیکن اسلام قولی نہیں عملی زندگی کی دعوت دیتا ہے۔عملی زندگی کی آج کے ماحول و معاشرہ میں جبکہ دنیا کی چمک و دمک کو مد نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو نہایت کٹھن و مشکل ہے۔لیکن ناممکن نہیں۔اللہ اس کے رسول اور اس کے خلیفہ کے احکامات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنا نہایت مشکل اور پل صراط پر سے گزرنے سے کم نہیں ہے۔اس راہ مقدس پر للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ جو بندگانِ خدا گامزن ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے منزل تک پہنچا دیتا ہے۔اس راہ کے مسافر کے لئے جسمانی اور روحانی طہارت ضروری ہے۔جن کا جسم و روح پاک ہے وہ زمین والوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہوتے۔ایسے افراد یعنی بزرگانِ دین آنکھ رکھنے والوں کے لئے ،علم رکھنے والوں کے لئے ایک نعمت خداوندی سے کم نہیں۔اس نعمت سے نعمت پانے کے لئے انا کو دفن کر کے اخلاص اور فکر صحیح کی سانسیں پیدا کرنا پڑتا ہے۔

صحبت صادقین فرض ہے، جس طرح آج کل کہا جا رہا ہے کہ صادقین کہاں ہیں جن کی صحبت اختیار کی جائے۔اس طرح کی سونچ و فکر رکھنے والوں کی باتوں کو کچھ دیر کیلئے قبول کر لیتے ہیں۔ان سے ہم کہتے ہیں براہ کرم خالص للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ کچھ وقت کسی بھی مہدوی بزرگ کے آستانہ پر گزاریئے۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سی صحبت بھی آپ کی زندگی میں رنگ لا کر رہے گی۔آج کے اس ماحول میں ہمارے قومی وقار کو ابتدائی دور کی طرح روشن و منور کرنے حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؓ کی سیرت ہے۔ان کی اتباع میں ان کی سیرت کی کرنوں میں ہمیں اپنا مقصد حیات کا راستہ طے کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

فراہ مبارک میں بی بی ملکانؓ نے حضرت مہدی موعودؑ کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوترا دیا ہے۔آپ ولادت کی خبر سن کر میراں سید محمود کے حجرہ میں تشریف لاتے ہیں۔نومولود کو ہاتھوں میں لے کر ایک کان میں اذان اور ایک کان میں اقامت کہتے ہیں اور فرماتے ہیں اس بچہ کا نام سید عبدالحئی یا سید یعقوب رکھو۔بی بی ملکانؓ ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی فرمائی تھیں کہ ''بچہ سانولی رنگت لئے ہوئے ہے''، بچہ کے کان میں اذان دینے کے بعد خلیفۃ اللہ، بی بی ملکانؓ سے فرماتے ہیں تم

نے کہا تھا کہ بچہ سانولہ ہے۔ دیکھو یہ تو روشن منور ہے۔ اس رتن کو جتن کرو۔

آپ اپنے دور کے بزرگ ترین شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ عبادت وریاضت، ذکر وفکر، اخلاق وکردار، جودوسخاوت میں اپنی آپ نظیر تھے۔ حد درجہ اہل کمال ہونے کے باوجود عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ خوف خدا کی وجہ سے مرشدی ترک کر دی تھی۔ باطنی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کا جو دم دیا ہے وہ یاد ہے یہی نہیں بلکہ آگے یہ بھی فرمایا حضرت مہدی علیہ السلام کے صدقہ سے بندہ کو قالو ابلیٰ کا بھی دن یاد ہے۔

آپ خوش خلقی، ہمدردی، ملنساری، اخوت ومحبت کے اعلیٰ کردار رکھنے کے باوجود یہ نہیں فرمایا کہ بندہ خلیفتہ اللہ کا پوترا ہے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانئ مہدیؓ کا لخت جگر ہے نہ کبھی اس اعزاز ومنصب پر غرور وتکبر کیا۔ حالانکہ خلیفتہ اللہ نے زہرہ، مشتری سے تشبیح دی اور فرمایا یہ تو روشن منور ہے اس رتن کو جتن کرو اور فرمایا بھائی سید محمود کی اولاد ہمارے سر کا تاج ہے لیکن سب کچھ روحانی کیفیت اپنے میں رہنے کے باوجود عجز وانکساری کا یہ عالم ہے کہ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مرشدی وہ کرے جو میراں سید محمود ؓ کے جیسا ہو۔ خلیفتہ اللہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی اور والد کے انتقال کے وقت 12 سال کی تھی۔ والد کی رحلت کے بعد کسی اور سے بیعت نہیں کی۔ والد کے انتقال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے دائرہ میں قیام فرماتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؓ علم وفضل، سلوک وعرفان، زہد وتقویٰ، فقر وتوکل کے بادشاہ تھے۔ آپ کی تمام تر زندگی ذکر وفکر، عزلت از خلق اور طلب دیدار خدا میں بسر ہوئی۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ علیحدہ دائرہ باندھ کر رہتے ہیں۔ اُس دور میں ایک دائرہ کا دوسرے دائرے سے باہمی ربط تھا۔ اتحاد واتفاق، بھائی چارگی کا ماحول تھا۔ بڑوں کا ادب و احترام جز ایمان سمجھا جاتا تھا۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت ومہربانی کرتے۔ آج اگر سیرت حضرت روشن منورؓ پر عمل پیرا ہو جائیں تو موجودہ ماحول، وفضاء میں تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت روشن منورؓ کی عملی کردار کی خصوصیت نے آپ کو صحابہ کرام، مہاجرین عظام میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ جو اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا، حقیقت میں وہ ہی سب سے بڑا آدمی ہوتا ہے۔ حضرت روشن منورؓ کی سیرت میں اس بات کو ہم پاتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالحیٔ روشن منورؒ کی حیات مبارکہ آج کے اس دور میں بالخصوص رشد وہدایت پر فائض بزرگان دین کے لئے راہ ہدایت اور قابل تقلید ہے سب کچھ رکھنے کے باوجود کوئی دعویٰ نہیں تھا۔آج کچھ بھی نہ رکھتے ہوئے بلند دعوے کئے جاتے ہیں۔

جہاں ادب واحترام ہے وہاں ایمان کے ساتھ فیض ولایت بھی ہے اور بہرہ ملتا ہے۔اس لئے دائروں میں بزرگوں کے ادب واحترام پر خصوصی توجہ دلائی جاتی تھی۔حضرت بندگی میاں عبدالحیٔ روشن منورؒ ایک مرتبہ حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کے دائرہ میں آتے ہیں۔دائرہ کی عزت کر کے جوتیاں اُتار کر ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔حضرت خاتم المرشدینؒ کو جب یہ اطلاع ملتی ہے تو فوراً اپنے دائرے کے فقراء سے کہتے ہیں بیٹھ جاؤ، بندہ حضرت کی جوتیاں لے لیتا ہے۔یہ کہتے ہوئے بھاگ کر حضرت روشن منورؒ کے پاس پہنچ کر قدموں میں ہوتے ہیں اور آپ کی جوتیاں اٹھا لیتے ہیں۔عزت واحترام سے دائرہ میں لے آتے ہیں۔یہ ہمارے بزرگوں کی تہذیب تھی۔ایک دسرے کا ادب واحترام تھا۔حضرت روشن منورؒ کے دور میں اتفاق واتحاد' بھائی چارگی' ہمدردی' ملنساری' ایک دوسرے کا ادب واحترام' پابند ذکر وفکر کیساتھ قید قدم کا ماحول تھا اور تمام بزرگان دین ان تمام باتوں پر عمل پیرا تھے آپسی تعلقات کا یہ حال تھا کہ اپنے فرزندوں کو دوسرے دائرہ میں بھیج کر تربیت کرواتے تھے۔آپ نے اپنے فرزند حضرت میاں سید حسین کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ سے تربیت کرایا۔حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق نے اپنے فرزند حضرت میاں سید یحییٰ کو اور حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ نے اپنے فرزند حضرت میاں سید سعد اللہ کو آپ سے تربیت کروایا۔تاریخ شاہد ہے کہ جب ایک دائرہ کا دوسرے دائرہ سے باہمی ربط رہا مہدویت ترقی کرتی رہی۔عوام مہدویت کو قبول کرتے رہے۔ہمارے بزرگ ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ہر جگہ، ہر مقام پر نیستی وانکساری تھی۔حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحق کے فرزند میاں سید سعد اللہ تلقین ہونے کے لئے حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔حضرت شہاب الحقؒ آپ سے فرماتے ہیں جو جگہ اس بندہ کے نزدیک باعظمت ہے بندہ تم کو وہاں بھیجتا ہے۔حضرت بندگی میاں روشن منورؒ کے پاس جانے کے لئے کہتے ہیں۔اس پر حضرت سعد اللہ کہتے ہیں خوندکار کی جو عزت بندہ کے دل میں ہے اس کے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہے۔آپ سے تلقین ہونا ہی میرے لئے باعث عز وشرف ہے۔حضرت شہاب الحقؒ فرماتے ہیں سعد اللہ میں تمہیں وہاں بھیج رہا ہوں جو میرے لئے

صاحب عظمت و باعث شرف ہے ،اس کے بعد میاں سعداللہ اپنے چچا کی ہدایت پر حضرت روشن منور ؒ سے تلقین پاتے ہیں۔حضرت روشن منورؒ بعد تربیت حضرت شہاب الحقؒ کو لکھتے ہیں خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کے روحانی حضور میں بندہ نے سعداللہ کی تلقین کی ہے۔اب سعداللہ ،اسداللہ بن گئے ہیں۔اسی لئے حضرت سعداللہ غازیؒ اور حضرت سید یحییٰؒ ابن حضرت سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کا سلسلہ تربیت حضرت سید عبدالحئی روشن منور سے مہدی موعودؑ کو جا تا ہے۔یہ بردباری، یہ کردار کے اعلیٰ نمونے ہمارے دائروں کے روشن اوراق ہیں۔آپسی خلوص ومحبت و یگانیت کا یہ حال تھا کہ حضرت شہاب الحقؒ سپاریاں آپ کے پاس بھیج کر اسکا پسخوردہ کرا کر کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ آخر وقت ایک سپاری کا ٹکڑا آپ کے دہن سے نکلا ،آپ نے آخری وقت کھانبیل والوں کو یاد کیا، پسخوردہ سے ولایت کا فیض بھی حاصل کیا جا تا ہے۔اس میں عقیدت کا ہونا ضروری ہے۔اس عمل سے ایک دوسرے کی چاہت اور وابستگی بھی دکھائی دیتی ہے۔یہ واقعات جہاں چراغ ہدایت ہیں وہیں ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

حضرت بندگی میاں روشن منورؒ کا جب آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے فرزندوں کو طلب کرتے ہیں۔ان سے فرماتے ہیں میری وفات کے بعد والد بزرگوار حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؒ کے روضہ مبارکہ بھیلوٹ شریف میں پہنچادو۔یہ راستے کے مشکلات وخوف کا اظہار کرتے ہیں۔حضرت فرماتے ہیں اگر بندہ کی استطاعت ہوتی تو تم کو کیوں طلب کرتا۔اس سے آپ کے دائرہ کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے کہ دائرہ میں تنگدستی ،فقر وفاقہ ہے۔اس موقع پر آپ دلگیر ہوکر کھانبیل والوں کو یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر میرے کھانبیلی بھائی ہوتے تو وہ مجھے سر پر اُٹھا کر لیجاتے۔آپ اپنے فرزند میاں سید حسینؒ سے فرماتے ہیں مجھے بنڈی میں لیجاؤ انشاءاللہ تعالیٰ کوئی مشکل درپیش نہ ہوگی۔

الغرض یہ نیک صفت اہل کمال صاحب ذکر وفکر جو نہ صرف آخری سفر ذکر کے ساتھ کئے بلکہ لحد مبارکہ میں بھی ذکر جاری وساری تھا ۲۸/ رجب المرجب ۹۸۰ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ فرماتے ہیں حسب وصیت والد بزرگوار حضرت بندگی میاں ثانیٔ مہدیؒ کے روضہ ٔ مبارکہ بھیلوٹ میں آپ کو دفن کیا جا تا ہے۔باری تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہماری اندھیری نگری کو حضرت روشن منورؒ کی پرنور سیرت سے روشن ومنور کردے آمین۔

☆☆☆

حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ عنہ

حضرت مہدی موعودؑ کا ارشاد گرامی ہے خدا تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تو احمد گا بیٹا ہے یا محمد گا۔ خدا تعالیٰ عمل یہ محبت کو پوچھے گا۔ انہی عمل بہ محبت رکھنے والوں میں ایک بزرگ ترین شخصیت حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی ہے۔ یہ مبارک ومسعود ہستی دولت آباد میں ۲۳/ ذی الحجہ ۹۸۰ ہجری کو پردہ فرماتی ہیں جس کو تاریخ مہدویہ میں ''حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ '' کے نام نامی سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ آپ حضور بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے فرزند دوم اور خاتم ولایت محمد یہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی ولادت باسعادت ۹۱۱ ہجری میں بمقام بھیلوٹ شریف ہوئی صحیح تاریخ وماہ کا حال تاریخ میں نہیں ملتا۔ آپ مبشر حضرت مہدی موعود علیہ السلام اس طرح سے ہیں کہ فرہ میں حضرت سید عبدالحئی روشن منورؓ کی ولادت کے وقت حضور مہدی موعود علیہ السلام بعد ازاں و اقامت فرمایا اس نومولود کا نام سید عبدالحئی یا سید یعقوب رکھو۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے کہا کہ یہ دوسرے فرزند کی بشارت ہے جس کا نام سید یعقوب ہوگا۔ حضرت شاہ یعقوبؓ بچپن میں کافی تن ونوش لئے ہوئے تھے۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے فرمایا کہ ان کے کئی فرزند پیغمبروں کے مقام کے ہیں۔ حضور ثانی مہدیؓ نے کم عمری میں تلقین کر کے آپ سے وصیتاً فرمایا جب تم سن شعور کو پہنچو تو جو بھی مہاجر مہدی ملیں ان سے تلقین تازہ کرلو۔

حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی عمر شریف چھ یا سات سال کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار حضرت ثانی مہدیؓ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں آپ پانی میں کھیل رہے تھے۔ ننھے ہاتھ پاؤں مٹی میں لت پت تھے ایسے میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی نظر آپ پر پڑی اور آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ جن کے بڑے نہ ہوں ان کے لڑکوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ حضرت بھائی مہاجرؓ نے اس شب خواب میں دیکھا کہ میدان حشر ہے لوگ پریشان ہیں ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں ایک طرف میدان میں شامیانہ لگا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی

موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں ۔ حضرت بھائی مہاجر اندر جانا چاہتے ہیں مگر دربان روک دیتا ہے ۔ حضرت شاہ یعقوبؒ اسی حال میں جیسا بھائی مہاجرؒ نے دیکھا تھا ہاتھ پاؤں کیچڑ میں بھرے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔ آپ کی نظر بھائی مہاجرؒ پر پڑتی ہے باہر کھڑے رہنے کے تعلق سے دریافت فرماتے ہیں اور پھر بھائی مہاجرؒ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوتے ہیں ۔حضرت شاہ یعقوبؒ اسی حالت میں اپنے جدامجد حضرت مہدی علیہ السلام کے گود میں جا بیٹھتے ہیں ۔

حضرت بھائی مہاجرؒ خواب کے بعد بیدار ہوتے ہیں ۔اور بی بی ملکانؒ کے حجرہ پر حاضر ہوکر حضرت شاہ یعقوبؒ کو بیدار کرنے کی خواہش کرتے ہیں ۔ جب آپ باہر آتے ہیں تو نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ گود میں اٹھاتے ہیں اور عجز وانکساری کے ساتھ کہتے ہیں ''میرے شہزادے اپنی زبان سے صرف اتنا کہو کہ میں نے معاف کیا'' حضرت بھائی مہاجر کے اصرار پر آپ الفاظ دھراتے ہیں ۔ یہ الفاظ سنتے ہی حضرت خوش اور مطمئن ہوجاتے ہیں ۔

اس واقعہ سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ جب کسی کی بزرگی کا علم ہوجاتا ہے تو دیکھنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ وہ مجھ سے کم عمر اور کمسن ہے بلکہ اس کی تعظیم وتکریم بجالاتا ہے ۔حضرت بھائی مہاجرؒ کا یہ عمل ہم سب کو درس نصیحت دیتا ہے ۔حضرت ثانی مہدیؑ کے پردہ فرمانے کے بعد آپؒ کی تربیت ابتدا میں حضرت شاہ نظامؒ سے رہی ۔ حسب الحکم والد بزرگوار جب آپ سن شعور کو پہنچے تو حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ سے تلقین حاصل کی ۔حضرت شاہ نعمتؒ کا غیر معمولی لطف وکرم آپ پر تھا ۔

حضرت شاہ یعقوبؒ کو صبر وشکر ، ہمدردی ومحبت ، بےغرضی و بےنیازی اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی ۔ بچپن ہی سے آپ خاموش مزاج اور عبادت پسند تھے ۔ جب عمر شریف ۱۸ سال کی ہوئی تو خلیفہ گروہ حضرت ملک الہداد نے آپ کا عقد بی بی راجے رقیہ بنت حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ سے کیا ۔ایک عرصہ تک آپ خلیفہ گروہؓ کے دائرہ میں رہنے کے بعد ۹۴۰ ہجری میں دکن کی طرف ہجرت فرمائی ۔ آپ حضرت شاہ دلاورؓ کے دائرہ بھنگار ضلع احمد نگر میں قیام فرمایا اور صحبت میں رہے حضرت شاہ دلاورؓ اور حضرت شاہ نعمتؓ کے اظہار خوشنودی واصرار پر آپ نے الگ دائرہ بمقام جیور (احمد نگر) میں قائم فرمایا ۔یہیں پر آپ کی اہلیہ حضرت راجے رقیہؓ اس دار فانی سے رخصت ہوئیں ۔

دائرہ جیور میں حضرت میراں سید حمیدؓ ابن حضرت امامنا مہدی موعودؑ کے دوفرزند حضرت

میاں سید میرانجیؒ اور حضرت سید منجو جیؒ حضرت شاہ نعمتؓ کے پاس بغرض تربیت دائرہ میں آئے حضرت نے ان دونوں فرزندوں کو حضرت شاہ یعقوبؓ کے پاس تربیت کے لئے لائے حضرت شاہ یعقوبؓ نے صحابہ کرامؓ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی لیکن حضرت بندگی میاں شاہ نعمت کے اصرار واجازت سے دونوں کو تربیت کیا۔ حضرت شاہ نعمتؓ کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں ہر دائرہ کی کیفیت وحالات سے واقفیت رکھی جاتی تھی اور ہر نئے دائرے کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ صاحب دائرہ سے محبت وشفقت اور اظہار خوشنودی کے لئے طالبوں کو خود لاکر تربیت کروایا جاتا تھا۔ آج کسی نئے دائرہ کو قبول کرنے پر وہ چاہت وخوشی دیکھنے میں نہیں آتی جو بزرگوں میں تھی۔ ہمت افزائی کے لئے کوئی آگے بھی نہیں آتا۔ جس کی وجہ سے سکڑتے جارہے ہیں۔ جیور سے ہجرت فرماکر موضع لانک میں دائرہ باندھتے ہیں۔ یہاں مصدقوں کی کثیر آبادی ہونے سے فتوح آنے لگی۔ فقراء میں تازگی آگئی۔ آپ دنیا کی لذتوں سے ڈر کر وہاں سے دائرہ اٹھادیتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر دائرہ باندھتے ہیں۔ یہ ہمارے دائروں کی کیفیت تھی۔ دنیوی شان وشوکت، مال وزرو جواہر سے کوسوں دور رہ کر خدا کی یاد میں زندگی بسر کرنا ان کا اولین فریضہ ہوتا تھا۔

شاہ یعقوب حسن ولایتؒ احمد نگر سے ہجرت فرماتے ہوئے ۹۷۵ ہجری میں دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔ ان دنوں دولت آباد سلطنت نظام شاہی کا ایک اہم فوجی مرکز تھا۔ کئی مہدوی گجرات سے نکل کر دکن آرہے تھے۔ نظام شاہی افواج میں کئی مہدوی اکثر بڑے عہدوں پر فائض تھے۔ حضرت شاہ یعقوبؓ کی آمد جہاں ہزاروں عاشقان مہدی موعودؑ اور جانثاران دین کے لئے باعث خوشنودی وسعادت تھی وہیں مشائخین کے لئے تکلیف کا باعث بن گئی۔ شاہ علی نامی مشائخ نے حضرت کی مقبولیت اور لوگوں کی عقیدت کو دیکھ کر حسد کرنے لگا۔ حضرت کے دست حق پر کئی لوگوں نے بیعت وتلقین کا شرف حاصل کیا اور اس شہرت ومقبولیت کو دیکھ کر اس نے اپنے فرزندوں کو لے کر ایک منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کے تحت آپ کو ۲۰ ذی الحجہ ۹۸۰ ہجری کو دعوت دی اور پسخوردہ حاصل کرنے کے بہانے شربت میں زہر ملادیا۔ آپ نے ایک ہی گھونٹ پیا اور زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ آخر کار ۲۳/ ذی الحجہ ۹۸۰ ہجری کو اس زہر سے آپ کی شہادت واقعہ ہوئی۔ دولت آباد میں آپ کا مزار مقدس ہے جو مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت کی پانچ بیویاں تھیں جن سے آپ کو آٹھ فرزند اور چار دختر ہوئیں انہی فرزندوں اور دختروں سے اکثر سادات گھرانے رشد وہدایت سے وابستہ ہیں جن سے فیض کا سلسلہ آج تک بھی جاری وساری ہے۔حضرت کو شجرہ المرشدین سے یاد کیا جاتا ہے۔ان کے فرزندوں اور دختروں کو ایک بشارت کی بنا پر بنی اسرائیل ولایت کہا جاتا ہے جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزندوں کو بنی اسرائیل نبوت سے مخاطب کیا جاتا ہے اس طرح آپ کے فرزندوں اور دختروں کو بنی اسرائیل ولایت سے یاد کیا جاتا ہے ۔حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کی زندگی ہی نہیں بلکہ آپ کے پورے گھر کی زندگی تعلیمات ولایت کا عملی نمونہ تھی جو ایک مثالی اور قابل تقلید مقام رکھتی ہے چنانچہ آپ کے آٹھوں فرزند تارک الدنیا تھے کوئی بھی فرزند کسب وفراغ سے نہیں تھے

حضرت حسن ولایتؒ کی سیرت کا سب سے درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت بندگی میاں سید اشرف کو حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کے،حضرت بندگی میاں سید اسحٰقؒ کو میاں سید عبدالکریم نوریؒ سے اور حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدین کے پاس تربیت کروایا۔حضرت بندگی میاں سید عالمؒ حسب وصیت پدر بزرگوار حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کے فقیر و تربیت یافتہ ہیں ۔آپ کے اس عمل پر کچھ لوگوں نے لب کشائی کی کہ فرزندوں کو باہر بھیجنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ گھر میں سب کچھ موجود ہے۔آپ نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ،مرد وہ ہیں جو باہر سے کما لائیں،گھر کی چیز تو ان کی میراث ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل آپسی خلوص ومحبت اور اتحاد واتفاق کو قائم رکھنے کے لئے ہمارے لئے درس بصیرت رکھتا ہے۔دور حاضر میں حضرت شاہ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر آج بھی ہم کاربند ہوتے ہوئے آپسی محبت وشفقت،اتحاد واتفاق جو حضرتؒ کے دور میں تھا قائم کرسکتے ہیں۔خدائے تعالیٰ قوم کو حضرت کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

آخر میں یہ بات بھی اظہر من الشمّس ہے کہ بزرگانِ دین کی سیرت اور تذکروں سے جہاں ان کی پاکیزہ سیرت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے وہیں ان کی اتباع کا جذبہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ان کی سیرت سے دین کی حقیقت،عظمت کے ساتھ ساتھ افراد قوم کی اصلاح کے لئے بصیرت کا درس بھی ملتا ہے۔ooo

حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق رضی اللہ عنہ

آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ماہ ربیع الثانی 920ھ میں ہوئی۔ والد بزرگوار کی بہت شفقت آپ کو حاصل رہی۔ ایک دن ابراہیم شیخا نے حضرت شاہ خوندمیرؓ سے کہا آپ نے میاں سید جلال کو شہیدوں میں گنا ہے۔ کیا میاں شہاب الحق آپ کے جانشین ہونگے۔ آپ نے فرمایا ہاں اے ابراہیم یہ فرزند شہنشاہ ہوگا اور مرشد مرشداں ہوگا۔ حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف 11 سال تھی۔ شہادت کے بعد آپ خلیفہ گروہ حضرت ملک الہدادؓ کی صحبت میں رہتے ہیں اور اُن ہی کی نگرانی میں تربیت پاتے ہیں۔ آپ 14 سال تک خلیفہ گروہ کی صحبت میں رہ کر خدمت انجام دیتے ہوئے فیض کمال حاصل کرتے ہیں۔ خلیفہ گروہ اپنے آخری وقت میں فرماتے ہیں چھابوجی سے ہم کو بہت راحت پہنچائی ہے۔ آپ نے بہت ساری بشارتیں بھی دی ہیں اور فرمایا مجھے خوشحال کیا۔ یقیناً جو مرید اپنے مرشد کو خوش کردیتا ہو اُس پر خاص نظر مرشد کی ہوتی ہے۔ خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد آپ علیحدہ دائرہ باندھ کر طالبان خدا کو تعلیم و تربیت دی۔ روایت کے مطابق آپ کے دائرہ میں 1800 فقراء تھے۔ ان میں سے 18 فقراء چشم سر سے خدا کو دیکھنے والے تھے۔

اُس دور میں تمام کی نظریں آپ کے دائرہ پر تھیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے ایک مرتبہ آپ کی کیفیت دریافت فرمائی۔ آپ نے فرمایا جب تک لوگوں کے مجمع میں رہتا ہوں دنیا کی لذتوں کو پاتا ہوں لیکن جب چادر اوڑھ لیتا ہوں تو عرش سے فرش تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ یعنی جب وہ مشاہدہ کرکے اللہ کے ذکر میں محو ہوجاتے ہیں تو فضل خدا سے اُن پر تمام چیزیں عیاں ہوجاتی تھیں۔

حضرت شہاب الحقؓ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ اپنے دور کے بزرگوں سے نہ صرف تعلقات رکھتے تھے بلکہ ان سے باہمی ربط بھی تھا۔ آپ کھانبیل سے دساڑہ جاکر حضرت بندگیمیاں بھائی مہاجرؓ سے سال میں دو مرتبہ ملاقات کرتے تھے۔ حضرت بھائی مہاجرؓ نے حضرت شاہ خوندمیرؓ کے کہنے پر آپ

کی بچپن میں تربیت فرمائی تھی۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ نے بچپن میں ہی آپ کو اپنا جانشین ہونے کی پیشین گوئی کی تھی۔آخر آپ کے احوال، افعال واقوال کو دیکھ کر اس دور کے بزرگانِ دین نے آپ کو ثانی سید خوندمیر کہا۔حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ فرماتے ہیں اگر کعبہ کے سوا سجدہ جائز ہوتا تو میں کھانبیل کی طرف سجدہ کرتا۔یہ اس لئے فرمایا کہ کھانبیل میں حضرت شہاب الحقؒ رہتے ہیں۔

حضرت شہاب الحقؒ کی وہ ذات گرامی مرتبت ہے جس کے سامنے جادوگروں کی جادوگری، عیاروں کی عیاری، دشمنوں کی دشمنی ختم ہوجاتی ہے۔کھانبیل میں ایک جادوگر تھا جو اپنے حرکتوں سے لوگوں کو اپنا دیوانہ بنالیا تھا۔لوگ اُس سے خائف رہتے تھے وہ پانی پر چلتا تھا جس سے لوگ بے حد متاثر بھی تھے۔ایک دن آپ نے اس کا تماشہ دیکھنے تشریف لے گئے اُس وقت وہ پانی پر چل رہا تھا۔آپ کی نظر پڑتے ہی جادو کا زور ختم ہوجاتا ہے اور وہ پانی میں گر جاتا ہے، ڈوبنے لگتا ہے اس کو ڈوبنے سے بچاتے ہیں۔ہمارے بزرگوں کی نظر عام افراد کی نظروں کی طرح نہیں ہوتی ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر کا فیض ان کے پاس ہوتا ہے۔یہ فیض عزلت از خلق، ذکر خدا اور توکل اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔جہاں دم وقدم کی حفاظت ہوتی ہے وہاں ایمانی حرارت کے ساتھ ولایت کی مہک بھی ہوتی ہے۔اور ولایت کی نظر بھی کام کرتی ہے۔

حضرت شہاب الحقؒ کی روحانی کیفیت سے نہ صرف اپنے بلکہ اغیار بھی معترف تھے۔ہندو دھرم سے تعلق رکھنے والا دیچا موری ایک ملاقات پر حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی سے کہتا ہے کھانبیل جائیں تو میری طرف سے چھابوجی اور سیدنجی کو سلام کہنا وہ مہاتما اور بڑے لوگ ہیں۔میاں سجاوندیؒ دریافت کرتے ہیں تجھے کس طرح علم ہوا۔وہ کہتا ہے مجھ کو چوتھے آسمان تک سیر حاصل ہے۔سیر میں چھابوجی کو دیکھتا ہوں وہ بڑی مسرت کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرلیتے ہیں۔حضرت یہ پیغام چھابوجی کو پہنچاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں یہ فتنہ خدا ہے نزدیک رہتے ہوئے بھی یہاں آتا نہیں، تحقیق دین نہیں کرتا وہ کشف وکرامت کا شائق اور شہرت پسند ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگانِ دین تقویٰ شعار، نام ونمود، شہرت سے دور رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ان کی غذا کم، نیند تھوڑی لیکن عبادت زیادہ ہوتی تھی۔حضرت بندگی میاں سید شہاب

الدین شہاب الحقؒ کا یہ واقعہ موجودہ دور میں ہدایت کا سورج بن کر ہمیں روشنی دے رہا ہے ہم تمام کا فرض ہے کہ اس روشنی سے اپنی باقی زندگی کو روشن و منور کریں ۔ آپ کی غذا اتنی کم تھی کہ کبھی دس لقمہ سے گیارواں لقمہ نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی ناخن گھی میں تر ہوا۔ آج ہماری غذا کا کیا معاملہ اچھی سی اچھی غذا ہونا۔ اچھے سے اچھا لباس ہونا، دینی محافل میں شرکت سے گریز لیکن دعوتوں کی محافل میں گھنٹوں وقت صرف کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی بھوک کے تین حصہ کرلو ایک پانی کے لئے دوسری غذا کے لئے ۔ تیسری عبادت کے لئے لیکن ہم تینوں حصے غذا سے ہی بھر لیتے ہیں اور اسکے بعد عبادت کہاں ہوتی ہے ۔ ذکر وفکر، طلب دیدار خدا، صحبت صادقین سے زیادہ دعوتوں کی فکر ہوتی ہے ۔ دعوت دینے والے کا کیا عقیدہ ہے، اسکی کمائی کس طرح کی ہے وغیرہ دیکھا نہیں جاتا ہے بلکہ سر اٹھائے چلے جاتے ہیں ۔
حضرت شہاب الحقؒ ایک دن نماز پڑھانے کے لئے صف پر قدم رکھا اور پھر کھینچ لیا اور فرمایا آج کچھ رخصتی عمل ہوا ہے ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دائرہ کے کسی برادر نے تیل ادھار لایا تھا۔ قیمت مقرر نہیں کی تھی ۔ حضرت فوراً قیمت ادا کر کے نماز پڑھاتے ہیں جب صاحب دائرہ کا یہ عمل ہوگا تو لامحالہ دائرہ میں رہنے والے اصحاب پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے ۔ ایک دن آپ نے تکبیر تحریمہ کہنے میں تھوڑی دیر کی پھر چند دفعہ آپ نے مکرر تکبیر کہی نماز کے بعد کسی نے دریافت کیا آپ نے فرمایا بندہ سوائے اپنے پروردگار کو دیکھے کے سجدہ نہیں کرتا ہے ۔ رب کی تجلی میں کچھ تاخیر تھی اس لیے تکبیر میں تاخیر ہوئی ۔ آج کے اس دور میں چاہے کا سب ہو کہ فقیر رزق کے معاملہ میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے ۔ اکل حلال کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے ۔ عبادت میں یہ وٹامن کی طرح ہے ۔ اس سے عبادت میں چاشنی پیدا ہوتی ہے ۔

تقویٰ ، پرہیز گاری اور کردار کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے ۔ چند بھانڈ لوگ آپ کے دائرہ کے سامنے پڑاوُ ڈالتے ہیں ۔ آپ ان کے کھیل کود، باہمی مذاق سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ آپ کا پُرنور چہرہ اور دائرہ کے فقراء کے حال وقال سے متاثر ہوتے ہیں ۔ مسلمان ہو کر بعد تصدیق مہدی موعودؑ، آپ سے بیعت کرتے ہیں ۔ ترک دنیا کر کے دائرہ میں ہی قیام کرتے ہیں ۔

اس بزرگ ہستی کی صحبت میں رہنے والوں کے اخلاق و کردار ، عبادت و ریاضت ، انکے تقویٰ و پرہیز گاری کا کیا نہ حال ہوگا ۔ آپ کے دائرہ کی دو باندیاں حسب معمول لکڑیاں لانے جنگل جاتی ہیں ۔ لکڑیاں جمع کر کے گھٹا بناتی ہیں اور تھک جانے پر ایک مقام جہاں سے دو راستے گزرتے تھے

ستانے کے لئے ایک درخت کے نیچے ٹہرتی ہیں۔ اور آپس میں باتیں کرتی ہیں۔ دنیوی نہیں بلکہ دینی اتنے میں ایک سوار دوراستے دیکھکر دریافت کرنے کے لئے ٹہر جاتا ہے۔ ان باندیوں کی گفتگو سننے لگتا ہے ایک باندی دوسری سے کہتی ہے بہن بارہ سال سے میری تہجد قضاء نہیں ہوئی یہ سنکر سوار جو سپاہی تھا بہت متاثر ہوتا ہے۔ آگے بڑھکر ان سے پوچھتا ہے کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے۔ باندیوں میں ایک کہتی ہے ہم کو نہیں معلوم کہ ہمارے مرشد نے دوراستے بتائے ہیں ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں۔ یہ سنکر سپاہی کے دل میں دنیا سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یکا یک اس کی کیفیت بدل جاتی ہے وہ دل ہی دل میں کہتا ہے جب عورتوں کی یہ دینی کیفیت ہے تو مرد کتنے نہ خدا ترس ہوں گے۔ وہ ان عورتوں کے ساتھ دائرہ میں آکر مصدق ہوتا ہے۔ الحمدللہ ہم بھی دائروں سے وابستہ ہیں اس وابستگی پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے لیکن جو ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اس کا بھی احساس ہونا چاہیئے۔ ہماری یہ کوشش ہونا چاہیئے کہ ہمیں بھی دیکھ کر لوگ دائروں سے وابستہ ہو جائیں۔ بشرطیکہ ہم میں وہ کشش ہونا چاہیئے، اللہ کارساز ہے وہ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

صاحب دائرہ وابستہ افراد کی نہ صرف تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے تھے بلکہ دینی اور دنیوی امور میں بھی ان کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ان کے دکھ درد میں بھی برابر شریک ہوا کرتے تھے۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کا دائرہ کھانبیل میں تھا۔ نماز ظہر کے وقت حضرت شہاب الحق دائرہ کے فقراء پر نظر ڈالتے ہیں۔ ایک فقیر آپ کو نماز میں دیکھائی نہیں دیتے ہیں۔ دریافت کرنے پر جواب ملا کہ لکڑیاں لانے جنگل گئے، مگر واپس نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا نماز کے وقت حاضر نہ رہنا، کچھ نہ کچھ وجہ ہے۔ فقراء کو تلاش کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب تلاش شروع ہوتی ہے تو وہ فقیر جنگل میں بے ہوش پڑے ملتے ہیں۔ ساتھیاں اُٹھا کر دائرہ میں لاتے ہیں، تھوڑی دیر بعد ہوش آتا ہے۔ حضرت شہاب الحقؒ بے ہوش ہونے کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ فقیر کہتا ہے جنگل میں لکڑیاں جمع کر رہا تھا اتنے میں موضع انبواڑہ کا جاگیردار مصری خاں شکار کے لئے آیا مجھے دیکھ کر پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا حضرت شہاب الحقؒ کے دائرہ کا فقیر ہوں اور حضرت مہدی موعودؑ کا مصدق ہوں۔ یہ سنتے ہی مجھے مارنا شروع کر دیا اور کہا کہ تصدیق حضرت مہدی موعودؑ سے پلٹ جاؤ۔ میں نے کہا یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اور اس کے سپاہی مارنے لگے اور میں انکار کرتا گیا۔ اُس نے گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑا دوڑایا۔ زخموں

سے چور ہو گیا اور پھر غشی طاری ہوگئی۔اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔حضرت شہاب الحقؒ اس واقعہ کی سماعت کے بعد بہت رنجیدہ ہوئے۔ بلاقصور اس طرح ظلم کرنا اسلام کے خلاف ہے۔آپ بعد نماز عشاء اپنے بھتیجے حضرت بندگی میاں سعد اللہؒ بن حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہ تشریف الحقؒ کو فرمایا اسی وقت جاؤ اور مصری خان کو پکڑ کر لاؤ اور اس کو اتنا مارو کہ وہ چل نہ سکے تاکہ آئندہ وہ کسی مہدوی فقیر کی طرف آنکھ بھی اُٹھا نہ سکے۔حضرت کے حکم پر میاں سعد اللہ چند فقراء کے ساتھ اس کے مقام موضع انبواڑہ جاتے ہیں۔مصری خاں کے گھر پر پہرہ تھا لیکن آپ سیدھا گھر میں گھستے ہیں اور دیکھتے ہیں مصری خاں ایک چوکی پر بیٹھا ہوا ہے۔اطراف میں عورتیں کھڑی ہیں۔آپ آگے بڑھ کر اس پر لات مارتے ہیں، وہ چوکی سے نیچے گر جاتا ہے۔میاں سعد اللہ اور دیگر فقراء مل کر اس کو خوب مارتے ہیں اس کے سپاہی حضرت پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں مصری خاں انہیں فوراً روک دیتا ہے اور کہتا ہے حملہ مت کرو ورنہ یہ لوگ مجھے جان سے ماردینگے۔میاں سعد اللہ نماز فجر کے وقت مصری خاں کو لیکر دائرہ میں پہونچتے ہیں۔ حضرت شہاب الحقؒ نماز فجر کے لئے جماعت خانہ کی طرف آتے ہیں تو مصری خاں حضرت کو دیکھ کر قدم بوسی کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔حضرت شہاب الحقؒ اس کو کھڑا دیکھ کر میاں سعد اللہ سے کہتے ہیں میں نے کہا تھا اس کو اتنا مارو کہ وہ چل نہ سکے۔پھر آپ اس کو اپنے عصا سے بے دریغ مارتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کو مارنے کی یہ سزا ہے۔شان خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ میں گستاخی کرنے پر فقراء کو حکم دیتے ہیں اس کے منہ میں نجاست بھر دو اور اس کو رسی سے باندھ کر اس کے گاؤں کے راستے میں ڈالدو۔

صاحب دائرہ ایک فقیر کو مارنے اور مہدیؑ کی شان میں گستاخی کرنے پر اس طرح کی سزا دیتے تھے۔ایسے فقیروں کی نگہداشت، اُن سے یگانگت، محبت صاحب دائرہ اپنا فرض سمجھ کر کیا کرتے تھے نہ کہ بے ڈھنگے فقیروں کی۔

دائرہ میں عشق خدا، خوف خدا پیدا کرنے کے لئے تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ایک روز آپ نے فرمایا بندہ کو آخری زمانے کے مرشدین دکھائے گئے ہیں کہ آگ کے کھمبوں سے بندھے ہوئے ہیں اور آگ کی قینچیوں سے ان کی زبانیں کتری جارہی ہیں۔اس لئے کہ دنیا میں دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نہ کرتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ کئی ایک اُمراء، جاگیردار ہمارے بزرگوں کے مرید تھے۔لیکن کسی مرید

سے بھی ملاقات کرتے اور نہ اس کا ذکر کرتے تھے۔حضرت شہاب الحقؒ کا دائرہ کھانبیل میں ہے۔پٹن، کھانبیل سے 20 کیلو میٹر پر ہے۔پٹن کا صوبیدار شیر خاں آپ کا مرید ہے لیکن کسی فقیر نے بھی کبھی اس کا نام لیا ہو۔طالبان خدا کی یہ شان ہوتی ہے۔جہاں شخصیت پرستی نہیں خدا پرستی کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔مخلوق پر نہیں خالق پر ان کی نظریں ہوتی تھیں۔

حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ 18 / جمادی الاول 972ھ کو 52 سال کی عمر میں اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔حضرت بندگی میاں ملک پیر محمد غسل دیتے ہیں۔کھانبیل میں ہی آپ کی مزار پاک ہے۔حضرت کو جب قبر میں لٹایا جاتا ہے تو حضرت ملک پیر محمد کے آنکھ سے آنسو ٹپکتے ہیں۔فرزند شہاب الحق، میاں سید جلال سے فرماتے ہیں کیا تمہارے دل میں یہ بات آتی ہے کہ شہاب الحق باپ اور آپ ان کے بیٹے ہیں۔میاں سید جلال عرض کرتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ میرے دل میں آ رہا ہے یہ مرد ربانی ہیں، تو کون؟ اس موقع پر ملک پیر محمد کہتے ہیں دیکھو سر سے پاؤں تک بندگی میاں سید خوندمیر لیٹے ہوئے ہیں۔

فیض خاتم ولایتِ محمدیہ دراصل بزرگانِ دین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔بزرگان دین اسی راہ پر چل کر اپنے فرزندوں کو بھی اس امر کی تاکید اور وصیت کرتے تھے۔آپ نے اپنے فرزندوں کو فرمایا کہ مرشدی مت کرو صحبت میں رہ کر محنت کرو اور قوت لا یموت حاصل کرو۔آپ نے اپنے پانچوں فرزندوں کو علیحدہ علیحدہ تربیت کروا کے آپسی اتحاد واتفاق کا ایک روشن سنہرے باب کا آغاز کیا۔ حضرت سید جلال کو حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ سے، حضرت سید خوند سعید کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدین سے، حضرت میاں سید یحیٰؒ کو حضرت بندگیمیاں سید روشن منورؒ سے، حضرت میاں سید عیسیٰؒ کو اپنے سے اور حضرت میاں سید ولی کو حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ سے تربیت کروایا۔اس کے علاوہ آپ کے بھتیجے حضرت سید سعد اللہ میاں تربیت ہونے آئے تو ان کو حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ کے پاس تربیت کے لئے روانہ کیا حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ نے آپ کے مزار پاک کے تعلق سے ارشاد فرمایا۔یہ جائے ادب ہے اور بے وضو رہنے کی جگہ نہیں ہے۔جو اہل حق ہیں انہیں آپ کے مقام ومرتبہ کا علم ہے۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین رضی اللہ عنہ

کائنات کی ہر شئے کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کے لئے پیدا فرمایا اور اُسے اختیار دیا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے یا نہ کرے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا ان میں رسول و نبی بھی ہیں، صدیقین و شہداء بھی ہیں۔ صالحین و متقین بھی ہیں، اولیاء اللہ بھی ہیں۔ انسان کے اختیار میں ہے کہ ان مقدس و متبرک ہستیوں کی سیرت و تعلیمات سے واقف ہو کر اپنی زندگی کو ان کے بتلائے ہوئے طریقوں، راستوں پر چلائے۔ ہم اپنے اولیاء اللہ، بزرگوں کی سیرت و تعلیمات کو پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح ہمارا پڑھنا یا واقف ہونا بے کار ہو جاتا ہے۔ دراصل اولیاء اللہ کی سیرت ایک انمول ہدایت ہوتی ہے۔ ان میں ایک حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؓ کی سیرت ہے۔ آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے اور نواسہ ہیں، خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے اپنی صاحبزادی بی بی خونزا فاطمہؓ کے شکم سے ایک جلیل القدر فرزند ہونے کی بشارت دی۔ آپ مبشر مہدی موعود بھی ہیں۔ آپ کی ولادت کونسی تاریخ و ماہ کو ہوئی اس کا علم نہ ہوسکا البتہ ۹۲۱ء میں آپ کی ولادت ہونے کا کتب میں ذکر ہے۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ نے حرم محترم بی بی خونزا فاطمہؓ سے فرمایا خدائے تعالیٰ نے تم کو ایسا فرزند دیا ہے جو اپنے ماموں کے ہمنام ہے تو اپنے دوسرے ماموں سید اجمل کا قائم مقام ہے۔ آپ نے دائرہ میں ندا کروائی جس نے حضرت مہدی موعودؑ کو نہ دیکھا ہو وہ اس فرزند مہدی کو دیکھ لے۔ مہدی موعودؑ کی صورت پر پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کے بچپن میں ہی فرمایا کہ سید محمود سے دین روشن ہوگا۔ اس کے اوصاف جو اس میں پیدا ہوں گے بیان نہیں کرسکتا اس لئے دوسرے اس پر رشک نہ کریں۔ اپنی زوجہ بی بی فاطمہ سے فرمایا یہ لڑکا بزرگ ہوگا۔ ریش سفید ہوگی ان کے دائرے کے گھر اور اس کے فرزند بھی مجھے دکھائے جاتے ہیں۔

آپ کی والدہ محترمہ بی بی خونزا فاطمہ کا انتقال ۷/شعبان ۹۲۷ھ کو کھانبیل میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چھ سال کی تھی۔ والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش بی بی عائشہ نے فرمائی اور شاہ

خوندمیرؓ نے بی بی سے فرمایا میاں سید محمود کو فرزند مہدی جان کر خدمت کرو۔ جنگ کھانبیل کے وقت آپ کی عمر 4 یا 5 سال کی تھی۔ آپ میاں کے گود میں سوار تھے۔ اسوقت لشکر اپنی جگہ سے نہیں بڑھ رہا تھا۔ میاں کو حیرت وتعجب ہو رہا تھا کہ آخر دشمن کا لشکر آگے کیوں نہیں بڑھ رہا ہے۔ آپ کو الہام ربانی ہوا کہ تیری گود میں جو لڑکا ہے اس کی نظر کی تاب دشمن کا لشکر نہیں لاسکتا۔ آپ نے میاں سید محمود کو گھر روانہ کرتے ہیں اس کے بعد جنگ شروع ہوتی ہے۔ میاں کی شہادت کے بعد حضرت ملک الہداد ؓ سے تمام فرزند تربیت وتلقین پاتے ہیں۔ اخبار الاسرار کے بموجب جب آپ کی عمر شریف 6 سال کی تھی تب سے آپ حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ سے تربیت اور تلقین پاتے رہے تا آنکہ آپ بلوغ کو پہونچے

حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ احکامات مہدی موعودؑ کی مکمل پیروی فرماتے تھے۔ آپ کبھی گوارا نہ فرماتے تھے کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی دوری یا فرق آجائے۔ پیام مہدی موعودؑ کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ کا بیان قران حضرت مہدی موعودؑ کے بیان قرآن کی یاد تازہ کرتا تھا۔ ایسے ایسے رموز ونکات بیان فرماتے کہ ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجاتا تھا۔

مہدویہ دائروں کی روح بیان قرآن ہے۔ دائروں سے جو بیان قرآن ہوتا تھا وہ سیرتوں میں تبدیلی لاکر خدا کا عاشق اور مخلص بندہ بن جاتا تھا۔ حضرت سید نجیؓ کے بیان قرآن سے دلوں کی کیفیت بدل جاتی تھی۔ قرآن پر آپ کو جو عبور حاصل تھا وہ اس واقعہ سے پتہ چلتا تھا۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے بہرہ عام کے موقعہ پر حضرت بندگی میاں لاڑ شاہؓ بیان قرآن فرمارہے تھے۔ دوران بیان قرآن فرمایا میاں سید خوندمیرؓ کے فرزند گائے بیل ذبح کرنے والوں کی طرح کلمہ پڑھنے والوں کو کس دلیل سے مارتے ہیں مجھے بتلایئے۔ اس پر سید نجیؓ نے فرمایا ہم قرآن کے حکم سے ان علماؤں کو مارتے ہیں۔ میاں لاڑ شاہؓ نے کہا وہ کونسی آیت ہے۔ اس وقت میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہ بھی حاضر تھے وہ بھی حیران ہوگئے۔ قرآن پر غور وخوص کرنے لگے۔ ان کے ذہن میں اس عنوان کے تحت کوئی آیت نہیں آئی۔ میاں سید نجیؓ نے سورہ حجرات کی آیت (9) تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرتا ہے قتال کرو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہوجائے۔ یہ آیت سننے کے بعد میاں عبدالملک سجاوندی حضرت کی قدم بوسی کرتے ہوئے فرمایا بندہ نے قرآن کی سیر کی لیکن اس آیت کو نہ

پایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک آپ کو عطا کیا ہے۔ آپ قرآن کے حق میں ایسے ہیں جیسے کہ پانی کے بھونرے پانی پر رہا کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کی شہادت کے بعد لوگوں کا رجحان مہدویت کی طرف زیادہ ہوگیا تھا۔ لوگ مصدق ہورہے تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر شیخ طاہر پٹی، قاضی یعقوب پٹی اور دوسرے علماء نے بادشاہ اکبر سے مل کر مہدویوں کی شکایت کی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ اور آپ کے فرزند حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کو قید و بند میں ڈالدیا گیا۔ دوسری طرف حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کو مناظرہ کے لئے دربار میں آنے کا حکم جاری ہوا۔ آپ کھانبیل سے احمد آباد آئے، دربار میں ملا عبدالنبی سے مناظرہ ہوا۔ ملا نے بعثت مہدی کی حدیث کو زائد الفاظ کے ساتھ پڑھا۔ حضرت نے فرمایا حدیث کو غلط پڑھا گیا۔ صحیح حدیث آپؒ نے پڑھی۔ بادشاہ اکبر جو پس پردہ سماعت کررہا تھا فوراً پردہ ہٹا کر حضور کے سامنے آجاتا ہے اور ملا عبدالنبی سے کہتا ہے کل ہی میں نے یہ حدیث پڑھی تھی۔ سید صاحب نے جو حدیث سنائی وہ صحیح ہے۔ بادشاہ اکبر ملا پر غصہ ہوتا ہے اور آپ سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ ''جاؤ جہاں کہیں جانا چاہتے ہو جاؤ'' پھر ملا سے کہتا ہے کہ تم نے جہالت کی بات کی، ایسی نامعقول بحث نہ کرنا، اگر وہ سید آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کرتا تو ہمارے لشکر پر آگ برس جاتی۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا، اگر یہ ذات خود دعویٰ مہدویت کرے تو دعویٰ مہدویت کرسکتی ہے اور تحقیق کے بعد اس کے دعویٰ کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے تبحر علمی کے آگے علماء طفل مکتب تھے۔

حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؒ نے آپ کے تعلق سے فرمایا حضرت میراں سید محمود چشم سر سے خدا بین ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ میاں عبدالحکیم نے سیدنجیؒ سے عرض کیا میانجی جن آنکھوں سے خدا کو دیکھتے ہیں ان آنکھوں کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اجازت ملنے پر آپ چشم بوسی کا شرف پاتے ہیں اور تمام عمر ان کے لبوں سے تجلی کی لذت کا اثر زائل نہیں ہوا۔ آپؒ نے فرمایا حسب ونسب پر دین وایمان نہیں بلکہ ایمان کا دارومدار حضرت مہدی موعودؑ کے فرمان اور تمام مدعائے مہدیؑ پر ہے۔ صاحب دائرہ ہونے کے ناطے دائرہ کے فقراء کا خیال رکھتے تھے۔ ان کے خورد ونوش کے ساتھ تعلیم وتربیت پر بھی سختی سے توجہ فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ خواہ کوئی مشرق میں مرے یا مغرب میں جو کچھ اسے دینا ہو

وہ بھی بندہ کو دکھلا کر دیتے ہیں۔ آپ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہونے کے بعد حضرت سید قادن اور حضرت سید حسین دونوں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں جب سید نجی جیسا چراغ روشن کرنے والا ہو تو ہم ان سے علیحدہ کس لئے رہیں۔

نقل ہے بی بی منور جو احمد آباد کے مشہور بزرگ شاہ عالم محبوب عالم کی پوتری تھیں، بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے نکاح کی تھیں۔ ان کو ایک دختر پیدا ہوئیں۔ وہ جب جواں ہوئیں تو بی بی فرمائی، اپنی لڑکی اس شخص کو دونگی جو چشم سر سے خدا کو دیکھتا ہو۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے جب بی بی کا یہ منشاء دیکھا تو فرمایا بی بی تم اپنی لڑکی سید نجی کو دو کہ چشم سر سے خدا کو دیکھتے ہیں۔ یہ تھا آپ کا مقام جب کہ آپ کی عمر شریف صرف 20 سال کی تھی۔ آپ کے اخلاق و کردار اور ساتھیوں کا کتنا ادب ولحاظ رکھتے تھے اس واقعہ سے اندازہ لگالیجئے میاں عبدالمومن آپ کی صحبت میں آئے اور کہا جو کچھ ہم کو فیض ملا وہ سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائی مومن یہ بندہ حضرت مہدی موعودؑ کے سلسلوں کو توڑنے نہیں آیا جو تمہاری جانب سے تھا تمہارے لئے ہے اور جو کچھ بندہ کی طرف سے پہنچے وہ بھی تمہارے لئے ہے سلسلوں کو باقی رکھتے ہوئے تربیت فرمائی۔ آج کیفیت یہ ہے کہ بزرگوں کی جانب سے جو سلسلے جاری تھے اور ہیں انہیں تبدیل کیا جارہا ہے۔ صاحب دائرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت فیاض، درگزر، عجز وانکساری اور اپنے بزرگوں کا پاس ولحاظ رکھے اور اللہ واسطے اپنے آپ کو دائرہ والوں کے لئے وقف ہوجائے۔ حضرت سید نجیؓ کی سیرت میں ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی تمام زندگی قوم کیلئے وقف تھی۔

آپ نے فرمایا حسب ونسب پر دین وایمان نہیں ابو باڑی بال کا انتقال ہوا ان کو قبر میں اتارا جارہا تھا ایک برادر نے چہرہ دیکھ کر کہا کہ ان کے چہرہ پر کیسی تجلی ہے یہ سن کر میاں امین موذن نے کہا کیوں نہ ہو ان کا حسب ونسب قوی ہے۔ حضرت خاتم المرشدین یہ سن کر فرمایا کہ بندہ کا بھی حسب نسب قوی ہے۔ والد صدیق ولایتؓ نانا خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ماموں حضرت بندگی میاں ثانی مہدی اس کے بعد فوراً فرمایا حسب ونسب پر ایمان کا دار ومدار نہیں ہے بلکہ مہدی کے فرمان اور تمام مدعائے مہدی پر اس کا مطلب یہی ہے کہ ایماں اس کے پاس ہے جو فرمان امامناؑ کو قبول کرتا ہوا اس پر سختی سے عمل پیرا ہو۔ آپ کے پیش نظر اس وقت حضرت مہدی موعودؑ کا یہ فرمان تھا۔ ''تصدیق بندہ عمل است با عمل مقبول بے عمل مردود'' آج ہم اپنے اپنے ایمان وعمل کا جائزہ لیں کہ ہم میں کتنا ایمان وعمل ہے؟

حضرت اپنے زمانہ ارشادی میں جب کسی کو تربیت کرتے اُس وقت حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ یا حضرت بندگی میاں سید الہداد خلیفہ گروہ سے جس کا مشاہدہ حاضر ہوتا اسی کے نام سے تربیت کرتے۔ آپ نے اپنے فرزند حضرت بندگی میاں سید علی ستون دین اور حضرت بندگی میاں سید یوسف اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بنی اسرائیل کو میاں بھائی مہاجرؒ کا سلسلہ پڑھایا۔ دوسرے فرزند حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کار اور حضرت سید میراں ستون دین کو ملک الہداد خلیفہ گروہ کا سلسلہ پڑھایا۔ حضرت مہدی موعودؑ نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ سیدنجی خاتم المرشدین کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ آپؑ یہ پیشین گوئی بھی کی تھی جب دین ہر جگہ سے اُٹھ جائے گا تو خونزا فاطمہ کے پیٹ پر قیامت تک جاری رہے گا۔

ہمارے بزرگ جہاں خدا پرست تھے وہیں اپنے دور کے بزرگوں سے ان کے روابط تھے۔ ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا۔ قومی حالات پر گفتگو ہوتی اور تبلیغ دین پر گفتگو رہتی۔ جب حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ کا دائرہ دساڑہ میں تھا، حضرت سیدنجیؒ، حضرت شہاب الحقؒ کے ساتھ ہر چھ ماہ کو ایک بار حضرت بندگی میاں بھائی مہاجر کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کچھ دن قیام کے بعد واپس ہوتے۔ دوران قیام ادب واحترام کا اس قدر خیال رکھتے کہ بھائی مہاجرؒ اگر پلنگ پر بیٹھے رہے تو یہ دونوں بھائی باوجود اصرار کے پلنگ پر نہ بیٹھ کر نیچے بیٹھ جاتے۔

مال و دولت، عیش وعشرت اور شہرت کو کون نہیں چاہتا۔ ہر کوئی اس کو قبول کرنے کے لئے، پانے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ بادشاہ احمد نگر سلطان برہان نظام شاہ جو خلیفہ گروہ کا مرید تھا، ایک دفعہ چند گھوڑے اور بہت ساری فتوح خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ یہ عرض بھیجتا ہے کہ سیدنجی کو میرے پاس بھیج دو، میں اپنی صاحبزادی کی شادی سیدنجی سے کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خلیفہ گروہ نے اس کا ذکر حضرت سیدنجی سے کیا اور اجازت بھی دی کہ جاسکتے ہیں۔ قربان ہوجایئے سیدنجی کے اس کو قبول نہیں کیا اور عرض کی کہ آپ کی صحبت سے دوری ہوجاتی ہے۔ حضرت سیدنجی شہزادی سے شادی کر کے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرسکتے تھے لیکن آپ حقیقی طالب خدا تھے۔

ہر مہدوی دائرہ کا تعلق فقر وفاقہ سے رہا۔ فاقہ کشی میں کئی ایک اموت بھی ہوئے۔ حالانکہ کئی ایک اُمراء، جاگیردار مہدوی تھے۔ دائرہ کے اُصول کے مطابق سوال حرام تھا۔ جس پر سختی سے قائم تھے۔

بعض وقت دائرہ پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس طرح ظاہر ہوتی ہے، حضرت سید نجی کے دائرہ میں سخت فاقہ ہے، اصحاب دائرہ کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔قدم عالیت پر ہے، اس حال و ماحول میں ایک نیل گائے دائرہ کے دروازے پر آکر ٹھہر جاتی ہے۔حضرت کی نظر اس پر پڑتی ہے اور فرماتے ہیں خدا نے بھیجا ہے اس کو ذبح کرو۔فقیر اس کے قریب جاتے ہیں اور بھاگتی نہیں، آخر پکڑ کر ذبح کرتے ہیں۔

جہاں ادب ہے وہاں علم ہے۔علم سے ہی عمل صحیح ہوتا ہے۔عمل صحیح ہونے پر حکمت ملتی ہے زُہد ملتا ہے۔حضرت بندگی میاں سید عبدالحئ روشن منورؒ جب کبھی آپ کے دائرہ میں تشریف لاتے تو اپنی جوتیاں دائرہ کے دروازے پر چھوڑ دیتے۔حضرت سید نجی آگے بڑھ کر ان جوتیوں کو اٹھا لیتے۔واپسی کے وقت جوتیاں آپ کے سامنے رکھتے۔

آپ اپنے زیر نگہداشت فقراء کا خیال رکھتے تھے۔حالات اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں تبدیلی بھی لائے۔گرانی کے زمانے میں غلہ خرید کر رکھتے اور تقسیم کرتے تھے۔یہ عمل اس لئے تھا کہ فقراء قلبی اطمینان کے ساتھ ذکر و فکر میں رہیں۔آپ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہر فرزند کو مسلسل 40 روز تک نظروں کے سامنے پرورش کئے۔یہاں تک کہ وہ کامل ہو جاتا تھا۔حضرت سید علی ستون دین، حضرت سید نور محمد خاتم کار، حضرت سید میراں، حضرت سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل، حضرت سید یوسف بارہ بنی اسرائیل وغیرہ آپ کی تربیت کے روشن چراغ ہیں۔ان چراغوں سے کئی ایک چراغ روشن ہوئے۔الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے۔آپ کی وصیت آج ہمیں غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے۔آپ نے فرزندوں کو وصیت کی مدعائے حضرت مہدی موعودؑ پر اپنی ذات سے عمل پیرا ہو جاؤ، اس کے بعد دوسروں کو نصیحت کرو، جو کوئی تمہارے پاس یعنی صحبت و مریدی و علاقہ میں رہے گا بندہ اس کی شفاعت کرے گا۔

اس طرح کی تعلیم و تربیت اور فرزندوں کو تیار کرنے کے مظاہرہ آج دیکھنے کو نہیں ملتے۔ہم ہر سال آپ کا بہرہ لیتے ہیں، عرس مناتے ہیں لیکن افسوس کہ حضرت سید نجی خاتم المرشدین کے عمل پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے۔یہ نجم مہدویت بعد نماز تہجد ذکر اللہ میں مصروف تھے۔کسی نے برچھی سے وار کیا جس سے ہتھیلی و ہاتھ پر زخم آیا۔اس زخم سے 15 / محرم 996ھ کو آپ کی رحلت ہوئی۔جالور شریف، راجستھان میں آپ کا آستانہ مبارک ہے جہاں اقطاع ہند سے عقیدتمندان حاضر ہوتے ہیں۔ooo

حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ

بزرگوں کی تاریخ اپنے اندر ایک شان رکھتی ہے ان کی سیرت ہدایت کا باب ہے۔ان کے آستانوں پر خدا کی رحمت ہی رحمت چھائی ہوئی رہتی ہے۔ جو بھی عشق ومحبت کا سامان لئے اُن کے آستانوں پر حاضری دیتا ہے کبھی مایوس نہیں لوٹتا۔جتنی عقیدت ہوگی اتنا ہی فیض حاصل ہوتا ہے۔ان کے کارنامے پڑھنے سے نہ صرف دل میں عظمت اور محبت پیدا ہوتی ہے بلکہ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا احساس بڑھتا ہے اور دل نیک اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا ارشاد ہے ،بعض اولیاء اللہ کی طبیعت سانپ بچھو کے جیسی ہوتی ہے کہ ان کو خلق خدا سے اذیت ملتے ہی اُس کو تیر لگا دیتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ پیغمبروں کے طریق پر مچھلی کے جیسے ہوتے ہیں کہ مچھلی کو ایذا دیتے ہی دور بھاگتی اور انتقام کے درپے نہیں ہوتی۔ اللہ کے فضل وکرم اور بطفیل خاتمین علیہ السلام بزرگان مہدویہ مچھلی جیسی صفت رکھتے ہیں نہ کسی کو تکلیف پہونچاتے ہیں نہ غم۔

ان بزرگانِ دین میں کئی ایک الوالمرّ تبت شخصیتیں ہیں جنکی سیرت ،تعلیمات اور فیض پروری اپنی آپ مثال ہے۔ان ہی اللہ والوں میں ملت مہدویہ کی ایک عظیم شخصیت حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کی ہے۔حضرت بندگیمیاں سید تشریف اللہ المعروف تشریف حق ابن حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ ۲۷/ ذی الحجہ 926 کو اس دنیا میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ خاتم سلیمانی نے لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت دائرہ میں کئی روز کا فاقہ تھا۔آپ کی والدہ محترمہ بی بی عائشہؓ عرف اچھا بی بی کو گیارہ روز کا فاقہ تھا۔ یہ صاحب دائرے کے گھر کا حال ہے گھر میں اس قدر تنگی تھی کہ نومولود کو دیکھنے کے لئے چراغ میں تیل نہیں تھا۔دائرہ کے بیبیوں نے گھاس کو جمع کیا اور سلگا کر نومود کا چہرہ دیکھا گیا۔

قربان ہوجائیں اُن دائروں پر جہاں فقر وفاقہ ہے لیکن عبادت وریاضت کا سلسلہ جاری ہے اس فضیلت کے دور میں صاحب دائرہ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ آج تمہارے دائرہ کے سب مرد وزن ، چھوٹے بڑے ،مسافر ہوں یا زائر سب کے سب بخش دیئے گئے اور سب کو ایمان عطا کیا گیا۔تم سب کو ایمان کی سویت کردو۔اس عطائے خداوندی کا میاںؓ دائرہ میں اعلان کرتے

ہیں اور فرماتے ہیں اس عنایت پر خدا کا شکر ادا کرو اور نماز شکرانہ ادا کرو۔ دائرہ کے تمام افراد اس انعام پر نماز شکرانہ ادا کرتے ہیں۔ گروہ مہدویہ میں اس رات کو لیلتہ الایمان کہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ یہ فرزند ہماری تشریف ہے اس لئے میاںؓ نے آپ کا نام سید شریف تشریف اللہ رکھا۔

اس حال وماحول میں حضرت پروان چڑھتے ہیں۔ آنکھ کھولی تو ذکر وفکر کا ماحول دیکھا، بیان قرآن کی فضا تھی، اس روحانی فضا میں پروان چڑھتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر (5) سال تھی۔ شہادت کے بعد آپ کو خلیفہ گروہ حضرت بندگیمیاں ملک الہدادؓ کے زیر پرورش وتربیت میں آتے ہیں اور قریباً (14) سال تک حضرت کی سرپرستی میں رہے۔ خلیفہ گروہ کے دائرہ میں سختی سے فرائض نبوت وولایت پر عمل کیا جاتا تھا۔ خلاف شرع عمل یا کسی کے عمل میں سستی نظر آتی تو فوراً ٹوک دیا جاتا تھا۔ خاص طور پر نوبت جو ارکان دین سے ہے سختی سے پابندی کروائی جاتی تھی۔ ایک روز خلیفہ گروہ نے حسب عادت نماز عشاء کے بعد دیکھا کہ پہلی نوبت میں دائرہ کا ایک فقیر موجود نہیں ہے۔ آپ فوراً حضرت بندگیمیاں سید تشریف اللہؒ سے کہتے ہیں کہ فلاں حجرے میں جاؤ اور دریافت کرو کہ نوبت میں کیوں نہیں آئے۔ آپ فوراً جاتے ہیں آواز دیتے ہیں اور جواب ملتا ہے کہ مزاج اچھا نہیں ہے اس لئے یہیں نوبت بیٹھ گیا ہوں۔ خلیفہ گروہ کہتے ہیں حجرے کے بجائے جماعت خانہ میں بیٹھ کر یا لیٹ کر نوبت میں شریک ہو جاؤ۔ فقیر یہ حکم سننے کے بعد حضرت کو جواب دیتا ہے کہ یہاں میری ماں، بیٹی، بیوی سے اچھی خدمت ہو رہی ہے۔ اس لئے یہیں نوبت بیٹھ گیا ہوں۔ خلیفہ گروہ نے پھر کہلایا کہ جماعت خانہ میں آجاؤ یہاں کے بھائی تمہاری سب طرح کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔ فقیر نے پھر کہلایا کہ یہاں خدمت جیسی ہو رہی ہے وہاں کیسے ہوگی اور چڑ کر کہا جاؤ آج شب کو اگر نوبت کا فیض نہیں دیتے ہیں تو نہ دیں۔ خلیفہ گروہ نے خفا ہو کر فرمایا تشریف اللہ جاؤ اس سے کہو کہ آج کی نوبت کا فیض مفقود۔ حضرت سید تشریف اللہ سے سنتے ہی فقیر نے دیکھا کہ اسکی اپنی ذات سے فیض ولایت سلب ہو گیا ہے۔ حالت کی بے حالت ہوتی جارہی تھی۔ فقیر پریشان ہو گیا ننگے سر اور ننگے پاؤں مرشد کی خدمت میں بھاگتے ہوئے آکر قدموں میں گر کر معافی مانگتا ہے۔ اس عظیم المرتبت ہستی کی محبت میں آپ پرورش پاتے ہیں۔ نوبت فعل ارکان دین سے ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے نوبت بیٹھنے کی بہت تاکید فرمائی۔ دائرہ میں مسجد میں جہاں تین فقیر جمع ہو جاتے ہیں نوبت

فرض ہو جاتی ہے ہر ایک بھائی ایک ایک پہر نوبت بیٹھے۔ آج ہمارے سے یہ فعل بھی رخصت ہو گیا ہے فقرا کی کمی نہیں لیکن نوبت کہیں نہیں؟ طلوع آفتاب تک اور عصر تا مغرب ذکر اللہ میں بیٹھنے کی فرصت کے باوجود فرصت نہیں۔ کیا صاحب دائرہ پر لازم نہیں ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کے فقراء پر نوبت کو لازمی قرار دے کر مہدویت کو فروغ دیں کیوں کہ دائروں کے نظام کی احیاء کی موجودہ دور میں سخت ضرورت ہے۔

خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت بندگیماں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کی صحبت میں (26) سال تک رہتے ہیں۔ حضرت شہاب الدین شہاب الحقؒ جلیل القدر بزرگ ہیں۔ آپ کی روحانی کیفیت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے آپ کا حال دریافت کیا۔ حضرت نے ادباً عرض کیا جب میں چادر اوڑھ لیتا ہوں اس وقت عرش سے فرش تک ایسا ہو جاتا ہے جیسے ہتھیلی میں رائی کا دانہ۔ حضرت حسن ولایتؒ آپ کی کیفیت سُن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور قدم بوسی کی۔ حضرت شہاب الحق بھی محبت سے آپ کے قدم بوس ہوتے ہیں۔ غرض حضرت سید تشریف اللہؒ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ اپنے دوسرے بھائی حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کی صحبت میں سات سال رہتے ہیں۔ خاتم المرشدینؒ نے اپنے دائرہ کے ہر فرد کو ایمان کی سویت کی جو کہ عین دیدار خدا ہے۔ حضرت سید نجیؒ جالور کی جانب ہجرت فرمائی تو اپنے بھائی حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہ کو دکن جانے کا حکم دیا تا کہ تبلیغ دین ہو سکے۔ حضرت تشریف الحقؒ، دکن کی طرف ہجرت فرماتے ہیں۔ راہ میں کئی ایک مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ذوق ہجرت، طلبِ دید، ذکر وفکر کی لذّت سے تمام مشکلیں دور ہوتی جاتی ہیں

حضرت تشریف اللہ نہایت قوی، دلیر اور بہادر تھے۔ بادشاہ اکبر کی فوج جب حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کو دربار میں پیش کرنے کے لئے لے جاتی ہے تو آپ بھی اپنے مرشد کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ فوج ان دو بھائیوں کی وجاہت اور چہروں کی رونق سے متاثر ہو کر نہایت ادب واحترام کا مظاہرہ کرتے ہیں جو ان کے مزاج کے خلاف ہے۔ حضرت تشریف اللہ کی حیاتی قوت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت شہاب الحقؒ کے دائرہ میں ایک گائے دوڑتی ہوئی آئی۔ حضرت نے فرمایا اس کو پکڑلو تا کہ کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ میاں تشریف اللہ اُس وقت وضو کر رہے تھے۔ آپ فوراً اُٹھ کر گائے کے سامنے آتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے گائے کی سینگ کو پکڑ لیتے ہیں۔ گائے پوری قوت کا مظاہرہ کرتی

ہے۔آپ سینگ نہیں چھوڑتے ہیں۔اسی کشمکش میں سینگ اُکھڑ کر آپ کے ہاتھوں میں آتی ہے۔

بعض اوقات کئی دن تک فاقہ رہتا۔مگر چہرہ ہمیشہ منور رہتا۔حج بیت اللہ کا سفر پیادہ کیا۔دوران سفر گرمی کی شدت سے پیٹھ تڑک گئی تھی۔اس تکلیف کے باوجود سفر کو جاری رکھا۔ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ چلتے چلتے تھک گئے اور ایک منزل پر آنکھیں بند کئے بیٹھ گئے۔دیکھتے ہیں والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت تشریف لا رہے ہیں اور آپ کی پیٹھ پر دست شفقت رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں راہِ خدا میں تم نے یہ تکلیف اُٹھائی ہے اللہ تعالیٰ بہت جلد آسان کردے گا۔اس بشارت کے بعد آپ تازہ دم ہوجاتے ہیں۔سفر کی تمام تھکن دور ہوجاتی ہے اور دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوری کے دائرہ میں قیام فرماتے ہیں یہاں ذکر وفکر اور بیان قرآن سے بندگانِ خدا کو خدا کی طرف بلاتے ہیں اور کئی ایک آپ کے بیانِ قرآن سے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔

دولت آباد میں قیام کے دوران آپ کے فرزند حضرت سعداللہ جن کو معرفت الٰہی حاصل تھی تشریف لاتے ہیں۔اُس وقت آپ ذکر میں رہتے ہیں۔فرزند خاموشی سے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں۔ابھی کچھ دیر بھی نہیں ہوتی کہ آپ فرماتے ہیں ''بوئے سعداللہ می آید'' فرزند فوراً سامنے آ کر قدمبوسی کرتے ہیں۔حضرت کی یہ ادنیٰ سے روحانی کیفیت تھی۔فرزند کے آنے کے بعد آپ ہجرت کا ارادہ فرماتے لیکن تنگدستی کا یہ حال ہے کہ پہننے کے لئے نعلین تک نہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی روحانی طاقت عطا کی تھی کہ کسی بھی چیز کا حصول ناممکن نہیں تھا لیکن بزرگانِ مہدویہ نے ہمیشہ عالیت کو اختیار کیا۔حضرت کے فرزند نے اپنی کٹھار کو بازار میں فروخت کرکے نعلین خریدتے ہیں۔یہ باپ اور بیٹے کا روحانی قافلہ دولت آباد سے ہجرت فرماتے ہوئے خاندلیس سے جلگاؤں کو رونق افروز ہوتا ہے۔

حضرت کے دائرہ میں مسلسل فاقے اور تنگدستی کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی قدم عزیمت سے ہٹا نہیں بلکہ اپنی جانیں قربان کردیئے۔مضمون کی طوالت کو دیکھتے ہوئے یہاں پر صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ایک مرتبہ ایک زمیندار جو آپ کا معتقد تھا دائرہ میں کھانا پکوا کر بھیجا، لانے والے نے اللہ دیا کہنے کے بجائے زمیندار کا نام لیا۔آپ نے سارا کھانا اُسی وقت دیگ سمیت زمین میں دفنا دیا دو چار روز کے بعد زمیندار کو معلوم ہوا اس نے معذرت چاہی اور اللہ دیا کہلوایا۔آپ نے اصحابِ دائرہ کو حکم دیا کہ دفن شدہ کھانا زمین سے نکالو۔دفن شدہ دیگ زمین سے نکالتے ہیں اور جب دیگ کھولی جاتی

ہے تو کھانا نہ صرف گرم بلکہ بالکل تر و تازہ تھا۔ حضرت نے دائرہ میں فاقے کے باوجود اس لئے قبول نہیں کیا کہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا۔

حضرت تشریف الحقؒ کے دائرہ میں اکثر فقر و فاقہ رہتا تھا۔ زبان پر اللہ کا شکر رہتا۔ جب آپ کا دائرہ برہان پور میں قائم ہوا تو یہاں پر کثرت سے فتوح آنے لگی۔ آپ اس فتوح کے چار حصہ کرتے تھے۔ ایک حصہ فقیروں میں سویت کرتے، ایک حصہ مکان میں دیتے، ایک حصہ مہمانوں کے لئے رکھتے اور ایک حصہ دائرہ کے بچوں کے لئے رکھا جاتا۔ اس کے بعد آپ اپنا دائرہ جل گاؤں، جامور میں قائم کرتے ہیں، یہاں ہمیشہ فقر و فاقہ رہا اور 700 طالبان خدا فقر و فاقہ کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ کے دائرے میں سینکڑوں بندگانِ خدا نے فاقوں سے جان خدا کے حوالے کی لیکن اس کے باوجود ان کا قدم دائرہ سے باہر نہ نکلا اور نہ ہاتھ کسی کے آگے بڑھا اور نہ فاقہ کشی کا گلہ کیا، نہ اس کی عبادت میں فرق آیا لیکن آج تمام سہولتیں مہیا ہونے کے بعد بھی عبادت نہیں ہوتی ہے۔ پھر بھی دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم فقیر ہیں؟ تارک الدنیاء ہیں؟ ایک مرتبہ قریباً سات سو مردانِ خدا نے جان دے دی۔ دائرہ کے بازو کی زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ زمیندار کو جب اس کی اطلاع ملی تو آکر شکایت کی اس کی زمین کاشت کی قابل نہیں رہی کیونکہ اس میں کئی افراد کو دفن کیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا زمین کھود کر تمام مردوں کو نکال دو۔ چنانچہ اس نے زمین کھودنی شروع کی تو حیران ہو گیا کہ کوئی بھی نعش نہیں پڑی وہ حیرت میں پڑ گیا کہ کیا راز ہے۔ حضرت کے روبرو تمام معاملہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا مردانِ خدا جو اللہ کے ذکر وفکر میں طلبِ دیدار خدا میں اپنی جان دی ہے بھلا وہ کیونکر خاک کے پیوند رہیں گے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب جو بندہ کے ہیں وہ قبر میں پڑے رہنے نہیں آئے۔ بندہ اس ہاتھ دیتا ہے خدا اُس ہاتھ لیتا ہے۔

حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ سے آپ کو بڑی عقیدت و محبت تھی۔ جب آپ کا وقت آخر آیا تو فرمایا ہم اپنا منہ اپنے مربی (حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ) کے طرف کر کے جان قربان کرتے ہیں۔ 11 / رمضان المبارک 988ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ جالگاؤں میں آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ پیدائش کے وقت آپ کی والدۂ محترمہ کو گیارہ روز کا فاقہ تھا اور آپ جب اس دنیائے فانی سے کوچ فرمائے تو رمضان کی 11 تاریخ تھی۔ حضرت تشریف الحقؒ کے انتقال کی خبر سن

کر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کو رنج وافسوس ہوتا ہے۔ آپ اپنے دست مبارک سے حضرت کے تینوں فرزندوں کو خط لکھتے ہیں۔ خط کا متن ملاحظہ فرمائیے اور بھتیجوں سے کتنی محبت ولگاؤ تھا اس کا اظہار ہوتا ہے۔

''برادرم عزیز سید سعد اللہ بجائے میاں سید تشریف بامعنی مقبول ہر دو جہاتی، تو مہدی موعود اور بندگیمیاں سید خوندمیر کے حضور میں سرخرو ہے، تو لائق وفائق فرزندوں میں ہے۔ سید محمود بن سید خوندمیر کی جانب سے مقام جالور سے سلام ودُعا پہنچے۔ اس کے بعد دعا یہ ہے کہ بھائی سید تشریف اللہ کے وفات کی خبر میں نے سنی بہت درد وغم ہوا۔ یقین جان لو کہ سید محمود نے وفات پائی اور تیرے باپ سید تشریف اللہ موجود ہیں۔ انشاء اللہ جو کچھ تمہاری سویت ہے پہنچائی جائے گی۔ بندہ کو لازم تھا کہ وہاں آ کر تعزیت کرتا لیکن ملک دکن دور ہے اور فقیر کا آنا جانا معدوم ہے اور بندہ کی جانب سے بھائی کو دلاسا دو۔ چالیس روپے بھیجا ہوں۔ دس روپے اور دستار تیرے لئے، دس روپے اور جامہ لطیف اللہ کو، دس روپے اور پاجامہ سید عبدالوہاب کو دیں اور دس روپے فقیروں میں سویت کر دیں اور تمام حاضرین مجلس کو سلام پہنچے۔

حضرت سید تشریف اللہؒ کی سیرت کا سب سے اہم باب یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور کے بزرگوں کی صحبت میں رہنے کو اولین ترجیح دی۔ خلیفہ گروہ کی صحبت میں (14) سال رہے۔ الگ دائرہ باندھ کر بقیہ زندگی گزار سکتے تھے۔ لیکن آپ نے خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ کی صحبت میں (26) سال رہے۔ بڑے بھائی کے وصال کے بعد (7) سال تک حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کی صحبت اختیار کی یعنی (52) سال آپ نے بزرگوں کی صحبت میں گزارے۔ آخری دس سال الگ دائرہ باندھ کر بندگانِ خدا کو دعوت حق دیتے رہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ بزرگوں کی صحبت میں گزرا لیکن افسوس کہ آج یہ عمل، یہ کیفیت، یہ کمال واتحاد کے نظارے نظر نہیں آتے۔ آج بزرگوں کی صحبت میں رہنا کسر شان سمجھا جارہا ہے۔ جب یہ مزاج بن جائے تو مہدویت کیا سمجھ میں آئے گی، اس کے بعد انحطاط شروع ہوجاتا ہے اور اسی دور سے ہم گزر رہے ہیں۔

جب تک مذہبی رہنماؤں میں ایک دوسرے کی صحبت میں رہنے کا جذبہ رہا، مہدویت اغیار کو متاثر کرتی رہی اور جب سے یہ عمل رخصت ہوا انحطاط شروع ہوگیا۔ وقت گذرا نہیں اب بھی موجود ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فرائض ولایت کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ooo

حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ بارہ بنی اسرائیل

چمنستان مہدویت میں کئی ایک پھول کھلے اور اپنی مہک سے افراد قوم کو استفادہ کا موقع دیا۔ باغ مہدویت کو حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ اور آپ کی اولاد نے اپنی سیرت و کردار سے، عبادت و ریاضت سے سدا بہار رکھا۔ حضرت شاہ یعقوبؒ کا بچپن ہی ہے۔ والد بزرگوار حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؒ اس فانی دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ دائرہ کے باہر آپؒ کھیل کود میں مصروف ہیں۔ شہزادہ کی اس حالات کو دیکھ کر حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ افسوس کرتے ہیں۔ دل ہی دل میں خیال آتا ہے کہ جن کے بڑے نہیں ہوتے ان کے بچوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ مٹی میں کھیلتے کودتے ہیں، انکی نگرانی نہیں ہوتی ہے۔ رات خواب دیکھتے ہیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا دربار ہے، آپؑ شامیانے میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ بھائی مہاجرؒ ملاقات کے لئے جانا چاہتے ہیں لیکن دربان روک دیتا ہے۔ اتنے میں آپ دیکھتے ہیں حضرت شاہ یعقوبؒ اُسی حالات میں یعنی جس حالات میں دائرہ کے باہر کھیل رہے تھے نظر آتے ہیں۔ آپ شہزادہ سے کہتے ہیں دربان مجھے اندر جانے نہیں دے رہا ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ آپ کہتے ہیں میرے ساتھ آیئے۔ حضرت شاہ یعقوبؒ آپ کو لے کر شامیانے کی طرف روانہ ہوتے ہیں، لوگ آپ کے سامنے سے ہٹ کر راستہ دے رہے ہیں۔ آپ بھائی مہاجر کا ہاتھ پکڑے دربار حضرت مہدی موعودؑ میں آتے ہیں اور بھاگ کر اُسی حالات میں خلیفۃ اللہ کی گود میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اس خواب کے بعد بھائی مہاجرؒ نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ اپنے آپ پر افسوس کرتے ہیں کہ شہزادہ کے تعلق سے میں نے کیا سونچا تھا۔ دائرہ میں آ کر شہزادہ سے کہتے ہیں آپ مجھے معاف کر دو۔ بچپن میں آپ کی یہ کیفیت تھی تو عمر کے اضافہ کے ساتھ ساتھ کیا نہ ہوگی۔

حضرت بندگی میاں سید اشرف اسی شخصیت کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی پیدائش خلیفہ گروہ کے دائرہ میں 938ھ یا 939ھ میں ہوتی ہے۔ آپ کی والدہ بی بی راجے رقیہ بنت حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ ہیں۔ اس طرح آپ پوترے ہیں حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے اور نواسے ہیں

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کے۔ خلیفہ گروہ کے دائرہ میں آپ کی پرورش ہوتی ہے۔ خلیفہ گروہ نے اپنے آخری وقت آپ کو بلا کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں ان کی گود میں کھولکر فرمایا یہ تمہارا حصہ ہے۔ خلیفہ گروہ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ آپ کے ماموں حضرت بندگی میاں سید شہاب الحق اور حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحق آپ کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے آپ کو حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحق سے مرید کرایا۔ آپ سے ہی تلقین ہوکر صحبت میں رہے اور حضرت کے خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ کو بھی آپ عزیز تھے۔ تعلیم وتربیت سے یہ حال ہوگیا تھا کہ ہر ایک کہ منظورِ نظر تھے۔ آپ سے مل کر لوگ خوشی ومسرت کا اظہار کرتے تھے۔ طبیعت میں سادگی کے ساتھ عجز وانکساری تھی۔

والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے وصال کے وقت آپ دولت آباد میں نہیں تھے۔ جس وقت آپ تشریف لائے تھے اُس وقت تدفین ہوچکی تھی۔ آپ کو چہرہ نہ دیکھنے کا بہت ملال تھا۔ جذبات اس قدر بڑھ گئے تھے، قبر کھود کر چہرہ دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے بھائی حضرت بندگی میاں سید اسحاق اس وقت نہایت حکمت سے کام لیتے ہوئے بھائی کو سمجھاتے ہیں کہ لوگ اس عمل کو دلیل بنا کر تین تین دن کے بعد بھی قبریں کھول کر دیکھیں گے۔ بھائی کی اس بات کا اثر ہوتا ہے، جذبات ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ آپ خاموش ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے بھائی میاں سید اسحاق آپ سے علاقہ کرتے ہیں۔

آپ بزرگوں کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ بزرگ حضرات بھی آپ کا لحاظ رکھتے تھے۔ حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ نے ایک خط میں آپ کو ''سیادت مآب سعادت اکتساب برگزیدہ ملک الوہاب میاں سید اشرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت وسلامتی میں رہیں'' لکھ کر مخاطب کیا۔ اس طرح آپ نے حضرت سیدنجی خاتم المرشدین کے ادب ومقام کا لحاظ رکھتے ہوئے خط میں لکھتے ہیں۔ ''خاتم المرشدین ہادی المصدقین مرشد الطالبین صاحب الشرع والمحققین خواجہ دنیا ودین مظہر التحقیق قدوۃ المتاخرین بندگی میاں سیدنجی ہمارے سر پر ہمیشہ زندہ رہیں'' جہاں ایک دوسرے کا ادب ولحاظ ہوتا ہے وہاں دینی ودنیوی دونوں ترقی ہوتی ہے۔ بزرگ حضرات کی نظریں جوانوں پر ہوتی تھی، تعلیم وتربیت کے ساتھ نصیحتیں بھی دی جاتی تھیں۔ جہاں خلاف مذہب وعقیدہ یا عالیت سے رخصت پر عمل ہوتا ہوا نظر آتا، ایسے وقت پر جو

بزرگ شخصیت ہوتی تھی وہ آگے آ کر افہام وتفہیم کرتے تھے۔ قریب رہنے پر خود جاتے یا خطوط کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا۔ بعض وقت نمائندہ بھیج کر صداقت کیا ہے سمجھایا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے معاشرہ میں خیر ہی خیر ہوتا تھا۔ شر نام کی چیز وہاں نہ ہوتی تھی۔

حضرت بندگی میاں سید اشرفؓ نے والد بزرگوار کے وصال کے بعد دولت آباد سے دکن تشریف لاتے ہیں۔ کاغذی پوری میں دائرہ قائم کرتے ہیں پھر یہاں سے ہجرت کرتے ہوئے بیجا پور کے قریب رائے باغ میں دائرہ قائم کیا۔ آپ کا دائرہ قلبی سکون کا مرکز تھا۔ صاحب دائرہ کی صحبت میں رہ کر اصحاب دائرہ طلب دید میں محو رہتے تھے۔ دائرہ میں توکل علی اللہ کی فضا تھی عزلت از خلق کی روشنی چاروں طرف تھی۔ دنیا پرست کی دھول کا بھی گزر نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ آپ کو اس دنیا سے گزرے ہوئے 439 سال ہو گئے لیکن آج بھی آپ کے فیض کا دریا جاری وساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ 13 / محرم الحرام 999ھ کو آپ کی وفات ہوتی ہے۔ قصبہ رائے باغ بیجا پور میں ہی آپ کا روضہ ہے۔ جہاں عقیدتمندان حاضری کا شرف پاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ مہدویت میں پیغام مہدی موعود کو پہونچانے میں فرزندانِ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے جو کارہائے نمایہ انجام دیئے ہیں وہ مہدویہ تاریخ کے روشن باب ہیں۔ ان کا فیض آج بھی اقطاع ہند میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک دیکھا جائے گا۔ آج کے اس دور میں جب کہ بات کو چند سکنڈ میں دنیا کے کونے کونے میں بآسانی پہنچایا جا سکتا ہے، کیا ہم حضرت سید محمد جونپوری خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ، مبین کلام اللہ، خاتم الولایت محمد یہ اور دافع ہلاکت اُمت محمد یہ ہیں اس بات کو کیوں نہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر مہدویہ آبادی میں ایک جماعت ہو جو تمام عصری ضرورتوں اور کتب و رسائل سے آراستہ ہو۔ جب ہی کام بآسانی ہو سکتا ہے، ہر مقام سے علماء، صاحب رشد و ہدایت، دانشور اور صاحب ثروت مل کر اس سفر کا آغاز کریں۔ زمانے میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی سخت ضرورت ہے۔ ہم پر ذمہ داری اس کام کو پہنچانے کی ہے۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ بارہ بنی اسرائیل

حضرت بندگی میاں سید اسحاق 940ھ یا 941ھ میں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت ابن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی راجے رقیہ ہے جو حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی دختر ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کے فرزندوں کے نام کے ساتھ بارہ بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ اس تعلق سے قومی کتب میں آیا ہے کہ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے ایک شب معاملہ دیکھا کہ آپ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام حاصل ہوا ہے۔ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ ہم نے تجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام عطا کیا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت یعقوبؑ کو 12 فرزند تھے مجھے تو 8 فرزند ہیں۔ اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی دیکھا کہ آپ کی چاروں بیٹیوں کے سر پر عمامہ ہے اور آپ کے حضور میں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کو تسلی ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد سے آپ کے فرزندوں کے نام کے ساتھ بارہ بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ آپ کے فرزندوں کے نام ہیں (1) حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ (2) حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ (3) حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ (4) حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ (5) حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف بڑے میراںؒ (6) حضرت بندگی میاں سید محمود عرف ننھے میراں (7) حضرت بندگی میاں سید عالمؒ (8) حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰؒ صاحبزادیوں کے نام ہیں (1) بی بی راجے مریم (2) بی بی راجے فاطمہ (3) بی بی خونزا (4) بی بی خانجی

حضرت بندگی میاں سید اسحاق تربیت حضرت بندگی میاں سید عبدالکریم نوری سے پاتے ہیں جو حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے خلیفہ اول تھے۔ جنہیں عین الیقین کی بشارت حاصل ہوئی تھی۔ میاں سید اسحاقؒ والد بزرگوار کی صحبت میں آخری سانس تک رہے۔ ذکر وفکر کی تعلیم پائی۔ اس پر عمل پیرا رہے۔ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ آپ کی اولاد میں رشد وہدایت کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور نام کے ساتھ اسحاقی لکھتے ہیں۔ آپ کم گو، سادگی پسند اور نرم مزاج تھے۔ فرائض ولایت پر عمل پیرا تھے۔

آپ کے کردار کی خوبی یہ تھی کہ ہمیشہ بزرگوں کا ادب واحترام کرتے تھے۔ مرشد یعنی والد کا

ادب اس طرح کرتے ہیں جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ قیام دولت آباد کے دوران شاہ علی نامی شخص آپ کی شہرت سے حسد کرنے لگتا ہے۔ وہ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا عرس مبارک کا اہتمام کرکے دعوت دیتا ہے۔ دعوت کے بعد مشروب جو زہر آمیز تھا پسخوردہ کے لئے دیتا ہے۔ آپ اُس سے کہتے ہیں طعام کے بعد شربت نہیں پیتا ہوں، اس کی عادت نہیں ہے لیکن وہ اسرار کرتا ہے۔ آپ فرزند میاں سید اسحاق سے کہتے ہیں، پسخوردہ کرکے دیدو۔ میاں اسحاق والد کی موجودگی میں آداب مریدی کا لحاظ رکھتے ہوئے پسخوردہ سے گریز کرتے ہیں۔ آخر حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ تھوڑا شربت نوش کرکے پسخوردہ کرتے ہیں۔ اس زہر آمیزش شربت سے آپ کی رحلت ہوتی ہے۔

آپ نے بعض اہم نازک موقعوں پر دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آئین اسلام کی حفاظت کی۔ آپ کی سیرت کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ والد حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے انتقال کے وقت آپ کے بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ حاضر نہیں تھے۔ تدفین کے بعد آپ آتے ہیں اور قبر کھول کر چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت میاں اسحاق منع کرتے ہیں اور فرمایا کہ قوم کے لوگ آئندہ اس کو دلیل بنا کر تین تین دن کے بعد قبر کھول کر چہرہ دیکھیں گے۔ یہ سننے کے بعد میاں اشرف خاموش ہوجاتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ اس ممانعت کو بڑے بھائی کے ساتھ بے ادبی سمجھتے ہیں۔ اس کا سد باب کرنے کے لئے آپ اپنے بڑے بھائی میاں سید اشرف سے علاقہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی ممانعت اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح تھی۔ پھر بھی بھائی کا ادب آپ کو ملحوظ رہا۔ یہ آپ کے کردار کی اعلیٰ خوبی ہے جو آج کے اس دور میں قال قال نظر آتی ہے۔ دین میں ادب کی کافی اہمیت ہے۔ جہاں ادب ہے وہاں فیض ہے، جہاں بے ادبی ہے وہاں دربدری ہے۔ ہمارے دائرے اصل میں تعلیم و تربیت اور ادب کی یونیورسٹی ہیں، اس کو پانے کے لئے دائروں سے وابستگی ضروری ہے۔

حضرت بندگی میاں سید اسحاق بارہ بنی اسرائیلؒ اس فانی دنیا سے 22/ذی قعدہ کو کوچ فرماتے ہیں۔ زندگی تمام سادگی، عبادت و ریاضت، رشد و ہدایت اور بزرگوں کے ادب واحترام میں گزارے۔ آپ کے کردار میں سادگی اور ملنساری کا جو جذبہ تھا وہ ہمیں غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔ اور ہم سے مطالبہ کررہا ہے کہ ایمان کی جلا پانے کے لئے زندگی کو سادگی کا روپ دیں، بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگوں کی راہ پر چلنے کی صلاحیت، طاقت عطا فرمائے۔ آمین۔ ooo

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ بارہ بنی اسرائیل

اللہ تعالٰی کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ دین کے کام کے لئے بندوں میں سے چند کو چن کر ان سے کام لیتا ہے۔اس کائنات میں سب سے اعلٰی وارفع کام خدا کے بندوں کو خدا کی طرف بلانا اور خدا کی عبادت کی طرف راغب کرنا ہے۔خوش نصیب ہیں وہ بندے جواس کام میں اپنی عمر عزیز ختم کردیتے ہیں۔ایسے ہی بندوں کی ایک طویل فہرست تاریخ مہدویہ میں بھری پڑی ہے۔ان میں ایک حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ ہے جوفرزند ہیں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے اور نبیرہ ہیں حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؒ کے۔

تاریخ مہدویہ کا مطالعہ کرنے پر دوخاندانوں یعنی باڑی وال اور پولادی کا ذکر ملتا ہے۔ان خاندانوں کی گجرات میں کافی شہرت تھی۔اس خاندان کے افراد حکومت میں جلیل عہدوں پر فائز تھے۔ دونوں خاندانوں نے اپنی لڑکیاں سادات گھرانے میں بیاہ کردیں۔ملک عثمان باڑی وال نے اپنی دختر بی بی کد بانو کا عقد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؒ سے کیا۔ملک گوہر پولادی نے اپنی دختر بوابی صاحبہ کو حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے ساتھ بیاہ دیئے۔اس بی بی سے آپ کو دوفرزند حضرت میاں سید یوسفؒ اور حضرت میاں سید خوندمیرؒ پیدا ہوئے۔فضل خداوندی سے ان دونوں فرزندوں کی اولاد نے مہدویت کی تبلیغ میں خاص مقام حاصل کیا۔

حضرت میاں سید یوسفؒ 955ھ یا 956ھ میں روایتوں کے مطابق دولت آباد یا احمد نگر کے علاقے میں پیدا ہوئے۔بچپن سے لیکر جوانی تک باپ کی تربیت وصحبت میں پروان چڑھے۔جب آپ کی عمر شریف 17 یا 19 سال کی ہوئی تو والد نے دونوں فرزندوں یعنی میاں یوسفؒ اور میاں خوندمیرؒ سے کہا جو کچھ یہاں ہے وہ تمہارا ہے لیکن مرد وہ ہے جو باہر جا کر لے آئے۔اس ہدایت کے ساتھ دونوں فرزندوں کو حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ کے پاس تربیت کے لئے روانہ کرتے ہیں۔ ان شہزادوں کی آمد پر سید نجی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ان بھائیوں کے ذمہ دائرہ کے کام تھے۔ایک کا کام جنگل سے لکڑی لانا اور دوسرے کا حجروں کی درستگی۔

دونوں بھائی اپنی اپنی ذمہ داری کونہایت خوش اسلوبی سے نبھاتے ہیں۔ایک دو سال نہیں 18 سال تک صبر واستقامت سے تفویض کردہ کام کوانجام دیتے ہیں۔فقیری کی تمام مشقتیں خوشی خوشی برداشت کر کے صاحب دائرہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔دائرہ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کے سر پر جودستار بندھی ہوئی تھی اس کے سوا ان کے پاس دوسری نہیں تھی۔کوئی خواہش یا آرزو کا ان کے پاس گزرنہیں تھا۔ان دونوں بھائیوں نے اطاعت مرشد میں رہ کر قیامت تک کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کیا ہے۔آج وقت کا تقاضہ ہے کہ قومی سدھار کے لئے ان باپ بیٹوں کے عمل کو رہنما بنائیں۔خادم بن کر مخدوم بننے میں جو چاشنی ،حلاوت، پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہ ڈائرکٹ مخدوم بننے میں حاصل نہیں ہوتی۔ہمارے اسلاف کے طور وطریقے کواپنانے میں اتفاق واتحاد، کامیابی ،سرخروئی اور بہار ہے۔اللہ تعالیٰ ہرایک کو اس راہ پر چلنے کی توفیق اورصلاحیت عطافرمائے۔آمین

حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے جس جذبہ کے ساتھ اپنے فرزندوں کو تربیت کے لئے روانہ کیااس میں آپ کی استقامت کا بھی بڑادخل ہے۔یہ آپ کے کردار کا بہت نمایاں پہلو ہے جو آج دعوت فکر ہمیں دے رہا ہے۔اس عرصہ میں کسی نے آپ سے کہا آپ کے فرزندوں کا مرتبہ سیدنجی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔بہت خدمت لی جارہی ہے۔یہ سن کر آپؒ کہتے ہیں سیدنجی ان کو اپنے غلاموں کے جیسا بھی دیکھیں تو اس میں ان کی خوبی اور بھلائی ہے تم اس کونہیں جانتے۔بعد کی تاریخ شاہد ہے کہ ہر مقام پر جہاں مہدوی آباد ہیں ان بھائیوں کا فیض جاری وساری ہے۔حضرت میاں سید یوسف پر سیدنجی کی ایسی شفقت تھی کہ میٹھا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔دونوں بھائیوں کا کارِخیر اپنے دائرہ میں کیا۔اپنی دختر بی بی بواصاحبہ کا نکاح میاں یوسفؒ سے اور میاں سید خوندمیرؒ کا عقد دولت شاہ گجراتی کی دختر چاندبی سے کیا۔یہ شادیاں بھی تاریخی ہیں۔جہاں دھوم دھڑا کانہیں بلکہ سنت کی ادائی ہے۔دادا حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؒ کے عقد کے موقعہ پر والد حضرت مہدی موعودؑ حاضرنہیں تھے اس طرح یہاں بھی اس موقعہ پر حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ حاضرنہیں تھے۔جس کے ہاتھ پر تربیت ہوئے، صحبت حاصل کی انہوں نے یہ کام بھی اپنی نگرانی میں انجام دیا۔مرشد کی اطاعت کا ایک اہم واقعہ ہے۔کیا کوئی باپ گوارا کرے گا کہ اس کی عدم موجودگی میں بیٹوں کا عقد ہو؟ اس دور میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔آج رسوم ورواج ،شادی بیاہ وغیرہ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن تعلیم وتربیت ،

صحبت صادقین سے لاپرواہی برتی جاتی ہے، جو قومی نقصان ہے۔اس نقصان کو محسوس کر رہے ہیں لیکن اس کے سدباب کے لئے کوئی آگے بڑھتے ہوئے نظر نہیں آتا۔ بزرگوں نے ہر قدم پر ہماری رہنمائی کا انتظام کیا ہے لیکن ہم رہنمائی حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو المیہ سے کم نہیں ہے۔

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔یہاں آپ کے بیان قرآن کا کافی چرچا ہوتا ہے۔عقیدتمند آپ کے پسخوردہ کی تاثیر سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے امراء جیسے سہیل خاں سنگرام، جمال خاں پنی مرید ہوتے ہیں۔اکبر بادشاہ کے وزیر فیضی سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے۔سیرت وتعلیمات خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے واقف کرواتے ہیں۔آپ کے علم کے آگے وہ ڈھیر ہوجاتا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔کتب سیر میں ہے کہ آپ کے پاس عشر کی رقم کافی جمع ہوتی تھی۔آپ یہ رقم پابندی کے ساتھ حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے حضور میں روانہ کرتے تھے۔یہ بنڈیوں میں جاتی تھی۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دائرہ میں فرائض ولایت میں سختی سے عمل ہوتا تھا۔کاسبین بھی اس پر عمل کرتے تھے۔

حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کی تربیت اور صحبت میں آپ علم ظاہر وباطن کے خزانوں سے مالا مال ہوئے۔سیدنجیؒ کے آخری وقت دونوں بھائی حاضر نہیں تھے۔ایسے وقت پر کسی نے کہا کہ میاں یوسفؒ، میاں خوندمیرؒ نہیں ہیں۔یہ سن کر سیدنجیؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ دونوں حاضر ہیں، سیدھے بازو میاں یوسف ہیں بائیں بازو میاں خوندمیر ہیں۔ میں جو کرتا ہوں وہ بھی وہی کرتے ہیں۔ میں جب وضو کرتا ہوں تو یہ بھی وضو کرتے ہیں، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو یہ بھی میرے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔یہ ارشاد گرامی اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں بھائی اپنے مرشد کی ذات میں فنا ہوگئے تھے یعنی فنافی شیخ۔حقیقت میں وہی مرید ہوتا ہے جو مرشد کی ذات میں فنا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔اس کے بعد وہ آگے کی منزل طے کرتے ہوئے اللہ کی صفات میں فنا ہوتا ہے۔مہدویت نام ہی اللہ کی صفات میں فنا ہونے کا ہے۔آج دنیا کی محبت میں ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ مرید ہونے پر بھی دل مائل نہیں ہوتا ہے۔ افراد قوم اس عمل سے بھی دوری اختیار کر رہے ہیں۔وقت آنے پر کہتے ہیں ہمارے بڑے انکے مرید تھے جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کس کے مرید ہو تو نفی میں جواب ملتا ہے یا خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ باطن کی پاکیزگی کیلئے ولایت کا فیض پانے کے لئے کسی مرشد سے مرید ہوکر تربیت پانا ضروری ہے۔

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ لسانی خدمت کے ساتھ قلمی خدمت انجام دی۔ آپ نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے 1016ھ میں حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت وتعلیمات کو قلمبند کیا جو مطلع الولایت سے موسوم ہے۔ یہ کتاب قوم میں مشہور ومقبول ہے۔ آج بھی اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہر دور میں صاحب رشد وہدایت پر فائض حضرات دینی ومذہبی لٹریچر فراہم کرتے رہے تو قوم میں ہمیشہ دینی ومذہبی فضاء قائم رہے گی اور عقیدہ میں پختگی ہوگی۔

ہر دور میں ایسی فطرت کے لوگ رہے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ غلط بیانی سے ایک دوسرے کو لڑائیں اور تفرقہ پیدا کریں۔ حضرت بندگی میاں یوسفؒ اور حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ کے درمیان کسی نے بدگمانی پیدا کردی تھی جس سے دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن جب ملاقات ہوئی تو یہ بدگمانی دور ہوگئی۔ اس موقع پر میاں یوسفؒ فرماتے ہیں سعد اللہ بھائی کسی رہزن نے رہزنی کردی تھی۔ آپس میں یہ گلے ملتے ہیں۔ آپ کے کردار کی خوبی ہے کہ اس کا نام کا اظہار نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ ہستی اپنے منصب کی ذمہ داری کو بخوبی انجام دے کر 3/صفر 1026ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمائی۔ دولت آباد میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ صاحب حظیرہ ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ اور حضرت بندگی میاں سید مرتضیٰ آپ کے فرزند ہیں۔ یہ دونوں سید نجیؒ کے دائرہ ہی میں پیدا ہوئے اور نور چشم تھے۔ ان دو فرزندوں سے قبل آپ کو ایک لڑکا ولڑکی ہوئی لیکن بچپن میں ان کا انتقال ہوگیا۔ جس سے بی بی غمگین رہا کرتی تھیں۔ اس کیفیت کو دیکھ کر خاتم المرشدینؓ فرماتے ہیں اللہ آپ کو دو فرزند عطا کرے گا۔ ان کی سفید داڑھیاں، ان کے دائروں کی جھونپڑیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ دونوں میں ایک بندہ کا قائم مقام ہوگا۔ یہ بشارت حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کے لئے تھی۔ بزرگانِ دین کی سیرت ہر دور میں ہر مکتبہ فکر افراد کے لئے رہنما ہے۔ ان سے رہنمائی حاصل کرکے صراط مستقیم پر گامزن ہوسکتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ بارہ بنی اسرائیل

اس کرہ ارض پر بزرگوں کا، اللہ والوں کا وجود ایک نعمت ہے۔ ان نعمتوں سے درس وتدریس حاصل کرنا، اپنی دنیوی اور دینی زندگی کو دراصل سدھارنا ہے۔ چمنستان مہدویت میں کئی ایک پھولوں نے اپنی مہک سے زائرین کو رشد و ہدایت سے فیضیاب کرتے ہوئے تقویٰ اور پرہیزگارانہ زندگی گزارنے کی دعوت دی۔ ان میں ایک حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل ابن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ ہیں۔ جو آیت ہدایت کان ولایت، روشن ضمیر ہیں۔ آج کے دور میں جہاں مصدقان تعلیم وتربیت وصحبت صادقین سے دور ہوتے جارہے ہیں، ان حالات میں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ اور آپ کے فرزندوں کی سیرت ہمیں دعوت فکر دیتی ہے۔ ان وارثوں نے کس طرح سے اپنے نفس کو فنا کرکے، تکالیف ومصیبتوں کو برداشت کیا۔ مخدوم ہوتے ہوئے خادم بنکر اپنی سیرت کے جواہر اور جو انمول نقوش چھوڑے ہیں وہ قیامت تک کے لئے فدائیان مہدویوں کے لئے صراط مستقیم ہیں۔ اس ایثار وقربانی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی ہم ان کے آستانوں پر فیض پانے کی تڑپ لے کر حاضری دیتے ہیں۔

تربیت اور صحبت زندگی کے سفر میں بہت کارآمد ہوتی ہے۔ دین کی راہ میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ قرب خداوندی کے حصول کا شوق وذوق پیدا کرتی ہے۔ حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے گھر میں وہ تمام خزانے موجود تھے جس سے بخوبی ولایت خاتم محمدیہ کا فیض پاسکتے تھے۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے گروہ میں تعلیم وتربیت کی جو خاص اہمیت ہے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرزندوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اُس دور کے بزرگوں کے پاس روانہ کیا۔

آپ کی والدہ محترمہ بوا بی بی صاحبہ کو حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا نام بہت عزیز تھا۔ اس لئے جب آپ کو فرزند تولد ہوا تو سید خوندمیر نام رکھا۔ حضرت خاتم المرشدین کو اطلاع ملتی ہے کہ فرزند تولد ہوا ہے تو گھر تشریف لاتے ہیں اور پوچھتے ہیں نام کیا رکھا ہے۔ جواب دیا جاتا ہے ''سید خوندمیر'' یہ سن کر آپ فرماتے ہیں اس نام پر بہت محنت ومشقت پڑے گی۔ حضرت میاں سید خوندمیرؒ اپنی

والد کی نظروں کے سامنے بچپن سے جوانی کو پہنچے۔ باپ نے وہ تمام دیا جو ایک باپ اپنے فرزند کو دیتا ہے۔ایک ایسی منزل آئی اپنے فرزند کی مزید تعلیم وتربیت کیلئے حضرت بندگی میاں سید محمود خام المرشدینؓ کی صحبت میں روانہ کیا۔ یہ تربیت وصحبت چند دن یا ہفتے یا مہینے کی نہیں بلکہ کامل 18 سال رہی۔ آج ہم یہ سونچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی 18 سال تک صحبت میں رہا۔اس عرصہ میں بعض وقت ایسا بھی رہا ہے کہ بدن پر کے کرتہ کے سوا کوئی دوسرا کرتہ آپ کے پاس نہیں تھا۔اتنی طویل مدت تک رہنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس اشتیاق ومحبت سے آپ نے دائرہ میں قیام کیا،جس سے آپ کے کردار کی اعلیٰ ظرفی ،نیستی و انکساری کا پتہ چلتا ہے۔اور والد کے حکم کو عملی جامہ پہنایا۔اس سفر میں آپکے بھائی حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ بھی ساتھ تھے۔

حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ نے پہلے حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ کو علیحدہ دائرہ باندھ کر رہنے کی اجازت دی۔اس کے بعد میاں سید خوندمیرؓ کو بھائی کے پاس جانے کی اجازت دی۔میاں سید خوندمیرؓ بھائی کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔بھائیوں نے کہا کہ آپ بھی اپنا دائرہ الگ قائم کرلیں۔آپ نے فرمایا جب تک بھائی سے سوسویت نہ لوں اپنا دائرہ الگ قائم نہ کرونگا۔ قربان ہوجائیں اس عزم وقربانی کی،مخدوم کے بجائے خادم بننے پر فوقیت دے رہے ہیں۔تاریخ ایسی مثال دے نہیں سکتی۔اس ارادہ کی تکمیل کے بعد آپ اپنا علیحدہ دائرہ قائم کرتے ہیں۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صادقین کی صحبت میں رہنا آپ کو کتنا عزیز تھا۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کے دائرہ میں اکثر اضطرار واقع ہوتا تھا۔ غربت اور فاقہ کشی اکثر رہتی تھی۔اسکے باوجود دائرہ میں عبادت وریاضت میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔دم و قدم کی ہر حالت میں حفاظت کی جاتی تھی۔ ہر عمل میں عالیت پیش نظر ہوتی۔تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ کے دائرہ میں بہت کم فتوح آتی تھی۔اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنی فتوح آپ کے پاس آتی تھی۔آپ خاتم المرشدین کے حضور میں جو عشر روانہ کرتے تھے وہ اٹھنی تھی۔اس عشر کا خاتم المرشدینؓ بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ روایت میں ہے کہ آپ اس اٹھنی سے اہلیہ کو کہتے تھے میٹھا تیار کرو اور بندہ کو کھلاؤ۔حضرت سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؓ نے بھی اپنے فرزندوں حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؓ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؓ کی تعلیم وتربیت کا بھی خصوصی خیال رکھا۔اس سلسلے میں اپنی والد کی

روش کو اختیار کیا۔آج اس روش کو چھوڑ دیا گیا ہے۔تعلیم وتربیت کا صرف چند دائروں میں خیال رکھا جاتا ہے اور وہ بھی جزوی ہے

مہدویت میں فاقہ اور بھوک کی بڑی فضیلت ہے۔اس حالت میں عبادت ایک خاص لطف عطا کرتی ہے۔بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص مستحق بن جاتا ہے اور ولایت کا بہرہ پاتا ہے۔روح کو جو غذا ملنی چاہیئے وہ اس کو حاصل ہوتی ہے۔حضرت بندگی میاں سید خوند میرؒ کے دائرہ میں ایسے مناظر اکثر ہوتے ہیں۔توکل اعلیٰ اللہ کا وہ اعلیٰ معیار تھا کہ فرشتے بھی رشک کرتے تھے۔

آپ کے کردار کی یہ خوبی وسادگی تھی کہ کسی کو نہ نظر انداز کرتے تھے اور نہ رنج پہنچاتے تھے۔طبیعت میں خاکساری تھی۔ایک مرتبہ آپ کے بھائی حضرت بندگی میاں سید یوسف نے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا عرس پاک کیا۔حضرت میاں خوند میرؒ کو دعوت دینا بھول گئے۔دعوتی جانے ے بعد آپ کو خیال آیا، جو کچھ بچا تھا وہ بھائی کے پاس بھیجتے ہیں۔حضرت کی اہلیہ اس رزق کو دیکھ کر لینے سے انکار کرتی ہیں۔حضرت میاں خوند میرؒ یہ سن کر فرماتے ہیں بی بی اگر بھائی نے کھانا بھیجا ہے تو واپس کردو، اگر اللہ نے دیا ہے تو لے لو، یہ سن کر بی بی کھانا قبول کرتی ہیں۔

ایک دن دونوں بھائی والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔بعد زیارت قبر کے پاس ٹھیر کر حضرت میاں یوسفؒ بھائی سے کہتے ہیں والد کے پہلو میں بندہ کی جگہ ہے۔میاں خوند میرؒ نے فرمایا ہم دونوں میں جو پہلے انتقال کرجائے اس کی جگہ ہے۔حضرت میاں یوسفؒ سے پہلے آپ کی رحلت ہوتی ہے اور والد کے بازو میں ہی آپ کی تدفین کی جاتی ہے۔

یہ بزرگ ترین ہستی 8/ذی الحجہ 1025ھ کو 67 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے کوچ کرجاتی ہے۔دولت آباد میں والد کے بازو آپ کی مزار پاک ہے، جہاں عقیدتمند روحانی فیض کے لئے حاضری دیتے ہیں۔دکن میں آپ کے فرزندوں نے جو دینی خدمت انجام دی ہے وہ سورج کی روشنی کی طرح سب پر عیاں ہے۔آج کے دور میں جبکہ صادقین کی صحبت میں رہنے سے گریز ہورہا ہے، ایسے حالات میں حضرت میاں سید خوند میرؒ کی سیرت دعوت فکر دے رہی ہے۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید میراں ستون دینؒ

حضرت سید میراں فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کے، نبیرہ ہیں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؒ کے۔ کھانبیل میں 971ھ میں حضرت شہاب الدین شہاب الحق کے دائرہ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم نومولود کا چہرہ دیکھ کر فرماتے ہیں جس نے حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو نہ دیکھا ہو وہ آپ کو دیکھ لے۔ آپ والد سے ہی تربیت پاتے ہیں۔ حضرت خاتم المرشدینؒ نے دین کے ستونوں میں آپ کو گنا ہے دائرہ کے تمام کاروبار آپ کے ذمہ تھے۔ایک دن آپ سیدنجی خاتم المرشدین کو وضو کروار ہے تھے۔حضرت نے آپ کو سرتا پا دیکھ کر ارشاد فرمایا ہو بہو بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ ہیں۔حضرت خاتم المرشدینؒ نے آخری وقت میں اپنا دائرہ آپ ہی کے سپرد کیا۔

حضرت بندگی میاں سید میراںؒ اپنا دائرہ جالور سے بڑھاسن پھر دولت آباد میں قائم کرتے ہیں۔آپ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ والد کے گزر جانے کے بعد بھائیوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔آپ نے دیکھا کہ بھائی سید نور محمد اکیلے ہیں اور بہن کے گھر قیام کئے ہوئے ہیں۔آپ کی شادی کا انتظام کرتے ہیں۔

غزنی خان حاکم جالور کی خواہش پر دوبارہ واپس آ کر دائرہ جالور میں قائم کرتے ہیں۔ یہاں حاکم جالور کے علاوہ،امراءاور کئی ایک سپاہی آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوکر بیعت فرماتے ہیں جن میں قابل ذکر خان خانان وغیرہ ہیں۔

حاکم جالورغزنی خان آپ کا بے حد معتقد تھا۔اکثر دائرہ میں آ کر آپ کے بیان قرآن اور وعظ ونصیحت سے محضوظ ہوتا تھا۔اس کا ایک ملازم سارنگ دائرہ کے قریب ہی ایک بت خانہ تعمیر کرتا ہے۔حضرت اس پر غضبناک ہوکر حاکم جالورغزنی خان کو ایک خط لکھتے ہیں اور وہ خط پڑھنے کے بعد بت خانہ کو گرانے اور ملازم سارنگ کو قید کرنے کا حکم دیتا ہے۔سارنگ رہائی کے بعد آپ کا ہی نہیں بلکہ تمام مہدویوں کا دشمن ہوجاتا ہے۔حاکم مہدوی ہونے کی بناء پر وہ کھلے عام دشمنی کا اظہار نہیں کر پار ہا تھا۔ بے تحاشہ رقم خرچ کر کے جادوگروں سے مل کر ایک بت تیار کروکر اُس جگہ دفن کراتا ہے جہاں سے

حضرت کا گزر ہوتا ہے۔آخر اس راہ پر آنے جانے سے اور مشیت خداوندی کے تحت پہلے آپ کی بینائی پھر سماعت متاثر ہوتی ہے اور سونگھنے کی کیفیت ختم ہوجاتی ہے۔آخر میں اعضاء سست اور کمزور ہوجاتے ہیں اسی مرض میں 17/محرم 1015ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں اُس وقت آپ کی عمر شریف 44 سال کی تھی۔ جالور میں حضرت کے روضہ میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔آپ کو دو زوجہ سے ایک فرزند اور 6 بیٹیاں ہوئی۔ پانچ بیٹیاں آپ نے اپنے بھتیجوں سے بیاہ دیں۔آپ نے اس عمل سے خاندانی رشتوں کو استحکام دیا۔آج اس طرح کا عمل ہمارے خاندانوں سے ختم ہوتا جارہا ہے۔ قریبی رشتہ داروں کی لڑکیوں کو چھوڑ کر دور دراز سے رشتہ جوڑا جارہا ہے۔جس کی وجہ سے رشتہ داری میں خلاء پیدا ہورہا ہے جس کو ہم تقاریب میں دیکھ رہے ہیں۔

حضرت خاتم المرشدینؒ کے انتقال کے بعد آپ کی خلافت 19 سال رہی۔آپ کے فرزند میاں سید اشرف جانشین ہوئے۔ جو والد کے ہی تربیت یافتہ ہیں۔حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ نے فرمایا میاں سید اشرف ہم تینوں (میاں سید علی، میاں خاتم کار، میاں سید میراں) کے گھر کا چراغ ہے۔ نیز فرمایا میاں سید اشرف ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور روشنائی ہے۔حضرت میاں سید عالم نے میاں اشرف کی فضیلت کے متعلق فرمایا جیسا کہ ابراہیمؑ سے یوسفؑ تک چار پشت برابر ہے، اس طرح بندگی میاں سے میاں سید اشرف تک برابر ہوئے ہیں۔حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے بندگی میاں سید اشرف کو لکھا کہ ہم اور تم ایک ذات اور ایک وجود، ایک جدا اور ایک روح ہیں، کوئی فرق نہیں ہے۔حضرت بندگیمیاں سید میراں ستون دین کے فرزند کی یہ خوبیاں ہم عصروں نے بیان کی ہیں۔ یہ والد کی تربیت اور صحبت کا اثر ہے۔حضرت سید میراں ستون دین کا بیان قرآن اور مجالس قال اللہ اور قال رسول اللہ و مہدی مراد اللہ کی تعلیمات پر مبنی ہوتا تھا۔مجالس میں بھی صحابہؓ کا ذکر ہوتا یا اصحاب مہدی موعودؑ کا شرف بیان کرتے تو ایک ہی محفل میں دو اصحاب کا ذکر نہ کرتے اگر دو اصحاب کا ذکر درمیان میں آجاتا تو پہلے ایک صحابی کا ذکر پورا کرکے دوسرے صحابی کا ذکر کرتے۔ ہمارے بزرگوں کا یہ ادب تھا۔آج ہمارے مجالسوں کا کیا رنگ ہے، ہم بخوبی واقف ہیں۔ان بزرگوں کی سیرت اور ان کے واقعات سے ہمیں سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔یاد رہے کہ ادب سے دین حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت کے 100 سال بعد کیا ماحول و کیفیت تھی اس طرف اشارہ آپ

نے اس طرح کیا ہے کہ ''اس زمانے کے مرشد بادشاہوں اور سلاطین کے مانند جابر ہیں جیسا کہ سلف الصالحین نے دائرہ میں رہ کر خدا کو حاصل کیا اس طرح ان کے دائرہ میں رہ کر خدا کو حاصل کررہے ہیں'' حضرت یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اپنی منزل، اپنے مقصد، اپنی راہ پر رہتے ہوئے طلب دید میں زندگی بسر کیئے۔ ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ زندگی کسی طرح بھی گزارو لیکن آئین مہدویہ کے دائرہ میں رہ کر مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہو۔

حضرت بندگی میاں سید میراںؒ نے آخری وقت میں اپنے فرزندوں اور دائرہ کے احباب کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مہدی موعودؑ کا دین بغیر صحبت کے کسی کے لئے نہیں ہے'' یعنی حضرت مہدی موعودؑ کے دین یعنی آپ کی تعلیمات سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کریں۔ بغیر صحبت کے دین حاصل نہیں ہوتا ہے۔ آج قوم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر مقام پر یہ دیکھائی دے رہا ہے کہ لوگ صحبت صادقین سے گریز کررہے ہیں جس کی بناء پر ذکر وفکر، عبادت وریاضت کے روح پرور نظارے جو تعمیر سیرت میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں نظر نہیں آرہے ہیں۔ عالیت اور رخصت کا فرق بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ گلستان مہدویت کی شادابی کے لئے ضروری ہے کہ صحبت صادقین پر تمام افراد بالخصوص فقراء کرام عمل پیرا ہو۔ یہ عمل وقتی نہیں ہے بلکہ قیامت تک ہے

حضرت مہدی موعودؑ نے قرآنی آیت ''یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصدقین'' (سورہ توبہ آیت 118) ترجمہ: اے مومنو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صادقین کی صحبت میں رہو سے، صحبت صادقین کو فرض فرمایا ہے۔ صادقین وہ لوگ ہیں جو اللہ اور حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں جو شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ غیر اللہ سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ کس کی صحبت اختیار کریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا ان لوگوں کے ساتھ رہو جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے اور جن کے کلام سے تمہارے علم میں زیادتی ہو اور جن کے عمل سے تمہیں آخرت کی ترغیب ہو۔ الحمد للہ۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں۔ اپنی اصلاح وتربیت کے لئے ان کی صحبت اختیار کرنا ضروری اور فرض ہے۔ اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں صادقین کی صحبت نصیب ہو۔ آمین

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ

حضرت بندگی میاں سید نجی خاتم المرشدینؓ ان بزرگانِ دین میں سے ہیں جن کی ذات بابرکات کی بدولت ہندوستان میں تجلیات الٰہی اور مہدویت کی ضیا پاشی ہوئی۔ جن کی رشد و ہدایت، کشف و کرامات اور علوم و فیوض کا سر چشمہ آج تک جاری و ساری ہے۔ راہِ مہدویت کی تعلیم دینے والوں میں حضرت بندگی میاں سید علیؒ، حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ اور حضرت بندگی میاں سید میراں فرزندانِ خاتم المرشدینؓ بھی نظر آتے ہیں۔ حضرت خاتم المرشدینؓ اپنے فرزندوں کی للّٰہیت، خدا طلبی اور معرفت حق کے جذبہ سے متاثر ہوکر ارشاد فرمایا کہ یہ تینوں فرزند دین کے ستون ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نے اپنے فرزندوں کو تعلیم دی کہ اپنی ذات سے عمل پیرا ہو جاؤ، اس کے بعد دوسروں کو کہو۔ جو کوئی ہمارے پاس آئے گا بندہ اس کی شفاعت کرے گا۔

حضرت بندگی میاں سید علیؒ 963ھ میں کھانبیل میں پیدا ہوتے ہیں۔ تربیت و تلقین اور کامل صحبت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے وقت آپ کی عمر 30 سال تھی اور آپ اپنے والد بزرگوار کی نماز جنازہ کی امامت کی۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدین نے آپ کو بے شمار بشارت سے سرفراز کیا ان میں ایک ستون دین اور ایک مخصوص بشارت یہ بھی دی کہ ''بندہ جہاں جاتا ہے علی جی انگلی پکڑے ہوئے ساتھ رہتے ہیں'' آپ کو میاں سید علی سے کتنی چاہت تھی اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دائرہ کے دو بھائیوں میں کسی معاملہ میں باہم خصومت تھی اور وہ اس کا تصفیہ چاہتے تھے۔ تصفیہ کے لئے حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدین کے پاس آتے ہیں۔ آپ ان دونوں سے فرماتے ہیں ''علی جی کے دونوں پیروں کی قسم کھاؤ''۔ آپ والد بزرگوار کے پردہ فرمانے کے بعد دکن کی طرف ہجرت فرمائی اور مختلف مقامات پر دائرہ قائم کیا۔ دین مہدویت کی تبلیغ فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے آپ کے تعلق سے فرمایا کہ خزانۂ عرفان سے مالا مال ہیں۔ 4/ رجب المرجب 1026ء مطابق 8/ جولائی 1613ء کو 63 سال کی عمر میں اس عالم سے کوچ فرمائے اور موضع مدک پلی، نظام آباد آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ کے دائرہ میں بزرگوں کی روش کو اختیار کرتے ہوئے بندگانِ خدا کی تربیت کی جاتی تھی۔ اس دارِ دنیا میں دیدارِ خدا کی دعوت دی جاتی تھی۔ ذکر الٰہی پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا ہے۔ ترک حب دنیا اور توکل پر عمل تھا۔ دائرہ کے اصحاب کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا والد بزرگوار کی یہ نصیحت ''اپنی ذات سے عمل پیرا ہو جاؤ، اس کے بعد دوسروں سے کہو'' ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ''مہدی'' کی تصدیق عمل کرنا ہے نہ کہ اقرار و اعتقاد'' آپ پر عیاں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ دائرہ میں عمل کی طرف سختی کے ساتھ فقراء کو متوجہ کرتے تھے۔ یہ حقیقت ہے جب تک ہمارے دائروں میں تعلیمات خاتمین علیہ السلام پر عمل ہوتا رہا ہے مہدویت عروج پر رہی اور پروان چڑھتی رہی۔ جہاں عملی فقدان آیا ہم سمٹتے گئے۔ ہمارے دائروں پر اگر سرسری بھی نظر ڈالیں تو دور تک بھی رسم و رواج کا کوئی شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ شان و شوکت کا مظاہرہ ہے نہ فضول خرچی کی فضاء۔ اگر کوئی فضاء دائروں میں نظر آتی تو وہ خدا طلبی تھی۔ یہاں طالبان دنیا نہیں بلکہ طالب خدا رہتے تھے۔ اس طرح کا ہی نظام صاحب دائرہ اپنے دائروں میں قائم کئے ہوئے تھے۔

مرشد سے مرید کا قلبی تعلق ضروری ہے۔ اس تعلق پر ہی مرشد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرید کو دنیا کے آفات و بلایات سے بچاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے جب تک یہ تعلق تھا مہدوی دنیاوی آفات اور بلایات سے محفوظ رہے۔ حضرت میاں سید علیؒ کا دائرہ تگرہ میں تھا۔ آپ کا ایک معتقد جو بہرہ تھا نہانے کے لئے کنویں پر گیا۔ اور نہانے کے دوران پھسل کر کنویں میں گر گیا۔ کنویں میں گرتے وقت دل کی گہرائیوں سے اپنے مرشد کو یاد کیا۔ اس وقت حضرت بندگی میاں سید علیؒ اپنے دائرہ کے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا ایک آپ نے ہاتھ لمبا کیا اور صحابہ نے دیکھا کہ آستین پانی سے تر ہو گیا۔ صحابہ پریشان ہو کر عرض کئے، حضرت ماجرا کیا ہے، آپ کی آستین پانی سے تر ہو گئی ہے جبکہ ہمارے سامنے سے اُٹھ کر کہیں نہیں گئے۔ صحابہ کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ فلاں معتقد کنویں میں گرتے ہوئے مجھے یاد کیا تھا۔ اسے ہاتھ بڑھا کر کنویں سے نکال لیا۔ اسی وجہ سے آستین پانی سے تر ہو گئی۔

علیؓ مشکل کشا کے نام کا بھی ہے اثر ان میں
ہمیشہ مشکلوں میں سب کے کام آئے ستون دینؒ

یہ واقعہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اللہ والوں کے لئے زماں و مکاں کی کوئی قید نہیں رہتی۔ ان

بزرگوں کے پاس دوری ونزدیکی کا کوئی فرق ہی نہیں رہتا۔مرشد سے مرید کی عقیدت ضروری ہے۔ یہ عقیدت ہی تھی جو مرید کے کام آئی۔آج مرشد سے عقیدت آٹے میں نمک کے برابر ہوگئی ہے۔فیض خاتم الولایت پانے کے لئے مرشد سے عقیدت رکھنا ضروری ہے۔حضرت بندگی میاں سید علیؒ ایک دفعہ سفر میں تھے۔قبرستان پر سے گزر ہوا۔ایک اجنبی مسافر آپ کے پیچھے آرہا تھا۔یکا یک ایک قبر جو کھلی ہوئی تھی اس پر نظر پڑی۔دیکھا کہ ایک بچھو مُردے پر بیٹھا ہے۔اس نے بچھو کو لکڑی سے مارا،اس کے بعد وہ بچھو قبر سے نکل کر اس کا پیچھا کیا۔اجنبی مسافر بھاگ کر حضرت کے قریب آیا۔حضرت نے اس کے حق میں شفاعت کی اور اس بچھو کو اشارہ سے فرمایا کہ اس مرد کی خطا معاف کر اور اپنی جگہ واپس چلا جا۔ اس کے بعد اس بچھو نے سر جھکا کر اپنی راہ لی۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو اپنے دین کا علم دیا انہوں نے نورِ ہدایت کو چار سو پھیلایا، بزرگوں نے اپنی زندگیاں نور پھیلانے میں گزاریں۔صحیح اسلام کو پیش کیا لیکن آج ہم اس راہ کو چھوڑ کر گمراہی کو حاصل کر کے گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

حضور مہدی موعود علیہ السلام جو دعوت لے کر مبعوث ہوئے تھے اس کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور رسم، عادت و بدعات کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض تھی لیکن آج ہم اُلجھے ہوئے ہیں فرعی و فروعی بحثوں میں،قوم میں بڑھتے ہوئے سیلاب کی خبر لیں اور دعوت واصلاح کے ذریعہ مقابلہ کریں اگر ہم نے یہ نہ کیا اور محشر میں ہم سے سوال ہوا تو ہمارا کیا جواب ہوگا؟ جس طرح کھیت میں پہلے جنگلی پودے جو پائے جاتے ہیں وہ نکال دیئے جاتے ہیں۔اس کے بعد زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔ہل چلایا جاتا ہے، پھر بیج بوکر پانی اور ضرورت پر دوائیں ڈالی جاتی ہیں۔اس طرح قومی افراد کے سدھار کے لئے معاشرہ کو پاک وصاف کرنا، جو طریقے کار ہیں اس کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔اس محنت کا یقیناً صلہ ملتا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ اس راہ پر ہمیں چلائے۔آمین

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سیدنور محمد خاتم کارؒ

آج عمل عالیت ختم ہوکر رخصتی عمل کا سورج طلوع ہے۔جس قوم میں دم قدم کی حفاظت کا عمل ہو وہاں رخصتی زیبا نہیں دیتی۔آبادیوں میں اجماع کے نہ ہونے سے اور جہاں ہے وہاں نا اتفاقی کی وجہ سے قوم میں بدعقیدگی بڑھ رہی ہے اور عالیتی عمل رخصت ہورہا ہے۔افسوس اس بات کا ہے کہ اس رخ پر توجہ دلانے کے لئے کوئی کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔جس طرح چل رہا ہے چلنے دو کا عمل جاری ہے،اس پالیسی سے شدید قومی نقصان ہورہا ہے۔عملی انحطاط کی وجہ سے کوئی ہمارے دائروں کی طرف رخ نہیں کررہا ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ قاسمؒ فرماتے ہیں خداتعالیٰ نے میاں ماموں (خاتم کارؒ) کو جو رکھا وہ ہم کو دین مہدی کی ماہیت دکھلانے کے لئے ہے کیونکہ دائرہ میں کوئی رخصتی فعل نہیں ہوتا،سب عالیت پر ہی ہوتا اور دائرہ میں صرف فقراء ہی رہتے تھے۔دراصل ایک قومی زندگی ہے دوسری دائرہ کی زندگی،قومی زندگی میں کاسبین اور دائرہ کی زندگی میں فقراء ہوتے۔ہر ایک کے اصول ہیں۔ان اصولوں کی پابندی ضروری تھی۔لیکن آج دونوں زندگیاں ایک ہوکر رہ گئی ہیں۔جس کی وجہ سے دائروں کا نظام تربیت ،نوبت وغیرہ ختم ہوکر رہ گیا۔

ہمارے نظروں کے سامنے بہت کچھ ہوتا ہے،جس کا صبح وشام ہم مشاہدہ کرتے ہیں لیکن جب اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہے یا ان کے تعلق سے پڑھتے ہیں تو ہمیں عبادت وریاضت کے شوق کے ساتھ خدا کا ڈر وخوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ان پاکان خدا کا جب ذکر سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو ہماری کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔دل میں ارادہ خیر کے کام کرنے کا اور برائیوں سے دور رہنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ایسے ہی پاکان خدا میں ایک ہستی حضرت بندگی میاں سیدنور محمد خاتم کارؒ کی بھی ہے۔جو 965ھ میں کھانبیل میں پیدا ہوئے۔آپ پہلے 5 سال تک اپنے بھائی میاں سید علی ستون دین کی طرح حضرت شہاب الحقؒ سے فیض پاتے رہے۔والد بزرگوار حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کی تربیت و صحبت میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ 32 سال گزارے۔حضرت خاتم المرشدؒ نے فرمایا کہ میاں نور محمدؒ اپنے باطن میں آگ عشق اتنی رکھتے ہیں کہ تعجب ہے کہ ان کا حجرہ جل نہیں جاتا۔

آپ کے مقام و مرتبہ کی طرف حضرت سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ اس طرح اشارہ کرتے ہیں کہ ''نور و آخر حاکم ہے'' اس کے بعد ہی آپ کے نام کے ساتھ خاتم کار لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ آپ کے دائرے کی یہ خصوصیت تھی کہ تمام طالبان خدا عالیت اور تقویٰ کے طور پر تربیت پاتے تھے۔ دائرہ میں فعل رخصت کا گزر نہ تھا۔ ہر حال میں عالیت پر عمل کی تاکید کی جاتی تھی۔ اس لئے ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا وہ فقراء جو عزیمت شعار تھے وہ دائرہ میں رہتے ہیں، وہ فقراء جو کم ہمت اور رخصت پسند تھے وہ دائرہ سے چلے گئے۔ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ جب آپ کے دائرہ میں تربیت کے لئے قیام کئے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ درخواست کی کہ دائرہ کے باہر نگرانی کے لئے، کون آرہا ہے اور کون جا رہا ہے، کسی کو مقرر کرنا چاہئے۔ اس پر آپؒ فرماتے ہیں قاسم جی ہر شخص میرے پاس کیسے آسکتا ہے وہی شخص میرے پاس آتا ہے جس کو میری محبت ہے۔ اسی تربیت کی بناء پر دین کے ستون میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ تربیت قوموں کی زندگی میں وٹامن کا کام کرتی ہے۔ جب تک ہمارے دائروں میں اس کا انتظام تھا ہر طرف روحانی مناظر تھے۔ جس سے متاثر ہو کر لوگ دائروں کا رخ کرتے اور تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔ جس طرح چراغ جلنے پر پروانے چلے آتے تھے اس طرح جن جن دائروں میں تربیتی نظام ہوتا وہاں اسلام و ایمان کی حقیقت کو پانے لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔ جنہیں تاریخ نے ملائے اعلیٰ کے فرشتوں سے تشبیہہ دی تھی۔ یہ صفت آج بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ تربیتی نظام سے اپنا رشتہ جوڑیں۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کے تقویٰ و پرہیز گاری اور علم وفضل کو دیکھئے۔ آپ فرماتے ہیں ''بندہ نے اپنی ذات حق تعالیٰ کے سپرد کر دی ہے تم بھی اپنی ذات اس کے حوالے کردو'' آج ہم اپنی ذات کو بجز خدا سب کے لئے قربان کر دینے تیار ہیں۔ ہمارا عمل سب کچھ بتلا رہا ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کے لئے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے لیکن ہم قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وقتی نمائشی عمل آج عبادت ہوگئی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ آئین مہدویہ کے خلاف جب بھی کوئی کام سرزد ہوا، بزرگوں نے اس کو افہام و تفہیم کے ذریعہ نہ صرف غلط فہمیوں کو دور کیا بلکہ حقیقت سے بھی واقف کروایا۔ اس طرح کا جذبہ ہر دور میں ہونا چاہئے۔ حضرت خاتم کار کے دور میں بعض حضرات جو گجرات سے دکن آکر قیام کئے ہوئے

تھے وہ اپنا دائرہ الگ قائم کر لئے تھے ۔ یہ حضرات حضرت مہدی موعودؑ کے آئین اور سلوک و روش سے بے خبر تھے ۔ وہ دوگانہ تحیۃ الوضو میں متابعت مہدی موعودؑ نہیں کہتے تھے ۔ حضرت خاتم کارؓ کو جب اس کی خبر ہوئی آپ نے ان لوگوں کو دائرہ میں طلب فرمایا۔ان کی افہام وتفہیم فرمائی اور فرمایا تمہارا عمل حضرت مہدی موعودؑ کے گروہ کے روش کے خلاف ہے۔حضرت کے فرمانے کے بعد وہ شرمندگی محسوس کی اور حضرت کی بات کو قبول کر لیا۔تحیۃ الوضو میں متابعت مہدی کہنے لگے۔

تقدیر میں جو لکھا ہوتا ہے وہ پورا ہوتا ہے ۔ہم بندہ خدا ہیں ہر حال میں خدا کے شاکر بندے بن کر رہیں ۔ وقت آتا ہے جاتا ہے، نہ یہ کسی کا ہوا ہے نہ ہوگا۔ دوسری قوموں کی طرح ہم میں بھی بدشگونیاں پیدا ہوگئی ہیں ۔ دن و وقت کے تابع بنتے جارہے ہیں ۔ یہ کام اس وقت ، اس تاریخ پر نہ کرنا چاہیئے ،فلاں دن و وقت پر کرنا چاہیئے ۔قوم میں اس طرح کی سونچ وفکر پروان چڑ رہی ہے ۔اس سلسلے میں حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؓ نے سعد ونحس ساعت وتاریخ ،کسی نیک اور اچھے کام کے آغاز پر دیکھنے کو منع فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ جو لوگ سعد نحس کو دیکھتے ہیں ان کا نیک و بد ہوتا ہے اور جو نہیں دیکھتے ان کا بھی نیک و بد ہوتا ہے ۔غرض جو ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے ۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نیک اعمال خیرات،عبادت وریاضت اور دعائیں زندگی کے سفر میں خیر کا کام کر جاتی ہیں۔

دائرہ کے نظام کے لحاظ سے جو چیز بھی دائرہ میں آتی ہے وہ سویت کر دی جاتی ہے ۔حضرت خاتم کارؓ کے دائرہ میں مرید درویش محمد ایک گھوڑا ، اللہ دیا کہہ کر بھیجا تا ہے۔اور کہتا ہے کہ اسے فروخت کر کے جو بھی قیمت ہے قبول کر لیں ۔ میاں تاج خاں اس کو فروخت کرتے ہیں ۔فروخت ہونے کی اطلاع دائرہ کا فقیر حضرت کو پہنچاتا ہے ۔ جب رقم دائرہ میں آتی ہے تو حکم دیتے ہیں سویت کر دو۔لیکن آپ اور آپ کے اہل خانہ یہ سویت نہیں لیتے ہیں۔معلوم نہیں گھوڑے کے فروخت ہونے کی اطلاع سن کر آپ کے نفس کو مسرت ہوئی۔حضرت نے نفس کی خواہش کو سویت نہ لیکر ختم کر دیتے ہیں۔اس طرح نفس پر آپ نے کنٹرول کیا۔سفر کے سلسلے میں آپ نے بیل خریدے لیکن کسی وجہ سے سفر ملتوی ہوگیا، آپ نے حکم دیا کہ ان بیلوں کو قیمت خریدی پر ہی فروخت کرو۔ حالانکہ دام بڑھ چکے تھے۔ یہ اللہ والوں کا کردار رہا ہے۔

آپ کے دائرہ میں کس طرح کی سختی تھی اور خلاف اُصول دائرہ میں کوئی عمل سرزد ہو جاتا تو

کیسا معاملہ کیا جاتا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔ دائرہ کی ایک کنیز پانی کا ایک گھڑا موچی کے پاس اُجرت لیکر پہنچائی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع آپ کو ملی تو اس کنیز کو دائرہ سے باہر کردیئے اور فرمایا دائرہ کی 25 سالہ روش توڑ دی۔ دائرہ میں کسب کیا جبکہ دائرہ میں جو بھی عمل ہوتا وہ اللہ واسطے ہوتا تھا۔ اس طرح کے نظام دائرہ کا تصور آج نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہم دن بہ دن خدا پرست ہونے کے بجائے مادہ پرست ہوتے جارہے ہیں اور ہم میں للّٰہیت باقی نہیں رہی۔ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ آپ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں۔ دین کی راہ میں ایک سانس سے دوڑے ہیں۔ یعنی کسی موقعہ پر بھی سستی، کاہلی یا فعل رخصت کا عمل نہیں ہوا۔ کردار کی اس سے بڑی خوبی اور کیا ہوسکتی ہے۔

بزرگوں نے اپنی سیرت کے ہر قدم پر تعلیم وتربیت وتلقین کے پہلوؤں کو کبھی بھی فراموش نہیں کئے اور للّٰہیت کو باقی رکھا۔ حضرت خاتم کارؒ نے اپنے آخری وقت میں اپنے خلیفہ حضرت بندگی میاں سید عالم باللہ سے فرمایا دائرہ دین میں مضبوطی سے قائم رہو سوائے ذات وحدہ لاشریک کے کسی سے میل میلاپ نہ رکھو۔ ایسی نصیحتیں آج سننے کو نہیں ملتی۔ دائرہ دین میں رہنے سے زیادہ دائرہ دنیا میں رہنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ صادقین کی صحبت میں رہنا مفقود ہوگیا ہے۔ غیروں کی صحبت میں رہنے کا سلسلہ چل پڑرہا ہے۔ اغیار سے زیادہ میل میلاپ کی وجہ سے عقیدہ میں کمزوری آگئی ہے۔ ہمارے آباء و اجداد کے عقیدہ میں جو پختگی تھی وہ ہم میں نہیں ہے۔ اس بیماری کو دور کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ علاج بھی نہیں ہورہا ہے۔ جب کہ دنیوی بیماری کے علاج کے لئے فوراً ڈاکٹر سے رجوع ہوجاتے ہیں، دینی معاملہ میں کتنی بڑی کوتاہی ہورہی ہے اور اس کوتاہی کی وجہ سے جو عظیم تر نقصان قوم کو ہورہا ہے اس کا ہر ایک منظر روزمرہ کی زندگی میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی خاموشی کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ قومی تاریخ میں یہ ایک نہایت افسوس ناک بات ہے۔

پیغام مہدویت، تعلیمات مہدویت کی خوشبو آج بھی اپنا رنگ دکھا سکتی ہے بشرطیکہ ہم حضرت بندگی میاں نور محمد خاتم کارؒ کے نظام دائرہ کو وجود میں لائیں۔ ایک نمونہ بنا کر پیش کریں تو اس سے کئی ایک نمونے بن سکتے ہیں۔ آپ 17 رمحرم الحرام 1033ھ کو اس فانی دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔ منچپہ، نظام آباد میں آپ کا روضہ اقدس ہے جو مدعائے مہدی موعودؑ پر چلنے والوں کے لئے راہ ہدایت اور بصیرت ہے۔ 000

حضرت بندگی میاں سید عالم فانی فی اللہ باقی باللہؒ

گلستان ولایت کے ایک مہک دار روشن چراغ حضرت بندگمیاں سید عالمؒ بھی ہیں ۔ آپ فرزند ہیں حضرت بندگمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کے، نبیرے ہیں حضرت بندگمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی سارہ بنت ننھے میاں ہے ۔ جو نیک اور خوش اخلاق تھیں ۔عبادت و ریاضت میں اکثر مصروف رہا کرتی تھیں ۔

حضرت میاں سید عالم جس گھرانے میں آنکھ کھولتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کرانے والا گھر تھا۔ جہاں زندگی کے ہر لمحہ کو خدا کے ذکر سے سجایا جاتا تھا۔تعلیمات شریعت وطریقت پر صدق دل کے ساتھ عالیت کے درجہ پر عمل ہوتا تھا۔ جہاں توکل ،عزلت از خلق ،اور صحبت صادقین کے دلکش نظارے دیکھنے کو ملتے تھے۔اس حال و ماحول میں حضرت بندگمیاں سید عالم پروان چڑھتے ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے عبادت کا بے حد شوق تھا۔ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کا اشتیاق رکھتے تھے۔اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بزرگوں کی سیرت اور ان کی طرز زندگی سے واقفیت حاصل کرتے تھے۔

والد بزرگوار حضرت بندگمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی رحلت کے بعد حضرت بندگمیاں سید نور محمد خاتم کارؒ سے علاقہ کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ مرشد کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں ۔ بڑی ہی محنت و جانفشانی سے صحبت میں رہ کر عبادت و ریاضت میں صبح و شام مشغول رہتے ہیں۔ اکثر قومی کتب میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضرت خاتم کارؒ کے دائرہ میں سختی کے ساتھ فقیری لی جاتی تھی۔ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاتی تھی ۔حضرت خاتم کار کے دائرہ میں رہنا کوئی آسان بات نہیں ہے ۔ وہاں وہی قیام کرسکتا ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکتا ہے ۔اس طرح حضرت بندگمیاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت میں ایک دو نہیں آپ 25 سال تک رہتے ہیں۔اور مرشد کے منظور نظر ہوکر مرشد کا دل جیت لیتے ہیں ۔ آپ کے علم و مرتبہ سے واقفیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مولف تاریخ سلیمانی نے آپ کے نام کے ساتھ منبع فیوض توکل ،قدوۃ السالکین الواصلین اور زبدۃ العارفین کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہمعصروں میں آپ کا کیا مرتبہ تھا اور کس نظروں

سے آپ کو دیکھا کرتے تھے۔ ہر ایک آپ کا شیدائی تھا۔

آج رسمی طور پر مرید ہونے والوں کی کمی نہیں ہے۔ مہدویت کے بارونق بازار میں آج بے شمار ایسے مرید نظر آتے ہیں لیکن وہ مرید نایاب ہو چکے ہیں جو مرشد کے حکم پر بلا سوچے سمجھے عمل پیرا ہو جاتے تھے۔ حضرت بندگیمیاں سید عالمؒ بھی ایک ایسے مرید تھے جو کبھی بھی مرشد کے کسی حکم کو ضائع ہونے نہیں دیا۔ فداکاری کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ ایک موقعہ پر حرم محترم حاکم الزماںؒ کی انگوٹھی باولی میں گر جاتی ہے۔ اس واقعہ پر حضرت دائرہ کے احباب سے کہتے ہیں کہ کسی مزدور کو لاکر باولی سے انگوٹھی نکالی جائے۔ مرشد کے زبان سے الفاظ نکلتے ہیں یہ عاشق مرشد فوراً تیار ہوکر باولی میں کودتا ہے۔ کافی تلاش کے بعد انگوٹھی ہاتھ آتی ہے تو مرشد کے حضور پیش کر کے خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت خاتم کارؒ نے آپ کا نام لیکر نہیں کہا لیکن خادم نے مخدوم کو خوش کرنے کے لئے باوٴلی میں کود پڑتے ہیں۔ یہ دراصل مرشد سے جو عقیدت ہے اس کا اظہار ہے۔ آپ کا یہ عمل ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔

پیری مریدی کیا ہے اس کی حقانیت، اس کی اہمیت، اس کی تعلیم سے اکثر قومی حضرات ناواقف ہیں اور نہ اس کی افادیت کو بتلایا جا رہا ہے۔ جب پہچان ہی نہیں کروائی جارہی ہے تو شناخت کہاں ہو سکے گی۔ اس کوتاہی کی وجہ سے بہت سا نقصان ہو گیا ہے اور ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ محسوس کرتے ہوئے بھی، دیکھتے ہوئے بھی تمام کے تمام آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ کسی کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ ایسے حال و ماحول میں یہ مثال بالکل صادق آتی ہے کہ ایک گھر کے چار حصہ دار ہیں۔ چاروں نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ دروازہ آنے جانے کے لئے مختص کر لئے ہیں اور اسی کی سجاوٹ میں مصروف ہیں لیکن اس گھر کے اوپر جو چھت ہے وہ دن بہ دن مخدوش ہوتی جارہی ہے اور چاروں اس سے بے خبر صرف اپنے اپنے راستہ کی صفائی اور خوبصورتی پر نظر کئے ہوئے ہیں۔ اس کیفیت میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ نقش ونگاری کے دروازہ اور راستے بے فائدہ ہو جائیں گے۔

پیری، مریدی، کیا ہے اس واقعہ سے اندازہ لگالیجئے۔ مرید وہی جو مرشد کے ہر بات پر عمل پیرا ہوا۔ حضرت میاں سید عالمؒ سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مرشد نے کہا ہے کہ آپ کی بیٹی ہدایت اللہ کو بہلول خاں کو دیجیے۔ آپ اس بات کا ذکر اپنی حرم محترم سے کرتے ہیں حرم محترم راضی نہیں ہوتی ہیں۔ اس موقعہ پر آپ فرماتے ہیں میں مرشد کی بات کو ضائع ہونے نہیں دونگا۔ غرض آپ اپنی دختر کا

عقد میاں بہلول خاں سے کردیتے ہیں ۔ مرشد کو جب اس کارخیر کی اطلاع ہوتی ہے تو فرماتے ہیں برادرم سید عالم کو کچھ دیکھنا نہ تھا لیکن کفر غیر کفر تو دیکھنا تھا۔اس پر میاں سید عالم کو معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کو اس کی اطلاع نہیں ہے ۔ آپ مرشد کے حضور پہونچ کر اُن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے تمام واقعہ عرض کردیتے ہیں اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ اُس دور میں بھی ایسے افراد تھے ۔ الغرض جب یہ جھوٹے شخص کی موت واقع ہوتی ہے جب قبر میں اُتار کر چہرہ دیکھنے کے لئے کفن کھولا جاتا ہے تو اس کا منہ کالا ہوجاتا ہے اور منہ مشرق کی طرف ہوجاتا ہے ۔ اس واقعہ سے تمام لوگ خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کوئی اس سے ناراض ہے اگر وہ راضی ہوکر بخش دے تو تب کہیں اس کا منہ روشن ہوگا ۔ پھر آپ فرماتے ہیں اے بھائیو تم میں کا ایک بھائی کا یہ حال ہے کوئی ہے جو اس کی مدد کرے ۔ اس موقعہ پر تمام اصحاب ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں اس موقعہ پر یہ عاشق مرشد فوراً قبر میں اتر کر فرماتا ہے ۔ اے شخص اپنے خدا کی طرف پلٹ ، فوراً میت کا چہرہ مشرق سے مغرب کی طرف ہوکر روشن ہوجاتا ہے ۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ میاں سید عالمؒ نے عبادت وریاضت سے کس قدر خدا کو راضی کر لیے تھے ۔ عفو ودرگزر کا کتنا مادہ آپ میں تھا ۔ غرض آپ اُس مقام پر پہونچ گئے تھے جس سے آپ ناراض ہوگئے خدا بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے ۔ پھر مرشد کے زبان مبارک سے الفاظ نکلتے ہی فوراً معاف کردینا ۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرشد کی کوئی بات آپ ضائع نہیں کئے اور نہ خلاف حکم کوئی کام کیا ۔ مرشد سے مرید کو اس طرح کی عقیدت ہونی چاہیئے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صرف پڑھنے کے لئے ہے؟ یہ واقعہ دراصل افراد کے لئے ہدایت ہے جو دنوں ، ہفتوں ، مہینوں اور سالوں سے کسی سے ناراض ہوکر ، بدگمان ہوکر کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہوئے یا خاندانی عداوتوں کی وجہ سے ناراض رہا کرتے ہیں ۔ محفلوں میں ، تقاریب میں آمنا سامنا ہوتا ہے لیکن کوئی بھی آگے بڑھ کر اس کو ختم کرنے کی پیش رفت نہیں کرتا ۔ سال میں ایک دن یوم عاشورہ کا آتا ہے ، مذہبی طریقہ بولا چالا معاف کرانے کا ہے لیکن ان افراد کے لئے یہ بے معنی ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ صلاحیت وطاقت عطا فرما کہ ہم آگے بڑھ کر اختلافات کو ختم کرسکیں ۔ جو ناراض ہیں ان کو گلے لگاسکیں ۔ یہ توفیق ہم سب کو عطا ہو ۔

حضرت میاں سید عالمؒ قوم میں فانی فی اللہ باقی باللہ سے مشہور ومعروف ہیں ۔ آپ اللہ تعالیٰ

کی ذات میں مکمل فنا ہو چکے تھے۔ آپ، آپ نہ تھے صرف اللہ کی ذات آپ کے پاس باقی تھی۔ فضل خداوندی سے ولایت کی اُس منزل پر پہونچ گئے تھے جہاں صرف تو ہی تو، اللہ ہی اللہ تھا۔ اسی منزلت کی وجہ سے حضرت میاں سید نور محمد خاتم کار نے اپنے دس خلفاء میں خلیفہ اول ہونے کا اعزاز بخشا اور آخری وقت میں اپنے فرزندوں کی تربیت اور پرورش کی وصیت کی۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ مرشد اپنے فرزندوں کی تربیت کے لئے آپ کو وصیت کر رہے ہیں، کیا مقام ہے میاں سید عالمؒ کا خاتم کارؒ کی نظروں میں۔

حسب وصیت آپ نے مرشد کے فرزندوں کی بہت ہی بہتر انداز سے تربیت کی جو کچھ حاصل کیا تھا فرزندوں تک پہونچائے فرزندوں نے بھی آپ سے علاقہ کیا۔

حضرت بندگیمیاں سید نور محمد خاتم کارؒ کے وصال کے بعد آپ نے اپنا دائرہ بیڑ ضلع اورنگ آباد میں قائم کیا۔ آپ جہاں جاتے خلائق کا ہجوم آپ کے ہمراہ ہوتا۔ لوگ آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے تھے۔ بیان قرآن سے ان کے دلوں کو گرماتے تھے۔ تعلیمات ولایت محمدیہ پر گامزن ہو کر اپنے اصحاب کو بھی اس پر پابندی سے عمل کی دعوت دیتے تھے۔ اُس دور میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی اتباع میں کہا جاتا ہے کہ آپ کی ذات ایک عجیب نشانی تھی۔ درس و تدریس کا بھی آپ کو شغف تھا۔ اصحاب کی تربیت کا معقول انتظام دائرہ میں تھا۔ حضرت میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت کے زمانے میں جو بھی نقل مبارک آپ سماعت فرماتے تھے اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ بیڑ کے قیام کے زمانے میں اس کو آپ کتابی شکل دے کر یکجا کیا۔ دارالاشاعت کتب سلف الصالحین نے 1376ھ میں نقلیات میاں سید عالمؒ کے نام سے شائع کی ہے۔ جس میں 399 نقلیات ہیں جو قاری کے لئے دینی و مذہبی معلومات کا بہترین ذخیرہ ہے۔ قلبی کیفیت کو بدلنے میں یہ رسالہ بہت کارآمد ہے۔ یہ ایک انمول خزانہ ہے اس سے اپنی کیفیت کو بدلنے کے لئے استفادہ کریں۔

حضرت بندگیمیاں سید عالمؒ 19 / رمضان 1040ھ کو اس دنیائے فانی سے کوچ فرمائے آپ کا روضہ اقدس مومن پورہ، سوداگر کالونی بیڑ میں واقع ہے۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف بڑے میراںؒ

اقطاع ہند میں تبلیغ کے لئے جن بزرگوں نے دائروں کو قائم کیا ہے اس کی پہلی صف میں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کی اولاد نظر آتی ہے۔ ہندوستان میں جہاں جہاں مہدوی آباد ہیں وہاں پر آپ کے فرزندان حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ، حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ، حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ، حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ، حضرت بندگی میاں سید ابراہیمؒ، حضرت بندگی میاں سید محمودؒ، حضرت بندگی میاں سید عالمؒ اور حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰؒ کا فیض نظر آتا ہے۔ آپ کے تمام فرزندان روشن ستارے ہیں جن کی روشنی سے آج بھی مصدقان مہدی موعودؑ فیض خاتم الولایت محمدیہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت یہ فیض پاتے رہیں گے۔

حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے پانچ شادی کیں۔ آپ کی تیسری زوجہ بی بی صاحبہ ہیں۔ اس بی بی سے آپ کو دو فرزند میاں سید ابراہیمؒ، میاں سید محمودؒ اور دو بیٹیاں بی بی خونزا بزرگ اور بی بی قانجی پیدا ہوئیں۔ حضرت میاں سید ابراہیمؒ کی عرفیت بڑے میراں ہے۔ بعض نے بڑے میاں لکھا ہے۔ آپ مرید اور فقیر اپنے والد کے ہیں۔ والد کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔ والد کے آخری وقت تک صحبت میں رہے۔ والد کی رحلت کے بعد دولت آباد سے ہجرت فرماتے ہوئے گوکاک میں دائرہ باندھتے ہیں۔

آپ بہت عابد و زاہد اور متقی تھے۔ تا حیات ذکر و فکر میں محو رہے۔ عبادت آپ کو مرغوب تھی۔ شریعت وطریقت کے اُصولوں پر سختی سے کاربند تھے۔ اپنے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت سے آسمان طریقت پر روشن ہو کر تبلیغ مہدویت فرمائی۔ گوکاک کے اطراف کے علاقوں میں اپنے حسن اخلاق اور بیان قرآن سے ہزاروں افراد کو مصدق کیا۔ تشنگان کی آپ نے پیاس بجھائی۔ آپ کے دائرہ میں تعلیم و تربیت کا معقول انتظام تھا جس کی نگرانی آپ خود فرماتے تھے۔ دائرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ خلاف شریعت کوئی عمل سرزد نہیں ہوتا تھا۔ دائرہ میں رہنے والے سختی سے شریعت کی پابندی فرماتے تھے۔ دائرہ کا تمام نظام توکل علی اللہ پر تھا۔ آپ کی روحانی کیفیت یہ تھی کہ جس کی بھی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی اس پر

آتش دوزخ حرام ہوجاتی۔ آپ کا بیشتر وقت یاد خدا میں حجرہ میں گزراتے اور عزلت از خلق پر عمل تھا۔ نماز کے وقت جماعت خانہ میں آکر نماز پڑھاتے۔ کہا جاتا ہے کہ اوقات ذکر کے بعد اور بعد مغرب دائرہ کے احباب کی تعلیم وتربیت فرماتے۔ احکام شریعت کی پابندی کے بعد ہی طریقت کی تعلیم دیتے تھے اور تربیت فرماتے تھے۔ آپ دم اور قدم کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ بلاضرورت دائرہ سے باہر کبھی قدم نہیں نکالے، چہرہ پر ہمیشہ رومال ڈالے رہتے تھے۔ لوگ آپ کا چہرہ دیکھنے کو ترستے تھے، نظریں ہمیشہ نیچی رہتی تھیں۔ کثرت ذکر اللہ کی وجہ سے آپ کی گردن جھکی ہی جھکی رہتی تھی۔ آپ کا چہرہ چمکتا ہوا نور کے مانند تھا۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت میاں سید محمود عرف ننھے میاں والد سے ہی تربیت پاتے ہیں۔ والد کے انتقال کے وقت میاں محمودؒ کم عمر تھے۔ والد کے انتقال کے بعد اپنے بھائی حضرت بندگی میاں سید ابراہیمؒ کی صحبت میں آتے ہیں اور علاقہ کرتے ہیں۔ گوکاک اور اس کے اطراف کے علاقوں میں اس دائرہ کا زبان عام وخاص چرچا تھا۔ سکون واطمینان کے لئے لوگ دائرہ سے رجوع ہوکر اطمینان قلب پاتے تھے کیونکہ مہدوی دائروں میں ذکر اللہ کی مہک ہوتی تھی جس سے ہر ذی روح متاثر ہوجاتا تھا۔ یہ بزرگ ترین ہستی 11 /محرم کو اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتی ہے۔ گوکاک میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔ یہاں کے آپ سلطان حظیرہ ہیں۔ آپ کے پانچوں فرزند حضرت میاں سید ولی، حضرت میاں سید یعقوب، حضرت میاں سید حیدر، حضرت میاں سید طاہر اور حضرت میاں سید نعمت اللہ تبلیغ مہدویت کے لئے اپنی تمام زندگی والد کی طرح وقف کردی تھی۔ آپ کے پانچوں فرزند نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ بزرگوں کی روش پر اپنی زندگی گزاری۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ رشد وہدایت پر فائز حضرات نے اپنے دور میں اپنے اپنے منصب اور ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ جس کی وجہ سے مہدویت ہر مقام پر عروج پر رہی۔ جب سے ہم نے اپنی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرلی ہم میں انحطاط کے ساتھ عقیدہ میں کمزوری آگئی۔ آج وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ قوم میں جو بدعقیدگی پیدا ہوگئی ہے اور ساتھ میں ایک قسم کی جو بیزارگی ہے اس کو دور کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر ایک مہدوی کو چاہے وہ کا سب ہو کہ فقیر یا مرشد اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) ooo

حضرت بندگی میاں سید محمود بنی اسرائیلؒ

برصغیر میں تبلیغ مہدویت میں جن خانوادوں نے اپنی زندگی وقف کردی ان میں فرزندان شاہ یعقوب حسن ولایت پہلی صف میں نظر آتے ہیں۔آج بھی اقطاع ہند میں اس کے جلوے ہمیں نظر آتے ہیں۔اولاد حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ رشد و ہدایت پر فائض رہ کر متلاشیان حق و صداقت اور مصدقین کی دینی و مذہبی خدمت انجام دے رہے ہیں۔حضرت بندگی میاں سید محمود عرف ننھے میراں تربیت اپنے والد سے پائی اور اپنے بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف بڑے میراں کی صحبت میں رہے۔والد کے انتقال کے بعد علاقہ اپنے بڑے بھائی سے کیا۔

آپ اپنے اباء واجداد کے طریقے کو اپناتے ہوئے دینی و مذہبی اُصول پر قائم تھے۔واقف عرفان ورموز حقیقت تھے۔چہرہ پرنور اور ہمیشہ چہرہ پر کپڑا ڈالے ہوئے رہتے تھے۔نظریں نیچی رہتی تھی۔ذکر وفکر کی پابندی کی وجہ سے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی رہتی تھی۔جو آپ سے ملاقات کے لئے آتا اُسے پابندی سے ذکر کے لئے توجہ دلاتے تھے۔آپ کے کردار کی خوبی یہ تھی کہ توکل علی اللہ پر قائم تھے۔ ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے۔مشیت خداوندی پر ہمیشہ راضی بہ رضا تھے۔خالق سے رشتہ جوڑنے کی تعلیم وتربیت دائرہ میں دی جاتی تھی۔اسلامی تہذیب کے پُر بہار جلوے، ایثار وقربانی کے مظاہرے دائرہ کی فضاء میں نظر آتے تھے۔آپ کا دائرہ عفو و درگزر، بھائی چارگی کا گھر تھا عبادت اور خدمت دائروں کی روح تھی۔دائرے دراصل دعوت دین کے مرکز تھے۔آج دائروں سے دعوت دین کے کام مفقود ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے پھیلاؤ ختم ہو چکا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید محمودؒ کے دائرہ کی کیفیت اس طرح تھی کہ جس طرح سورج اطراف میں روشنی پھیلاتا ہے اس طرح آپ کے دائرہ کے اطراف کا ماحول اسلامی تہذیب وتمدن اور خداطلبی کا ماحول تھا۔ضلع باگام میں آپ کے بڑے بھائی اور آپ کی کوششوں سے کئی ایک لوگ تصدیق مہدی موعودؑ سے مشرف ہوکر آپ کی صحبت میں رہے۔افہام وتفہیم کا انداز دلکش تھا جو لوگوں پر اثر کرجاتا تھا۔ آپ 7/شوال کو اس فانی دنیا سے کوچ فرمائے۔گوکاک میں آپ کا آستانہ اقدس ہے۔عقیدت مند حاضر ہوکر اطمینان وسکون پاتے ہیں۔چند سالوں سے آپ کی اولاد نے اپنے نام کے آخر میں محمودی لکھنا شروع کیا۔ooo

حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ

چمنستان مہدویت میں کئی ایک پھول کھلے اور اپنی مہک سے فضاء کو معطر کیا۔ ان میں ایک بزرگ شخصیت حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ کی ہے جو فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحقؒ کے اور حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے پوترے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی بوجیؒ نہایت متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ حضرت بندگی میاں تشریف الحق کے دائرہ جل گاؤں جامود میں سخت فاقہ تھا جس کی وجہ سے دائرہ کے 700 افراد شہادت پائے۔ ایسے حال و ماحول میں بھی آپ کی والدہ محترمہ صبر واستقلال سے ان تمام تکالیف کو برداشت کر کے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ تربیت و تلقین اپنے والد سے پاتے ہیں۔ آخری وقت تک والد کی صحبت میں رہ کر فیضیاب ہوتے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید سعداللہ سے علاقہ کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ جب آپ کے بڑے بھائی والد کے انتقال کے بعد جل گاؤں جامود سے دائرہ بیجاپور کے محلّہ افضل پور میں قائم کرتے ہیں تو آپ بھی بھائی کے ساتھ ہجرت فرماتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں عبدالوہاب کا شمار صاحب حال بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ہمیشہ قدم عالیت پر رہا اور اکثر دائرہ میں فقر وفاقہ رہتا تھا جو آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ جب آپ کے والد حضرت بندگی میاں سید شریف الحق پیدا ہوئے تھے اُس وقت 11 دن کا فاقہ تھا اور انتقال کے وقت بھی 11 دن کا فاقہ تھا۔ ایسے موقعہ پر جب کہ شریعت سوال کی اجازت دیتی ہے لیکن عالیت کا مظاہرہ کر کے فقر وفاقہ کو برداشت کئے لیکن دستِ سوال دراز نہیں کئے۔ یہ مہدوی بزرگوں کی شان تھی اور ہمارا یہ ماضی تھا۔ قربان ہوجائیں ان طالبانِ خدا پر جو فاقہ میں بھی صاحب دائرہ کے ساتھ رہے، نقل مکان نہیں کیا۔ یہ وہ طالبان خدا تھے جنہیں فقر وفاقہ بھی عزیز تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کے ہوجاتے اور اللہ سے وابستہ ہوجاتے ہیں اللہ بھی ان کا ہوجاتا ہے۔ یہ مقام ملنے پر وہ ہر آفت و مصیبت کا آسانی مقابلہ کرتے ہیں۔ فقر وفاقہ ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

حضرت کا دائرہ بیجا پور میں ہے سخت فاقہ ہے، دائرہ کے تمام فقراء اور ان کے بچے بھی سخت حالات سے گزر رہے تھے۔ ایک لڑکا فاقہ کی تاب نہ لاکر ماں سے بھوک کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اس کیفیت کو سن کر ماں پریشان حال ہوتی ہے۔ پڑوس میں رہنے والی عورت یہ منظر دیکھتی ہے اور گھر سے روٹی کا ٹکڑا لاکر دیتی ہے۔ جب تک یہ بچہ روتے روتے سو جاتا ہے، ماں کہتی ہے بچہ سو گیا ہے اس روٹی کے ٹکڑے کو دوسری جگہ پہونچاتی ہے۔ آپکے دائرہ کی عورتوں نے فاقہ کی حالت میں بھی اس طرح سے اثیار و قربانی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تبارک و تعالی کو ان عورتوں کی یہ ادا اتنی پسند آتی ہے کہ حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ کو پروردگار عالم سے فرمان پہونچتا ہے کہ تمہارے دائرہ کی چند بیبیوں نے ایک روٹی کے ٹکڑے کے بدلے جنت خرید لی ہے۔ حضرت بعد نماز فجر دائرہ کے فقراء کے سامنے یہ بشارت سناتے ہیں

آپ کے دائرہ میں سختی سے شریعت وطریقت کی تعلیم پر عمل کیا جاتا تھا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رہا کرتے تھے۔ بیجا پور کے تمام اُمراء، سربراہان فوج عوام وخواص آپ کے اور آپ کے بھائی حضرت میاں سید سعد اللہؒ کے معتقد اور مرید تھے۔ اس کے باوجود کبھی بھی دنیا کی طرف آپ راغب نہیں ہوئے۔ دنیوی جاہ وحشمت کو ٹھوکر ماردی۔ ہمیشہ قید قدم رہے اور لوگ آپ کا چہرہ دیکھنے کو ترستے تھے۔ آپ کی زباں سے کبھی بھی غیر ضروری کوئی بات نہیں نکلی۔ ہمیشہ اللہ کی یاد میں محو رہتے تھے۔ جب آپ کا وصال 5 / ذی الحجہ 1022ھ کو ہوا اُس وقت بھی آپ پر 11 دن کا فاقہ تھا جس طرح آپ کے والد پر 11 دن کا فاقہ تھا۔ روایت ہے کہ آپ کا مرید جو نہایت معتقد اور فدائی تھا۔ میت دفن ہونے کے بعد آیا، اصرار کرنے لگا کہ قبر کھول کر حضرت کا دیدار کرائیں۔ لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اس طرح نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن وہ بضد تھا میت کے دیدار کے لئے۔ وہ کہتا ہے اگر چہرہ دکھایا نہیں گیا تو میں یہیں پر اپنی جان دیدوں گا۔ آخر میں اس کے اس شدید اصرار پر قبر کھولی جاتی ہے لیکن دیکھتے ہیں جسد شریف قبر میں نہیں ہے۔ بیجا پور میں آپ کا روضہ ہے جو کافی بڑا ہے جس سے آپ کی عظمت وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک دور تھا تقریباً نصف حصہ بیجا پور کا مہدویوں سے آباد تھا، لوگ جوق در جوق مہدوی بزرگوں کی سیرت، ان کے اخلاق و کردار، اُن کی ریاضت وعبادت، بیانِ قرآن سے متاثر ہوکر تصدیق خلیفۃ اللہ سے مشرف ہوجاتے تھے۔ بدقسمتی سے یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آج صرف اور صرف ہمارے بزرگوں کے آثار اور حظیرہ کچھ حد تک باقی رہ گئے ہیں جو ہماری تاریخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ooo

حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ

حقیقت آشنا، اطاعت آشنا، راہ گزر روش بزرگانِ دین، قوت ایمانی کے شہسوار حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ ہیں۔آپ 949ھ یا 950ھ میں پیدا ہوئے۔آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحقؒ کے اور نبیرہ ہیں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے۔یہ وہ خوش نصیب شخصیت ہے جو حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ، حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ، حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کی اور والد کی صحبت میں رہ کر فیض پائی۔

صحبت وتربیت کی تاریخ میں یہ واقعہ قابل غور، قابل تقلید اور قابل عمل ہے۔وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس واقعہ کا جو اہم پہلو ہے اس کو ہر دائرہ میں عملی جامہ پہنایا جائے تو ایک خوشگوار فضاء پیدا ہوسکتی ہے۔مہدویت کے غلبہ کے لئے نہایت موثر اور مددگار بن سکتی ہے۔آپ کے والد آپ کو تربیت کے لئے حضرت شہاب الحقؒ کے پاس روانہ کرتے ہیں۔اُس دور میں نظام دائرہ کس طرح تھا ملاحظہ فرمائیے۔آنے والا قریبی عزیز یعنی بھتیجا ہے اس کو قبول کر کے اپنے خلیفوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کیا جاتا، حضرت شہاب الحق فرماتے ہیں میں تجھے وہاں بھیجتا ہوں جہاں مجھے عقیدت ہے۔آپ میاں سعد اللہؒ کو حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں۔تاریخ شاہد ہے جس مقصد عزیز کے لئے روانہ کیا گیا تھا الحمد للہ حضرت بندگی میاں روشن منورؒ تربیت سے روشن ومنور کرتے ہیں۔تربیت کے بعد حضرت شہاب الحقؒ کو بذریعہ خط اطلاع دیتے ہیں۔خط کی عبارت ادب واحترام، آپسی اتحاد واتفاق کا بہترین نمونہ ہی نہیں بلکہ اُس دور کی تہذیب کا عکس پیش کرتی ہے۔

اے عزیزان، دینداران، اے دوستاں تقویٰ شعاراں، اے فرزندان سید الانبیاء، اے معتقدان جگر گوشہ خاتم الاولیاء، پیشوایانِ راستی، حاکمانِ دینی واے دل سلطانی، حجت صحبت برہانی واے آفتاب نہانی واے نفس رحمانی یعنی روشن شارق شہاب الدین جل سماء اللہ واے مجموعہ محمد احمد محمود واے اللہ والے شریف اشرف مشرف بہ تشریف اللہ وارثان ولایت صحت وعافیت میں رہیں، فقیر سید عبدالحئی تمہارے لئے جان کی درازی وسرحمٰن سرفرازی میں مشغول ہے۔دوسرا یہ کہ سید سعد اللہ کو تلقین کرنے کے لئے اس

کمینہ کی طرف بھیجا ہے ان کی خاطر اس کے خلیفہ اور اولاد سید محمود (ثانی مہدیؑ) ہر دو گواہ حاضر تھے میں نے ذکر کا دم دیا ہے۔ یہ سعد اللہ، اسد اللہ ہو گیا۔ اس طرح اب تم یہ حسین (فرزند حضرت روشن منورؒ) کو تلقین کرو۔ اس لئے کہ مہدی موعودؑ اور میاں (سید خوندمیرؓ) کا معاملہ اس طرح سمجھو ایک جوت دو لو، ایک بات دو کان، ایک پربت دو سجنان، دو گھٹ ایک پران اور سید حسین کو چراغ ولایت سے روشن کرو۔ فرزندوں اور اہل خانہ اور تمام چھوٹے بڑے فقیروں اور حاضرین مجلس کو سلام پہنچے۔

اس طرح حضرت سید سعد اللہ میاں، حضرت شہاب الحقؒ، حضرت روشن منورؒ اور اپنے والد کی تربیت وصحبت میں رہتے ہیں۔ شریعت، طریقت کی تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ اطاعت اللہ واطاعت رسول اللہ کے ساتھ بزرگوں کی اطاعت کا جذبہ بھی آپ میں بھرپور تھا۔ دائرہ حضرت شہاب الحق میں نوبت بیٹھی جاتی تھی۔ رات کے ایک حصہ میں باؤلی میں کچھ گرنے کی آواز آتی ہے۔ حضرت شہاب الحقؒ اس آواز کو سن کر فرماتے ہیں اس دھماکے کی تحقیق کرو۔ حضرت میاں سید سعد اللہ جو قریب میں ہی تھے مرشد کی آواز سن کر فوراً باولی میں کودتے ہیں۔ دوسرے دھماکے کی آواز سن کر حضرت شہاب الحقؒ حجرہ سے باہر آ کر باؤلی کے پاس آتے ہیں۔ دیگر فقراء بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ آپ حکم دیتے ہیں ٹوکرے کو رسی باندھ کر باؤلی میں چھوڑا جائے۔ ٹوکرا چھوڑا جاتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا جب ٹوکرا وزن دار ہو جاتا ہے تو کھینچا جاتا ہے اور اوپر آنے پر دکھائی دیتا ہے ایک بوڑھیا ٹوکرے میں بیٹھی ہوئی ہے۔ دوبارہ ٹوکرا چھوڑا جاتا ہے اور کھینچنے پر دکھائی دیتا ہے میاں سعد اللہ ہتھیار باندھے ہوئے ٹوکرے سے باہر آتے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت شہاب الحق فرماتے ہیں باؤلی میں کودنے کی کیا ضرورت تھی، عرض کرتے ہیں حضرت کا حکم تھا کہ دھماکے کی آواز کی تحقیق کرو۔ آپ کا حکم کس طرح خالی جاتا۔ اس اطاعت کے جذبہ سے متاثر ہو کر حضرت شہاب الحقؒ ارشاد فرماتے ہیں اے سعد اللہ تو یہاں جیسے اول ہے وہاں بھی اول رہے گا۔ اس بوڑھیا سے دریافت کیا جاتا ہے کہ باؤلی میں کیسے گری، وہ کہتی ہے نماز تہجد کے لئے اٹھی تھی گھر میں پانی نہیں تھا۔ باؤلی پر پانی لینے آئی، پیر پھسلنے سے گر گئی۔ تعلیم وتربیت کا اثر ہے، جب ہی تو ہمارے دائرے عبادتوں سے روشن ومنور تھے۔

یہ ایک حقیقت اور سچائی ہے کہ صاحب دائرہ، دائرہ کے فقیروں کے نگہبان اور ان کے والی ہوتے ہیں۔ فقراء کو ہر حال میں صاحب دائرہ کی سرپرستی حاصل ہونی چاہیئے۔ چاہے وہ خوشی ہو کہ غم کا ماحول ہو،

عام الفاظ میں یہ سمجھئے کہ صاحب دائرہ دراصل دائرہ میں رہنے والوں کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ایک فقیر کو پکڑنے پر صاحب دائرہ حضرت شہاب الحقؒ کا عمل دیکھئے اور دوسری طرف اطاعت مرشد میں حضرت سید سعد اللہ میاں کا کردار دیکھئے۔نقل ہے کہ آپ کے دائرہ کے قریب میں ایک لشکر پڑاوڈالتا ہے۔اس لشکر کے سپاہی دائرہ کے ایک فقیر کو پکڑ لیتے ہیں ۔ جب صاحب دائرہ کو اس کی خبر ہوتی ہے تو حضرت میاں سعد اللہ کو حکم دیتے ہیں، اس لشکر کے سردار کو پکڑ کر لاؤ، آپ غلیل کے ساتھ لشکر کے مقام پر پہنچتے ہیں۔سردار کے قریب پہنچ کر اس کا کان پکڑتے ہیں، اس کا ظلم فقیر کو پکڑنے کا ظاہر کرتے ہیں۔آپ کی وجاہت وہمت کو دیکھ کر وہ خائف ہوکر تصفیہ پر آمادہ ہوجاتا ہے۔میاں اس دوران ایک پتھر اُٹھا کر اس کے اونٹ کو مارتے ہیں وہ پتھر اونٹ کے جسم سے آر پار ہوجاتا ہے، یہ دیکھ کر سردار لشکر سے کہتا ہے خاموش رہنا میرے قریب نہ آنا ان کی مدد کے لئے زمین سے لیکر آسمان تک لاکھوں آدمی ہیں۔ہم کو زندہ نہیں چھوڑئیں گے۔میاں سعد اللہ، دائرہ کے فقیر کے ساتھ سردار کا کان پکڑ کر دائرہ میں لے آتے ہیں، صاحب دائرہ کے روبرو پیش کرتے ہیں۔حضرت اس کی تنبیہ کرتے ہوئے اور حکم دیتے ہیں اس کو چند بار اٹھ بیٹھ کراؤ اور چھوڑ دو۔دائرہ کی تاریخ بتلاتی ہے کہ صاحب دائرہ اپنے فقراء کا اس طرح خیال رکھتے تھے۔نیز مریدین اپنے مرشد کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔

حضرت میاں سعد اللہ بہت وجیہ اور دراز قد تھے۔اس کے ساتھ قوی اور بہادر تھے۔ذہن و فراست بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔کثیر مجموعہ میں بھی سب سے پہلے نظر آتے تھے۔تاریخ بتلاتی ہے جن علماؤں نے ملکر حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی، حضرت میاں شہاب الحق نے 27 ملاؤں کو قتل کروایا۔اس میں سے 18 ملاؤں کو میاں سعد اللہ نے حکم مرشد پر قتل کیا۔اس سے حضرت سید سعد اللہ میاں کا جذبہ قومی اور اطاعت مرشد دکھائی دیتا ہے۔آپ نے مرشد کے ہر حکم پر آمنا وصدقنا کہاہے۔آج قوم کو اس طرح کی اطاعت اور جذبہ کی ضرورت ہے۔

ہمارے بزرگ دائرہ کے اندر اور باہر اپنے اپنے مریدوں پر نظر رکھتے تھے، کہیں خلاف سنت یا کوئی بے ادبی نہ کرے، یاد رہے نظریں ہی فیض پہنچاتی ہیں۔ایک مرتبہ میاں سعد اللہ اپنے چچا حضرت سید محمود خاتم المرشدینؓ اور والد کے ہمراہ راستہ سے گزر رہے تھے۔ایک مقام پر والد نے دیکھا کہ حضرت خاتم المرشدینؓ کے برابر میاں سعد اللہ چل رہے ہیں۔باپ فوراً بیٹے کو ٹوکتے ہیں دیکھو کس کے برابر چل رہے ہو۔میاں سعد اللہ ادب سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔حضرت خاتم المرشدین محبت سے

فرماتے ہیں بھائی سید شریف کیا کہتے ہو میں اور سعد اللہ ایک جگہ دامن پسار کر سویت لی ہے ۔یعنی حضرت شہاب الحقؒ کے دائرہ میں ۔

مہدویہ دائروں کی جہاں بے شمار خصوصیات ہیں ان میں ایک فقر و فاقہ بھی ہے ۔فقر و فاقہ میں عبادت کی جو چاشنی حاصل ہوتی ہے وہی اس کو جان سکتا ہے، جو اس راہ کا مسافر ہے آپ کے والد کی پیدائش پر دس روز کا فاقہ تھا۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے اس وقت بھی فاقہ تھا۔ فاقوں کی وجہ سے آپ کے والد کو ہجرت منقطع کرنی پڑتی تھی ۔خاتم المرشدینؒ کے وصال کے بعد آپ ہجرت فرماتے ہوئے دولت آباد آتے ہیں اور حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں ۔ حضرت میاں سعد اللہ کو جب دولت آباد میں قیام کی اطلاع ملتی ہے تو والد کو لینے کے لئے آتے ہیں ۔ حضرت تشریف الحقؒ حجرہ میں ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں ۔آپ والد کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں ۔ یکا یک بغیر دیکھے والد فرماتے ہیں ''بوے سعد اللہ می آید'' یعنی سعد اللہ کی بو آرہی ہے ۔ یہ سن کر آپ عرض کرتے ہیں بندہ حاضر ہے۔ والد کی قدمبوسی کے بعد کہتے ہیں یہاں کیوں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ والد فرماتے ہیں خرچ نہیں اور پیروں میں جوتا نہیں ۔کیا کیفیت ہے، کس حال سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے اس کا پتہ چلتا ہے ۔فرزند یہ سننے کے بعد بازار جاتے ہیں ، اپنی کٹار فروخت کر کے خورد ونوش کا سامان اور جوتا لیکر والد کے حضور پہنچتے ہیں ۔ باپ بیٹے کا قافلہ دولت آباد سے روانہ ہوتا ہے، دوران سفر نماز کے اوقات پر بیٹا اذان دیتا ہے، باپ امامت کرتے ہیں ۔نماز عصر کے بعد بیٹا قرآن پاک لیکر کوئی آیت تلاوت کرتا ہے ۔حضرت میاں تشریف الحق اس کا بیان فرماتے ہیں ۔مسافر حاضرین بھی بیان کی سماعت کرتے ہیں۔ ان کا دل ایمان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ۔ بعد مغرب تصدیق مہدی موعودؑ سے مشرف ہوتے ہیں۔ ان حاضرین میں ایک امیر شخص تھا، وہ حضرت کے بیان اور شخصیت سے بے حد متاثر ہو کر کہتا ہے الحمد للہ دنیا میں بھی ایسے خدا پرست لوگ ہیں، وہ آپ کے لئے پالکی کا انتظام کرتا ہے۔ حضرت جہاں جانا چاہتے ہیں وہاں روانہ کرتا ہے ۔اللہ اس طرح سے اپنے مخلص بندوں کی مدد کرتا ہے بشرطیکہ ہم اپنی بندگی کا ثبوت دیں۔ میاں سعد اللہ والد کے آخری وقت تک ساتھ رہتے ہیں ۔

حضرت میاں سعد اللہ کی شہرت ہر اس مقام پر رہی جہاں آپ کا قیام رہا۔ بالخصوص علماء، اُمراء، جاگیردار اور سپاہیوں کی زبان پر آپ کا نام رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ بیجاپور کا بادشاہ عادل شاہ بھرے دربار میں کہتا ہے کہ کوئی اس قابل نہیں ہے کہ سید سعد اللہ کو بحث میں زیر کرے ۔ایک امیر بختر خاں کہتا ہے میں

گجرات کا ہوں اور ان کی اصل بھی گجرات کی ہے میں ان کو بحث میں زیر کروں گا۔ وہ اپنی جماعت کے ساتھ دائرہ میں آتا ہے اور دل ہی دل میں پکا ارادہ کرلیتا ہے، حضرت آئیں گے تو تعظیم نہیں کروں گا۔ حضرت جب محفل میں آتے ہیں یکا یک تمام تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں اس میں بختر خاں بھی ہوتا ہے۔ بختر خاں گفتگو کا آغاز مسئلہ دیدار خدا پر کرتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کیا دنیا میں خدا کا دیدار ہوسکتا ہے یا نہیں۔ جواب میں آپ فرماتے ہیں ہاں اس دنیا میں دیدار ہوسکتا ہے۔ بختر خاں اس کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ پیش کرتا ہے، جب موسیٰؑ کو دیدار نہیں ہوا تو دوسروں کو کیسے ہوسکتا ہے۔ اس مباحث کے دوران آپ دریافت فرماتے ہیں اس کی اصل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میری اصل گجرات کی ہے ہم لوگ خدابین تھے۔ میاں سعد اللہ اس کے قریب جاتے ہیں اور فرماتے ہیں تم گجرات کے ہو، تمہارے اجداد فلاں موضع پتواڑہ کے دھیڑ تھے۔ حضرت کی زبان سے ذات کا آشکار ہوتا دیکھ کر اپنا سر میاں کے زانوں پر ڈال دیتا ہے اور عرض کرتا ہے آپ میرے حق میں ستار ہیں، مجھے بخش دیں اور میرے عیب پوشیدہ رکھیں۔ اس کے ساتھ جو افراد آئے تھے وہ پوری کیفیت بادشاہ بیجاپور عادل شاہ کو پہنچا دیتے ہیں۔ بادشاہ تمام واقعہ سے آگہی کے بعد کہتا ہے سید سعد اللہ پر خدا کی عطا ہے، کوئی ان سے جیت نہیں سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور مرشد کی نظر اور صحبت بزرگانِ دین کا نتیجہ ہے۔ مرید جب مرشد کی خدمت میں نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنا سب کچھ قربان کردیتا ہے تو یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ کتب مہدویہ میں ذکر ہے کہ اُس زمانے کے ایک یا دو نہیں بلکہ 18 سجادے حضرت میاں سعد اللہؒ کے مشتِ خاک کی آرزو کرتے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے ہمعصروں میں کتنا بڑا مقام و مرتبہ تھا

حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ، حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ اور حضرت میاں تشریف الحقؒ نے بے شمار بشارتیں آپ کے حق میں فرمائی ہیں۔ آپ والد کے انتقال کے بعد جلگاؤں جامور سے ہجرت کرتے ہوئے افضل پور، بیجاپور میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔ یہیں پر 15 / رمضان المبارک 1022ھ کو اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔ یہیں پر آپ کا مزار پاک ہے۔ آپ کے فرزند و جانشین حضرت بندگی میاں راجے محمد والد کے ساتھ اور حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کار سے تربیت پاتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہتے ہیں۔ آپ بھی تمام عمر بیجاپور میں رہے اور مزار پاک بھی والد کے قریب کچھ ہی دوری پر واقع ہے۔ آج کل وہ حصہ جیل کے احاطہ میں آگیا ہے۔ جیلر سے اجازت لیکر اندر زیارت کو جانا پڑتا ہے۔ ooo

حضرت علامہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ

حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ کا شمار اُس دور کے مشہور ومعروف علمائے دین میں ہوتا ہے آپ کو علوم اسلامیہ تفسیر، حدیث، فقہ تصوف اور 14 علوم پر عبور حاصل تھا۔ جس محفل میں شریک ہوتے اپنی علمی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے مقابل سے لوہا منوالیتے اور ہر ایک سے داد تحسین حاصل کرتے۔ آپ قریہ سجاوند کے رہنے والے تھے اس لئے سجاوندی مشہور ہیں۔ غالباً یہ شام یا عراق کا علاقہ ہے۔ آپ کے آباء واجداد اسی مقام سے نکل کر ہندوستان آتے ہیں۔ کئی ملکوں کے سیر وسیاحت کرتے ہوئے گجرات تشریف لائے موضع بڑھاسن آپ کو جاگیر عطا کی گئی تھی۔ آپ اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے بادشاہ گجرات سے کئی دیہات حاصل کرکے اپنی جاگیر میں اضافہ کرتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام شاہ عبدالمجید اور بھائی کا نام میاں عبدالغفور سجاوندی ہے۔ 18 ویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے تعلق سے تاریخ داں نے القاب رشید شریعت کلید طریقت، زبدۃ العلماء استعمال کئے ہیں۔ تاریخ سلیمانی میں تحریر ہے کہ اس عہد میں میاں عبدالملک کی علمیت، فضیلت وقابلیت کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ یہ علماء، امراء اور سلطان کے منظور اور مقبول تھے۔

گجرات جس کو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ''کانِ عشق'' فرمایا تھا یہاں دعوتِ مہدیت کا کافی چرچا تھا۔ پیام وتعلیمات مہدویت سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اپنے ماموں قاضی عبداللہؒ کے ساتھ شہر نہروالہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مہدیؑ کی تصدیق کی ہدایت اور رہبری اس طرح فرمائی کہ آپ اپنی جاگیر بڑھاسن کو بگھی میں جارہے تھے۔ حضرت شاہ دلاورؓ کے دائرہ پر سے آپ کا گزر ہوا۔ دائرہ کے باہر جنگل میں دیکھا کہ چند لڑکے لکڑیاں جمع کررہے تھے۔ نماز کا وقت ہونے پر ایک لڑکا نے اذاں دی سب نے نماز جماعت سے پڑھی جس نے امامت کی تھی وہ بعد نماز بیان قرآن شروع کیا اور ایسے ایسے نکات بیان کئے کہ جسے سن کر میاں عبدالملک سجاوندی حیران وپریشان ہوگئے۔ بگھی سے اتر کر بچوں سے دریافت کیا کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ بچوں نے دائرہ کا پتہ بتایا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بچوں کا یہ حال ہے تو ان کے بڑوں، بزرگوں کی کیا کیفیت نہ

ہوگی ۔حضرت شاہ دلاورؓ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا دائرہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں ۔حضرتؓ کا دائرہ موضع بھنگار میں تھا۔حضرت شاہ دلاورؓ کے پاس آ کرعرض کئے کہ حضور مجھے تلقین کیجئے اور عجز وانکساری سے فرمایا کہ خادموں میں میرا شمار فرمائیے۔شاہ دلاورؓ جو میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہؒ کی علمی قابلیت سے واقف تھے فرمایا کہ یہ بندہ اُمی ہے اور ''قُل'' کو کل کہتا ہے ۔میاں عبدالملکؒ نے فرمایا کہ بندہ اپنے علم کو چھوڑ کر اور اپنے فہم وادراک کو ترک کر کے حاضر ہوا ہے جو کچھ حضرت سے سنوں گا اُسی پر قائم رہوں گا ۔میرا علم حضرت کی اُمیت پر قربان ہے اور اپنے دل کی تختی صاف کر کے آیا ہوں ۔حضرت شاہ دلاورؓ نے میاں عبدالملکؒ کی عقیدت و وارفتگی دیکھ کر تلقین کرتے ہیں اور فرمایا کہ جس طرح حضور مہدی موعودؑ نے فرمایا تھا کہ بھائی دلاورؓ کے سامنے علمائے ظاہری و باطنی زانوئے ادب طے کریں گے وہ بشارت آج پوری ہوئی ۔اللہ تعالیٰ کو انکساری ،سادگی پسند ہے ۔میاں عبدالملکؒ کے کردار میں یہ پائی جاتی ہے ۔علم کا تکبر وغرور اکثر عالموں کو ہوتا ہے وہ اپنے علم سے رُعب ڈالنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں ۔لیکن یہاں حضرت میاں عبدالملک سجاوندی کو دیکھئے کہ گروہ مہدویہ کے ایک فقیر کے آگے اپنا تمام علم کو قربان کر دیتے ہیں جو آپ نے برسوں کی محنت سے حاصل کیا تھا ۔صاحب دائرہ میں کیا کشش تھی اور آنے والے میں کیا کیفیت پیدا ہوئی اس پر ہمیں غور وفکر کرنا ہے ۔اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے ۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ بعد تلقین حضرت شاہ دلاورؓ کی صحبت اختیار کی اور فرائض ولایت محمدیہ کی کما حقہ پابندی کرتے ہوئے منازل سلوک کو طے کئے ۔حضرت شاہ دلاورؓ نے آپ کی ریاضت اور یقین کامل کو دیکھ کر علم الیقین کی بشارت دی ۔آپ کو عالم باللہ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ایک روز بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے اصحاب دائرہ کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا یہ تمام بھائی ہم منزلت یعنی ہم مرتبہ، ہم شان کا مقام رکھتے ہیں ۔جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جو علوم اسلامیہ اور حضرت شاہ دلاورؓ سے تلقین کے بعد صحبت سے علم لدنی حاصل کیا اس پر کامل یقین رکھتے تھے ۔حضرت شاہ دلاورؓ نے فرمایا کہ بندے کے پاس تین طرح کا حال رکھنے والے لوگ ہیں ۔علم الیقین ،عین الیقین اور حق الیقین ، حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ کا علم الیقین میاں عبدالکریمؒ کو عین الیقین اور میاں یوسفؒ کو حق الیقین کی بشارت دی ۔اس مقام ومرتبہ کے لوگ ہمارے دائروں سے پیدا ہو جائیں تو قوم کی کیفیت ہی بدل جائے گی ۔اس کے لئے تعلیم وتربیت کے ساتھ شوق اور خدا طلب ہونا ہے ۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ کو جہاں دنیوی علوم پر عبور تھا وہیں ولایت کے رموز واسرار سے بھی کما حقہ واقف تھے۔ایک مرتبہ حضرت شاہ دلاورؓ دائرہ میں سورۂ اخلاص کا بیان فرما رہے تھے جب "**لم یلد و لم یولد**" پر پہنچے تو بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے "**یلد و یولد**" "**لَمْ**" کو ترک کر کے تلاوت کی میاں یوسفؒ جو بیان میں شریک تھے لَمْ کے ساتھ تلاوت کی۔حضرتؓ نے پھر "**لَمْ**" کو ترک کر کے پڑھا اس کے بعد میاں یوسفؒ نے عرض کیا کہ یہ آیت محکمات سے بے تاویل ہے۔میاں عبدالملک سجاوندی بھی اس بیان کی محفل میں شریک تھے جنہیں حضرتؓ نے علم الیقین کی بشارت دی تھی۔بیان میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ خاموش رہو اس وقت حضرت شاہ دلاورؓ ولایت کا شرف بیان فرما رہے ہیں۔

مہدویوں کے خلاف میں شیخ علی مفتری نے کتاب الرّد لکھی اور حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے پاس روانہ کی۔حضرت نے سننے کے بعد میاں عبدالملک سجاوندیؒ سے کہا کہ اس کا جواب لکھو۔میاں نے فرمایا کہ تمام علم سلب ہو چکا ہے۔حضرت نے پانی پسخوردہ کر کے دیا۔آپ کا علم واپس آ گیا اور فرمایا جس عالم یا مجتہد یا امام کی جانب توجہ کرو گے اس کی روح تمہارے پاس حاضر ہوگی ان سے تحقیق کر کے جواب لکھو میاں تعمیل حکم میں رسالہ کا جواب لکھتے ہیں جو قوم میں سراج الابصار کے نام سے مشہور و معروف ہے۔اکبر بادشاہ کے دربار میں مہدویت کا ذکر ہوتے رہتا تھا۔حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰ گجراتی اور علماء کے درمیان مباحثہ بھی ہوئے تھے۔اس مجلس میں ابوالفضل اور فیضی کے والد حضرت میاں شیخ مبارک ناگوری بھی تھے۔انہوں نے چند سوالات لکھ کر میاں عبدالملک سجاوندی کے پاس روانہ کئے۔آپ نے ان سوالات کا مدلل جواب دیا۔ان جوابات کو آپ نے دربار میں بھی پیش فرمایا۔یہ جواب منہاج التقویم کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ اپنے علم ظاہری و باطنی کی قوت سے ثبوت حضرت مہدی موعودؑ میں ''منہاج التقویم''،''سراج الابصار''،''خصائص حضرت امام مہدیؑ، سراج ملت، اور فضیلت المہدی علی الشیخین ''رسالے لکھے ہیں۔ان رسالوں میں ثبوت بعثت مہدی موعود کو آیات سے پیش کر کے معقول بحث کی ہے۔اس کے علاوہ وجودِ قوم مہدیؑ پر بھی دلائل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔جو لاجواب ہے۔ان رسالوں کے پڑھنے سے اعتقاد درست ہوتے ہیں۔مفاد عامہ کے لئے ان رسالوں کی توضیح و تشریح وقت کی ضرورت ہے اس پر کام ہونا چاہیئے۔مشہور و معروف تاریخ داں ڈاکٹر اطہر عباس

رضوی اپنی تالیف ''شمالی ہند میں احیائے اسلام کی سرگرمیاں'' میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ میاں عبدالملک سجاوندی کی جملہ تصانیف میں سراج الابصار سب سے زیادہ اہم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا خطبہ نکاح بھی مشہور ومعروف ہے جو ہم اکثر محفل میں سنتے ہیں۔

حضرت شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے بارہ (۱۲) خلفاء ہیں جن پر خلافت ومرشدی کا بار رہا ہے ان میں ایک میاں عبدالملک سجاوندیؒ بھی ہیں۔ کتب سیرت میں یہ بھی درج ہے کہ خلفاء حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ اور حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ کے زمانے میں جس کسی بات پر، مسائل پر ان دو کا اتفاق ہوجاتا اس کو اہل زمانہ پسند فرماتے اور قبول کرتے تھے۔ حضرت میاں عبدالملک سجاوندی کے حضور میں حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن کا ایک مرید عشر کی رقم پیش کرتا ہے۔ آپ اس کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں اپنے مرشد کو پہنچاؤ۔ یہ مرید جب مرشد کو پہنچاتا ہے تو مرشد فرماتے ہیں بندہ نے حصول عشر کے لئے مرید نہیں کیا بندہ کی خوشی ہے کہ جہاں کہیں متوکلین ہوں انہیں پہنچاؤ۔ یہ ہمارے مرشدین کی خوبیاں تھیں۔ آپ کے حلم، انکساری، سادگی، عفو ودرگزر اور کردار کی عظمت دیکھئے۔ آپ کے ایک ہمعصر جاگیردار جو آپ سے حسد رکھتے تھے آپ کا نام عبدالملک کے م پر زبر کے بجائے زیر لکھ کر خط تحریر کرتے ہیں۔ اسطرح سے لکھنا برائی کا مقصد تھا۔ آپ اس پر غصہ کرنے یا مذمت کرنے کے بجائے فرماتے ہیں، کہتے ہیں بندہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ نہ صرف ایک کامل عالم تھے بلکہ صحیح عالم اور عالم باعمل تھے۔ بلکہ نہایت نرم دل اور بردبار تھے۔ آپ کو 18 فرزند ہوئے۔ ترک دنیا کے بعد آپ نے جاگیر چھوڑ دی تھی۔ حضرت شاہ دلاورؓ کی خدمت میں آخر تک رہے۔ حضرت شاہ دلاورؓ کے پاس 1400 فقراء تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد 700 فقراء میاں عبدالکریم نوری اور 700 فقراء میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے ساتھ رہے۔ آپ 24/شوال 980 ہجری مطابق 16/فبروری 1574ء کو اس دنیا سے کوچ فرمائے اور موضع بڈھاسن گجرات میں آپؒ کی آخری آرام گاہ ہے۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ

تبلیغ دین کے شہہ سوار، جانباز، حق وصداقت کے علمبردار حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی طبقۂ تابعینؒ کے جلیل القدر عالم وفاضل مذہب مہدویہ کے جامع اعظم ہوئے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ ایک روز حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے گھر آتے ہیں۔گھر والے حضرت کی قدمبوسی کرتے ہیں۔شاہ خوندمیرؒ، اہلیہ میاں عبدالرشید کی تعظیم کرتے ہیں۔اس تعظیم کی آپ سے وجہ پوچھی گئی۔آپ فرماتے ہیں اس بی بی کے شکم سے ایک فرزند دیندار پیدا ہوگا۔اس طرح حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ آپ کے مبشر ہیں۔آنجناب ۹۳۲ھ میں شہر گجرات علاقہ نہروالہ المعروف پٹن میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ سے علم دینی کی تحصیل کی۔حضرت شاہ خوندمیرؒ سے آپ کو بے حد محبت تھی۔اکثر پٹن میں آپ کے روضہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ایک روز آپ حضرت کی مزار کے پائنتی بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت شاہ خوندمیرؒ قبر سے برآمد ہوتے ہیں۔پوچھتے ہیں تو کس کا مرید ہے۔آپ عرض کرتے ہیں کسی کا بھی مرید نہیں ہوا ہوں۔اس جواب کے بعد میاں خوندمیرؒ نے میاں مصطفیٰ کو اپنا مرید کرتے ہیں اور ذکر کی تعلیم دیتے ہیں۔تاریخ بزرگانِ مہدویہ میں کئی ایک واقعات ہیں جہاں بزرگانِ دین کی ارواح نے آکر ذکر کی تلقین دی اور تربیت بھی فرمائی۔حدود دائرہ اور سراج منیر کے مصنف حضرت خوب میاں صاحب اس واقعہ کے تعلق سے فرماتے ہیں، میاں نے آپ کے سینے سے اپنا سینہ لگا کر ذکر کی تعلیم دی۔آپ جوان ہوکر حضرت بندگی ملک پیر محمدؒ سے تلقین ہوئے، پھر حضرت بندگی میاں شہاب الحق سے بیعت کی اور فقیر ہوکر حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ اور حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجیؒ کی صحبت وخدمت اختیار کی۔حضرت کے دائرے کئی مقامات پر رہے اور بیشمار لوگ حضرت کے فیض بیان سے تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہوئے۔

آپ جہاں عالم دین تھے وہیں افہام وتفہیم کا آپ کو ملکہ تھا۔آپ کے علم اور گفتگو سے سب متفق ہوجاتے تھے۔مسائل کو سلجھاتے تھے۔دونوں فریقین راضی ہوجاتے تھے۔حضرت شہاب الدین شہاب الحقؒ آپ کو خلافت عطا کرکے دوسری جگہ دائرہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔اس دور میں حضرت

بندگی میاں لاڑ شاہ ایک تصنیف میں تحریر کرتے ہیں ''منکر مہدی کافرنہیں ہے'' حدیث کے خلاف بات ہوگئی تھی۔ اُس دور کے بعض بزرگوں نے حضرت میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی سے عرض کرتے ہیں آپ میاں لاڑ شاہ سے ملاقات کر کے اس عبارت کو منسوخ کرائیں۔ آپ اس حکم کی تعمیل میں حضرت لاڑ شاہ سے ملاقات کرتے ہیں۔ قدمبوسی کے بعد پسخوردہ طلب کرتے ہیں۔ پسخوردہ پینے کے بعد رسالہ طلب کر کے پڑھتے ہیں۔ انداز بیان کی تعریف کرتے ہیں۔ دوران گفتگو عرض کرتے ہیں، ادب واحترام کے ساتھ خوندکار اگر کوئی اس تحریر پر اعتراض کرے تو کیا کرنا چاہیئے۔ میاں لاڑ شاہ فرماتے ہیں اس عبارت کو نکال دینا چاہیئے۔ آپ احادیث کے ذریعہ تفہیم کرتے ہیں۔ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہتے ہیں اس عبارت کو نکال دو۔ میاں مصطفیٰؒ عرض کرتے ہیں بندہ کی کیا وقعت کہ حضرت کی تحریر کو میٹے اس طرح آپ نے فہم و فراست سے معاملہ کو سلجھادیا۔ اس طرح آپ میں کئی ایک صلاحیتیں اور خوبیاں تھیں۔ حضرت میاں شیخ مبارک ناگوری تصدیق سے پہلے چند سوالات میاں عبدالملک سجاوندی کے علاوہ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے پاس بھی روانہ کئے تھے۔ آپ نے ان تمام سوالات کے جوابات حقائق کے ساتھ نہایت خوبی سے دیتے ہیں۔

رسالہ اسامی مصدقین، شواہد الولایت، ستہ الصالحین اور ترغیب الطالبین میں حضرت میاں شیخ مصطفیٰؒ کے حالات جو ذکر کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ تقریباً ۹۵۰ھ سے ۹۸۲ھ تک حضرتؒ نے متفرق اوقات میں مختلف مقامات سے متعدد بزرگان دین مثلاً حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ، حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہؓ اور حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر مشائخین عظام وعلماء کرام نے اپنے مریدین ومعتقدین عزیز واقارب کے نام جو مکتوبات لکھے تھے بالآخر اپنے ہی دست مبارک سے ان کو ترتیب وار لکھا اور اس پر فصیح و بلیغ خطبہ لکھ کر اس مجموعہ کو کتاب کی صورت دی۔ تمام مکتوبات کا خلاصہ محض عشق ومعرفت الٰہی کی تعلیم خدا طلبی اور راہ خدا میں جانبازی کی ترغیب ہے۔ چنانچہ ساتویں مکتوب میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے

ترجمہ: جس طرح سے کہ فقیروں کی مجلس دینی حکایت سے خالی نہیں ہوتی اسی طرح سے چاہیئے کہ ان کے خطوط بھی اس قسم کے کلام سے خالی نہوں، اسی لحاظ سے یہ چند الفاظ لکھے گئے ہیں چاہیئے کہ دل حاضر رکھ کر ان کلمات کا مطالعہ کریں۔ اگر چہ یہ کاتب فقراء (اہل اللہ) کے زمرہ میں نہیں ہے لیکن ان

سے مشابہت کی رغبت رکھتا ہے، حدیث ہذا کے حکم کے مطابق کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُن ہی میں ہوگا، فقیروں میں شمار پانے کی امید لیا ہوا ہے۔

چوبیسویں مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ انجا کہ اصل کارجاں بازیست طلب حق باتدبیر ناں باز یست الخ ترجمہ: جہاں کہ اصل کام جان کی بازی لگا دیتا ہے، نان (روٹی) کی تدبیر طلب حق کے ساتھ محض بازی (کھیل) ہے۔

پٹن میں ملا طاہر مہدویوں کا سخت مخالف اور دشمن تھا۔ اس کی مخالفت روز بہ روز بڑھتی جارہی تھی۔ عوام کا رجحان مہدویت کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مُلّا وجیہ الدین گجراتی نے مُلّا طاہر کو منع کیا کہ مہدوی بزرگوں سے دشمنی نہ کرو اور نہ ان کو ستاؤ مگر وہ اکبر کے پاس پہنچ کر اپنی پگڑی اکبر کے پیروں میں ڈال دیتا ہے اور میاں مصطفیٰ کی شکایت کرتا ہے۔ یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ کیا کوئی عالم دین اپنی پگڑی کسی کے پیروں پر رکھ سکتا ہے۔ جواب نہیں ہوگا۔ لیکن خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ اور مہدویت کی دشمنی میں یہ ایسی گری ہوئی حرکت کرجاتا ہے۔ ایک ان پڑھ، عام آدمی بھی گوارا نہیں کرے گا کہ سر کی ٹوپی کسی کے پاؤں پر رکھ دے۔ اکبر آپ کو پٹن چھوڑ کر کہیں چلے جانے کو کہتا ہے۔ آپ موربی آتے ہیں لیکن شاہی فوج دائرہ پر حملہ کرتی ہے۔ آپ کے والد حضرت میاں عبدالرشید اور دائرہ کے دس اصحاب کو شہید کر کے حضرت میاں مصطفیٰ کو قید کیا جاتا ہے۔

دینی و مذہبی عالم کو اس طرح قید کیا جاتا ہے جس طرح ڈاکوؤں، قاتلوں کو کیا جاتا ہے۔ مخدوم الملک کے حکم سے آپ کو ایک خاردار، پنجرے میں ہاتھ اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر رکھا جاتا ہے۔ پنجرہ اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ نہ آپ برابر کھڑے رہ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں۔ اس قید کی تکلیف سے آپ نحیف وکمزور ہوجاتے ہیں۔ فتح پور سیکری میں آپ کو بادشاہ اکبر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اکبر آپ کی حالات دیکھ کر کہتا ہے اے مصطفیٰ تم کو بہت تکلیف ہورہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے اس قید کا کوئی غم نہیں ہے، دل یاد خدا میں ہر دم ہے۔ قومی کتب میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ حالت قید میں آپ کا عزم دیکھیئے حضرت شاہ خوندمیرؓ کی روح گھوڑے پر سوار منہ پر نقاب ڈالے قید خانہ میں ملاقات کرتی ہے اور فرماتی ہے اے مصطفیٰ تم سخت تکلیف میں ہو اگر چاہو تو ہم تم کو اس قید سے آزاد کرسکتے ہیں۔ آپ حضرت شاہ خوندمیرؓ کو پہچان لیتے ہیں۔ ایک دوہہ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ”دنیا کی سیر کرنے والے شوق

جان من تو نے میری آزمائش کیلئے بھیس بدلا ہے، اگر میرا سر گھن سے پھوڑ دیا جائے اور میرا جسم آرے سے چیر دیا جائے، جب بھی میری زبان سے یہی بات نکلے گی کہ مہدیؑ آیا اور گیا''

حضرت شاہ خوندمیرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ چہرہ پر سے نقاب الٹا کر اپنے دیدار سے مشرف کرتے ہیں۔ یہ عاشق مہدی موعودؑ ایک دو دن نہیں بلکہ 18 مہینے اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

اکبر بادشاہ کے دربار میں بحث مذہب کے لئے حضرتؒ کو بلایا جاتا ہے اور تقریباً دو سال تک قید میں رکھتے ہیں۔اس مدت میں 18 مجالس دربار میں ہوتی ہیں جن کی روداد یں خود حضرتؒ ہی کی قلمبند کردہ ہیں ان کا مجموعہ ''مجالس'' کے نام سے مشہور ہے یہ کتاب بھی دارالاشاعت جمعیۃ مہدویہ سے مع ترجمہ شائع ہو چکی ہے، اکبر بادشاہ کے دربار میں حضرتؒ کے جانے آنے کا حال جو تاریخ سلیمانی میں مذکور ہے اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔صاحب تاریخ سلیمانی فرماتے ہیں۔

میرے قبلہ گاہ (والد) فرماتے تھے کہ میاں مصطفیٰ کے بیان سے بادشاہ محظوظ ہو کر انعام، جاگیر و وظیفہ دینا چاہتا تھا لیکن میاںؒ فرماتے تھے کہ بادشاہوں کی ایسی فتوح کو ہمارے بزرگوں نے قبول نہیں کیا، وظیفہ کے تعین کو اور اس جیسے دوسرے ذرائع معاش کو اپنے حق میں حرام جانا ہے۔

ایک دن بادشاہ اکبر نے قرآن شریف میں اشرفیاں رکھ کر آپ کو دیا۔آپ نے وزن زیادہ دیکھ کر قرآن کو پکڑ کر جھٹکا، اشرفیاں نیچے گر پڑیں۔علماء ان کو لینے کود پڑے، اکبر یہ منظر دیکھ کر کہا کہ تم میں اور میاں مصطفیٰ میں یہ فرق ہے۔ نیز لکھا ہے۔ترجمہ: جب علماء نے دیکھا کہ شیخ بحث مہدویت میں الزام نہیں پاتا اور اس پر کسی وجہ سے ہم غلبہ نہیں پاتے ہیں تو انہوں نے مشورہ کیا کہ ایسا حیلہ کرنا چاہئے کہ وہ بغیر کسی الزام میں پھنسے کے رہا نہ ہو، پس انہوں نے یہی حیلہ کھڑا کیا کہ وہ وظیفہ اور انعام کو (اپنے حق میں) حرام کہتا ہے جب تک یہ وظیفہ قبول نہ کرے رہا نہ ہونے دیں۔

نیز لکھا ہے کہ مخالف علماء نے حضرتؒ کی ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بادشاہ کو مشتعل کرنے کے لئے بالآخر یہ سوال کیا کہ اگر اکبر بادشاہ مہدیؑ کی آمد گذشت کو قبول نہ کرے تو تم کیا کہو گے؟ جب مکرّر سہ مکرر انہوں نے یہی سوال کیا تو حضرت میاں شیخ مصطفیٰ نے فرمایا کہ

ترجمہ: مہدیؑ کے ماننے والے کو مومن کہتا ہوں اور اس کے منکر کو کافر کہتا ہوں اور اگر اکبر قبول نہ کرے تو اس کو اکفر کہتا ہوں۔ یہ سن کر علماء دربار بہت برہم ہوئے لیکن بادشاہ کے حکم کے بغیر کچھ نہ

کر سکتے تھے اپنی اپنی جگہ خاموش رہے اس واقعہ کے ذکر کے بعد مورخ میاں ملک سلیمانؒ نے لکھا ہے

ترجمہ: بادشاہ نے رات کے وقت میاں مصطفیٰ کو اپنے حضور میں بلا کر کہا کہ شیخ مصطفیٰ کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہمارے سامنے بغیر ہماری اجازت کے زبان ہلا سکے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دیوار کی تصویر کی طرح تمام وزراء اور علماء سہمے ہوئے رہتے ہیں، باوجود ایسے دبدبہ اور اہتمام کے تم نے گستاخانہ بات ہمارے حضور میں کی اور جو کچھ ایک بڑا اپنے چھوٹے سے کہہ سکتا ہے تم نے شاہوں کے دربار میں کہا، میاں مصطفیٰ نے جواب دیا کہ جہاں پناہ! ہر چند علماء پوچھتے رہے اور میں ان سے چشم پوشی کرتا رہا جیسا کہ آنجناب کو معلوم ہے لیکن میں نے دیکھا کہ خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء علیہما السلام میرے سیدھے بائیں جانب کھڑے اس فقیر کے سر پر اپنا سایہ لطف وشفقت ڈالے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے مصطفیٰ بے فکری سے بے تحاشہ کہدے کہ منکر کافر او راکفر ہے۔ پس اس عاجز کے دل کو ہمت ہوئی اور جو کہا اس کے کہنے کی جرأت پایا، بادشاہ نے کہا واقعی بغیر اُس عالی جناب ملائک مآب کی تائید وامداد کے یہ بات کہی جانے والی نہ تھی، اب تم کو رضا ہے۔ جہاں چاہتے ہو جاؤ لیکن شاہی انعام کو قبول کرلو، اس میں طرفین کی حرمت ہے۔ بادشاہ کے دربار میں بلا خوف وجھجک اپنے عقیدہ کا اعلان کرنا اور خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی مہدیت کو قبول نہ کرنے پر کافر ہوجانا ذکر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ حق گوئی و بے باکی میاں مصطفیٰ گجراتیؒ میں تھی۔ آج ہم میں اس طرح کی ایمانی طاقت وقوت کے ساتھ عقیدہ میں پختگی ہونا ہے۔

اس واقعہ کے بعد جب حضرت کو انعام قبول کر کے واپس ہونے پر مجبور کیا گیا تو آپ کے لڑکے شیخ عبداللہ نے اپنے نام پر جاگیر کی سند لکھوالی اور قید سے رہا ہونے کے بعد حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰؒ مقام بیانہ میں آبادی کے باہر قیام کیا۔

حضرت میاں مصطفیٰ گجراتی کی تبلیغ سے ہزاروں افراد نے تصدیق مہدی موعودؑ کا شرف حاصل کیا۔ بڑے بڑے اُمراء، جاگیردار، مہدویت کو قبول کیا۔ شیر شاہ سوری کا بھائی عثمان خاں سوری اور وزیر اعظم ہمایوں مصدق ہوتے ہیں۔ عثمان خاں سوری نہ صرف تصدیق کا شرف پاتے ہیں بلکہ ترک دنیا کر کے حضرت کی خدمت میں کثیر مال پیش کرتے ہیں۔ حضرت تمام مال کو دائرہ میں سویت کرتے ہیں آپ حالت قید میں تقریباً دوسال رہتے ہیں۔ اس دوران آپ بہت نحیف ہوجاتے ہیں۔ وقت

کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔اس دوران آپ کا دل حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؓ کی طرف راغب ہوجاتا ہے۔آپ کے کردار کی خوبی دیکھئے فرماتے ہیں اب مجھے حضرت سیدنجی کے جومراتب بتائے جارہے ہیں اگر پہلے علم ہوجاتا تو بندہ خدمت سے جدا نہ ہوتا۔پھر فرماتے ہیں مارواڑ کا اونٹ مارواڑ کی طرف منہ کر کے مرتا ہے۔میرے مرنے پر میرا منہ سیدنجی کے دائرہ کی طرف کردو۔حضرت سیدنجی سے آپ کو اتنی عقیدت ومحبت پیدا ہوگئی تھی۔

آپ کی طبیعت بگڑتی ہے تو فرزند شیخ عبداللہ کو وصیت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، آج ذی قعدہ کی ۱۹/ تاریخ ہے اگر میری موت آج ہوجائے تو پہلے خلیفۃ اللہ کا عرس مبارک کرنا۔سب لوگوں کو کھانا کھلانا اس کے بعد میری تجہیز وتدفین کرنا۔آپ کے اس ارشاد سے عرس مبارک کا اہتمام کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔آج ہم اس سے دن بہ دن غافل ہوتے جارہے ہیں۔ہرمہدوی کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے گھر میں فیض وبرکت پانے کے لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا عقیدت واحترام سے عرس مبارک کریں۔غرض ۹۸۳ھ یا ۹۸۴ھ میں بتاریخ ۱۹/ ذیقعدہ بعمر ۵۲ سال واصل حق ہوئے حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کی تاریخ وماہ کو یہ عاشق اس دنیا سے پردہ فرماتا ہے۔۔آپ کا روضہ پر فضاء مقام پر ہے۔اس روضہ کے تحت کئی ایکڑ زمین ہے۔بزرگانِ دین کے روضوں اورحظیروں کا کوئی باضابطہ ریکارڈ ہمارے پاس نہیں ہے۔اس کے حصول کیلئے آل انڈیا لیول پرایک کمیٹی بنام دائرہ مہدویہ ویلفیر ایجوکیشنل اینڈ چارٹیبل ٹرسٹ قائم ہوگئی ہے۔یہ کمیٹی رجسٹرڈ بھی ہوگئی ہے۔یہ کمیٹی اس جگہ کے حصول اورتعمیر روضہ، مسجد اور زائرین کی سہولت کے لئے ہال وغیرہ تعمیر کا پروگرام ہے۔اب روضہ پر زائرین کی آمدورفت بھی شروع ہوگئی ہے۔انشاء اللہ اس مقام کا باضابطہ تحفظ بھی ہوجائے گا۔اس سلسلہ میں قومی افراد کا تعاون ہونا چاہیئے۔

آج مہدویہ افراد میں قابلیت کی کمی نہیں ہے لیکن وہ جذبہ عقیدت نہیں ہے جو میاں مصطفیٰ گجراتیؒ میں تھا۔تبلیغ دین کے لئے اس جذبہ کی ضرورت ہے۔آئیے نوجوان نسل میں یہ جذبہ پیدا کرنے کی ہم سب مل کر کوشش کریں۔

☆☆☆

عارف باللہ حضرت عبداللہ خاں نیازیؒ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت کے مطابق جب تک کرہ ارض قائم ہے لوگ آتے رہیں گے اور مقررہ مدت تک رہکر اس جہاں سے رخصت ہوجائیں گے۔ یہ آنا اور جانا دراصل کائنات کی زندگی ہے اس میں ماضی، حال اور مستقبل پوشیدہ ہے۔ اس کرہ ارض پر وہی قومیں اپنا انمٹ نقوش چھوڑتے ہیں جو ماضی سے سبق حاصل کرتی ہے حال کو درست کرکے مستقبل کو سنوارتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ماضی میں ہمارے دائرے تبلیغ دین کا مرکز ہوا کرتے تھے۔ دائروں کو ایک خاص عظمت اوراہمیت حاصل تھی۔ دائرہ دراصل درس گاہ علم، معرفت وبصیرت تھے۔ رشد وہدایت کے تربیت گاہ اور سیرت واخلاق کی نشونما کے درسگاہیں تھے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں فرائض دینی کے عملی تربیت اور زہد وتقویٰ کے مراکز تھے۔ اکثر مورخین نے مہدوی دائروں اور اُس کے بیان قرآن کی تعریف اور توصیف کی ہے لیکن بعض مخالفین بھی مجبور ہوکر مہدویوں کی تعریف کی ہے۔ اس میں خاص الذکر شیخ علی ہے جو زندگی بھر مہدویوں کی ہر قدم پر مخالفت کی لیکن اُسے بھی آخر رسالۃ الرد میں لکھنا پڑا ''لوگ مہدویوں کا زہد وتقویٰ دیکھکر انکے دام میں گرفتار ہوجاتے ہیں دوسرے یہ کہ ان کا بیان قرآن بہت موثر تھا'' ہمارے دائروں کی ہمیشہ دو خصوصیتیں رہی ہیں۔ ایک بیان قرآن اور دوسرا ذکر اللہ۔ جس سے قلبوں کی کیفیت بدل جاتی تھی۔ قتل کرنے آتے تھے اور خود تائب ہوکر دائرہ سے وابستہ ہوجاتے تھے۔

یہ ہمارا ماضی تھا اور اسی ماضی کی ایک بزرگ شخصیت حضرت عبداللہ خاں نیازی کے حیات و کارنامے کو پیش کرنے کی یہ خادم کوشش کی ہے جنہیں اپنوں نے کم اور غیروں نے زیادہ پیش کیا ہے۔ حضرت کی سن پیدائش کو بعض نے ۹۰۱ھ اور بعض نے ۹۰۶ بتلایا ہے۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ عرب وشام میں تحصیل علم حاصل کرتے ہیں اس کے بعد سات سال بغداد میں علوم باطن حاصل کرکے اسلام شاہ کے زمانے میں ہندوستان آتے ہیں پھر سمندر کے راستے مکہ معظّمہ جاتے ہیں۔ عہد اکبری میں ہندوستان آتے ہیں اور سرہند میں قیام فرماتے ہیں۔

مذہبی ودینی علوم حاصل کرنے کے بعد اُس مقام پر آگئے تھے جہاں قلب کی تطہیر اور باطن کی

روشنی کے لئے سازگار فضاء ومقام کی تلاش شروع ہوتی ہے۔اس راہ کے لئے شیخ سلیم چشتی کی خانقاہ پہونچتے ہیں بیعت کے بعد صحبت اختیار کرتے ہیں لیکن وہ کیفیت حاصل نہیں ہو پاتی ہے جس کے وہ متلاشی تھے۔یعنی جس کے لئے دید مشتاق بھی۔حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ایک مدت تک وہاں رہنے کے بعد ہندوستان واپس آ کر گجرات جو کان عشق ہے وہاں قیام فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ جس بندہ میں کسی چیز کو پانے کی حقیقی خواہش اور جستجو ہوتو اس کو کسی نہ کسی ذریعہ سے تکمیل کراتا ہے۔سب سے پہلے آپ کی ملاقات حضرت میاں خوند شیخ مہاجر صحابی مہدی موعود علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ان کی عبادت وریاضت سے متاثر ہوکر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔اس منزل پر پہونچنے کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ خلیفہ سوم حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کا شرف و نیاز حاصل ہوتا ہے۔یہ وہ میاں نعمتؓ ہیں جو مردوں کے مرد عمر ولایت مقراض بدعت ہیں۔اللہ نے آپ کو سر سے پاؤں تک پرنور کردیا تھا۔یعنی بال بال الا اللہ ہوگیا تھا۔جو سرانداز بھی تھے،جانباز بھی تھے اور سرفراز بھی تھے۔یہاں بطفیل خاتمین پاک پہلی ہی نظر میں دل روشن ہوجاتا تھا۔تمناؤں،آرزوؤں کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں الغرض نور باطن کے لئے صاحب باطن کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی نظر مبارک جب اس طالب پر پڑتی ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے جاری ہوجاتا ہے۔

بیا بیا کہ مقصود خدا ہمیں است

آ آ کہ خدا کا مقصود یہی ہے کہ تو میرے پاس آئے اور فیض مہدیؑ حاصل کرے۔

طالب صحبت اختیار کر کے ذکر کی تلقین پاتا ہے۔صاحب دائرہ حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی سیرت وطریقہ کار کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیتے ہیں۔تاریخ یہ بتلانے سے قاصر ہے کہ آپ کتنی مدت تک حضرت کی صحبت میں رہے۔بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں صادق کی صحبت کا ایک لمحہ بھی ان کے لئے کارآمد ہوجاتا ہے۔حضرت عبداللہ خاں نیازی کی شخصیت میں حضرت شاہ نعمتؓ کا جلوہ نظر آتا ہے۔

زندگی کی راہ میں ایک منزل ایسی بھی آتی ہے کہ آپ علیحدہ دائرہ قائم کرتے ہیں۔تبلیغ دین جو آپ کی زندگی کا مقصد تھا شب وروز اس میں مصروف ہوجاتے ہیں۔اس سلسلے میں حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے طریقہ کار کو اپناتے ہیں۔دائرہ کے باہر صبح کھڑے ہوکر جو بھی وہاں سے گزرتے ہیں اُنہیں

دین کی دعوت دیتے ہیں یہ باعمل مرد مجاہد کی دعوت قلب و ذہن پر اثر کرتی ہے۔عاشقان جوق در جوق حقیقت اسلام کو اس دائرہ میں پاتے ہیں اس عارف باللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے ہیں۔ بیانہ شہر کے تقریباً تمام لوگ معتقد ہوکر بیعت کرتے ہیں مورخین نے جس کی تعداد 3 لاکھ بتائی ہے۔دائرہ کی شہرت سنکر جو بھی آتا اور دیکھتا" از دا و ذکر الله " تمام کے تمام ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔دائرہ کے کچھ لوگ دن میں مزدوری کے لئے نکل جاتے ۔ جو بھی مزدوری مل جاتی ہے اس کا 10% عشر فوراً صاحب دائرہ کو پہونچا دیتے۔سب ملکر رہتے تھے۔اگر کچھ نہ ملتا تو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرتے تھے۔ دائرہ کے عام افراد کا یہ حال تھا صاحب دائرہ کا کیا حال نہ ہوگا۔آپ کے دائرہ میں 18 آدمی چشم سر سے خدا کو دیکھنے والے تھے۔دعوت دین کا جو طریقہ آپؒ نے اختیار کیا تھا آج ہم کو اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔جس کا دین،عقیدہ مکمل نہیں وہ کوشش کررہے ہیں اور ظاہری کامیابی حاصل کررہے ہیں۔

حضرت عبداللہ خاں نیازی کا یہ حال تھا کہ نماز کے اوقات میں کام کرنے والوں کو،لکڑی کاٹنے والے مزدوروں کو جمع کرکے نماز پڑھایا کرتے تھے۔دائرہ میں رہنے والوں کو خود پانی پہونچایا کرتے تھے۔عورتوں کو پردہ کے مسائل سے واقف کرواکر حیا کا درس دیا کرتے تھے۔بچوں کی تربیت پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔الغرض دائرہ میں آنے کے بعد یعنی مصدق ہونے کے بعد یونہی نہیں چھوڑ دیتے تھے بلکہ ان کی تربیت کا پہلے خیال رکھتے تھے۔مصدقین کے باطن کو سنوارتے تھے۔سیرت کا اہم پہلو یہی ہے کہ آپ نے چمکتی تلواروں کے نیچے،شاہی درباروں میں مہدی موعودؑ کی سیرت و تعلیمات کو حق گوئی و بے باکی کے ساتھ پیش کیا اس راہ میں،دنیاداروں نے ازیتیں بھی پہونچائیں صبر سے کام لیا قید اور قتل کی دھمکیاں دیں۔اس کے باوجود اپنی راہ سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی بلکہ حقیقت اسلام کو پیش فرماتے رہے۔آپ کے اس عمل سے متاثر ہوکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک خط میں حضرت نیازی کو لکھتے ہیں"آپ کی جماعت کے ارکان کے قول وعمل میں تضاد نہیں ہے۔ان کا عمل حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل اور قول کے مطابق ہے" مہدویہ اُصول کی آپ کما حقہ پابندی کرتے تھے اگر آپ کو علم ہوتا کہ فلاں مقام پر ان اُصولوں سے انحراف ہورہا ہے تو فوراً اس طرف توجہ دلاتے تھے۔اس طرح کا ایک واقعہ ہے کہ آپ کے دائرے کے قریب ہی حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ کا دائرہ تھا اطلاع ملتی ہے کہ حاکم نے کچھ زمین مدد معاش کے لئے عطا کی ہے تو فوراً خط لکھتے ہیں کہ متوکل وہ ہے جو ملک اور

جائداد کا عبد نہیں ہے'' ایک روایت ہے کہ بادشاہ اکبر آپ کا بے حد معتقد تھا۔ حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے یہ کہلوایا کہ فقیروں سے بادشاہوں کا کیا کام۔ ایک مرتبہ سفر کے دوران بادشاہ اکبر آپ کے دائرہ پر سے گزرتا ہے جب یہ اطلاع ملتی ہے کہ حضرت عبداللہ خاں نیازی یہیں قیام کئے ہوئے ہیں تو ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ جب آپ کے حجرہ میں بادشاہ آتا ہے تو آپ لیٹے ہوئے ہیں اور پیر دروازہ کے طرف تھے۔ آپ اپنی حالات میں کوئی تبدیلی کئے بغیر بادشاہ سے بات کرتے ہیں۔ بادشاہ اکبر آپ کو جاگیر کی پیش کشی کرتا ہے۔ آپ قبول نہیں کرتے لیکن آپ کے فرزندان اس جاگیر کو قبول کر لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ خاں نیازی کے طریقہ تبلیغ دین، زہد وتقویٰ، اخلاق وکردار اور بیان قرآن کا چرچا زبان زدِ عام وخاص تھا۔ علماء آپ کی شہرت سے جلنے لگے۔ آپ کی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش میں دوڑ دھوپ شروع کرتے ہیں لیکن عوام پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ مورخ لکھتا ہے کہ دائرہ میں سویت لینے والوں کی تعداد لگ بھگ (1800) تھی۔ حضرت شیخ علائیؒ بھی جو عالم دین تھے جنہیں اپنے علم پر کافی غرور تھا بڑے سے بڑے عالم دین سے گفتگو کر کے مات کر دیتے تھے۔ یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ کسی دوسرے شیخ کا رتبہ ان سے بڑھ جائے۔ جب حضرت عبداللہ خاں نیازی کی شہرت کا حال سنتے ہیں اپنے معقدوں کے ساتھ دائرہ میں آتے ہیں آپ کی خوش کلامی اور وعظ سے متاثر ہو کر دائرہ کی کیفیت اور ماحول سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اپنے عقید تمندوں سے کہتے ہیں دین اور ایمان اس کا نام ہے جو میاں عبداللہ خاں نیازی کا طریقہ ہے۔ ہم لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ محض بت پرستی اور زنّارداری ہے حقیقت اسلام تو یہیں پر ہے۔ فوراً ملاقات کر کے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ ذکر کی تلقین پاتے ہیں۔ اپنے اباواجداد کے طریقے کو ترک کر کے ترک دنیا فرما کر حضرت کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ چند دنوں بعد کلام اللہ کے حقیقی معانی، اس کے نکات، حقائق آپ پر منکشف ہوتے ہیں۔ حقیقت کو پانے پر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

آپ کا آخری دائرہ بیانہ آگرہ میں ایک باغ کے گوشہ میں تھا۔ عوام کے علاوہ شیخ علائی جیسے عالم دین نے جب مہدویت کو قبول کرتے ہیں تو علماء سو آپ کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔ اُمراء کو حضرت عبداللہ خاں نیازی کے خلاف اُکساتے ہیں۔ اُمرا کے توسط سے بادشاہ سلیم شاہ سوری فرزند شیر

شاہ سوری کے کان بھرتے ہیں ۔ بادشاہ بھی زبان عام و خاص آپ کی شہرت کو سنکر اور پھر مریدین و عاشقین کی تعداد دیکھکر گھبرا جاتا ہے ۔ بیانہ کے حاکم میاں بھوہ جو آپ کے مرید تھے ان کے ذریعہ آپ کو دربار میں طلب کرتا ہے ۔ آپ سنت رسول اللہ کی پیروی میں بادشاہ کو سلام کرتے ہیں ۔ آپ کے اس عمل پر بادشاہ چراغ پا ہو جاتا ہے میاں بھوہ نے آپ کی گردن پکڑ کر جھکا کر کہا کہ بادشاہ کو اس طرح سلام کیا جاتا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح کی تعلیم صحابہ کو دی اس طرح ہم نے سلام کیا ہے ۔ سلیم شاہ نے مخدوم الملک کے اشارے پر حکم دیتا ہے کہ خوب پیٹا جائے ۔ درباری آپ پر کوڑے مارتے ہیں اس ظلم وستم کی کیفیت میں بھی آپ کی زبان مبارک پر یہ آیت رہتی ہے

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و شبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین

سلیم شاہ دریافت کرتا ہے یہ کیا پڑھ رہا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ قرآن سے کتنا واقف ، اسلام کو کتنا جانتا ہے ۔ بادشاہ کے دریافت کرنے پر ملا عبداللہ جو مہدویوں کا اصلی دشمن تھا کہتا ہے کہ مجھکو اور آپ کو کافر کہہ رہا ہے ۔ ملا عبداللہ کتنی بڑی جھوٹ کہہ رہا ہے ۔ اللہ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مسلمان زانی ہوسکتا ہے ، شرابی ہوسکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہوسکتا ہے ۔ سلیم شاہ کا اور پارہ چڑھ جاتا ہے اور مزید اذیت پہنچاتا ہے ۔ مردہ جان کار آپ کو چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ آپ کے عاشقوں اور مریدوں کو جب اس واقعہ کی خبر ملتی ہے دوڑے دوڑے آتے ہیں دائرہ میں لاکر چمڑے میں لپیٹ کر 24 گھنٹے آگ کی گرمی دیتے ہیں تو ہوش آتا ہے اور فرماتے ہیں آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یہ حقیقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں ۔ حضرت میاں عبداللہ خاں نیازی جن کے 3 لاکھ مرید تھے چاہتے تو سلیم شاہ کا تختہ اُلٹ سکتے تھے لیکن مولا کی طلب رکھنے والے اس راہ سے کوسوں دور رہتے ہیں ۔

حضرت عبداللہ خاں نیازی یہ تمام ظلم وستم سہنے کے بعد بھی اپنے طریقے پر قائم رہتے ہوئے سرہند میں تبلیغ دین انجام دیتے ہیں ۔ یہیں پر ایک روایت کے مطابق 90 سال کی عمر میں 21 / شعبان 993ھ کو آپ اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے ہیں ۔ بعض کتب میں 1000ھ اور سو سال کی عمر پائی درج ہے ۔ ۔ تاریخ میں آپ کے واقعات زندگی ، مشن و کارنامے محفوظ ہیں ۔ آپ کے تصانیف میں قابل ذکر قربتہ الی اللہ ، صراط قدیم ، مرات الصفاء ، صحبت مہدیؑ ، تعلیم ولایت اور مکتوبات ہیں ۔ ooo

حضرت بندگی میاں شیخ علائیؒ

چمنستان مہدویت کو اپنے خون سے سیراب کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ بلا لحاظ نسل ورنگ اور عمر کے شیدائیان مہدی موعودؑ نے اپنے اپنے دور میں اس چمنستان کو تر و تازہ اور پر بہار رکھنے کی کوشش کی ہے اور الحمدللہ انہیں اس میں کامیابی بھی ملی۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی رحلت کے بعد بیشتر مہدوی افغانستان سے ہجرت کر کے احمد آباد میں قیام فرمائے ہوئے تھے۔ سرزمین گجرات پر مہدوی اپنے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری سے انمٹ نقوش قائم کر چکے تھے۔ لوگ جوق در جوق صاحب دائرہ کے بیان قرآن کی محفلوں میں شریک ہو کر اپنی دینی پیاس بجھا کر تصدیق سے مشرف ہو رہے تھے۔ ایسے ہی مصدقین میں ایک مشہور و معروف شخصیت میاں شیخ علائیؒ کی بھی ہے۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت بندگی میاں شیخ علائیؒ کا تعلق بنگال کے مشہور مشائخین کے گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد کا نام شیخ حسن ہے۔ علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے اپنے والد سے حاصل کی۔ علوم ظاہری میں آپ کو بہت مہارت حاصل تھی اس پر کافی غرور و تکبر بھی تھا۔ کسی کو خیال میں نہیں لاتے تھے، جو شخص بھی علم ظاہر میں مشہور ہوتا اس کو مباحث کی دعوت دیتے اور بحث کر کے اس کو ذلیل کرتے **امر معروف اور نہی من المنکر** میں بہت سخت تھے۔ ایک دن آپ کا گزر حضرت عبداللہ خاں نیازیؒ کے دائرے پر سے ہوا ان کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا کہ نہایت سادہ زندگی اور متوکل و متقی ہیں اور لکڑ ہاروں کو جمع کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے اس طریقے کو بہت پسند کیا اور اپنے خادموں سے کہا کہ دین و ایمان اسی کا نام ہے جو میاں عبداللہ خاں نیازی کا برتاؤ ہے اور ہم جس طریقہ میں گرفتار ہیں وہ محض بت پرستی اور زنار داری ہے۔ اسی وقت اپنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑ کر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں، اپنا سب مال و دولت تقسیم کر کے بیوی سے کہا کہ اگر فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے ساتھ رہو ورنہ تمہارا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ حضرت بندگی میاں لاڑ شہؓ جو حضرت مہدی موعودؑ کے خسر اور اُم المصدقین بی بی ملکان کے والد ہوتے ہیں، ایک مرتبہ دہلی آئے تھے اور اتفاق سے میاں شیخ علائیؒ سے

ملاقات ہوگئی۔میاں شیخ علائی کو بادشاہ کی طرف سے مدد معاش مقرر تھی۔بندگی میاں لاڑ شہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ مال و جاگیر رکھنے والے دیندار نہیں ہوتے، یہ بات میاں شیخ علائی کے دل میں اتر گئی۔ چند آدمیوں کو حضرت کے پیچھے بھیجا کہ حضرت کہاں ہیں دیکھ آئیں۔جب ٹھکانہ معلوم ہوا خدمت میں حاضر ہوگئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے تربیت وتعلیم پائی اور ذکر کی تلقین حاصل کی۔اس کی برکت سے قرآن کے معنی آپ پر کھل گئے جب بندگیمیاں لاڑ شہ گجرات واپس آ گئے آپ بیانہ آ کر چند روز میاں عبداللہ خاں نیازیؒ کے دائرہ میں ٹھیرے پھر اپنا دائرہ الگ کرلیا اور توکل وتسلیم ورضا پر قائم رہے آپ کے جو لوگ مرید ہوتے ان میں جو گھر بار والے تھے وہ تین سو تھے اور جو لوگ مجرد تھے وہ ان سے بڑھ کر تھے سب کے سب تارک الدنیا اور متوکل تھے۔کوئی پیشہ یا تجارت نہیں کرتے تھے جو کچھ اللہ کے راستہ میں ملتا وہ سب میں سویت ہوجاتا اوقات ذکر کی سخت پابندی تھی۔رات میں نوبت جاگنے کا لزوم تھا اگر کوئی کاسب آپ کی اجازت سے کسب کرتا تو اس کا پورا عشر آپ کی خدمت پیش کردیتا روزانہ بیان قرآن کی پابندی تھی جس میں تمام اہل دائرہ شریک رہتے جو آپ کا بیان سن لیا وہ سارے گھر بار، بال بچوں کو چھوڑ کر ترک دنیا کر کے دائرہ میں آجاتا۔آپ کے بیان میں ایسا اثر تھا کہ جو سن لیتا وہ آپ کا ہی ہوجاتا پھر اس کی توجہ کسی اور طرف نہ ہوتی جو آپ کا بیان سن لیتا وہ دو میں سے ایک بات ضرور کرتا یا تو بیان سن کر ترک دنیا کر کے دائرہ میں آجاتا یا کم از کم اپنے گناہوں سے توبہ کر کے زاہد اور متقی اور پرہیزگار بن جاتا۔آپ کے دائرہ میں توکل کا یہ حال تھا کہ رات کا کھانا دن کے لئے اور دن کا کھانا رات کے لئے اٹھا نہ رکھتے۔پانی بھی نہ رکھتے۔پانی کے برتن الٹے کر کے رکھ دیتے۔محض اللہ کی رزاقی پر بھروسہ رکھتے تھے مگر سب کے سب باہتھیار ضرور ہوتے۔یہ لوگ جو بات خلاف شرع دیکھتے سختی سے اس سے منع کرتے جو نہ مانتے اس کو جبراً وقہراً روک دیتے۔آپ کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں آدمیوں نے تصدیق کا شرف پایا۔یہاں تک نوبت پہونچی کہ باپ بیٹے کو بھائی بھائی کی اور خاوند بیوی کو چھوڑ کر دائرہ دین میں داخل ہوجاتا۔شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد جب اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا تو اس کو مخدوم الملک اور ملا عبداللہ سلطان پوری نے میاں شیخ علائی کے خلاف بھڑکایا اور حضرت کو دربار میں بلایا۔آپ چند خادموں کے ساتھ دربار میں آئے اور طریق سنت پر اسلام علیکم کہا۔سلیم شاہ نے نہایت کراہت سے اس کا جواب دیا۔مخدوم الملک نے یہ کہکر بادشاہ کو بھٹکایا کہ شیخ علائی مہدوی ہے اور امام

مہدی تمام جہاں کے بادشاہ ہوں گے۔اس لئے شیخ علائی کا ارادہ خروج و بغاوت کا ہوگا۔غرض جب گفتگوشروع ہوئی بندگی میاں شیخ علائی نے قرآن کا بیان شروع کیااور دنیا کی مذمت اوراحوال قیامت اور دنیا دار علماء کی اہانت اس طرح بیان کی کہ سلیم شاہ اور دربار کے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔سلیم شاہ نے محل میں جاکر حضرت کے لئے کھانا بھیجا۔مگر حضرت نے کھانے سے انکار کیا۔جب سلیم شاہ دوبارہ دربار میں آیا تو اس کی کوئی تعظیم نہیں کی اور کھانا نہ کھانے کی وجہ یہ بیان کی کہ تم نے جو اپنے حق سے زیادہ خزانہ کا روپیہ خلاف شرع اپنے تصرف میں رکھا ہے وہ سب مسلمانوں کا حق ہے تمہاری ملکیت نہیں اور تمہارا کھانا بھی اسی قسم کا ہے پھر علمائے دربار نے مسئلہ مہدیت پر بحث کی حضرت اپنی قوت تقریراور خدا کے فضل سے سب پر غالب آئے۔ملاعبداللہ کودم مارنے کی گنجائش نہ رہی۔میاں شیخ مبارک (ابوالفضل اور فیضی کے والد) بھی اس مجلس میں شریک تھےسلیم شاہ بندگی میاں شیخ علائی کی تقریر پرفریفتہ ہوگیااور کہا آپ ہمیشہ ان کا بیان مجھے سنایا کریں مگر مہدوی مذہب کوچھوڑ دیں میں آپ کو تمام ملک کا محتسب (حاکم جو خلاف شرع باتوں کی ممانعت کرے قاضی) مقرر کردوں گا مگر حضرت نے اپنا عقیدہ چھوڑنے سے انکار کیا۔جب بڑے بڑے امیر اور سردار میاں شیخ علائی کے ہاتھ پر مہدوی ہونے لگےتو مخدوم الملک نے بار بارسلیم شاہ کوحضرت کےقتل کردینے پرترغیب دیتا رہا۔

ملاعبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہےشیخ علائی طبیعت کی تیزی اورصفائے باطن کی قوت سے ہرایک پر بحث میں غالب آئے۔بدایونی نے یہ بھی لکھا کہ مخدوم الملک نے یہ بات سلیم شاہ کے خاطرنشان کردی تھی کہ یہ بدعتی مہدیت کا دعویٰ کرتا ہےاورمہدی خودروے زمین کا بادشاہ ہوگا چونکہ خروج کا خیال رکھتا ہے واجب القتل ہے۔سلیم شاہ نے علماء کوحکم دیا کہ میاں شیخ علائی سے مسئلہ ظہور مہدیؑ میں بحث کریں۔دہلی اورآگرہ کے علماء پرشیخ علائی غالب آگئے۔سلیم شاہ نے انہیں شیخ بدہ خطیب بہار کے پاس بھیجا۔یہاں بھی مباحث ہوئے۔شیخ بدہ نے یہ فیصلہ کیا کہ مہدیؑ کی علامت کےتعین میں اختلاف واقع ہےاس لئے شیخ علائی کے کفراورفسق کاحکم نہیں دے سکتے۔لیکن شیخ بدہ نے بیٹوں کے مشورہ سے یہ بات سلیم شاہ کونہ لکھ سکا۔شیخ بدہ کے بیٹوں نے باپ کی طرف سے یہ لکھدیا مخدوم الملک عالم محقق ہےاوراس کا فتویٰ فتویٰ ہے۔یہ خط پڑھ کرسلیم شاہ نے پھر بندگیمیاں شیخ علائی کواپنے عقیدہ سے باز آجانے کے لئے کہااور کہا میرے کان میں انکار مہدی کردو۔مگرحضرت نے انکار نہیں کیا پھرسلیم شاہ

نے آپ کو ملامخدوم الملک کے حوالے کر دیا اور کہا اب تم کو اختیار ہے مخدوم الملک نے آپ کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس وقت آپکی گردن میں طاعون کا پھوڑا تھا اور سفر کی وجہہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے تیسرے کوڑے میں آپ کی روح مبارک جسم سے پرواز کر جاتی ہے۔ جاہلیت اور دشمنی کی حد دیکھئے کہ مرنے کے بعد بھی مخدوم الملک نے لاش مبارک کو دفن کرنے نہیں دیا مگر قدرت الٰہی سے ایسی تیز ہوا چلی کہ لوگوں کو خوف ہو گیا کہ قیامت آ گئی ہے۔ اور حضرت کی نعش مبارک پر اس کثرت سے پھول اللہ تعالیٰ نے برسائے کہ پوری نعش پھولوں میں چھپ گئی، وہیں قبر بن گئی۔ آپ کی شہادت 988ھ میں ہوئی۔

ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں حضرت بندگی میاں شیخ علائی کے تعلق سے لکھا ہے ''افسوس مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی اور اس فنا فی الحق کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا جو بدر و احد کے مقتول کفار کے ساتھ بھی نہیں کیا گیا۔ مُلا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔ ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر نعش کو چروایا گیا اور اس کے ٹکڑوں کی تمام لشکر میں تشہیر کی گئی۔ پھر حکم دیا کہ دفن نہ کیا جائے اور اس غرض سے پہرہ بٹھا دیا گیا (تذکرہ-61)

فنا فی الحق ہونے والی اس شخصیت کے تعلق سے بادشاہ سلیم شاہ، مخدوم الملک اور شیخ بدھ نے جو کام انجام دیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں مہدی موعودؑ اور قوم مہدویہ سے کتنا بغض وعناد و دشمنی تھی جس کی پیشین گوئی خود حضرت محمد رسول ﷺ نے فرمائی۔ تاریخ بتلا دی میاں شیخ علائیؒ کو شہید کرنے میں جس جس نے حصہ لیا ان کا انجام کس قدر بُرا ہوا۔

اے مصدقان مہدی موعود اس مرد مومن شہید کی سیرت اور عقیدت کو اپنی منزل بنا کر راہ مہدویت پر چلو۔ اپنے اسلاف کی روح کو خوش کرو۔ یہی ہر مہدوی کی تمنا، آرزو ہونا چاہئے۔ آج تبلیغی بیداری کی قوم میں سخت ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حضرت بندگی میاں شیخ علائیؒ کی تمام تر زندگی ہمیں رہنمائی دیتی ہے۔ میاں علائیؒ جیسے مشہور عالم دین اسلام کی حقیقی چاشنی و روح کو مہدویت میں پاتے ہیں۔ پھر اس روشنی سے کس طرح اپنی باطنی زندگی کو منور کرتے ہیں، حق کو پانے کے بعد اس حق پر قائم رہ کر حق کا ساتھ دیتے ہوئے حق کو پیش کرتے ہیں۔ اس راہ سے ہٹانے کیلئے زر، عہدہ تک پیش کیا جاتا ہے۔ عیش و راحت کے دروازے تک کھولے جاتے ہیں۔ لیکن یہ عاشق ان تمام سے نظریں پھیر کر حق پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دیتا ہے۔ یہ شہادت ہمارے لئے لمحہ فکر ہے OO

حضرت بندگی میاں سید شاہ برہان الدینؒ

قوم مہدویہ میں جن بزرگوں نے لسانی اور قلمی دینی خدمت انجام دی ہے ان میں صف اول میں حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ بھی نظر آتے ہیں۔ آپ 1012ھ میں احمد نگر میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی اولاد سے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے حضرت سید شاہ برہان الدین بن حضرت سید اللہ بخش بن حضرت بندگی میاں سید یحییٰ (شہید دانتی واڑہ) بن حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ۔ آپ کی نشونما اُن مبارک ہستیوں کے درمیان ہوتی ہے جو خدا بین تھے۔ آپ کی تسمیہ خوانی حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ کے حضور میں ہوتی ہے۔ ان کے بعد تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جہاں معرفت کی باتیں تھیں۔ دنیا کی رنگینیوں سے کس طرح دور رکھا جاتا ہے اس واقعہ سے اندازہ لگائیں۔ بیجاپور کے دائرہ میں جہاں آپ کا بچپن گزرا، شاہ بیجاپور کی سواری جلوس نہایت اہتمام سے دائرہ کے روبرو سے گزرتا تھا۔ باجوں کی آواز، سواروں کی شان وشوکت کا لباس، پیادہ افراد کا جوش و جذبہ یہ سب دیکھنے کا فطری جذبہ ہر فرد میں ہوتا ہے، خصوصاً بچے بڑے ہی اشتیاق سے یہ منظر دیکھتے ہیں۔ آپ کی عمر چھ سال کی تھی یہ جلوس دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ یہ کہہ کر روکتی ہیں دنیوی جاہ وحشم دیکھنے سے دل میں دنیوی حرص وخواہش پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اُس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سات سال کی عمر میں حصول علم دینیہ کے لئے حافظ مُلاّ الہداد کے مدرسہ میں شریک کیا جاتا ہے۔ جب آپ کی عمر بارہ سال ہوتی ہے تو والد حضرت سید خدا بخش تربیت کے لئے حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ کے پاس لے جاتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں یہ بچہ تو میرا ہی بچہ ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کو حضرت میاں سید حسین ابن حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ کی خدمت میں لے جاؤ کیونکہ میرے کو چچا حضرت بندگی میاں شہاب الدین نے حضرت بندگیمیاں روشن منورؒ کے پاس بھیج کر تربیت کروایا۔ لہذا تم بھی اس بچہ کو میاں سید حسینؒ سے تربیت کراؤ۔

حضرت بندگی میاں سید شاہ برہان الدینؒ اپنے حالات میں تحریر کرتے ہیں۔ بیماری کے زمانے میں والد نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اے شاہ برہان الدین ادھر آؤ میں تمہیں مرشد بناتا ہوں۔ اس

کے چھ دن بعد والد کی رحلت ہوتی ہے ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ منصب ارشاد والد سے حاصل کیا۔ تربیت آپ نے حضرت میاں سید حسینؒ سے پائی ۔حضرت بندگی میاں سید حسینؒ کی رحلت کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید راجے محمد ابن حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ اور حضرت بندگی میاں سید زین العابدین ابن حضرت بندگی میاں سید حسینؒ سے علاقہ کیا۔آپ کی تربیت کا سلسلہ حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید حسین بن حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منور سے ہے ایک روایت کے مطابق آپ نے سند وصحبت کامل حضرت بندگی میاں سید راجے محمد بن حضرت بندگیمیاں سید سعد اللہ بن حضرت بندگی میاں سید تشریف الحق سے حاصل کیا۔

آپ کے والد حضرت بندگی میاں سید خدا بخش صاحب حال بزرگ تھے ۔حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ سے تربیت پائے تھے ۔آپ کا شمار اہل تقویٰ ،اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا تھا۔والد کی صحبت سے بھی فیصیاب ہوئے ۔یہ حقیقت ہے کہ دائروں میں سب سے پہلے جس چیز پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی وہ مرید اور تربیت کرنا ہے ۔حضرت شاہ برہان الدینؒ کی سیرت میں ہم کو یہ سب کچھ بخوبی نظر آتا ہے ۔لیکن آج یہ دونوں باتیں اکثر گھرانوں سے ختم ہوتے دکھائی دے رہی ہیں ۔یہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ باعمل عالم کے ساتھ زاہد اور متقی بھی تھے ۔راہ طریقت کے ہادی ،ولایت وہدایت کے مہر منور تھے ۔علوم ظاہری و باطنی پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی ۔سیرت نگاروں نے آپ کو پروانۂ کعبہ ،رب معبود ،عاشق روضہ مہدی موعودؑ ،مبلغ دین متین وسالک راہ علم ویقین کے القاب سے یاد کیا ہے ۔اس سے آپ کے کردار اور علمیت کی خوبی ظاہر ہوتی ہے ۔آپ کی شخصیت اُن نادر شخصیتوں میں سے ایک ہے جو روز روز دنیا میں نہیں آتی ہیں جن کی روشنی اور تابانی ایک عالم کو منور کر جاتی ہیں ۔حضرت سید اللہ بخش تو حید اپنے ایک مضمون میں آپ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں ۔اگر آپ کو حجتہ الاسلام امام غزالی کے مماثل کہا جائے تو بے جا نہیں ہے ۔آپ کی زندگی کا بیش تر حصہ تبلیغ دین میں گزرا ۔آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ بڑے بڑے نامور علماء فضلاء ،حکمراں کے گھر جاتے اور دعوت حق پیش کرتے ۔دین و مذہب کی باتوں کو پیش کرنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔علمی نکات کو اس انداز سے پیش کرتے تھے سامنے والا بے بس ہو جاتا تھا۔تسلیم کئے

بغیر اس کو کوئی چارہ نہیں ہوتا تھا۔ مباحث میں کوئی آپ کو زیر نہیں کر سکتا تھا۔ تبلیغ کا آپ کو شوق تھا۔ اس شوق کی تکمیل کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مخالفین کی جانب سے کسی مناظرے یا مباحثے کی اطلاع ملتی ہے، آپ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ جب آپ کا قیام نیلنگہ میں تھا۔ خطوط کے ذریعہ علم ہوا کہ ثبوت مہدیت کے سلسلے میں بیجاپور میں مباحثہ ہے تو آپ بیجاپور پہنچ جاتے ہیں لیکن آپ کی آمد کے بعد کوئی شخص بھی مباحثہ پر آمادہ نہیں ہوتا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ علاقہ مرہٹواڑہ سے نکل کر گجرات، پنجاب، سندھ، مکہ، مدینہ، بصرہ، عراق، روس، کابل، قندھار، ہرات کا دورہ فرماتے ہوئے 7 / رمضان 1052ھ کو فرہ پہنچتے ہیں۔ آپ نے جن مقامات کا تبلیغی دورہ کیا وہاں کے کئی ایک علماء اور افراد نے آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوئے۔

کابل اور بلخ کے درمیان ایک شہر غور ہے۔ یہاں کے قاضی سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے۔ اور مسئلہ مہدیت پر گفتگو ہوتی ہے۔ بڑے انہاک سے سماعت کرتا ہے اور آخر میں بڑی محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن تصدیق کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ لیکن اس شہر کے معتبر شخص محمد حسین پشتوی اور میاں سلیمان ہندی تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ ثبوت مہدیت کے بارے میں علماء سے اکثر آپ کے مباحث ہوتے تھے۔ حاکم قندھار نواب دولت خاں اور اس کے دیوان مرزا ہدایت اللہ آپ کے وعظ و بیان سے متاثر ہو کر تصدیق مہدی موعودؑ سے مشرف ہوتے ہیں۔ ایک خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں علاقہ خراساں میں اس فقیر کے ہاتھ پر اس قدر لوگوں نے تصدیق کی ہے کہ میں ان کی تعداد کو شمار نہیں کر سکتا۔ اندازاً اس قدر بتلا سکتا ہوں کہ صرف 12 ہزار بے ریش لڑکوں نے تصدیق کی، مردوں اور عورتوں کی تعداد خدا جانتا ہے۔ آپ کے اشاعتی و تبلیغ کے کاموں کو دیکھ کر ''حجتہ الاسلام ولایت'' کے لقب سے آپ کو نوازا گیا۔ آپ کے وصال کے بعد کوئی ان سے ربط قائم نہیں رکھا جس کی بناء پر وہ دور ہو گئے۔ دوسرے آپ کے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت اور تبحر علمی کی وجہ سے کئی ایک لوگ قندھار، ہرات اور فرہ میں تصدیق سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ نے فرہ میں شادی کی تھی اور دو لڑکیاں ہوئی تھیں۔ ان کا نکاح بھی فرہ ہی میں ہوا تھا۔ روضہ مبارک کے پاس قیام کی وجہ سے اطراف کے علاقوں میں مہدوی رہتے تھے۔ آج اگر ان مقامات پر قیام کر کے تحقیق کی جائے تو ہمیں بہت سارے لوگ ایسے ملیں گے جن کے آباو اجداد مہدوی تھے۔ حضرت سید شاہ برہان الدین کا وصال 26 / ذیقعدہ 1062ھ مطابق 30 / اکٹوبر

1652ء کو 52 سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود کے روضہ مبارک کے باہر آپ کی مزار پاک ہے۔ آپ کی اولاد اور مصدقین سے روابط کا سلسلہ جاری رہتا اور فرہ اور ہرات کے علاقوں کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ ان مقامات کا دورہ کر کے تحقیق کریں تو افغان قبیلوں میں کہیں نہ کہیں مہدویت کی جھلک ہمیں نظر آسکتی ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ کو قلم کا دھنی اور علم کا کوہ پیکر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کا سب سے عظیم کارنامہ آپ کے تصانیف ہیں جو قیامت تک متلاشیان حق وصداقت کی دینی و مذہبی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ آپ نے تصنیف وتالیف کا آغاز 30 سال کی عمر سے کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف رسالہ دلائل المبین علیٰ سبیل المومنین ہے۔ کردار کی خوبی یہ ہے کہ یہ رسالہ تحریر کرنے کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید راجے محمد ابن حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ اور حضرت بندگی ملک یوسفؒ کو پیش کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں جو باتیں غلط ہیں اُس پر قلم پھیر دیں، یہ دونوں حضرات بعد مطالعہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم لدنی سے نوازا ہے جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ درست ہے۔ آپ کی سب سے مشہور و معروف تصنیف شواہد الولایت اور رسالہ شواہد المہدی ہے جو ثبوت بعثت مہدی پر بے نظیر کتاب ہے۔ شواہد الولایت کو آپ نے فراہ مبارک میں لکھنا شروع کیا اور یہیں تکمیل فرمائی۔ اس طرح دفتر اول و دوم بھی روضہ حضرت مہدی موعودؑ میں تکمیل کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو کتابیں ''شواہد الولایت'' اور ''حدیقۃ الحقائق'' مہدی موعودؑ کے مزار پاک پر رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ حدیقۃ الحقائق، حقیقت الحقائق، رسالہ مجمع الفضائل ومعدن الدلائل، مولود قتال صدیق، نقلیات کے دو دفتر اور بہت ساری کتابیں تھیں۔ آپ نے بہت قلمی کام انجام دیا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ موجودہ دور میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی علمائے کرام قلمی کام انجام دیں۔ ہمارے لٹریچر کو ہندی وانگریزی میں پیش کیا جائے۔ کہا جاتا ہے آپ کا بہت بڑا کتب خانہ فرہ میں تھا جس میں مشہور و معروف کتابیں تھیں۔ شہر فرہ میں کوئی قیام کر کے اس کی تلاش کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا پتہ چل سکتا ہے۔ حالات سازگار ہونے کی وجہ سے آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے اگر اس پہلو پر بھی غور کر کے کام کیا جائے تو اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ اس کام کو ایک ٹیم کی شکل میں انجام دیا جائے تو کئی ایک روشن پہلو ہماری تاریخ کے سامنے آسکتے ہیں۔ ooo

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ

سیرت خاتم الاولیاء حضرت میراں سید محمد مہدی موعودؑ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات روشن ہے کہ بعثت امام علیہ السلام کے وقت دین صرف مجذوبوں میں باقی تھا۔اس بات کی توثیق فرمان مہدی موعودؑ سے بھی ہوتی ہے۔مجذوب منازل سلوک طے کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر رک جاتے ہیں جہاں سے وہ ظاہری طور پر مخلوق کے لئے بے دین نظر آتے ہیں لیکن باطنی طور پر اللہ سے بہت قریب ہوتے ہیں۔اس عالم جذب میں ظہور میں آنے والی باتوں کا قبل از وقت انکشاف کردیتے ہیں۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ رشتہ میں حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے نواسہ ہوتے ہیں۔
حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کو بی بی خونزا انور سے تین دختر ہوئی ان میں ایک بی بی زینب تھیں۔بی بی کا عقد میاں شاہ محمود سے ہوا اور ان سے ایک فرزند میاں شاہ شریف اور ایک دختر اچھو ماں ہوئیں۔میاں شاہ شریف اپنے نانا کے نظروں کے سامنے بچپن اور جوانی گزارتے ہیں حضرت شاہِ دلاورؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر 17 سال تھی

گروہ مہدویہ میں صحبت صادقین فرض ہے۔حضرت شاہ شریف صادقین کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ سے تربیت اور صحبت اختیار کرتے ہیں جو حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے خلیفہ ہیں۔حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ جو حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجید نور نوشؒ کے فرزند ہیں کامل طور پر تعلیمات نبوت و ولایت پر عمل پیرا رہتے تھے۔ہمیشہ اپنے حجرہ میں ذکراللہ میں مشغول رہتے تھے۔ایک مرتبہ آپ حجرہ میں ریاضت وعبادت میں مشغول تھے اور ذات مبارکہ پر تجلی حق کا ظہور ہورہا تھا۔اس وقت میاں شریف حجرہ میں داخل ہوتے ہیں اور ذات حق کی تجلی کو دیکھ کر استغراق حق میں ہوجاتے ہیں۔جس کی وجہ آپ کی یہ حالت ہوگئی کہ تمام عمر ستر شریعت سے تک بے نیاز ہوگئے۔کبھی ستر میں ہوتے کبھی اس سے بے نیاز ہوجاتے۔اکثر اوقات غیب کی باتیں تک بیان کرتے اور عالم بے خودی میں رہتے تھے۔کسی بات کا آپ کو ہوش نہیں رہتا تھا۔بعض وقت ایسا بھی ہوجاتا تھا کہ حدود شریعت کا پاس ولحاظ نہ رکھتے تھے۔میاں عبدالکریم نوریؒ کس طرح گوارکرتے کہ ایک بندۂ خدا

دائرہ میں رہ کر شریعت کا پاس ولحاظ نہ رکھے ۔ ہر حال و ماحول میں دائروں میں شریعت کا پاس ولحاظ رکھا جاتا تھا ۔ حدود شریعت کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی جاتی تھی ۔ پہلے شریعت کی پابندی اس کے بعد طریقت کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ تاریخ شاہد ہے جہاں کوئی خلاف ورزی کیا وہاں سزا بھی دی جاتی تھی ۔ جب ہی تو مورخوں نے مہدوی دائروں کی تعریف وتوصیف کی ہے ۔ آپ نے شاہ شریفؒ کو دائرہ میں رہنے سے منع فرمادیا لیکن حضرت شاہ شریف کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی آپ دائرہ سے باہر اپنا حجرہ بنا کر رہتے ہیں ۔ ایک روز آپ حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ کو وضو کرا رہے تھے وضو کا پانی طشت میں تھا وہ پانی آپ پی لیتے ہیں اس وقت سے آپ میں جذبہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے ۔ آپ اکثر مجذوبانہ حالت میں برہنہ رہتے تھے ۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ نے حضرت شاہ شریف کے سوا اپنے دائرہ کے تمام افراد کو دعوت طعام دی ۔ بعض خلفاء نے کہا شاہ شریف مجذوب کو بھی اس دعوت میں مدعو کیا جائے ۔ حضرت نے فرمایا اس کو مت بلاؤ کیونکہ ساری دعوت کا مزا خراب کردے گا ۔ تمام خلفاء نے کہا جب تمام شریک ہورہے ہیں تو ان کو بھی شریک ہونے کی اجازت عطا فرمائے ۔ تمام کی خواہش پر حضرت اجازت دیتے ہیں ۔ شاہ شریف خوشی خوشی تالیاں بجاتے ہوئے دائرہ میں آتے ہیں اور زبان پر یہ کلمہ جاری رہتا ہے ''پیر چلیں اپنے گھر ہمکو بھی کچھ دیتے جانا'' دائرہ کے تمام اصحاب یہ سن کر پریشان ہوجاتے ہیں ۔ کہیں حضرت کا آخری وقت تو نہیں ۔ دائرہ کے اصحاب کی کیفیت دیکھ کر حضرت فرماتے ہیں میں نے اس لئے کہا تھا مت بلاؤ دیکھو دعوت کا لطف خراب کردیا ہے ۔ دائرہ والوں کو یقین ہوجاتا ہے کہ حضرت کا وقت قریب ہے سارے لوگ غمگین ہوجاتے ہیں ۔ دوسرے دن حضرت میاں عبدالکریم نوری کی رحلت ہوجاتی ہے ۔ مجذوب خدا کے قریب ہوتا ہے ۔ خدا اپنے فضل و کرم سے اس پر ہونے والے واقعات سے واقف کرادیتا ہے ۔ یہ اطراف کے حال سے بے خبر رہ کر پہلیوں میں بات کا اظہار کردیتے ہیں ۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں اور دوسروں کو باخبر کردیتے ہیں ۔

حضرت شاہ شریف مجذوب کے حالات اور ان کے کشف وکرامات کو دیکھ کر بہت سارے لوگ آپ کے معتقد ہوجاتے ہیں ۔ معتقدین آپ کے حجرہ پر کافی تعداد میں جمع رہتے تھے ۔ آپ پر بعض وقت جلالی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی ۔ آپ کا حجرہ جھوپڑی کی شکل میں تھا جس پر گھانس بچھادیا گیا تھا ۔ ایک روز بکریاں چرتے چرتے حجرہ پر کی گھانس چرنے لگتی ہے ۔ جس میں ذکر وفکر میں خلل پیدا ہوتا

ہے اور آپ کے زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں ’’ماری جھونپڑی نورا چپاح مددو کوں تاقدر چھی‘‘ تمام کے تمام بکریاں مرجاتی ہیں۔عموماً مجذوب کو دیکھ کر لوگ چھیڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس پر فقرے کستے ہیں۔اس سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ بعض وقت لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔نقصان کے ساتھ پریشانی بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ شریفؒ کے قیام دولت آباد کے زمانے میں احمد نگر کے حصار کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ یہ کام احمد الملک کے عہد حکمرانی میں ہورہا تھا۔تعمیر کے دوران ایک دیوی ظاہر ہوتی ہے، کام رک جاتا ہے۔حکومتی سطح پر دیوی کو ہٹانے کی بہت ساری کوشش کی جاتی ہے لیکن سب ناکام ہوجاتے ہیں۔اس دوران برہان نظام شاہ تخت نشین ہوتا ہے۔ یہ راسخ العقیدہ مہدوی بادشاہ تھا وہ جانتا تھا یہ کام حضرت شاہ شریف کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، بڑی عقیدت سے آپ کو دولت آباد سے بلاتا ہے۔آپ اس دعوت پر احمد نگر تشریف لاتے ہیں۔ پالکی میں سوار ہوکر اُسی مقام پر آتے ہیں جہاں دیوی ظاہر ہوتی تھی۔آپ پالکی سے اُتر کر اپنے ہاتھ کا عصاء زمین پر ڈالوتے ہیں اور بہ آواز بلند کہتے ہیں ’’ماری جا کی اچھی تو تاری جا کی دستی کر‘‘ یعنی یہ جگہ ہماری ہے تو شہر کے باہر جا کر رہ جا۔اس کے بعد وہ وہاں سے نکل جاتی ہے۔ حصار کا کام شروع ہوجاتا ہے اور تکمیل پاتا ہے۔مہدوی بزرگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے پریشان کن حالات سے نجات بھی دلاتے ہیں۔آفات وبلیات کو دور کرتے ہیں۔

حضرت شاہ شریف مجذوب بے خودی کی حالات میں ایک نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔اس راستے سے ایلورہ کا پٹیل مالاجی اپنے خاندان کے ساتھ سفر کررہا تھا۔اس کا ایک ملازم حضرت کی اس کیفیت کو دیکھ کر مذاق اُڑاتا ہے۔حضرت ایک نیم کی کاڑی لیکر دانت میں پکڑی اس سے بندوق چلنے کی آواز پیدا ہوئی اور وہ بے ادب مرجاتا ہے۔ مالوجی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو آکر معافی چاہتا ہے۔اور معتقد ہوجاتا ہے۔حضرت جب دائرہ میں آگئے تو مالوجی روزانہ دائرہ میں حاضری دیکر قدمبوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔دل سے حضرت کا معتقد ہوگیا تھا۔اس کو اولاد نہ تھی اور اولاد کے لئے حضرت سے دعا کا طلب گار تھا۔ایک روز نماز ظہر کے وقت حاضر ہوتا ہے، حضرت نماز ظہر کے لئے وضو کررہے تھے۔وضو کے پانی سے بھیگی ہوئی مٹی کا مُدّا اٹھا کر کھانے کو دیتے ہیں وہ کچھ حصہ کھالیتا ہے اور باقی کا گھر لے جا کر بیوی کو دیتا ہے وہ کھالیتی ہے اس واقعہ کے بعد مالوجی کو دو فرزند ہوتے ہیں۔

مالوجی ان بچوں کا نام حضرت کے نام پر شاہ جی اور شریف جی رکھتا ہے۔ یہ شاہ جی ہی شیواجی کے باپ ہیں ان واقعات کے بعد تمام مرہٹے آپ کے معتقد ہوجاتے ہیں۔ آج بھی بڑی ہی عقیدت کے ساتھ روضہ پر حاضری دیتے ہیں۔ احمد نگر کا بادشاہ برہان نظام شاہ بھی آپ کے کشف وکرامت سے متاثر ہوکر عقیدتمندوں میں شامل ہوتا ہے اور حضرت سے ہمیشہ دعا کا طلب گار رہتا ہے۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ اس فانی دنیا سے 17 جمادی الثانی 1025ھ کو بعمر 99 سال اس دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔ درگاہ دائرہ میں ہزاروں عقیدتمندوں کی موجودگی میں آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے جو احمد نگر میں ہی واقعہ ہے۔ مزار پر مالوجی جو شیواجی کے دادا ہیں عالیشان گنبد تعمیر کی ہے۔ احمد نگر کے سپہ سالار عنبر جو حضرت میاں وزیرالدین خلیفہ حضرت شاہ دلاورؒ کا مرید تھا ایک عالی شان مسجد روضہ کے سامنے بنائی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت کے روضہ پر صبح اور شام میں دو وقت نوبت بجتی تھی جب بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر احمد نگر آیا تو اس نے نوبت بند کرادی۔ جس رات نوبت بند ہوئی اسی رات میں حضرت اس کے خواب میں آکر کہتے ہیں تو نے میری نوبت بند کرادی ہے آج سے چھ ماہ بعد تیری نوبت بھی بند ہوجائے گی یہ کہہ کر اس کا پلنگ الٹا دیا جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو خود کو پلنگ کے نیچے پایا۔ خواب کے چھ ماہ بعد احمد نگر ہی میں انتقال ہوگیا۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ کو اس دنیا سے کوچ کئے ہوئے چار صدی گزر گئی لیکن آج بھی ہزاروں معتقدین بلا مذہب وملت آپ کے روضہ پر حاضری دے کر فیضیاب ہوتے ہیں ہماری کوتاہیوں اور جماعتی اتحاد واتفاق نہ ہونے کی وجہ سے آج وہ افراد جن کا حضرت سے کوئی تعلق نہیں نگران کار بنے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑی دُکھ کی بات ہے کہ مہدویت کی اس قدآور شخصیت کو بحیثیت مہدوی روشناس نہیں کروایا جارہا ہے۔ آج وقت کا تقاضہ ہے کہ حضرت کی سیرت کو اُردو، مرہٹی اور ہندی میں مرتب کر کے عرس کے موقع پر تقسیم کیا جائے تا کہ عقیدت مندوں کو حضرت کی سیرت سے کما حقہ واقفیت حاصل ہوجائے۔ بزرگانِ دین کے مزار، ادب کے مقام ہوتے ہیں۔ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حاضری دینا چاہیئے۔

☆☆☆

حضرت میاں میر بالا پیرؒ

یہ ایک حقیقت ہے کہ بزرگان دین کی سیرت پر جتنا کام ہونا تھا اتنا کام نہ ہوسکا۔جس کی وجہ سے کئی ایک بزرگانِ دین کی سیرت اُن کے کارنامے گوشہ گمنامی میں جاچکے ہیں۔بعض کی سیرت پر بہت کم مواد ہمارے ہاں دستیاب ہے۔اس کے برخلاف غیر مہدویوں کے پاس بہت کچھ مواد پایا جاتا ہے۔ ان قلم کاروں نے بعض مقامات پر صحیح طور پراس کو پیش کیا ہے اور بعض جگہ تعصب سے کام لیا ہے۔ایسے ہی بزرگانِ دین کی صف میں ایک شخصیت حضرت میاں میر بالا پیرؒ کی ہے۔

مہدویہ تاریخ میں قاضی قادن کسی تعارف کے محتاج نہیں جو سندھی زبان کے باوا آدم کہے جاتے ہیں۔سندھی زبان کے فروغ میں آپ نے نمایاں کارہائے انجام دیئے ہیں جنہیں خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے انہی کی ایک صاحبزادی فاطمہ تھیں۔ نام کا اثر اس صاحبزادی میں کھل کر نظر آتا تھا۔نہایت دیندار اور خوف خدا رکھتی تھیں، ذکر وفکر کی پابند تھیں۔ان کے شوہر قاضی سائیں داتا تھے جو میاں قاضی قلندر کے صاحبزادے تھے۔نہایت دیندار گھرانہ تھا۔انہیں اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں دی تھیں۔بیٹوں کے نام میاں قاضی بولن، میاں طاہر، میاں عثمان، میاں محمد اور میاں میر اور بیٹیوں کے نام بی بی ہادی اور بی بی جمال خاتون تھیں۔سندھ کے علاقہ سیوستان جوٹھو اور پھکر کے مابین واقعہ ہے 938ھ میں آپ کی ولادت ہوتی ہے۔آپ کا سلسلہ 28 واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ کو جاتا ہے۔سات سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہوتے ہیں۔ 12 سال کی عمر میں ماں کی ممتا اور نانا کی صحبت میں علم باطن پاتے ہیں کیونکہ قاضی قادن دو واسطوں سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے فیض یافتہ ہیں۔ریاضت، عبادت اور مجاہدہ میں مشغول ہوجاتے ہیں۔فرائض ولایت کی پابندی اور تربیت سے جوہر ذاتی چمک اٹھتا ہے۔25 سال کی عمر میں سہوال سندھ سے ہجرت فرما کر لاہور میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔ ریاضت وعبادت، تلقین وہدایت سے طالبان صداقت کو فیض یاب فرماتے ہیں آئین مہدویہ کی کما حقہ پابندی کے ساتھ دم قدم کی حفاظت فرماتے تھے۔دنیا کی ناپائیداری پر زور دیتے تھے۔توکل کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھے۔شرح کی پابندی پر زور دیتے تھے۔

خلاف شرع کوئی بات دیکھتے تھے اُسے روک دیتے تھے۔ رات کے وقت کوزے کا پانی پھینک دیتے تھے۔عزلت از خلق اختیار کئے ہوئے تھے۔ اکثر آپ پر فقر وفاقہ رہا۔30 سال تک کچھ نہ پکا،خوراک کم' لباس سادہ،معمولی کپڑے کی پگڑی سر پر ہوتی تھی۔جو طالبان خدا ہوتے ہیں وہ ظاہری شان وشوکت سے دور رہتے ہیں۔انہیں دیکھنے سے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی یاد آجاتی تھی۔ انکا ذہن پاک،نفس پاک،سوچ پاک،فکر پاک ہوتی تھی۔انہیں دیکھنے سے خدا یاد آجاتا تھا۔یہ ہمارے بزرگوں کی شان تھی

جس وقت لاہور میں دائرہ قائم کرتے ہیں اُس وقت بادشاہ اکبر کا آخری دور تھا۔مہدوی گجرات سے سندھ تک روح اسلامی کو تازہ کئے ہوئے تھے۔خاص وعام دینی پیاس بجھانے کے لئے دائروں کا رخ کئے ہوئے تھے۔حضرت بندگی میاں خاتم المرشدینؒ،میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی،میاں شیخ علائی،حضرت عبداللہ خان نیازی،میاں میر بالا پیر کا چرچا زبان زد عام وخاص تھا۔علمائے سوحیران و پریشانی کی کیفیت میں مبتلا تھے۔مہدوی دائروں کی بڑھتی ہوئی شہرت کے سدباب کے لئے مجالس منعقد کرکے اس پر غور وخوص کرتے کہ کس طرح اس کو دبایا جائے۔

یہاں تک اثر ورسوخ استعمال کر کے بادشاہ وقت شہنشاہ اکبر کو ورغلایا جاتا ہے۔ایک طرف میاں مصطفیٰ گجراتیؒ،شیخ علائی اور حضرت عبداللہ خان نیازی پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں،دوسری طرف حضرت خاتم المرشدینؒ کو احمد آباد میں اور حضرت میاں میر کو آگرہ میں جہانگیر طلب کرتا ہے۔دونوں جگہ پر دنیادار علماؤں کو شکست ہوتی ہے۔بادشاہ جہانگیر اس ملاقات کے بعد حضرت کا معتقد ہوجاتا ہے جو بھی مشکل اس کو درپہ ہوتی ہے اس کو دور کرنے کے لئے حضرت سے رجوع ہوتا تھا۔الغرض آپ سے بے انتہا عقیدت رکھتا تھا۔اس عقیدتمندی کو اس خط میں ملاحظہ فرمائیے۔

''بعد از عرض نیاز مخلص حقیقی تمام اخلاص بموقف می رسائد کہ......قدمبوسی حاصل کم'' تزک جہانگیری میں لکھتا ہے کہ حضرت میاں میر کو اپنے زمانے میں بڑا فروغ حاصل ہوا تھا۔ایک مرتبہ شہنشاہ جہانگیر آپ کو دربار میں مدعو کرتا ہے۔عقیدت واحترام سے استقبال کرتا ہے،ملاقات کے دوران کہتا ہے کہ کس چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں۔آپ بادشاہ سے وعدہ لیتے ہیں کہ جو طلب کریں گے وہ دیں گے۔جہانگیر کہتا ہے ضرور دیا جائے گا۔آپ فرماتے ہیں مجھے رخصت دو۔شہنشاہ یہ سن کر نہایت عزت و احترام سے رخصت کرتا ہے۔شاہ جہاں بھی آپ کا معتقد تھا۔ یہاں حضرت میر بالا پیرؒ کے کردار کو

دیکھئے۔ بادشاہِ وقت آپ پر مہربان ہے اور مانگنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ آپ چاہتے تو بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے لیکن آپ نے رخصتی مانگی۔ اللہ سے اللہ کی ذات کو مانگنے والے کبھی دنیا کی طلب نہیں رکھتے

تاریخ کے اوراق اس بات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ شہزادہ دارشکوہ بھی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ 20 سال کی عمر میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ بادشاہ شاہ جہاں نے بڑے بڑے حکماء واطباء سے علاج کروایا لیکن بیماری دور نہ ہوسکی۔ حضرت میاں میر کے دائرہ میں حاضری دیتا ہے اور عرض کرتا ہے معالج اس کا علاج نہیں کر سکے۔ اللہ واسطے اس پر توجہ فرمایئے۔ مہدو یہ طور وطریقہ کے مطابق حضرت پانی کو دم کر کے پسخوردہ عطا کرتے ہیں اور دارشکوہ سے پینے کے لئے کہتے ہیں بفضل تعالیٰ چند ہی روز میں صحت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دارشکوہ حضرت کے دائرہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضرت اس کو ذکر کی تعلیم دی اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے میں حضرت کی تربیت کا اثر زیادہ تھا۔ وہ بہت ہی نیک و پارسا تھا دنیوی جاہ وجلال سے کوسوں دور تھا۔ اس نے حضرت کے تفصیلی حالات سکینۃ الاولیاء میں لکھے ہیں۔ وہ اپنی اس کتاب میں ملاعلی فتح علی قادری کی لکھی ہوئی تاریخ وفات لکھتا ہے ''میاں میر سرِ دفتر عارفاں کہ خاک درش رشک اکسیر شد خود بہر سال وصالش نوشت بفردوس والا میں میر شد'' حضرت سے عقیدت کی بناء پر ہی اس نے رفیق حیات کو حضرت کے مزار پاک کے قریب ہی دفن کرتا ہے۔ شاہجہان بادشاہ بھی دو مرتبہ آپ سے ملاقات کا شرف پاتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے حضور دستار، شال اور تسبیح پیش کرتا ہے۔ آپ شال، دستار واپس کرتے ہیں اور تسبیح رکھ لیتے ہیں۔ بعد میں یہ تسبیح اپنے مرید کو دیدیتے ہیں۔ اس نے ہی حضرت کی مزار پاک کی تعمیر کا آغاز کیا تھا۔ ناگفتہ حالات کی وجہ سے اس کو تکمیل نہیں کر سکا۔ لیکن اورنگ زیب چند سال کے بعد زیارت کے لئے آتا ہے۔ نامکمل حالات میں مزار کو دیکھ کر فوراً تکمیل کا حکم صادر کرتا ہے۔ بادشاہِ وقت معتقد ہے لیکن انہیں کوئی چاہت نہیں، نظر بھر ان کو دیکھتے نہیں تھے۔ جو اللہ کو دوست بنا لیتے ہیں بھلا وہ دنیا داروں کو کیا نظروں میں لاتے۔ یہ ہمارے بزرگوں کی کیفیت تھی جن میں ایک حضرت میاں میر بالا پیر بھی ہیں۔

حضرت میاں میر بالا پیرؒ کے روحانی قوت کے بہت سارے واقعات مشہور ہیں۔ بلا مذہب و ملت لوگ آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ایک شخص اپنے گونگے بیٹے کو تسمیہ خوانی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ آپ مراقبہ میں جاتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد اس گونگے بچے کو سامنے بیٹھا کر

فرماتے ہیں ''بسم اللہ پڑھو'' وہ گونگا بچہ آپ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے لگتا ہے۔

پنجاب سندھ اور بلوچستان کے تمام علاقے میں حضرت میاں میرؒ کے زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت کا شہرہ تھا۔ آپ بہت کم ہی دائرہ سے باہر قدم نکالتے تھے۔ حقیقت بھی ہے کہ جنکی زندگی کے شب وروز اللہ کے لئے صرف ہوتے ہیں اللہ کی مخلوق ان سے وابستہ ہوجاتی ہے۔ ان کو یہ مقام نہ صرف زندگی ہی میں حاصل ہوتا ہے بلکہ گزر جانے کے بعد بھی نسل درنسل عقیدت جاری وساری رہتی ہے۔ اس میں کمی نہیں پائی جاتی بلکہ بڑھتی جاتی ہے۔ آپ کے عقیدتمندوں کا شمار مشکل ہے۔ علامہ اقبال بھی آپ کے معتقدوں میں سے تھے۔ ایک رباعی میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت شیخ میاں میر ولی مہر خفی از نور جانِ او جلی

بر طریق مصطفیٰ محکم لیسے نغمہ و عشق و محبت رانے

آپ 7 / ربیع الاول 1035ھ کو بعمر 97 سال اس دارفانی سے کوچ فرماتے ہیں اور بعض نے آپ کی تاریخ وفات 17 / ربیع الاول 1045 لکھی ہے۔ لاہور سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔ آج یہ مقام آپ ہی کے نام سے موسوم ''میاں پیر'' کہلاتا ہے اور ریلوے اسٹیشن بھی میاں میر کے نام سے منسوب ہے۔ تمام پنجاب اور سندھ کے معتقدین آپ کا عرس مبارک بڑے تزک واحتشام سے مناتے ہیں۔ ہر جمعرات کو کثیر تعداد میں زائرین حاضری دیتے ہیں۔ تبدیلی حالات اور مقامی سیاست نے آپ کی شخصیت کے اس پہلو پر کہ مصدق خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ہیں، چھپائے رکھا ہے۔ اس کا اظہار عرس کے موقع پر نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں ہماری بھی کوتاہی ہے کہ حضرت کی سیرت کو زمانے کے سامنے پیش نہ کرسکے۔

آپ نے ایک مرتبہ دائرہ میں دوران تعلیم فرمایا انسان تین چیزوں یعنی نفس دل اور روح کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہرایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے۔ چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے، دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔ یہ سب تعلیمات خلیفتہ اللہ خاتم الولایت محمدیہ کا عکس ہیں۔

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید نجم الدین علیہ الرحمہ

اللہ کے نیک و برگزیدہ بندے نہ صرف زندگی میں بلکہ گزر جانے کے بعد بھی زمین والوں کے لئے راہ ہدایت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل وکرم رہا ہے کہ ہر دور میں ایسے بندے رہے ہیں ان کی سیرت، اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری آج بھی ہمیں عبادت کا شوق اور ذوق پیدا کراتی ہے۔ ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؒ ہیں۔

آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید منجوؒ کے اور پوترے ہیں حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کے۔ حضرت بندگی میاں سید منجوؒ تربیت وصحبت حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ سے رکھتے ہیں اور انہی کے داماد بھی ہیں۔ صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ منچپہ میں آپ کی مزار ہے۔ آپ کو دو فرزند ہوئے۔ ایک میاں سید نجم الدین اور دوسرے میاں سید موسیٰ۔

حضرت میاں سید نجم الدینؒ کا بچپن نانا حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کے دائرہ میں گزرا اور یہیں تربیت بھی پائی۔ ظاہری و باطنی علم کے آغوش میں پروان چڑھے۔ اسلاف کے طریقے کے مطابق علاقہ حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ سے کیا۔ دائروں میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی جاتی تھی۔ اس معاملہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی۔ ہر صاحب دائرہ کے پیش نظر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ عمل تھا۔ جب حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ پہلی مرتبہ خلیفۃ اللہ کے حضور آئے تو آپؑ نے تمام واقعات سننے کے بعد پہلے حقوق العباد ادا کرنے کا حکم دیا۔ دائروں میں جو بھی طالب خدا ہو کر ترک دنیا کے لئے آتا تو مراقبے کے ذریعہ پہلے اس کی کیفیت جانتے۔ حضرت سید نجم الدین بھی ترک دنیا کے خیال سے حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے پاس حاضر ہوتے ہیں لیکن آپ ترک دنیا نہیں کراتے بلکہ کہتے ہیں تمہارے سر پر قرض ہے ادا کر کے آؤ۔ صاحب دائرہ کی یہ روحانی کیفیت ہوتی تھی اور حقوق العباد کا اس طرح سے خیال رکھا جاتا تھا۔ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ ہمارے دائروں کے اُصول تھے۔ اُس دور میں قرض حاصل کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آج ہر کوئی قرض کے بندھن میں بندھا ہوا ہے۔ ہم اپنی ضرورتوں کو کم کرنے پر غور نہیں کرتے بلکہ کس طرح سے کہاں سے

قرض لیا جائے اس پر غور کرتے ہیں۔قرضدار اور بے قرضدار کی زندگیوں میں فرق رہتا ہے۔ایک کی بے اطمینانی کیفیت رہتی ہے، دوسرے کی اطمینان کی۔اس طرح ادائی عبادت میں بھی فرق رہتا ہے۔ حضرت خاتم کارؒ نے اس لئے قرض ادا کرنے پر زور دیا۔

حضرت سید نجم الدین عالیت پسند تھے اور دائرہ کے حدود کا بہت خیال رکھتے تھے، جس کی وجہ سے حضرت نور محمد خاتم کارؒ آپ کو بہت چاہتے تھے۔حضرت خاتم کارؒ نے بے شمار بشارتیں آپ کے تعلق سے فرمائیں۔فرمایا جس طرح حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی ذات میں سیر حاصل ہے اس طرح میاں نجم الدینؒ کو بندہ کی ذات میں سیر حاصل ہے۔خاتم کارؒ نے یہ بھی فرمایا کہ بندہ کا دل نجم الدین کے جسد میں ہے۔حضرت خاتم کارؒ نے اپنے آخری وقت میں آپ کو بہت یاد کیا۔لیکن آپ دوری کی وجہ سے آنہ سکے۔حضرت خاتم کارؒ کے دائرہ میں رہنا کوئی آسان نہیں تھا، یہاں اپنی خواہشات، نفس، چاہت وغیرہ کو ختم کر کے ایک مردہ کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ ہر قدم اور ہر سانس کی حفاظت کا طریقہ سکھایا جاتا تھا۔ ہر عمل میں عالیت تھی، رخصت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔مرشد کا اپنے مرید کے تعلق سے یہ بشارت دینا یقیناً مرید کے لئے باعث مسرت ہے۔زندگی کے آگے کے سفر میں حاصل کردہ فیض کے راز کھول کر سامنے آتے ہیں۔جس سے حضرت میاں سید نجم الدینؒ کی شخصیت پر رشک ہونے لگتا ہے۔

حضرت میاں سید نجم الدین نے حضرت شاہ نور محمد خاتم کارؒ کے انتقال کے بعد اپنے ماموں حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؓ سے علاقہ کر کے صحبت اختیار کی، اُس دور میں صاحب دائرہ اپنے اصحاب کے افہام وتفہیم کا خیال رکھتے تھے۔اگر کوئی دائرہ سے دور مقام پر رہتا تو خطوط کے ذریعہ ان کی افہام وتفہیم کی جاتی تھی۔حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ نے بھی خطوط کے ذریعہ آپ کی افہام وتفہیم کی اور معلومات پہنچائے۔ایک موقعہ پر مکتوب میں تحریر کیا کہ کسی سے اختلاف نہ کریں۔مخالفین سنت اور بدعت کرنے والوں کو درگزر نہ کریں افہام وتفہیم کے لئے قلم وزبان کا استعمال کریں۔فقیروں کو فرزندوں کی جگہ بلکہ ان سے بہتر سمجھیں۔ ماضی میں ہر دائرہ میں تعلیم وتربیت کا معقول انتظام ہوتا تھا۔صاحب دائرہ کی تمام پر نظر ہوتی۔ ہر ایک کی قابلیت ولیاقت کو دیکھتے ہوئے تربیت کی جاتی تھی۔اس طرح کے طور وطریقے وعمل آج مفقود ہو چکا ہے۔جس کی وجہ سے عقیدہ میں کمزوری اور اسلاف کی راہ سے دور ہوتے

جا رہے ہیں۔قوم کے لئے یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

حضرت میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت کا اہم پہلو یہ ہے کہ آپ علاقہ کے لئے حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے حضور آئے ۔ پھر حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ سے علاقہ کیا۔آپ کے انتقال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے حضور حاضر ہوئے۔نہایت ادب واحترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ۔ بندہ کو بھی اپنے فقیروں میں شمار کریں۔ایک کے بعد ایک علاقہ لینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو مزید فیض ولایت پانے کی فکر رہتی تھی۔آپ کا یہ عمل، یہ جذبہ لائق قدر اور قابل تقلید ہے۔ حضرت شاہ نصرتؒ سے بیان قرآن کی اجازت ملتی ہے ۔ ہمارے دائروں کی اہم خصوصیت ''بیانِ قرآن'' ہے ۔ ماضی میں ہر صاحب دائرہ بیان قرآن سے اپنے اپنے دائرے میں ظاہری و باطنی تعلیم سے اصحاب دائرہ کو مستفید کیا کرتے تھے ۔لیکن آج ہمارے بیشتر دائروں سے یہ منظر ختم ہو چکا ہے ۔ افسوس بیان قرآن کی روح دائروں سے پرواز کر گئی ۔جس کی وجہ سے ایمان وعقیدہ میں ہم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ عالیت سے پستی میں گرتے جا رہے ہیں۔آج نہ وہ محنت ہے اور نہ علمی قابلیت اور نہ کوشش ہو رہی ہے جس سے کہ قومی افراد کو استفادہ کیا جا سکے۔ چراغ میں تیل اور بتی ہو تو سلگایا جا سکتا ہے اور روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔جسم ہے اگر، جسم میں ظاہری و باطنی علم نہ ہو تو، ایسا جسم فائدہ مند نہیں ہے۔ ہماری آبادیوں کے لئے ایسے اجسام کی ضرورت ہے جس میں ظاہری اور باطنی علم ہو تا کہ حق وصداقت کی راہ میں ثابت قدم کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور کوئی ہم کو کسی بھی رخ وطریقے سے متاثر نہ کر سکے۔

تاریخ مہدویہ کے اوراق شاہد ہیں کہ میاں سید نجم الدین نے پہلے برہان پور میں اور اس کے بعد تگریہ (راجستھان) میں دائرہ باندھا۔یہاں پر آپ کی آمد سے قبل حضرت بندگی میاں محمود شاہؒ کا دائرہ تھا۔میاں محمود شاہؒ، حضرت ثانی مہدیؓ کی اہلیہ بی بی کد بانو کے بھانجے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ نے دائرہ کی امامت آپ کے سپرد کی تھی۔آپ کا عقد بی بی خونزا گوہر بنت ثانی مہدیؓ سے ہوا۔میاں سید نجم الدینؒ کے تگریہ آنے پر میاں محمود شاہؒ اور آپ کے فرزند میاں شریف محمدؒ کہتے ہیں ''آب آمد وتیمّم برخواست'' اس واقعہ سے ان دو بزرگوں کی سادگی ،نیستی اور انکساری کا پتہ چلتا ہے۔مخدوم بنے ہوئے تھے، خادم بن جاتے ہیں۔ یہ کردار کی عظمت ہے، یہ پاکان خدا ہیں جہاں سے سب کچھ ملتا ہے۔ جیسا

کہ حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ نے میاں شریف محمدؒ کے تعلق سے فرمایا قیامت کے دن خدا تعالیٰ اگر پوچھے گا کہ ہمارے حضور کیا تحفہ لائے تو عرض کروں گا کہ شریف محمدؒ کو لایا ہوں ۔ یہ مقام و مرتبہ ہے میاں شریف محمدؒ کا۔

تگریہ اوراس کے اطراف کے علاقے میں افغان رہا کرتے تھے۔تمام کے تمام راجہ کی فوج میں ملازم تھے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تعلیمات اسلام سے کوسوں دور تھے ۔میاں سید نجم الدینؒ انہیں اسلامی راہ پر لانے ،عبادت گزار بنانے کے ساتھ حضرت مہدی موعودؑ کی صداقت کو پیش کیا اور تصدیق مہدی موعودؑ کی دعوت دی۔انہوں نے کہا یہ جواُگ کے درخت ہیں ان کی ہر ڈالی پر مصری کی ڈلی ہونی چاہئے ۔حضرت نے ان کے مطالبہ پر کہا صبح دیکھو۔صبح افغان پٹھان جس درخت کے پاس جاتے انہیں مصری کی ڈلی ملتی ۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام حیران ہوکر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ۔نظروں میں حضرت کا مقام ومرتبہ بڑھ جاتا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوجاتے ہیں ۔ یہ آپ کی سیرت کا عظیم کارنامہ ہے ۔ فضل خداوندی سے پٹھانوں کو یہ شرف یہ نعمت میاں سید نجم الدینؒ سے ملی ۔

خوشبو تعارف کی محتاج نہیں ہوتی ہے ۔ جہاں بھی ہوتی ہے موجودگی کا احساس دلاتی ہے ۔ اس طرح ہمارے دائرے فیض ولایت محمد یہ کی خوشبو سے لہرا رہے تھے ۔تشنگانِ حق وصداقت اس خوشبو سے فیض پانے کے لئے دائروں سے رجوع ہوکر اپنے کو ظاہری و باطنی علم سے آراستہ کرتے تھے ۔میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت بھی ایک خوشبو کی طرح تھی ۔اس خوشبو کو محسوس کر کے کئی ایک مسلمانوں نے تصدیق کا شرف حاصل کیا۔

آج کے ماحول میں حضرت میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت ہماری سونچ وسمجھ کے دروازوں کو کھولتی ہے ۔ایک پابند مصدق بناتی ہے ۔آپ 8 /صفر 1070ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمائے ۔مزار پاک راجستھان کے علاقے تگریہ میں ہے ۔جس پر گنبد بنی ہوئی ہے ۔فن تعمیر کے لحاظ سے بہت خوبصورت ودلکش ہے ۔اطراف میں اور گنبد ہیں جس میں مصدقان مہدی موعودؑ آرام فرما رہے ہیں ۔ اس مقام کو دیکھنے کے بعد یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تگریہ کے مہدویوں کو ان بزرگانِ دین سے کتنی عقیدت ومحبت تھی ۔جس کی وجہ سے یہ خوبصورت گنبدیں بنائی گئیں ۔

☆☆☆

حضرت بندگیمیاں شاہ عبدالکریم نوریؒ

آپ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی اولاد سے ہیں اور (6) واسطوں سے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے ملتا ہے۔ آپ حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد اور چچا حضرت بندگی میاں شاہ امین محمدؒ کو خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی۔ شاہ عبدالمجیدؒ کو ایک عرصہ تک اولاد نہیں ہوئی۔ قیام فراہ مبارک کے دور میں حضرت مہدی موعودؑ کو اتفاق سے بخار آیا اور قئے ہوئی۔ آپ نے اُس قئے کو نوش فرمایا۔ اُس وقت میاں سلام اللہؓ نے قئے کو نوش کرنے سے منع فرمایا لیکن آپ نے قئے کو نوش فرمایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بی بی خوندمریم سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اس کا نام شاہ عبدالکریم نوریؒ رکھا گیا۔ 911ھ میں آپ کی ولادت ہوتی ہے۔ والد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف 8 سال کی تھی۔ دینی و مذہبی ماحول میں آپ کی پرورش ہوتی ہے۔ نہایت دیندار، پرہیزگار اور پاکیزہ اطوار کے مالک تھے۔ کسب بھی کیا تھا زہد وتقویٰ کے ساتھ جس کی بناء پر دولتمند بھی آپ کا ادب و احترام کرتے تھے۔ جن کے ہاں آپ ملازم تھے وہ ہر وقت سلام کے لئے آنے سے منع کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کبھی کبھی آیا کریں۔ اگر ضرورت پڑی تو میں خود بلالیا کروں گا۔ اس کسب کے بعد آپ کو ترک دنیا کا خیال پیدا ہوا تو حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ترک دنیا کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دیں اور آپ کو عین الیقین فرمایا اپنے بارہ خلفاء میں پہلے خلیفہ کا آپ کو درجہ دیا۔ ایک دن حضرت شاہ دلاورؓ نے میاں عبدالکریم اور میاں عبدالملک سجاوندی دونوں کو ایک ایک کبوتر دے کر فرمایا ایسی جگہ ان کو ذبح کرو کوئی نہ دیکھے۔ تھوڑی دیر بعد میاں عبدالکریم نے کبوتر واپس لایا اور عرض کیا کہ خوندکار ہر جگہ اللہ موجود ہے وہ جانتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے اس لئے ذبح نہیں کیا۔ میاں عبدالملک سجاوندی نے ایک گوشہ میں کبوتر کو ذبح کر کے لائے۔ اس موقعہ پر بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے بشارت دی کہ بندہ کی راہ تمہارے فرزندوں میں قیامت تک جاری رہے گی۔

حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ آٹھوں پہر ذکر وفکر اور مراقبہ میں رہتے تھے اور ذات خدا میں اس قدر فانی ہوگئے تھے کہ نور علی نور بن گئے تھے۔ ایک روز جنگل میں جا کر ذکر اللہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے مراقبہ میں دیکھا کہ بینائی حق میں مست و مدہوش ہوگئے ہیں۔ اسی وقت شاہ دلاورؓ

اپنے حجرہ سے نکل کر جنگل میں آتے ہیں۔ میاں عبدالکریم نوریؒ کے پاس آ کر دیکھا کہ پہاڑوں، درختوں میں بحالت جذبہ مست ومستغرق ہیں۔ فرماتے ہیں بھائی عبدالکریم نوری یہ روش تمہارے خاندان کی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لاتعین ہے، ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ آپ کو دائرہ میں لاتے ہیں، بڑی بڑی بشارتوں سے نوازتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے اپنا پورا فیض اس میں بھر دیا۔ مرشد کی محبت مرید سے دیکھیئے ایک دن فرماتے ہیں آج رات تم اور ہم مل کر نوبت بیٹھیں گے۔ دونوں حضرات نوبت میں بیٹھتے ہیں، یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت آ جاتا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت شاہ دلاور نے دو تین مرتبہ مانڈی بدلی لیکن آپ ویسے ہی بیٹھے رہے۔ آپ کی اس استقامت اور دلجوئی کو دیکھ کر مرشد بہت خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں فرزند میاں عبدالمجیدؒ نے دل کو لبھایا۔ میاں شاہ دلاورؒ اپنے دائرہ کے اصحاب کو ذکر اللہ میں منہمک بیٹھے ہوئے دیکھ کر میاں یوسفؒ سے فرماتے ہیں یہ بھائی جو بیٹھے ہوئے ہیں ہم اخوتی وہم منزلتی کا مقام رکھتے ہیں یعنی وہ میرے مقام اور میری منزل کے ہیں۔ ان میں چار افراد کا مقام بہت آگے ہے۔ میاں یوسف دریافت کرتے ہیں خوندکار وہ چار اصحاب کون ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میاں عبدالکریم نوریؒ، بھائی عبدالملک سجاوندیؒ، قاضی عبداللہ اور تم یعنی میاں یوسفؒ

ایک شخص آپ کے دائرہ میں آ کر آپ کو اللہ دیا کہہ کر کچھ خدمت کرتا ہے۔ پھر باہر آ کر فقراء کو کچھ دیتا ہے۔ میاں دلاورؒ حجرہ سے باہر آ کر اس کو دیکھنے پر پوچھتے ہیں کہاں گئے تھے۔ اس نے کہا فقیروں کو کچھ دیا ہوں۔ آپ دریافت کرتے ہیں میاں عبدالکریم، میاں وزیرالدین، میاں یوسف اور میاں عبدالملک کو بھی کچھ دیئے۔ وہ کہتا ہے نہیں، حضرت فرماتے ہیں ان کو دو تم کو بہت اجر ہوگا۔ آخر وہ چاروں کی خدمت کرتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ثروت لوگ اپنے دور کے بزرگوں کی خدمت کو عزیز رکھتے تھے۔ حضرت شاہ دلاورؒ کے وصال کے بعد بھی آپ بورکھیڑہ ہی میں رہے۔ حضرت شاہ دلاورؒ کے 1400 فقراء تھے۔ یہ فقراء آپ کے اور میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے ساتھ ہو گئے۔ آپ ان تمام فقراء کے تعلق سے فرماتے ہیں جن کو آپ سے محبت ہے آپ کے ساتھ ہو جائیں گے اور جن کو بندہ سے محبت ہے بندہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ سات سات سو فقراء ان دونوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ آپ کے تعلق سے فرماتے ہیں میاں عبدالکریم کا ستارہ آسمان تک بلند ہے اور ہمارا ستارہ ہمارے ساتھ ہے، اس طرح اپنے ہم عصر افراد کی بزرگی کا اعلان کیا جاتا تھا۔

مہسانہ میں بھی آپ کا دائرہ تھا۔ یہاں پر دھولقہ کے بنڈی راں مال لیکر آیا کرتے تھے۔ ایک

روز یہ لوگ میاں عبدالکریم نوریؓ کے دائرہ کے پاس قیام کرتے ہیں۔ وہ مریدوں کی حضرت سے عقیدت، بیان قرآن اور دائرہ کے ماحول سے بے حد متاثر ہوکر بعد نماز مغرب تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت سے کہتے ہیں آپ ہمارے مقام پر چلئے، اکثر لوگ رشد وہدایت سے بہرہ ور ہونگے۔ ہماری زندگی بھی تبدیل ہوجائے گی اور تقویٰ شعار بن جائیں گے۔ مہسانہ کے لوگوں میں ترک دنیا کا جذبہ نہیں تھا اور پابند زکوۃ وعشر بھی نہیں تھے۔ حضرت یہاں سے رخصت ہونے کا فیصلہ کرلیتے ہیں۔ مقامی لوگوں کو جب اطلاع ملتی ہے وہ آکر نہ جانے کی درخواست کرتے ہیں۔ ان کی درخواست رد ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لیکر آتے ہیں، اصرار کرتے ہیں لیکن آپ قبول نہیں کرتے۔ مہسانہ سے ہجرت کرتے ہوئے دھولقہ تشریف لاکر دائرہ قائم کرتے ہیں۔ دھولقہ میں بہت دن تک آپ کا دائرہ رہا۔ قصبہ مہسانہ کے علماء پٹھان اور امراء اور زمیندار آپ کے بیان قرآن، زہد وتقویٰ سے متاثر ہوکر آپ کے معتقد اور مرید ہوتے ہیں۔ دھولقہ مہسانہ کے علاقوں کے لوگ آپ سے تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نماز فجر میں جب آپ کے چہرہ انور کی روشنی مسجد کے محراب پر پڑتی تو پوری مسجد میں اُجالا ہوجاتا تھا۔ کافی مدت تک آپ کا دائرہ دھولقہ میں رہا۔ ایک دن کسی نے حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کے حضور میں کہتا ہے دھولقہ کے مریدین حضرت میاں عبدالکریم نوریؓ کی بہت خدمت کرتے ہیں اور وہ بھاری جسم کے ہوگئے ہیں۔ حضرت خاتم المرشدینؓ فرماتے ہیں ایسا نہیں ہے، جاؤ انکا جسم کاٹو اگر خون کا ایک خطرہ بھی نکلے تو بندہ جھوٹا ہے۔ جب یہاں سے ہجرت کا ارادہ کیا تو عقیدتمندوں نے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا ہجرت متبوع کے اشارے سے ہے۔ دھولقہ سے آپ نگرہ جو کھنبات سے دو میل پر واقعہ ہے دائرہ باندھتے ہیں، اس کے بعد دولت آباد آتے ہیں۔ دولت آباد میں بہت سارے آپ سے فیض یاب ہوتے ہیں اور آپ کے دائرہ کا ادب وعظمت لوگوں میں بہت تھا۔ اپنے فرزندوں کے تعلق سے فرمایا میرے فرزند پھٹے پرانے کپڑوں میں لعل کے مانند ہیں۔ ان کی قدر کوئی نہیں جانتا مگر خدا اور بندگان خدا جانتے ہیں۔

دھولقہ کا قاضی تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔ اپنی لڑکی بی بی صالحہ کا عقد آپ سے کرتا ہے۔ آپ کا دوسرا نکاح حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی لڑکی بی بی راجے فاطمہ سے ہوا اور تیسرا نکاح میاں جلال خان کی لڑکی بی بی فاطمہ عرف نور ولایت محمدی سے ہوا۔ 15/ شعبان کی نورانی رات کو یہ پیکر خاکی جو دراصل نوری تھا اس فانی دنیا سے کوچ کرجاتا ہے۔ جن کے دل میں عشق ومحبت الٰہی کی ہلکی سی بھی چنگاری ہے وہ اس واقف رموز وعشق ومعرفت سے فیض پاسکتی ہے۔ آپ کا مزار پاک دولت آباد میں ہے۔ oo

حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ

انگوٹھی میں نگینے جوڑ دیا جائے تو انگوٹھی کی خوبصورتی کے ساتھ قیمت بڑھ جاتی ہے۔نظر پڑنے پر زبان سے تعریف وتوصیف کی جاتی ہے۔اس طرح علمائے دین، رہبران قوم، انگوٹھی کے نگینے کی طرح ہیں۔ان سے قوم روشناس ہوتی ہے اور متلاشیان حق وصداقت ان سے وابستہ ہوکر اپنی پیاس اور مسائل کو حل کرتے ہیں۔ایسے ہی شخصیات میں ایک شخصیت حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کی ہے۔ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہ 989ھ میں حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کے دائرہ جالور میں پیدا ہوئے۔آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ بارہ بنی اسرئیل کے، پوتے ہیں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے، نواسہ ہیں حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے۔آپ کی عمر جب 7 سال کی تھی حضرت سیدنجی خاتم المرشدین نے آپ کے تعلق سے فرمایا کہ ''میرا قائم مقام ہوگا''

رہبران قوم کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مصدق کے لئے حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کی سیرت ایک بہترین نمونہ ہے۔ وہ افراد جو دائروں سے وابستہ ہوجاتے ہیں وہ ستارے بن کر روشنی پھیلاتے ہیں۔آپ نے خدمت اسلام کے لئے، تبلیغ مہدویت کے لئے، کسبی علم کے ساتھ وہبی علم حاصل کیا۔ آپ اپنے دور میں علم ظاہر میں بہت مشہور تھے۔لوگ مشکل مسائل لاتے اور آپ اس کو قرآن و احادیث کی روشنی میں حل کرتے تھے۔لوگوں کو تشفیع ہوجاتی تھی۔ظاہری علم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک آیت کی تفسیر، آٹھ تفاسیر کے حوالوں سے کرکے اس کے اصل مدعا کو بیان قرآن کے ذریعہ پیش کرتے تھے۔سائل اور سامعین کے علم میں اضافہ کرتے تھے۔چار سال تک آپ نے کسب بھی فرمایا۔ 24 سال کی عمر میں ترک دنیا کرکے والد کی صحبت میں رہے۔شہزادہ نے ایسی فقیری کی کہ لوگوں کو آپ پر ترس آتا تھا۔کپڑے بوسیدہ ہوگئے تھے۔تن پر پیوند لگا ہوا لباس ہے، ایسی حالت میں بھی ذکر وفکر میں محو ہیں۔دائرہ میں جس فقیر کے ذمہ میں عشر کی تقسیم کا انتظام تھا اس نے آپ کے لباس کو دیکھ کر نیا پاجامہ سلواتا ہے۔آپ کو اللہ دیا کہہ کر دیتا ہے۔آپ اس کو قبول کرتے ہیں۔ یہ پاجامہ پہن کر والد کے حضور پہونچتے ہیں۔والد نیا لباس دیکھ کر دریافت کرتے ہیں یہ کہاں سے آیا۔آپ نے اس فقیر کا

نام لیتے ہیں۔آپ کے والد اس فقیر کو طلب کرتے ہیں، دریافت کرنے پر جب علم ہوتا ہے کہ عشر کی رقم سے یہ پاجامہ بنایا گیا ہے تو فقیر پر غصہ ہوتے ہیں اور فرزند سے کہتے ہیں پاجامہ واپس کردو۔دائرہ میں جو اس سے زیادہ مستحق ہے اس کو دو۔اس واقعہ کے بعد حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے دائرہ کا جو نظام تھا اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔جس کا تصور آج ہم نہیں کرسکتے۔آپ نے فرمایا ''جہاں پیری مریدی کی نسبت پیدا ہوتی ہے وہاں پدری اور پسری کی نسبت اُٹھ جاتی ہے'' ہمارے دائرہ میں کردار کے یہ اعلیٰ نمونے تھے۔جب ہی تو لوگ دائرہ کی طرف متوجہ ہوکر حقیقت اسلام کو پاتے تھے۔اس کے برخلاف آج پسر کو مکمل آزادی، تعلیم وتربیت پر کوئی سختی نہیں ہے۔مخلص افراد قوم کے توجہ دلانے پر جواب ملتا ہے اتنے بڑھ گئے ہو ہمیں سکھاتے ہو۔مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھایا جاتا ہے۔اس طرح کمزور مثالوں سے بزرگوں کے عمل، طور طریقے سے دوری اختیار کرلیتے ہیں۔ان کے اس عمل سے رشد وہدایت کے طریقے کو جو نقصان ہورہا ہے انہیں اس کی فکر نہیں ہے۔آج نوٹ یعنی روپیہ کو کون ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتا۔حضرت شاہ قاسمؒ دوران تربیت کس فکر وجستجو میں رہتے تھے اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے۔دائرہ میں جب سویت تقسیم ہوتی تو ہاتھ میں نہیں لیتے تھے بلکہ کرتہ کی آستین کو کھینچ کر ہتھیلی پر لاتے اور سویت لیتے۔والد کو اس عمل کا علم ہوا تو فرمایا کہ میں تو سویت ہاتھ میں لیتا ہوں والد یعنی مرشد کا ادب کرتے ہوئے جواب میں فرمایا ''خوندکار کے پاس زر وخاک یکساں ہیں، بندہ کے پاس ابھی زر، زر ہے، خاک، خاک ہے''

آپ والد بزرگوار کی صحبت میں مکمل تربیت پاتے ہیں، ہر لحاظ سے تیار ہیں۔اس موقوف میں بھی ہیں کہ صاحب دائرہ کے فرائض بخوبی انجام دے سکتے ہیں لیکن مقام غور ہے جب حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کا آخری وقت آتا ہے تو اپنے فرزند سے فرماتے ہیں ''دین مہدی کا مدعا اس وقت پورا ہوگا جب تو میاں نور محمدؒ کی خدمت میں جائے گا'' عصر حاضر میں ہمارے لئے ایک فکر کا سامان ہے۔باپ اپنے فرزند کو مخدوم بنا سکتا ہے لیکن وہ خادم بننے کی بات کہہ رہا ہے۔یہ وہ شخصیتیں ہیں جن کا نفس مرچکا تھا۔اللہ کی طلب میں وہ اپنے آپ کو فنا کردیئے تھے۔آج ایک دائرہ کا دوسرے دائرہ سے کوئی باہمی ربط صحبت وتربیت کے لئے نہیں ہے۔دوسرے دائرہ میں جاکر تربیت پانا معیوب سمجھا جارہا ہے۔ان حالات کی وجہ سے ظاہری علم کے ساتھ ساتھ باطنی علم بھی دائروں سے ختم ہوتا جارہا ہے۔ذکر وفکر کی

نشستیں دائروں سے حروف غلط کی طرح مٹتی جارہی ہیں۔ایسے حال و ماحول میں رشد و ہدایت پر فائز حضرات کے لئے حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ کا عمل دعوت فکر دے رہا ہے۔بزرگوں کی تقلید جب ہمارے روم روم میں ہے تو اس عمل سے دوری کیوں ؟

آپ والد کے انتقال کے بعد دائرہ کے فرائض میں مصروف رہتے ہیں۔والد کی نصیحت پر عمل باقی تھا یعنی حضرت خاتم کارؓ کی صحبت اختیار کرنا تھا۔اسی دوران دو معاملے دیکھتے ہیں۔جس میں حضرت خاتم کارؓ دیکھائی دیتے ہیں۔ذہن و دل حضرت کی طرف ہی رہتا ہے، والدہ سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔حضرت کے دائرہ کے پاس پہنچ کر، دائرہ میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ایک نہیں بلکہ 3 دن تک اجازت نہیں ملتی۔آپ دائرہ کے باہر ہی قیام کرتے ہیں ۔ یہاں غور فرمائیے ۔ بھانجہ صحبت میں رہنے کے لئے آرہا ہے۔تین دن بعد اجازت ملتی ہے۔قدم بوسی ہوتی ہے پھر سر کو قدموں پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ جب تک ''تو میرا ہے'' نہ کہیں گے میں سر قدموں پر سے نہیں اٹھاؤں گا۔یہ محبت وعقیدت دیکھ کر آپ فرماتے ہیں تو میٹھا بھائی (حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ) کا،تو میاںؓ کا،تو ملک الہدادؓ کا۔لیکن آپ سر نہیں اٹھاتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب تک آپ یہ نہیں کہیں گے ''تو میرا ہے'' میں سر نہ اٹھاؤں گا۔آخر آپ تمام نام پھر دہراتے ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں تو میرا ہے۔ یہ سننے کے بعد آپ قدموں پر سے سر اٹھاتے ہیں۔ یہ دراصل امتحان تھا کہ آپ میں قوت ارادی اور صبر و تحمل ہے یا نہیں کیونکہ آپ کے دائرے کے اصول نہایت سخت تھے۔مقام غور ہے حضرت خاتم کارؓ آپ کے والد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں تو میٹھا بھائی کا ہے،لیکن آپ سر قدموں سے نہیں اٹھاتے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تربیت پانے کے لئے زندہ پیر کی ضرورت ہوتی ہے۔الغرض آپ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو تیار کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں، ادب واحترام اور عقیدت سے حضرت خاتم کارؓ کی رحلت تک دائرہ میں رہتے ہیں۔حضرت کے خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

منچپہ سے دکن کی طرف ہجرت کرتے ہیں، زمستان پور میں دائرہ قائم کر کے اپنے فقراء کی تربیت کرتے ہیں۔ایک موقعہ پر اپنے فقراء کی عظمت و بزرگی کے تعلق سے فرمایا کہ بندہ کے پاس نو، دس فقراء ایسے ہیں کہ تمام گروہ کی مشکل حل کرنے میں ان میں کا ایک کافی ہے۔ ہمارے دائروں کی خصوصیت رہی کہ صاحب دائرہ، فقراء کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کرتے تھے۔ایک ذمہ داری کو قبول

کرتے تو اسکو بخوبی نبھاتے بھی۔آج فقراء کی تربیت پر وہ توجہ نہیں دی جاتی ہے جو سابقہ میں دے جاتی تھی۔حضرت شاہ قاسمؓ کی تقویٰ و پرہیزگاری اپنی آپ مثال تھی۔دائرہ میں فقر و فاقہ ہے لیکن روحانی کیفیت ایسی ہے کہ سب کچھ میسر ہو جاتا صرف اشارہ کی ضرورت ہے۔لیکن راضی بہ رضا تھے۔حضرت کے دائرہ کے قریب ہی ایک جوگی رہتا تھا اس کو جب دائرہ میں فقر و فاقہ کی اطلاع ملی تو ملاقات کے لئے آتا ہے۔آپ اس وقت ایک چٹان پر ٹھیرے ہوئے تھے۔کیمیاء کی پوڑی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جتنا سونا چاہیئے اس سے بنالیں۔آپ وہ پوڑیا لیکر قریب جو کنواں تھا اس میں پھینک دیتے ہیں۔وہ جوگی حیران و پریشان آپ کی اس حرکت کو دیکھتا ہے۔اسی لمحہ آپ چٹان پر تھوکتے ہیں اور چٹان سونا بن جاتی ہے۔یہ کرامت کو دیکھ کر جوگی فوراً مسلمان ہو کر مصدق ہو جاتا ہے۔آپ اس کا نام جوگی محمد رکھتے ہیں۔روضہ کے راستے ہی میں اس مصدق کی مزار ہے۔اس روحانی کیفیت کے باوجود دائرہ میں فقر و فاقہ ہوتا لیکن خدا کی ریاضت و عبادت میں روزانہ کے عمل میں کوئی فرق نہیں، نہ شکوہ و شکایت۔ہر حال میں شکر خدا ہوتا۔ایک مرتبہ سخت فاقہ پڑا، آپ اور چند فقراء دائرہ سے باہر ہو کر جنگل پہونچتے ہیں۔راہ میں کوئی معتقد فتوح لے کر آتا ہے اور ملاقات کر کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔آپ فرماتے ہیں اس پر اب ہمارا حق نہیں ہے، ہم دائرہ سے باہر قدم نکال چکے، متوکل نہیں ہیں۔اس پر ان کا حق ہے جو دائرہ میں ہیں۔یہ صاحب دائرہ کا کردار ہے جنہوں نے تاریخ مہدویہ میں اخلاص عمل کا ایک روشن باب ہدایت کے لئے چھوڑا ہے۔

حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ نے جہاں اصحاب کو روحانی علم سے فیضیاب کیا وہیں آپ نے جو قلمی ذخیرہ چھوڑا ہے وہ قیامت تک کے لئے ایک خزانہ ہے جس سے آج تک بھی استفادہ حاصل کیا جارہا ہے۔آپ کے تقریباً 24 رسالے ہیں۔ان میں قابل ذکر میزان العقائد، شفاالمومنین، جامع الاصول، دلیل العدل و افضل محکمات۔تکمیل ایمان، معدن الادب، فضیلت افضل القوم،لطمۃ المصدقین، افضل المعجزات مہدیؑ اور الحجۃ وغیرہ ہیں۔یہ تمام رسالے قوم کے لئے گوہر ہیں۔جو نہ صرف علمی پیاس کو بجھاتے ہیں بلکہ ایمان و عقیدہ میں پختگی پیدا کرتے ہیں۔موجودہ دور میں ان رسالوں کی توضیح و تشریح پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔یہ کام اُردو، انگریزی اور ہندی تینوں زبانوں میں ہونا چاہیئے۔موجودہ نوجوان نسل کو ان کی اپنی زبان میں عام فہم انداز میں مذہبی لٹریچر فراہم کرنا

وقت کی ضرورت ہے۔حضرت شاہ قاسمؒ کو پردہ فرمائے ہوئے 389 سال ہورہے ہیں۔اس دوران قوم میں کئی ایک نامور علمائے کرام پیدا ہوئے۔لیکن افسوس کہ ان رسالوں کی توضیح وتشریح پر کوئی کام نہیں ہوا۔دینی مدارس سے قومی بچے فارغ التحصیل ہورہے ہیں۔عالم بننے کے بعد ضروری ہوتا ہے حاصل کردہ علم کو پھیلائیں اور اس کی روشنی میں راہ شریعت ،فرائض نبوت و ولایت کی زبانی اور قلمی خدمت کریں۔اس کے ساتھ اُردو ،انگریزی اور ھندی زبانوں میں ایم۔اے ،ایم۔فل، اور پی ایچ۔ڈی کریں۔تعلیم یافتہ افراد قومی رسالوں کی توضیح وتشریح پر کام کرسکتے ہیں۔جس طرح دن کے ساتھ رات کا ، رات کا دن کے ساتھ تعلق ہے اس طرح طالب علموں کے لئے صحبت صادقین بھی ضروری ہے۔فارغ التحصیل افراد کی موجودہ دور میں قوم کو سخت ضرورت ہے ، جو اپنے علم سے قوم کو فائدہ پہنچائیں،قومی المیہ ہے کہ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کے بعد آج تک کوئی شخصیت اتنا قلمی کام کرتے ہوئے قوم کے سامنے نہیں آئی۔آج کا دور علمی ،قلمی دور ہے۔قوم کو حضرت شاہ قاسمؒ جیسے عالم دین اور بزرگ کی سخت ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری قوم پر فضل فرمائے۔

آپ 17 ؍محرم 1049ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔آپ نے جو وصیت فرمائی اُسے ہمیشہ یاد رکھنا ہے۔آپ نے فرمایا ’’مقصود خدا اور طلب خدا کو پیش نظر رکھو،شریعت اور طریقت کے حدود کی نگہبانی کرو‘‘اس موقعہ پر ایک فقیر نے کہا آپ کے والد نے ہمیں آپ کے حوالے کیا۔آپ ہمیں کس کے حوالے کرتے ہیں۔جواب میں فرمایا ’’خدا کے حوالے کررہا ہوں، مرد بن کر رہو جہاں بھی رہو‘‘ حضرت شاہ قاسمؒ نے اپنی آخری سانس تک تعلیمات مہدی موعودؑ پر کاربند رہنے کی تعلیم دی ہے۔آج ہم اپنا اپنا جائزہ لیں ،کیا ہمارے پیش نظر طلب خدا ہے یا طلب دنیا؟ شریعت وطریقت کی نگہبانی ہورہی ہے یا رسم ورواج کی پابندی ہورہی ہے؟ ایک مہدوی ہونے کے ناطے مہدوی اُمور پر قائم ہیں؟ آئیے بزرگانِ دین کی سیرت سے سبق حاصل کیجئے اور مقصود خدا کو حاصل کیجئے ،سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے، صرف پاک نیت ،حلال غذا کی ضرورت ہے،انشاءاللہ فضل خدا ہوجائے گا۔اس پر ہمارا ایمان اور ایقان ہے کہ طالب کی طلب کو خدا تعالیٰ پوری کرتا ہے۔اس کے لئے وہ طالب بنیں جو خدا پرست ہوتے ہیں نا کہ دنیا پرست۔خدا تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ ہمیں دنیا پرست نہیں بلکہ خدا پرست بنائے (آمین)

☆☆☆

حضرت بندگی میاں شاہ نصرت مخصوص الزمانؒ

یہ حقیقت ہے کہ بزرگوں کی سیرت پڑھنے سے اور سننے سے دل روشن ومنور ہوتے ہیں۔دل دنیا ومافیہا کی تمام رعنائیوں سے ظاہری چمک دمک سے ہٹ کر خدا کی یاد کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اپنے آپ پر متوجہ ہوجاتا ہے کہ زندگی جو گزر رہی ہے اس کا جائزہ لیں۔پھر دل کے ایک کونے سے ایک آواز اُٹھتی ہے کہ زندگی گذاروں گا تو ایسی ہی گذاروں گا جیسے بزرگوں نے اللہ والوں نے گذاری ہے۔ لیکن جب وہ اس ماحول سے نکلتا ہے یا اس مجلس سے اٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے ارادہ پر قائم نہیں رہتا۔پھر دنیا ومافیہا کی نورنگیوں میں گم ہوجاتا ہے وہ صرف اور صرف اسلیئے گم ہوجاتا ہے کہ جب وہ باہر نکلتا ہے تو اسے وہ ماحول نظر نہیں آتا اس لئے پہلے ضروری ہے کہ صالح معاشرہ کا قیام کیا جائے۔اس کے لئے علماء کرام، مقررین اور اداروں کا تعاون ضروری ہے۔جب ہی ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

جن کے ذکر سے انسان خود بخود اپنے آپ پر اپنے عمل پر اپنی گذاری ہوئی زندگی پر خود بخود غور کرنے لگتا ہے ان ہی اللہ والوں میں ایک ہستی بندگی میاں حضرت شاہ نصرتؒ کی بھی ہے جو فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ کے، پوترے ہیں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ مبشر ہیں حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کے۔اس سلسلہ میں نقل ہے کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بنی اسرائیل کا قیام جالور میں تھا۔اس وقت میاں خوندمیرؒ نے ملک شاہ فولادی کی دختر کو پیام دیا تھا جو منظور نہیں کیا گیا۔اس کی اطلاع جب حضرت خاتم المرشدینؒ کو ہوئی تو فرمایا اے شاہ محمد اپنی بیٹی خانجی بھائی کو کیوں نہیں دیتے۔اپنی بیٹی کی شادی ان سے کرو آپ کو بیٹے ہونگے۔ان میں سے ایک میرے جیسا ہوگا۔حضرت ملک شاہ فولادی راضی ہوجاتے ہیں، دختر بی بی امتہ الرحیم کا نکاح حضرت میاں خوندمیرؒ سے ہوتا ہے۔قومی کتب میں روایت ہے کہ حضرت میاں شاہ نصرتؒ کی ولادت 7/ ذی الحجہ 1004ھ کو ہوتی ہے۔آپ کی آنکھوں میں سرخ خط سے کلمہ طیبہ اور کلمہ تصدیق لکھا ہوا تھا۔آپ 18 سال کی عمر میں ترک دنیا کر کے والد کی صحبت میں رہتے ہیں۔

حضرت شاہ نصرتؒ تربیت یافتہ ہیں حضرت سید خوند میرؒ کے اور بعد وصال والد بزرگوار اور حسب وصیت آپ نے چچا حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کی صحبت میں رہے۔ان دو بھائیوں حضرت سید خوند میرؒ اور حضرت سید یوسفؒ میں ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے تربیت ہیں اس لئے صحبت میں بھی یہ بھائی ساتھ رہتے ہیں۔اپنے اخلاق سے کردار سے ملنساری سے اور خدمت سے نہ صرف دائرہ والوں کا بلکہ سلطان دائرہ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کا دل جیت لیتے ہیں۔حقیقت بھی ہے کہ جو اپنے مرشد کو خوش رکھتا ہے اسے ساری دنیا کی خوشیاں نصیب ہوجاتی ہیں۔ان دو بھائیوں کی اولاد میں بھی یہی جذبہ خلوص و محبت رہتا ہے۔حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت بندگی میاں نور محمد خاتم کارؒ سے علاقہ کرکے ان کی صحبت میں رہتے ہیں۔

آج کے اس دور میں ہمیں فکر رہتی ہے مال وزر کی ، جائیداد کی۔غرض ہم حب دنیا کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کو فکر ہوتی تھی ایمان کی ، کس طرح سے حفاظت کریں۔مرشد کا فیض کس طرح سے حاصل کریں،عقیدہ کو کس طرح سے مستحکم رکھیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی فکر کو ملاحظہ فرمائیے۔آپ کو افسوس تھا کہ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کی صحبت صرف چند روز رہی اور فکر یہ تھی کہ فیض حاصل ہوا یا نہیں۔آپ کی اس فکر کو دیکھ کر حضرت خاتم کارؒ فرماتے ہیں نصرت جی ہم تینوں تیرے حامی و مددگار ہیں آپ عرض کرتے ہیں ایک آپ ، دوسرے والد بزرگوار ہیں تیسرے کون۔حضرت خاتم کارؒ فرماتے ہیں تیسرے میاں سید یوسفؒ ہیں۔آپ عرض کرتے ہیں حضرت کی صحبت میں صرف چند روز رہا۔جواب میں فرمایا کامل کی صحبت کا صرف ایک دن کافی ہے۔آپ میاں یوسفؒ کی صحبت میں صرف ایک ماہ 25 روز رہے تھے۔حضرت خاتم کارؒ کے فرمانے کے بعد دلی اطمینان ہوجاتا ہے کہ میاں یوسفؒ سے بھی آپ کو فیض حاصل رہا۔آج ہم اپنا جائزہ لیں کیا ہمیں اپنے ایمان کی فکر ہے، کیا ہمیں اپنے عقیدہ کی فکر ہے؟ کچھ فیض ہم نے پایا یا نہیں ، اس پر ہم نے غور کیا؟ ہماری عبادت و ریاضت میں حلاوت ہے یا نہیں اس پر غور کیا؟ دم و قدم کی حفاظت ہم سے ہو پا رہی ہے یا نہیں اس پر غور کیا؟ جواب اگر ہاں ہے تو الحمدللہ ٹھیک ہے اگر نہیں ہے تو؟

محنت و کاوش اور ساتھ میں مرشد کے فیض وصحبت سے آپ افق ولایت پر رونق افروز ہوتے ہیں اور آپ کی محنت و عبادت و ریاضت کو دیکھ کر حضرت نور محمد خاتم کارؒ عرض کرتے ہیں کہ سید نصرتؒ

جیسا کہ میں نے اپنے مرشد کے حضور میں راہ پائی ایسا ہی تو نے بھی میرے حضور میں راہ پائی ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جیسا کہ میں نے اپنے مرشد (حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ) کے حضور بلند و بالا ہوا۔ ویسا ہی تو میرے حضور میں بلند و بالا ہوا۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ سید نصرت آخر میں تجھ میں ہوں۔

مرشد اپنے مریدوں کی کیفیت دیکھ کر ہی اجازت عطا کرتا ہے۔ بیان قرآن کی، تسبیح دینے کی، سلام پھیرنے، مرید کرنے، دفن کرنے اور دیگر امور کی۔ آج کے ماحول کی طرح نہیں۔ حضرت میاں نصرتؒ اپنے والد کی صحبت، پھر حضرت میاں یوسفؒ کی صحبت اور حضرت خاتم کار کی صحبت میں رہتے ہیں۔ ان صحبتوں میں رہنے کے بعد دل روشن و منور ہوجاتا ہے۔ قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ یہ کیفیت حاصل ہونے کے بعد حضرت خاتم کار آپ کو بیان قرآن کی اجازت دیتے ہیں۔ شربت بنانے کی اشیاء بھیج کر کہتے ہیں سب کو شربت بنا کر پلاؤ۔ حضرت خاتم کارؒ کی نظروں میں آپ کے بیان قرآن کا کیا مرتبہ تھا اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت خاتم کار لکھتے ہیں حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کو کہ نصرت جی کے پاس جا کر بیان قرآن سنو۔ یہی نہیں، حضرت میاں سید اشرف بن حضرت بندگی میاں سید میراں سے ملاقات کے لئے حضرت خاتم کارؒ کے پاس آتے ہیں۔ ان سے آپ پوچھتے ہیں میاں نصرت سے بیان قرآن سنا۔ میاں اشرف نے کہا نہیں صرف ایک رات ان کے پاس قیام رہا۔ آپ فرماتے ہیں واپسی میں وہاں ٹھہر کر بیان قرآن سن کر جاؤ۔ اس طرح ہمارے بزرگ، قابل افراد کی قدر اور ان کی ہمت افزائی کرتے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے۔ آج کے دور میں نہ قدردانی ہے نہ ہمت افزائی ہے۔ عالم ہو کہ ان پڑھ سب کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے، اس دور میں علم رکھنے والوں کی قدردانی نہیں کے برابر ہے۔ جس طرح سورج کے بغیر دن نہیں ہوتا، چاند کے بغیر رات نہیں ہوسکتی اس طرح بیان قرآن کے بغیر دائرہ، دائرہ نہیں ہوتا۔ ہمارے ہر دائرہ میں قرآن کا بیان ہوتا تھا۔ اس کی سماعت کے لئے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے تھے۔ بیانِ قرآن سے محظوظ ہو کر خدا پرست ہوجاتے تھے۔ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے نکل جاتی تھی۔ آج ضرورت ہے کہ ہمارے ہر دائرہ میں بیان قرآن ہو۔ اس کے لئے کوئی سند کی ضرورت نہیں، پابندیٔ ذکر بیان قرآن کراتا ہے۔

مرشد کی خدمت کا جذبہ آپ کو والد بزرگوار سے حاصل ہوا۔ سفر میں اپنے مرشد حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک آپ نے نفس نفیس میٹھا پانی 3 یا 4 کوس پیدل جا کر لے

آتے ۔ جب بھی پانی طلب فرماتے میٹھا پانی پیش کرتے ۔ حالانکہ قریب کہیں بھی میٹھا پانی کا کنواں نہیں ہوتا تھا۔ حضرت نور محمد خاتم کارؒ آپ کی اس خدمت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرماتے کہ سید نصرت جیسا کہ تو نے مجھے اس پانی سے ٹھنڈک پہونچائی ہے حق تعالیٰ تجھے اپنے دیدار سے ٹھنڈک عطا کرے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے میاں سید قاسمؒ اور میاں سید نصرتؒ کے حق میں فرمایا کہ یہ دونوں ادب کے مقام اور دونوں دین کے مقام ہیں ۔اس لئے قائد ملت آپ کی بندگی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا ہے کہ

پیر نصرت سے ہے امید کہ نصرت ہوگی
کام بن جائیں گے اور دور مصیبت ہوگی

مرشد کے لئے مریدوں کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ منصب مرشد پر فائض ہیں تو مریدوں کا خیال کرنا، ان کی تربیت کرنا، ان کو خدا پرست بنانا، ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنا، بحر حال ان کی نگہداشت کرنا فرائض میں سے ہے۔ حضرت شاہ نصرتؒ کو ایسے مریدوں کا یعنی دائرہ کے فقراء کا کتنا خیال تھا۔ حضرت خاتم کارؒ سے عرض کرتے ہیں خوند کار میرے متعلقین کے لئے کیا حکم ہے ۔ آپ فرماتے ہیں نصرت جی میں تیرا ہوں ، تیرے فقیروں کا ہوں ، عجائب خاں کا ہوں ، تیرے پاس جو بھی آئے گا اس کا تعلق مجھ سے ہے۔

مرشد جو ہوتا ہے نہ وہ ظلم و زیادتی کرتا ہے ، نہ نفاق پیدا کرتا ہے ، وہ دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اتحاد و اتفاق کی فضاء پیدا کرتا ہے۔ آپسی محبت و اخوت ، بھائی چارگی، عفوو درگزر کو پروان چڑھاتا ہے۔ حضرت خاتم کارؒ گجرات کا سفر کر رہے ہیں ۔ آپ کے ہمراہ حضرت شاہ قاسمؒ اور حضرت شاہ نصرتؒ اور دیگر فقرا بھی ہیں ۔ یکا یک ایک مقام پر آپ دونوں سے کہتے ہیں گلے ملو، دونو گلے ملتے ہیں۔ آپ ان کا پنجہ اپنے پنجہ میں لیکر فرماتے ہیں دین کو قوت پہنچایا ہوں ۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں اگر کوئی قاسم جی کا تربیت ہو وہ میاں سید نصرت کی صحبت میں رہے اور جو نصرت جی کا تربیت ہو وہ میاں سید قاسم کی صحبت میں رہے دونوں جگہ دین ہے، دونوں جگہ ادب ہے۔

حضرت بندگی میاں نور محمد خاتم کارؒ کے وصال کے بعد حضرت شاہ نصرتؒ واپس اپنے دائرہ دولت آباد میں آتے ہیں ۔ یہاں سے ہجرت کے بعد اوسہ میں چند ماہ قیام رہتا ہے۔ اوسہ کا جاگیر دار شیر خاں بایزید خاں مہدوی تھا۔ یہاں سے آپ ایلنگول میں اپنا دائرہ قائم کرتے ہیں۔ کچھ ماہ کے بعد

چیلا ساگر سے روانہ ہوکر اپل گوڑہ کے قریب مرکوک مقام پر دائرہ قائم کرتے ہیں ۔اسی مقام پر شہزادہ سبحان قلی آپ کے ہاتھ پر مصدق ہوتا ہے۔اس مقام سے ایک سال کے بعد ہجرت کر کے علی آباد میں قیام فرماتے ہیں ۔اس مقام کو گلسگو رکھتے ہیں ۔یہیں پر آپ کی والدہ محترمہ بی بی امتہ الرحیم کا انتقال ہوتا ہے ۔یہیں پر آپ کو دفن کیا جاتا ہے ۔جو،اب لال گڑھی کے نام سے مشہور ومعروف ہے ۔ یہاں سے آپ ہجرت فرماتے ہوئے چنچل گوڑہ میں اپنا دائرہ قائم کرتے ہیں ۔

مرشد کے کردار کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مریدین،لواحقین کی پریشانیوں،تکالیفوں کو حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ بشرطیکہ مرید کو اپنے مرشد سے محبت وعقیدت ہواور تعلق رکھے ۔ یہ تعلق خوشی وغمی کے موقع پر کا نہ ہو بلکہ جس طرح جسم کے لئے سانس ضروری ہے اس طرح مرید کا مرشد سے ہو۔حضرت شاہ نصرتؒ نے ملاحظہ کیا،حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیم متفکر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت سے پوچھا کس فکر میں ہو،عرض کرتے ہیں دو بیٹیاں جوان ہوگئی ہیں،ان کو پیام نہیں ہے ۔آپ فرماتے ہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں،تمہاری بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں ۔اس ارشاد کے بعد آپ نے اپنے دونوں بیٹوں میاں سید خوندمیر خانجی میاں اور میاں سید شریف اجی میاں کو حضرت شاہ ابراہیم کی بیٹیوں سے منسوب کرتے ہیں ۔

حضرت شاہ نصرتؒ کے دائرہ میں عشر کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی ۔ایک مرتبہ آپ کے فرزند شاہ صاحب میاں صاحب جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس 5 ہزار منصب پر مامور تھے ۔ ہر سال پانچ سو روپے عشر کے حضرت کی خدمت میں پیش فرماتے تھے ۔لیکن ایک سال آپ نے 300 روپے لیکر حاضر ہوئے ۔ حضرت نے کہا اگر تمام عشر لائے ہو تو قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں ۔اس کے بعد آپ نے عشر کی تمام رقم پیش کی اور فرزند کو فرمایا کہ والد (حضرت سید خوندمیرؒ) کے بعد سے آج تک میرا دل کبھی ظاہری اسباب نہیں چاہا ۔مگر فقراء کی خاطر جو میرے گرد اللہ کے واسطے جمع ہیں کبھی یہ خیال آتا ہے کہ خدا کچھ دے تو ان کو کھلاؤں ۔غرض آپ نے تمام رقم دائرہ میں تقسیم فرمادی ۔اگر آج ہمیں روپیہ سے پیار ہے اور ان روپیوں پر خدا کی طرف سے عائد شدہ ٹیکس نہیں نکالتے ہیں تو یاد رکھئے اس آستانہ سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ جہاں ہم حاضری دیتے ہیں وہاں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کے طریقہ زندگی کیسی تھی اور کن تعلیمات پر زیادہ زور دیتے تھے ۔اگر ہماری زندگی ان کی طریقہ

زندگی سے جدا ہے، ان کی تعلیمات سے جدا ہے تو یاد رکھیئے حاضری دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں۔

آپ کے بیان قرآن کا ذکر پڑھ چکے ہیں۔ جس وقت آپ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا سلطان عبداللہ قطب شاہ کے بیٹا اور بیٹی کی مرض چیچک سے موت ہوگئی تھی۔ بادشاہ اور بیگم اس سانحہ سے غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بادشاہ تمام مصروفیات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اپنے محل میں قید ہوکر رہ گیا تھا۔ وزیروں، اُمراء نے بادشاہ کے غم کو دور کرنے کی کوشش کیں لیکن انہیں کامیابی نہیں ملی۔ اُمراء آپس میں مشورہ کررہے تھے کس طرح سے بادشاہ کو اس غم سے نجات دلائیں، مہدوی اُمراء نے تجویز پیش کی، ہمارے مرشد ہیں اگر ان کا بیان قرآن اگر بادشاہ سماعت کرلے تو انشاء اللہ غم دور ہوجائے گا۔ اس تجویز کو قبول کیا جاتا ہے۔ اُمراء مہدویہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؓ سے بیان قرآن کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ اس کو قبول کرکے بیان قرآن فرماتے ہیں۔ فضل خداوندی سے بادشاہ کے چہرہ سے غموں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ بیان قرآن سے بادشاہ کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ محل ودربار کا ماحول پہلے جیسا ہوجاتا ہے۔ بادشاہ کا تعلق شیعہ مذہب سے تھا۔ ایک شیعہ عالم کو یہ ناگوار محسوس ہوا۔ وہ اس فکر میں تھا کہیں بادشاہ اپنا مذہب تبدیل نہ کرلے، وہ اپنی دشمنی کا اظہار ایک خط کے ذریعہ آپ سے کرتا ہے۔ اس خط کا آپ جو جواب دیتے ہیں اس کا تمام تر مضمون مہدویت کو پیش کرتا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں ''بندہ کا کہیں آنا جانا، بولنا، چلنا اور لکھنا پڑھنا سب اللہ کے لئے ہے۔ تمہاری کیفیت اور ہے۔ تمہاری پوری جدوجہد حصول دنیا کے لئے ہے۔ اس لئے تم جس مذہب پر قائم ہیں وہ حصول دنیا کے لئے ہے۔ اگر بادشاہ مذہب شیعہ سے پلٹ جائے تو تم بھی شیعت کو چھوڑ دوگے۔ بندہ کا حال ایسا نہیں ہے میں تادم مرگ اگر آسمان بھی ٹوٹ کر مجھ پر گرے اور ہزاروں مصائب کا سامنا ہوتو بھی اپنا عقیدہ نہیں بدلوں گا۔ اس کا خوب خیال رکھو'' موجودہ کیفیت میں استقامت سے بھرپور یہ خط ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔

مذہب میں ادب کی بڑی اہمیت ہے۔ ہر محفل میں ادب کے دائرے میں گفتگو کرنا ہے۔ بالخصوص مرشدوں کا ادب، ان سے کبھی بے جا گفتگو بھی نہ کرنا، کیونکہ ان کی تمام تر زندگی قال اللہ، قال رسول اللہ ومہدی مراد اللہ پر مبنی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ نصرت کے مرید امیر و مالدار تھا۔ اس کی ذہنیت بہت خراب تھی۔ اسے اپنے مال کا غرور وتکبر بھی تھا۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ہر ایک سے اپنا راگ بیان کرتا اور بہت بدمزاج تھا۔ اس کا نام حسن تھا، بچھو سے مشہور تھا، جس طرح بچھو ڈنک مار کر تکلیف پہنچاتا

ہے یہ بھی اپنے لچھے دار جملوں سے لوگوں کو تکلیف دیا کرتا۔ جب یہ ضعیف ہوگیا تو ترک دنیا کرنے کے لئے تمام دائروں میں پہنچا لیکن اس کی بداخلاقی ، بدمزاجی کی وجہ سے تمام اس کو قریب آنے نہیں دیتے۔ آخر حضرت شاہ نصرتؒ کے حضور میں آتا ہے۔تمام کیفیت بیان کرتا ہے سب مرشدوں کے پاس گیا لیکن کسی نے بھی مجھے خوش آمدید نہیں کہا۔ میں آپ کی خدمت تو نہیں کیا مگر اللہ کے واسطے آیا ہوں مجھے دائرہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔آپ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ واسطے آئے ہیں تو بندہ اجازت دیتا ہے۔ آپ اس کا علاقہ قبول کرتے ہیں۔ وہ ترک دنیا کر کے دائرہ میں رہتا ہے۔ترک دنیا کے بعد بھی اس کی فطرت میں تبدیلی نہیں آئی ، ہر کام و بات میں نکتہ چینی کرتا ہے۔حضرت نہایت صبر واستقامت سے اس کے ہر عمل کو برداشت کرتے جاتے تھے۔حضرت اس کی چادر اپنے ہاتھ سے بچھاتے تھے،اس کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔روٹی اپنی نگرانی میں پکوا کر اس کو لا کر دیتے تھے۔ایک دن کہتا ہے روٹی وزن میں کم ہے۔آپ کہتے ہیں میں اپنے سامنے پکوا کر لایا ہوں۔ وہ کہتا ہے خوند کار کیا جانتے ، آپ نے دنیا کا روزگار نہیں کیا۔ یہ بھی آپ برداشت کرتے ہیں۔ایک مرتبہ بیانِ قرآن کے وقت انتہا یہ کر دی کہ وہ کہتا ہے آپ ہر وقت چھابو جیؒ ،سید نجیؒ کا ذکر کرتے ہیں ، ان کی تعلیمات بیان کرتے ہیں ۔آپ کو اپنے باپ ، چچا اور دادا سے کچھ ملا ہے یا نہیں۔ حضرت فرماتے ہیں ہم کو دین کا بہرہ اسی خاندان سے ملا ہے۔ جب باپ کی نقل یاد آتی ہے وہ بھی کہتے ہیں اس نے گستاخانہ طور پر سر ہلا کر کہتا ہے ہاں ایسا ہے۔حضرت شاہ نصرتؒ اس سے کہتے ہیں تم نے بزرگوں کی شان میں بے ادبی وگستاخی کی ہے۔تمہاری موت میرے دائرہ میں نہیں ہوگی۔ چند روز گزرنے کے بعد یہ گستاخ حضرت کے فرزند میاں سید شریف عرف اجی میاں کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے حضرت سے کہو حسن بچھو آپ کے دائرہ میں نہیں مرے گا۔ بلکہ کسی بت خانے میں مرے گا اور بولو کہ مجھے اجازت دیدیں ۔ اجی میاں اس بات سے حضرت کو واقف کرواتے ہیں۔حضرت اس کو جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ وہ دائرہ سے نکل جاتا ہے، راستے میں تھک کر ایک بت خانے کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہے۔اس دوران صحت بگڑ جاتی ہے اور مر جاتا ہے۔ حضرت کا فرمانا وہ میرے دائرہ میں نہیں مرے گا صحیح ثابت ہوتا ہے۔ دین دراصل بزرگوں کے ادب سے حاصل ہوتا ہے۔اس لئے دائروں میں تعلیم وتربیت کے دوران ادب واحترام پر خصوصی توجہ دلائی جاتی تھی۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرت علیہ الرحمہ کی ذات مرتبت علم الیقین مخصوص الزماں ومظہر احکام ولایت تھی۔اس دنیا سے رخصت ہونے سے ایک سال قبل آپ پر جذبۂ حق طاری ہوگیا تھا۔اس جذبہ کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں جو ولایت میرے سینے میں ہے بھائی نہیں جانتے۔دونوں ہاتھ اٹھا کر فرماتے میرے دونوں ہاتھ میں لڈو ہیں۔ یہ خدا پرست شخصیت اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صحبت صادقین، اپنے لواحقین ومریدوں کی تعلیم وتربیت میں صرف کی۔اس دوران عبادت وریاضت کا سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا۔ یہ ہستی دنیائے فانی سے 29 /صفر المظفر 1079ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔گلسکو رلال گڑھی میں آپ کی مزار پاک ہے۔غرض آپ نے زندگی کا ایک بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ نمونہ آپ کے بعد آنے والوں کے لئے ایک بہترین راہ عمل ہے جو گلستان مہدویت کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے نہایت موثر ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہر ایک مہدوی کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

آج کے اس دور میں اکثر حضرات زیارت کے مقصد سے واقف ہیں اور جمعرات کو بندگان دین کے روضہ پر حاضری کو عبادت سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ دوسری عبادتیں جو فرض ہیں ان کی ادائی نہیں ہوتی۔ان کے نہ ادا کرنے پر پوچھ ہوگی۔خدا تعالیٰ قیامت کے روز دریافت فرمائے گا تو کیا جواب دیں گے اس پر غور نہیں کرتے۔اس کے علاوہ اگر ہم نماز نہیں پڑھتے، خدا کے احکامات جو حقوق العباد کے متعلق ہیں اس پر عمل نہیں کرتے، مال میں سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، غریبوں اور بیواؤں کی مدد نہیں کرتے، پڑوس ہمارے سے خوش نہیں، اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کے نقصان کا خیال نہیں رکھتے۔ماں اور باپ کا ادب واحترام نہیں کرتے۔ بزرگوں کا اور خاص طور پر رشد وہدایت کے منصب پر فائض حضرات کا ادب واحترام نہیں کرتے۔امامنا علیہ السلام کی تعلیمات اور فرائض پر سچے دل سے ایمان نہیں لاتے یا ان میں سے بعض کو قبول کرتے ہیں اور بعض کو نہیں تو یاد رکھیئے ایسے تمام افراد کو بزرگان دین کے روضہ پر حاضری دینے پر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ تمام باتوں پر عمل پیرا نہ ہوجائیں یا اپنے کردار میں نہ لائیں جو بحیثیت ایک کلمہ گو اور تصدیق حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ناطے ہم پر فرض ہے۔آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو نیک توفیق عطا کرے اور اپنی ہدایت سے سرفراز کرے (آمین) ooo

حضرت بندگی میاں شاہِ ابراہیمؒ

بزرگوں کی سیرت واقعات اور تعلیمات قاری کو راحت، اطمینان وسکون قلب کے ساتھ عبادت کا ذوق وشوق پیدا کرتے ہیں انہی مبارک ہستیوں میں حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کی ذات عالی مرتبت بھی ہے۔ تاریخ آپ کی ولادت کا دن تاریخ و ماہ بتلانے سے قاصر ہے۔ قومی کتب میں سن ولادت ۱۰۱۴ھ بتلایا گیا ہے۔ آپ کا سلسلہ چوتھی پشت پر حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے ملتا ہے۔ جو اس طرح ہے حضرت شاہ ابراہیم بن حضرت بندگیمیاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل بن حضرت بندگیمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ بن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؒ بن خلیفتہ اللہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام۔ آپ کی عرفیت باوا صاحب میاں تھی۔ تربیت حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ سے حاصل کی۔ والد حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بنی اسرائیلؒ کے آخری وقت بہت غم زدہ تھے۔ والد یہ کیفیت دیکھ کر پوچھنے پر کہتے ہیں دعا فرمائیے مجھے ایمان ملے۔ حضرت نے فرمایا تجھ کو ایمان حاصل ہے۔ تو جس کو ایمان کی دعا دے گا اسکو بھی ایمان ملے گا۔ یہ جملہ ہمیں غور وفکر دے رہا ہے کہ گھر کا ماحول دینی و مذہبی ہے پھر بھی خواہش اور آرزو ہے کہ ایمان ملے۔ آج ہم اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہماری آرزوئیں وخواہشیں کیا ہے۔ کیا ہم نے روحانی وایمانی طاقت کے اضافہ کے لئے کسی کی بھی صحبت اختیار کی؟ کیا ہمیں اپنے ایمان کی فکر ہے؟ اس کے برخلاف دنیوی خواہشوں کی تکمیل کے لئے ہر ایک سے رابطہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ ہمارے شب وروز کا عمل ہے۔ شاہ ابراہیمؒ کے بچپن میں یہ کیفیت ہے تو عمر کے اضافہ کے ساتھ ساتھ کیا نہ ہوگی۔

بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی خدمت کا شوق تھا۔ جو بھی دائرہ میں آتے ان کی خدمت کے لئے وقف ہو جاتے تھے۔ شہزادہ ہوتے ہوئے بھی خدمت کا دامن نہیں چھوڑے۔ یہ کردار کی بڑی خوبی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کار نے مانگنے کو کہا۔ آپ نے فرمایا خوندکار کے صدقہ سے سب کچھ ہے۔ حضرت کے صدقہ سے بہشت مجھ کو مل جائے۔ حضرت خاتم کارؒ نے مسکرا کر فرمایا تو ذات حق کا طلب بن وصال ذات حاصل کر اور بہشت جس کو دینا چاہے دے۔ اس ارشاد سے

مہدوی کے مقام و مرتبے کا علم ہو رہا ہے کہ ایک مہدوی کا کردار کس طرح کا ہونا چاہئے ۔ انسانی مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ہے ۔ مزاج میں نرمی و گرمی رہتی ہے ۔ بالخصوص نوجوانی میں مزاج تیزی کی راہ پر ہوتا ہے ۔ ایک مرتبہ جماعت خانے میں دستار باندھ رہے تھے ۔ اتفاقاً ایک فقیر کا پیر اس پر پڑ جاتا ہے ۔ آپ اس پر غصہ کرتے ہیں ۔ یہ فقیر صاحب دائرہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ سے شکایت کرتا ہے ۔ شاہ نصرتؒ اس واقعہ کو سن کر شاہ ابراہیمؒ سے فرماتے ہیں یہ فقراء اللہ کی راہ میں اللہ واسطے آئے ہیں ان کو جھڑکنا نہیں چاہئے ۔ اتفاقاً کچھ ہو جائے تو اس کو درگزر کرنا چاہئے ۔ نوجوانی کے مزاج کی بناء پر آپ بھائی سے خفا ہو جاتے ہیں اور حضرت بندگی میاں شاہ قاسمؒ کی خدمت میں چلے جاتے ہیں اور تین سال تک رہتے ہیں ۔

بزرگانِ دین اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی اپنے سے وابستہ افراد کا خیال رکھتے ہیں ، ان کے دلوں کا حال بھی جانتے ہیں ۔ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہ کو حضرت سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کی روح مبارک آ کر کہتی ہے ، قاسم جی ، باوا صاحب میاں (شاہ ابراہیمؒ) کو خوشنودی سے اجازت دیدو کیونکہ میاں صاحب (شاہ نصرتؒ) اکیلے ہیں ۔ آپ شاہ ابراہیمؒ کو بلا کر اجازت دیتے ہیں بھائی کے پاس جاؤ ۔ آپ دوبارہ اپنے بھائی کے پاس آ کر صحبت اختیار کرتے ہیں ۔ اس حال و ماحول میں آپ کی پرورش ہوتی ہے ۔ آج ہمارا کردار یہ ہے کہ عمر بھر تک قطع تعلق رکھتے ہیں ، بزرگوں کی بات اور مشورہ کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ۔ آپ فرائض نبوت و ولایت پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کی ذات میں فنائیت حاصل ہوتی ہے ۔ حضرت بندگی میاں شاہ نصرت فرماتے ہیں اگر بندہ حضرت محمد خاتم کار کے جیسا فقراء سے فقیری لے تو کوئی ٹھہر نہیں سکتا ۔ سوائے سید ابراہیم اور بی بی شاہ کے ۔ حضرت شاہ نصرتؒ نے کئی بشارتیں آپ کے تعلق سے دی ہیں ۔ فرمایا (1) باوا صاحب کو میری جگہ سمجھو (2) باوا صاحب بہت اچھا ہے (3) بندہ باوا صاحب کی مشت خاک کا امیدوار ہے ۔ آپ بارہ سال تک اپنے بھائی کی صحبت میں رہے اس کے بعد ارشادی کا حکم ملا ۔ آپ کی سیرت کا اہم پہلو یہ ہے کہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے دائرہ کے فقراء کی تربیت فرمائی ۔

حضرت شاہ ابراہیمؒ کی سیرت اور فیض روحانی کے تمام واقعات کو ان مختصر سے صفحات پر پیش کرنا ممکن نہیں ۔ آپ کی روحانی کیفیت کا یہ حال تھا کہ بغیر دیدار خدا کے نماز کے لئے رکعت نہیں

باندھتے تھے۔ایک مرتبہ ادائی نماز کے وقت یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔آپ نے کہا دائرہ میں کچھ خلاف شرح عمل ہوا ہے۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تیل بقال سے اُدھار لاکر چراغ سلگایا تھا۔فوراً حکم دیا کہ تیل کی قیمت ادا کی جائے۔اس کے بعد نماز ادا کی۔آج روپیہ پیسہ کی کمی نہیں ہے، فاقہ سے دور ہیں اس کے ساتھ روحانی کیفیت سے بھی دور ہیں۔ادب بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔جہاں ادب نہیں وہاں ایمان نہیں رہتا ہے۔بزرگانِ دین کا ادب واحترام اوران کے احکامات پر عمل ہر مصدق کے لئے ضروری ہے۔کیونکہ ہمارے بزرگوں کے پاس دنیا نہیں دین ہی دین ہے۔ان کے ہر کام میں اللہ کی خوشنودی ہوتی تھی اور اللہ کے لئے ہی ہوتا ہے۔آپ کے دائرہ کا ایک نوجوان ماموں کو قتل کرڈالا۔اس کی میت نماز جنازہ کے لئے لائی گئی۔آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور حکم دیا کہ حظیرہ میں اس کو دفن نہ کریں۔لیکن اس کے رشتہ داروں نے حظیرہ میں دفن کردیا۔دوسرے دن دیکھا گیا کہ قبر سے لاش باہر پڑی ہوئی ہے۔دوبارہ دفن کی گئی، پھر باہر آگئی۔اس کے بعد لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ یہ قہر الٰہی ہے۔لاش کو حظیرہ کے باہر دفن کیا گیا۔حضرت کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا۔

ہر مصدق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دور کے بزرگوں سے طالب دعا رہے۔دعا ایک بہترین ہتھیار ہے جو نہ صرف ناگہانی واقعات سے بچاتی ہے بلکہ مدارج کو بھی بلند کرتی ہے۔جذبہ خدمت ہر جسم میں ہونا چاہئے اور یہ اللہ واسطے ہونا چاہئے۔یہی دائروں کی تعلیم ہے۔اپنے دور کے بزرگوں سے روابط رکھنا اداب زندگی ہے۔حضرت شاہ ابراہیمؒ کی سیرت میں ہم دیکھتے ہیں آپ مخدوم رہتے ہوئے بھی خدمت انجام دی ہے۔حضرت بوابی صاحبہ زوجہ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ جو خاتم المرشدؓ کی دختر ہیں۔آپ کا آخری وقت ہے فرزند حضرت شاہ قاسمؒ وحضرت شاہ ابراہیمؒ اور دیگر بزرگ اطراف میں کھڑے ہیں۔اس وقت بی بی نے فرمایا جو کوئی میرے جسم پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے گا اس کو بشارت دونگی۔حضرت سید عالمؒ اور حضرت شاہ قاسمؒ پانی لانے کے لئے دوڑے۔حضرت شاہ ابراہیمؒ نے دیکھا کہ بی بی کے پلنگ کے نیچے پانی کی ایک مٹکی رکھی ہوئی تھی۔آپ فوراً اس سے پانی لے کر بی بی پر چھڑکتے ہیں۔بی بی دعا دیتی ہے جس طرح تو نے مجھے ٹھنڈک پہنچائی ہے خدا تعالیٰ تجھے اپنے دیدار کی ٹھنڈک عطا کرے۔الحمدللہ یہ دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتی ہے۔

افراد کی فطرت میں نقص نکالنے کی عادت ہوتی ہے۔اس میں عمر کا لحاظ بھی نہیں دیکھتے۔ہر دور

میں ایسے افراد رہتے ہیں ۔ دورِشاہِ ابراہیمؒ میں ایسے افراد تھے ۔ایک روز حضرت نماز ظہر ادا فرما رہے تھے۔حضرت سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں اور ان کے فرزند میاں سید یحییٰ بھی نماز میں شریک تھے ۔ میاں یحییٰ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت سے نماز کے ارکان جس طرح ادا ہونا ہے ادا نہیں ہوئے ۔ حضرت نماز سے فارغ ہونے کے بعد بڑہ شاہ میاں سے کہنے لگے ہماری نماز کیا ہے ارکان کما حقہ ادا نہیں ہورہے ہیں۔ضعیفی کی وجہ سے ارکان برابر ادا بھی نہیں ہورہے ۔ یہ کہتے ہوئے میاں یحییٰ کی طرف دیکھا، حضرت بڑے شاہ میاں سمجھ گئے واقعہ کیا ہے ۔ بڑے شاہ میاں نے کہا آپ کی نماز کے تعلق سے کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔حضرت کی نماز صحابہ کی نماز جیسی ہے ۔راستہ میں بڑے شاہ میاں نے فرزند سے کہا اس طرح کے خیالات وخطرات تمہارے دل میں نہیں آنا چاہئے ۔حضرت جوانی میں نماز بالکل شرائط کے مطابق ادا کرتے تھے ۔ یہ واقعہ ہمارے بزرگوں کی روحانی قوت کو بتلاتا ہے کہ دلوں کی کیفیت سے وہ واقف ہوجاتے تھے۔قوم میں یہ جملہ مشہور ہے کہ وہ مرشد ہی کیا جو دوگز گڑے کی خبر نہ رکھے، ہمارے مرشدین یہ اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ یہ کیفیت خدا کی طرف لو لگانے سے حاصل ہوتی ہے ۔الغرض ضعیف بزرگوں کی عبادت وریاضت پر کچھ نہ کہنا چاہئے ، نہ سوچنا چاہئے ،ان کی ظاہری نہیں باطنی کیفیت کو دیکھنا چاہئے ۔

حضرت شاہ ابراہیمؒ کی روحانی کیفیت اور خدا سے قربت کا یہ واقعہ ہمیں آپ کے مقام اور مرتبہ کا پتہ دیتا ہے ۔موت کا وقت مقرر ہے موت کسی کو مہلت نہیں دیتی لیکن اس عاشق خاتمین علیہ السلام کے پاس حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور روحِ مقدس کو قبض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ جب آپ کی روح مقدس قبض کی جاتی ہے تو ایک روشنی زمین سے آسمان کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بادشاہِ وقت محمد قلی قطب شاہ اس روشنی کو دیکھتے ہوئے دل میں خیال کرتا ہے کہ کوئی بزرگ ہستی اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے ۔فوراً سواروں کو اس سمت جانے کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کسی کا انتقال ہوگیا ہے تو کہہ دینا بادشاہ شریک ہونگے لیکن ان سواروں کا دائرہ میں آنے سے قبل ہی حسب وصیت آپ کو سپرد خاک کردیا جاتا ہے ۔حضرت شاہ ابراہیمؒ اپنے وصال کے بعد بھی کسی دنیا دار کو اپنا چہرہ دکھانا نہیں چاہتے ہیں ۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اتنا ہی دنیا داروں سے ہمارا تعلق بڑھتا جارہا ہے۔ تعلیمات کی روشنی میں کاسبین سے کچھ فاصلہ رکھنا چاہیئے لیکن تارک الدنیا افراد ان سے دوستی بڑھاتے جارہے ہیں۔ یہ ہمارا آج کا مزاج ہے۔ دنیا کی محبت لئے ہوئے ان بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دینے سے فیض حاصل نہیں ہوتا۔

مہدویہ بزرگ پاکانِ خدا ہیں ان کے آخری وقت پر خاص تجلیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر خلفاء اور دیگر قریب رہتے ہیں تاکہ ولایت کا فیض حاصل ہوجائے۔ ایسے موقعوں پر بعض ارواح اطلاع دیتی ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی روح مبارک نے فرزند میاں سید خوندمیرؒ کو اطلاع دی کہ باوا صاحب کا وقت قریب ہے ان کے پاس جاؤ۔ میاں خوندمیرؒ اس معاملہ کے بعد شاہ ابراہیمؒ کے پاس پہنچتے ہیں اور حضرت سے بیان قرآن سماعت فرماتے ہیں۔ ہمارے بزرگ اپنے آخری وقت بھی بیان قرآن سے اپنے فقراء کو مستفید کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ آج بیان قرآن کے محافل ہمارے دائروں سے ختم ہوکر رہ گیا ہے۔ کیا یہ زندہ قوم کی نشانی ہے؟

جو ہستیاں اللہ کے ہوجاتے ہیں اور اپنی زندگی خدا کی یاد میں اس کے دید کو حاصل کرنے میں صرف کردیتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے آخری آرام گاہوں کی بھی بے ادبی نہیں ہونے دیتا۔ شہر میں ریلوے لائن بچھانے کا کام شروع ہوچکا تھا۔ ایک ریلوے لائن کاچی گوڑہ سے فلک نما تک بچھائی جارہی تھی۔ نقشہ اس طرح تیار ہوا تھا کہ پٹریاں حظیرہ حضرت علیہ الرحمہ کے درمیان سے گزر رہی تھیں۔ عقیدتمندانِ حضرت علیہ الرحمہ اثر ورسوخ کے ذریعہ اس کو روکنے کی تمام کوشش کرچکے تھے۔ حکومت کے عہدیدار مقام کا معائنہ کرنے کے لئے وقت اور تاریخ مقرر کئے۔ وقت مقررہ پر تمام مہدوی گروپوں کی شکل میں حظیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چنچل گوڑہ سے آنے والے حضرات نے راہ میں دیکھا کہ کاچی گوڑہ کی ایک بزرگ شخصیت جنہیں حظیرہ میں رہنا چاہئے تھا، وہ چنچل گوڑہ کی طرف آرہے ہیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ مجھے رات ہی میں معلوم ہوگیا کہ ریلوے لائن حظیرہ کے اندر سے نہیں بلکہ باہر سے جائیں گی۔ لوگوں نے دریافت کیا آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔ آپ نے کہا کہ رات خواب میں دیکھا کہ حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے ہاتھ میں لکڑی ہے اور لکڑی سے حظیرہ کی مشرقی جانب لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا ریل کی پٹریاں ادھر سے جائیں گی، حظیرہ کے اندر سے نہیں جائیں گی۔ متعلقہ عہدیدار نے بعد معائنہ پٹریاں اُسی جگہ ڈالنے کا حکم دیا جہاں حضرت نے لکیر کھینچی تھی

ان تمام واقعات کو پیش کرنے کا مدعا اور مقصد یہی ہے کہ ہم خدا کے احکامات پر پابندی سے عمل کرتے ہوئے ان بزرگوں کے روضہ پر حاضری دیں تو ہر بلاومصیبت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور ان کا فیض بھی حاصل ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے بغیر توشہ عشق ومحبت بزرگانِ دین کے بارگاہوں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ابراہیمؒ 8/صفر 1089ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ کرتے ہیں۔ ooo

حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحبؒ

بزرگانِ دین کی سیرت اور تعلیمات کا سب سے روشن پہلو جو ہے وہ خلیفۃ اللہ کی تعلیمات پر عمل بزرگوں نے عزت اور لذت کو ختم کر کے دم اور قدم کی حفاظت کی اور مقصود خدا کو پہنچے کیونکہ وہ دنیا پرست نہیں بلکہ خدا پرست تھے۔ جس کی وجہ سے وہ نہ صرف تاریخ مہدویہ بلکہ اغیار کی تاریخ میں بھی زندہ جاوید ہیں۔ انہی میں کی ایک ہستی معظم حضرت سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحب کی ہے۔ آپ ماہ ربیع الثانی ۱۲۱۰ھ کو اس دنیا میں تشریف لائے آپ کا نسب ۵ ویں پشت پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جاملتا ہے، وہ اس طرح ہے حضرت سید موسیٰ بن سید جلال بن حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل بن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت بن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدی بن حضرت سید محمد مہدی موعودؑ

اللہ تعالیٰ جس کو عطا کرنا چاہتا ہے اس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور جس کو نہ دینا چاہے تو کوئی طاقت دے نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو اپنا علم خاص عطا کرنا چاہے تو اس کے لئے کسی عمر کی قید نہیں۔ میاں یداللہ کی عمر کھیلنے کودنے کی ہے گھر کے آنگن میں کھیل رہے ہیں یکا یک رو رو کر کہنے لگے ہائے ڈاکوؤں نے بابا کو مار رہے ہیں بابا کیسے ہیں ارے دیکھو انہوں نے بابا کو ختم کر دیا۔ گھر کے تمام لوگ اس چیخ و پکار پر میاں یداللہ کے اطراف جمع ہوجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ایسی باتیں نہ کرنا بابا تجارت کے لئے گئے ہیں وہ آئیں گے۔ لیکن آپ برابر یہی کہہ جاتے تھے کہ ڈاکوؤں نے بابا کو ختم کر دیا۔ دادا حضرت سید جلال میاں صاحب حجرہ میں تھے کمسن پوتے کی باتیں سنیں فوراً مراقبہ میں گئے اور اس کے بعد فرمایا کہ میاں یداللہ جو کچھ کہتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ ڈاکوؤں نے میاں سید موسیٰ کو ختم کر دیا ہے۔ قربان ہوجائیں اس گھرانہ پر جہاں نبیرہ اور دادا کی یہ روحانی کیفیت ہے۔ یہ عطا فضلِ خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد لوگ اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہیں۔ وقت اور تاریخ وہی ہوتی ہے جو میاں یداللہ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم آپ کو پانچ سال کی عمر میں عطا کیا تھا جبکہ آپ نے عبادت و ریاضت کی منزل سے دور تھے۔ یہ شخصیت جب بعد حصول علم باعمل ہوکر زندگی کا بیشتر

حصہ عبادت وریاضت، صحبت صادقین میں گزاری تو روحانی مرتبہ میں کتنا نہ اضافہ ہوا ہوگا۔ بچپن کا یہ حال ہوتو جوانی پھر بزرگی میں کیا کیفیت نہ ہوگی۔ یہاں پر یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ رشد وہدایت پر فائز گھرانے کے کمسن بچے بھی کچھ نہ کچھ روحانی کیفیت رکھتے ہیں۔ ہیں ان کا بھی احترام کرنا چاہیئے۔

تاریخ مہدویہ بتاتی ہے کہ آپ کے دادا حضرت سید جلال کے تمام فرزند دادا کے سامنے ہی رحلت فرمائے۔ ایک مرتبہ آپ بچپن میں سخت بیمار ہوئے گھر کی عورتیں پریشان تھیں۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ خیال وسوسہ تھا کہ یہ چراغ بھی گل ہونے کو ہے۔ عورتیں آہ وبکا کررہی تھیں۔ گھر کے تمام ماحول پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ حضرت سید جلال بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں اور پوترے کو اپنا پسخوردہ عطا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میرے فرزندوں کا بدل ہے۔ اس کی اولاد پھیلے گی میں بڑی بڑی داڑھی والے خوبصورت چہروں کو دیکھ رہا ہوں۔ عورتوں کو اطمینان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا کرتا ہے جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی تو دادا کا انتقال ہوجاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے دادا کی دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتی ہے۔ آج جہاں بھی مہدوی آبادی ہے وہاں یداللٰہی خاندان کے لوگ ہیں۔ رشد وہدایت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ راقم الحروف بھی اسی خاندان کا مرید اور فقیر ہے۔

دادا کے انتقال کے بعد یعنی اپنے مرشد کے گزرجانے کے بعد تربیت کی تجدید اپنے رشتہ کے چچا حضرت میاں سید نجم الدین صاحب سے کرواتے ہیں اس دور کا طریقہ رائج تھا کہ مرید تجارت کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوتے تو ساتھ میں مرشد کے فرزند یا کسی قریبی رشتہ دار کو ساتھ لیجاتے ایک تو برکت کے لئے دوسرے باجماعت نماز کے لئے اور اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ ہوجائے تو مرشدزادہ کے ہاتھوں کام انجام پائے۔ مرشد ہی سے نہیں بلکہ مرشد کے خاندان کے افراد سے بھی ہماری وابستگی تھی اور آج معاملہ بالکل برعکس ہے، عقیدت مندی وغیرہ نام کو رہ گئی ہے حضرت میاں سید یداللہ کو بھی عقیدتمند تجارتی سفر میں ساتھ لے جاتے ہیں اثناء سفر میں رات آرام کے لئے قافلہ ٹھہر جاتا ہے۔ اب خواب میں دادا حضرت سید جلال کو دیکھتے ہیں اور دادا فرماتے ہیں اے یداللہ تو دنیا کے کاموں کے لئے نہیں ہے دین مہدی کی تبلیغ تیرا فریضہ ہے۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد فوراً ترک دنیا کرتے ہیں اور حضرت میاں سید نجم الدین جن کا دائرہ راجپوتانہ میں تھا ان کی صحبت میں رہنے کے لئے یہیں سے روانہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک ترک دنیا ہے اور اس کے ساتھ ہی صحبت میں گزارنے کا ارادہ ہے۔ حقیقت میں ترک دنیا خدا اور بندہ کا معاملہ ہے

اس فرض کی ادائیگی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا اس کی پبلسٹی کرنا یا یوں سمجھئے کہ تقریب بسم اللہ کی طرح یہ ایک تقریب ہو کر رہ گئی ہے۔ جس طرح ذکر، صحبت صادقین، ہجرت، توکل علی اللہ، عزلت از خلق اور عشر فرض ہے اس کا ہم اعلان نہیں کرتے تو ترک دنیا کا اعلان کیوں؟ اس واقعہ کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے بزرگ اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی اپنے خاندان کے افراد کی ہدایت اور رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرح اپنے سلسلے کی حفاظت جاری رکھنے کے لئے نصیحت کرتے ہیں۔

غرض آپ صحبت و تربیت کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ آج یہ دونوں چیزیں قوم سے بالکل ختم ہوگئی ہے جبکہ یہ فرض ہے اس بے اعتنائی لاپرواہی کی وجہ سے قوم کی جو کیفیت ہوگئی ہے وہ ہر ایک کے سامنے اظہر من الشمس ہے۔ اثناء راہ اوسہ میں آپ کی ملاقات ایک روحانی شخصیت حضرت میاں علی باگ سے ہوتی ہے۔ حضرت میاں علی باگ، حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے حضرت یداللہ سے فرماتے ہیں یہ بندہ ناچیز آپ کے بزرگوں کا ایک ادنیٰ صدقہ خوار ہے بندہ ان کی صحبت سے جو پایا ہے وہ آپ کو پہنچا دوں گا۔ آپ حضرت سید نجم الدین صاحب کی صحبت میں جانے کا ارادہ ترک کر کے میاں علی باگ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ میاں علی باگ آپ کے ساتھ ایک پوٹلی دیکھ کر فرماتے ہیں اس میں کیا ہے آپ کہتے ہیں اس میں کپڑوں کا ایک جوڑا ہے علی باگ فرماتے ہیں مومن ذخیرہ نہ کنند۔ فقیر کو ایک جوڑا کافی ہے۔ اور زائد جوڑا دوسرے حاجت مند کو عطا کر دو۔ آپ ۵ سال تک حضرت میاں علی باگ کی صحبت میں رہکر فیضیاب ہوتے ہیں۔ فیضِ مرشد خیال و تصور مرشد کی اہمیت کے سلسلے کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے آپ ایک مرتبہ جنگل کو خشک لکڑیوں کے لئے جاتے ہیں اپ لکڑیاں جمع کرنے میں مشغول رہتے ہیں ایک بہت بڑا سانپ ایک دم سامنے آجاتا ہے اور پھن کھولے ہوئے آپ کو ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھتا ہے آپ فوراً آنکھ بند کر کے اپنے مرشد کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے سانپ غیب اور مرشد کو حاضر پاتے ہیں۔ مرشد فرماتے ہیں لکڑیوں کے لئے جنگل کے اتنے اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے قریب سے ہی لکڑیاں جمع کر لو۔ آج ہم مرشد کو مرشد کی طرح سمجھ نہیں پا رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ افراتفری کا سا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ مرشد کا مقام بلند ہوتا ہے، اس سے عقیدت، محبت، چاہت ضروری ہے۔ وہ اپنی روحانی کیفیت سے مریدوں کی مشکلات کو دور کر کے آسانیاں پیدا کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ مرید میں مذہب سے عقیدت بھرپور ہو۔

حضرت میاں علی باگ اپنے آخری وقت میں ارشاد فرماتے ہیں جو کچھ میں نے حاصل کیا تھا آپ کو پہنچا دیا ہوں اگر مزید صحبت کے لئے میاں سید نجم الدین کے پاس جاؤ گے تو اعلیٰ درجہ پر رہو گے یہاں جو ہے وہ تم نے پالیا ہے اور وہاں بھی یہی ہے۔ اگر تم حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی صحبت میں جاؤ گے تو ہم عصر بن جاؤ گے آپ اپنے مرشد سے یہ ہدایت سننے کے بعد کچھ سونچتے ہیں یکا یک شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ میاں سید نجم الدین و میاں علی باگ دونوں بندگی میاں شاہ قاسم کی صحبت میں رہے ہیں۔ اسی صحبت کے دوران دونوں میں باہمی رنجش ہوئی ہوگی اسی لئے مجھے میاں سید نجم الدین کی صحبت سے منع کر رہے ہیں۔

جب میاں یداللہ کے دل میں اس طرح کے وسوسے پیدا ہوئے تو میاں علی باگ جو صاحب دل تھے فوراً کہتے ہیں میاں سید نجم الدین فرزند مہدیؑ ہیں ان کا مقام و مرتبہ بلند ہے اور بندہ ناچیز ایک ادنیٰ غلام ہے میرا اور ان کا کیا معاملہ میں شاہ نصرت کی صحبت اختیار کرنے کے لئے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ اہل فضل زمانہ ہیں ان کی صحبت اختیار کرلو دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری بیوی اور دونوں بچوں کا انتقال ہو چکا ہے تمہاری شادی شاہ نصرت کی دختر سے ہوگی۔ فقیر کی باتوں کو غور سے سنو فقیر جو بھی کہہ رہا ہے وہ انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ حضرت بندگی میاں علی باگ کا شمار اہل باطن اور باکمال بزرگوں میں ہوتا ہے۔ علوم ظاہری اور باطن پر مکمل دسترس رکھنے والی دیگر بزرگوں کی طرح ہم نے اس شخصیت کو بھی گوشئہ گمنامی میں چھوڑ دیا۔ دینی محافل ہو یا کوئی موقع کوئی بھی عالم دین یا اہل قلم یا مقررین اس شخصیت کا ذکر خیر نہیں کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری قوموں کے مقررین، خطیب کچھ بھی کیفیت نہ رکھنے والی شخصیتوں کو بڑھا چڑھا کر اپنے اپنے مجالس میں ذکر کرتے ہیں۔ حضرت علی باگؒ کی مزار پاک اوسہ سے چند میل دور کھیت میں واقع ہے اور وہ بھی زمین کے برابر ہے۔ قوم کے کئی ایک افراد کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس مزار پاک کا تحفظ کیا جائے ورنہ چند سالوں میں یہ نشانی بھی نظروں سے اوجھل ہوجائے گی۔ حسب ہدایت حضرت میاں علی باگؒ آپ حضرت بندگی میں شاہ نصرتؒ کی صحبت میں رہنے کے لئے اوسہ سے دکن کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ اثناء سفر میں دل ہی دل میں تین باتیں سونچتے ہیں کہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرت نام لے کر پکاریں دوسری امامت کے لئے کہیں اور تیسری گھر لے جا کر شیرنی کھلائیں اور اگر یہ پوری ہو جائیں تو فی الواقعہ آپ اہل فضل زمانہ ہیں ان سے علاقہ لیکر صحبت

اختیار کرلونگا۔

آپ نماز مغرب حسین ساگر کے کٹے پر ادا کرتے ہیں اس وقت حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا اس سمت روانہ ہوتے ہیں وقت عشاء ہوجاتا ہے۔حضرت نصرت علیہ الرحمہ مسجد کے صحن میں ٹہلتے رہتے ہیں۔فقیر مسجد تکبیر کی اجازت چاہتے ہیں۔لیکن آپ کچھ دیر ٹہرنے کو کہتے ہیں مصلی سمجھ جاتے ہیں کس کا انتظار ہے اتنے میں آپ مسجد میں داخل ہوتے ہیں حضرت شاہ نصرت کہتے ہیں بڑے شاہ میاں آپ عرض کرتے ہیں خوندکار ہاں۔اس کے بعد آپ کو نماز پڑھانے کے لئے کہتے ہیں۔بعد نماز گھر لیجاتے ہیں۔بی بی پردہ میں جاتی ہیں آپ بیٹا کہہ کر بی بی سے تعارف کرواتے ہیں۔حضرت شاہ نصرت نہ صرف آپ کو شیرنی کھلاتے ہیں بلکہ کھانا بھی کھلاتے ہیں۔الغرض آپ کی تینوں باتیں پوری ہوتی ہیں اور یہاں صاحب دائرہ کی روحانیت کو دیکھئے ،طالب کی تینوں خواہشوں کو بغیر معلوم کئے پوری کردیتے ہیں۔یہ ہمارے بزرگوں کی شان ہے،مقام ومرتبہ ہے اور انہیں ہمیشہ اللہ کا فضل ملتا رہتا ہے۔اگر ہمیں اللہ سے فضل پانا ہے تو بزرگوں کی سیرت پر عمل پیرا ہوجائیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی صحبت اختیار کرتے ہیں ذکر وفکر وریاضت میں شب وروز گزرتے ہیں روحانی ترقی میسر ہوتی ہے۔میاں علی باگؒ کی ہدایت رنگ لاتی ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرت اپنی دختر سے آپ کا عقد کرتے ہیں۔ایک دونہیں ۲۸ سال آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔حضرت شاہِ نصرت نے آپ کو بڑی بشارتیں دی ہیں اور انتقال سے قبل خلافت بھی عطا کی اور دستار اپنے سر سے نکال کر آپ کے سر پر رکھتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے کہنے پر کنجرہ ضلع امراوتی میں دائرہ باندھ کر رہتے ہیں دائرہ میں احکام فرائض نبوت وولایت پر سختی سے پابندی ہوتی تھی۔دائرہ کے لوگوں پر نماز بہ جماعت ادا کرنا لازم تھا۔اگر کوئی مسلسل تین نمازیں غیر حاضر ہوتا تو اس سے باز پرس ہوتی اگر بات ناقابل قبول ہوتی تو دائرہ سے خارج کردیا جاتا تھا۔آپ ۲۹/ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ کو ۷۵ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کرجاتے ہیں۔آپ کی تمام زندگی حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عزّت وبذّت کو یکسر ختم کیا اور زندگی کے ہر موڑ پر دم وقدم کی حفاظت کی کبھی اہل دنیا کے گھر نہیں گئے۔دائرہ میں وہی مال کو قبول کیا جاتا تھا جو پاک وحلال ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگوں کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)ooo

حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ

آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملتا ہے جو اس طرح ہے۔ حضرت سید یعقوب توکلی بن حضرت سید اسحاق بڑے میراں بن حضرت میاں شاہ محمد بن حضرت سید اللہ بخش بن حضرت بندگی میاں سید اسحاق بارہ بنی اسرائیل بن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت بن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ بن خلیفتہ اللہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ

آپ برار کے علاقہ بالا پور میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت برار کے علاقوں میں کثرت سے مہدوی آباد تھے۔ آپ کے والد اپنے بڑے بھائی حضرت میاں سید عبدالقادر کے تربیت یافتہ تھے اور حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کی صحبت بھی اختیار کی تھی۔ ایک مرتبہ بچپن میں آپ سخت بیمار ہوگئے اور اس دوران خواب میں حضرت ثانی مہدیؓ کو دیکھا اور حضرت نے آپ کے گلے میں ناریزہ باندھ دیا۔ صبح آپ نے اس خواب کا ذکر والدہ سے کیا۔ والدہ خواب سن کر رونے لگیں اور سمجھ رہی تھیں کہ بچہ کا وقت آخر قریب ہے۔ آپ کے والد حضرت میاں سید اسحاق عرف بڑے میراں نے خواب سن کر فرمایا کہ بچہ بڑی عمر پائے گا۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے اپنا فیض دیا ہے۔ بچہ بڑا ہوکر اس فیض کو تقسیم کرے گا۔ اس واقعہ سے ناریزہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ درحقیقت ناریزہ میں جو فیض پوشیدہ ہے وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت کا علم صرف انہیں ہی حاصل ہوتا ہے جن کے عقیدہ میں پختگی ہے، جس سے ناریزہ لے رہے ہیں اور جس کا فیض دیا جارہا ہے اُن سے اپنی جان سے زیادہ عقیدت ہونا چاہیئے جب ہی حقیقتِ ناریزہ سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سید یعقوب توکلی بچپن ہی سے منسکر المزاج اور تنہائی پسند تھے۔ جب آپ کی عمر شریف 14 سال کی ہوئی تو کسب کے لئے شرزہ خاں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ شرزہ خاں بچہ کی کیفیت کو دیکھ کر کہتا ہے کہ بچہ کسب کرنے کا مزاج نہیں رکھتا ہے خدا کا طالب معلوم ہوتا ہے۔ بچہ کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک گاؤں آپ کی والدہ کے نام کرتے ہیں۔

آپ کے والد صاحب حال بزرگ تھے۔ انہیں بفضل تعالیٰ علم ہوا کہ حضرت میاں سید احمد

غازی کا وقت آخر قریب ہے تو فرزند میاں سید یعقوب کو بھائی سے علاقہ کر کے ان کے ہاتھ پر دنیا ترک کراتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں کیا روحانی کیفیت تھی اور ایک دوسرے سے کس طرح آگہی رکھتے تھے اس کا علم ہوتا ہے۔فکر ہوتی ہے کہ آخری وقت میں بھی فیض حاصل کرلیں اپنے بزرگوں سے۔
آپ ترک کے بعد جاگیر کی سند شرزہ خاں کو واپس کر دیتے ہیں۔حضرت میاں سید احمد کے انتقال کے بعد والد کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔

آپ برار سے ہجرت کرتے ہوئے عالمپور میں دائرہ قائم کرتے ہیں یہاں سے کڑپہ میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔کڑپہ سے سدھوٹ میں ہجرت کرتے ہیں۔نواب آف سدھوٹ جو مصدق تھا آپ کی آمد کا سن کر خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہے روزانہ ایک پلہ بریانی پکا کر مغرب کے بعد بھیجتا تھا۔آپ نے خیال کیا کہ اس طرح سے توکل ختم ہوجائے گا اور فقراء عیش میں آجائیں گے سدھوٹ سے دوبارہ کڑپہ آتے ہیں اور آبادی کے باہر قیام کرتے ہیں اس وقت کڑپہ سلطان حیدر علی کے قبصہ میں تھا آپ سلطان کو کڑپہ میں رہنے کی اجازت کے لئے خط لکھتے ہیں۔حیدر علی سلطان میسور نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اعلان کرواتا ہے کہ کوئی بھی ان فقیروں کو نہ ستائے۔اگر کوئی حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا پیٹ چیر کر اس میں کانٹے بھرے جائیں گے۔اور ایک جھنڈا دیا کہ دائرہ کے دروازے پر نصب کریں۔آپ کے دائرہ پر سلطان میسور کا جھنڈا لہرایا ہوا ہوتا تھا۔کڑپہ میں آپ کے تقدس و پرہیزگاری کا چوطرف چرچا تھا۔دائرہ سے وابستہ ہونا اپنی خوش قسمتی سمجھی جاتی تھی۔لوگ جوق در جوق تصدیق سے مشرف ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ہندو لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔آپ کا ادب واحترام کرتے تھے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے۔آپ کو پرمیشور کہتے تھے۔لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر پرمیشور کو دیکھنا ہے تو آپ کو دیکھے سیتارام نامی معتقد ماہ رمضان میں پورا ایک مہینہ کھچڑی پکا کر دائرہ میں بھجواتا تھا۔آپ دائرہ کے تمام فقراء میں اس کی سویت کر دیتے تھے۔

آپ کے اخلاق وکردار کا یہ حال تھا کہ ہر ایک سے حسن سلوک سے ملتے تھے۔جو ایک بار آپ سے ملتا دوبارہ ملنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔دائرہ میں حجرے تعمیر کرنے کے لئے جو مزدور آتے تھے اُن سے بھی خلوص ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ایثار وقربانی کا یہ حال تھا کہ نہ صرف کام کرنے والے مزدور بلکہ اُس کے بچوں کو بھی مزدوری دیا کرتے تھے۔ان میں کا ایک مزدور آپ کے اس حسن سلوک سے متاثر

ہوکر مسلمان ہوتا ہے اور مصدق ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور مسلمان کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ جب وہ مرجاتا ہے تو رشتہ دار اس کو ہندو دھرم کے مطابق جلاتے ہیں مگر آگ اُس پر کوئی اثر نہ کرسکی۔ آخر اس کو دفن کیا جاتا ہے۔

آپ شریعت وطریقت پر یکساں عمل پیرا تھے۔ صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کا شمار نہ صرف تقویٰ شعار بلکہ اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا تھا۔ آپ کے ایک مرید سلیم خان جن کا کڑپہ کے رئیسوں میں شمار ہوتا تھا حضرت سے بے حد عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ ان کی بیوی کا کڑپہ کے باہر کسی مقام پر انتقال ہوجاتا ہے۔ میت جب کڑپہ لائی جاتی ہے تو بو پیدا ہوجاتی ہے۔ دائرہ کے فقیراء اس واقعہ سے آپ کو واقف کرواتے ہیں۔ اس واقعہ کو سننے کے بعد دائرہ کے فقیر کو اپنا عصاء دے کر یہ کہکر روانہ کرتے ہیں کہ عصا سے میت کے پلنگ پر ایک ضرب دو۔ جب عصا سے ضرب دی جاتی ہے تو میت سے بو کے بجائے خوشبو کی مہک آنا شروع ہوجاتی ہے۔ یہ مرتبہ وکیفیت، یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب یکسو ہوکر شریعت وطریقت کے احکامات پر عمل پیرا ہوکر ذکر وفکر کی پابندی کی جاتی ہے۔ دم وقدم کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مرشد وہ ہوتا ہے جو مرید کے تمام احوال سے واقف ہو۔

کرنول، کڑپہ، نندیال، عالپور، سدھوٹ اور اطراف کے علاقوں میں دائروں کے نظام سے متاثر ہوکر لوگ تصدیق سے مشرف ہورہے تھے، دنیادار علماء ومشائخین کو یہ ہرگز گوارا نہیں تھا کہ لوگ ان سے دوری اختیار کریں۔ نواب کڑپہ آپ کے داماد حضرت میاں سید شہاب الدین کو سدھوٹ میں شہید کرواتا ہے اس کے بعد آپ کا کڑپہ سے اخراج ہوتا ہے۔ آپ معہ مصدقین کے ساتھ نندیال آتے ہیں یہاں پر چند روز رہ کر کرنول میں قیام کرتے ہیں۔ حاکم عالم پور محمد خاں اپنے خاص آدمی کے ذریعے عالم پور میں قیام کرنے کی دعوت دیتا ہے اور دائرہ کے لئے للہ زمین دینے کا اعلان بھی کرتا ہے۔ آپ اس دعوت کو قبول فرماتے ہیں۔ کرنول سے عالم پور آکر تنگبھدرا ندی کے کنارے دائرہ قائم کرتے ہیں۔ آخر وقت تک آپ کا دائرہ یہیں پر رہا۔ 2/شوال 1188ھ کو آپ اس فانی دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں۔ یہیں پر آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا شمار ملت مہدویہ کے اُن بزرگوں میں ہوتا ہے جو عابد وزاہد اور متقی تھے۔ تاحیات ذکر وفکر میں رہے اور خاموشی آپ کو بے حد عزیز تھی، اسی لئے اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) ooo

حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا صاحب میاںؒ

آپ راہ طریقت کے ہادی، ولایت و ہدایت کے مہر منور ہیں۔ اُس دور کے صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اسلاف کے کردار اور اخلاق، عبادت و ریاضت وطرز حیات کا آپ ایک بہترین نمونہ تھے۔ آپ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بنی اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ نسب اس طرح ہے۔ حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا صاحب میاںؒ بن حضرت میاں سید عبدالکریمؒ بن حضرت میاں سید زین العابدینؒ بن حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاںؒ بن حضرت سید موسیٰ بن سید جلال بن حضرت سید خوندمیر بنی اسرائیل بن حضرت شاہ یعقوب حسن ولایت بن حضرت سید محمود ثانی مہدیؑ

آپ جدا امجد حضرت سید زین العابدین سے تربیت حاصل کرتے ہیں اور والد بزرگوار کے ہاتھ پر فقیر ہوتے ہیں۔ سری رنگا پٹن میسور سے ہجرت کر کے زہرہ پور کرنول میں دائرہ قائم کیا۔ یہیں پر آپ کا وصال ہوتا ہے۔ آپ حافظ قرآن تھے کہا جاتا ہے چاشت کی نماز کے بعد سے نماز ظہر تک روزانہ ایک بار قرآن پاک کا اعادہ کرتے تھے ہمیشہ خاموش رہا کرتے تھے اور باوضو رہتے تھے۔ بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک، پھر عصر سے عشاء تک ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ قید قدم تھے تمام دینی امور بسم اللہ ہو کہ عقد خوانی مسجد میں ہی انجام دیتے تھے کاسبوں کے گھر نہ جاتے تھے۔ دائرہ کے فقراء کو بھی پابند کرتے تھے کہ کاسب کے گھر نہ جائیں جو کچھ بھی فتوح دائرہ میں آتی وہ تقسیم کردی جاتی تھی۔ زمانہ ایسی کروٹ لیا ہے کہ آج ہر تقریب شادی خانوں کی مرہون منت ہوگئی ہے۔ ہر تقریب یہاں پر منعقد کرنا فرض کے طور پر ہوگیا ہے۔ محنت سے کمائی ہوئی لاکھوں کی دولت ان تقاریب پر خرچ کی جارہی ہے، وہ بھی ایک دو دن کی خوشی کے لئے۔ تقریب کو سنت کی طرح سادگی سے منانے کا کوسوں دور تک خیال نہیں جاتا۔ وہ افراد جو قوم کے لئے نمونہ ہونا ہے وہ بھی اس زمرہ میں شامل ہوگئے ہیں۔ یاد رہے سادگی کی تقریب میں جو روحانیت ہوتی ہے وہ ہزاروں روپے خرچ کرنے والے تقریب میں نہیں ہوتی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ہر مہدویہ آبادی میں ماہ رجب سے ہی ماہ رمضان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں۔ بالخصوص 29 / شعبان کونہایت ہی مسرت وشادمانی کے ساتھ دائرہ کے ہر فرد کو ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کا اشتیاق ہوتا۔ ایک دور تھا کہ کرنول، نندیال، کڑپہ میں مہدوی کثرت سے آباد تھے۔ آج بھی ان مقامات کے وسیع حظیرے اس کے بین ثبوت ہیں۔ مہدویوں نے ہر مقام پر اپنے وجود کا احساس دلایا ہے۔ اور خدا پرست بننے کی تعلیم عام وخاص کو دی۔ سمجھدار لوگوں نے ان کو پسند کیا اور ان کی طرف راغب ہوئے۔ ایک اچھا مقام بھی وہ پائے۔

کرنول کی سرزمین ہے شعبان کی 29 / تاریخ ہے ہر مقام پر بعد نماز مغرب چاند دیکھنے کی ہر ایک کو جستجو ہے۔ کرنول کے حاکم الف خاں ابن ابراہیم خاں کے متعین کردہ ملازمین بھی چاند دیکھنے کے لئے آسمان پر ٹکٹکی جمائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت آ گیا لیکن حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا صاحب میاں نماز عشاء کے وقت اپنے متعلقین سے فرماتے ہیں نماز تراویح کی تیاری کرو چاند نظر آ گیا ہے۔ اس حکم پر تمام سر تسلیم خم کر کے آمنا وصدقنا کہتے ہیں اور یہ اطلاع تمام دائروں میں پہونچ جاتی ہے چوطرف خوشی ومسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تمام دائروں میں نماز تراویح پڑھی جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی لیکن ہمیں نظر نہیں آیا۔ آپ کس بنیاد پر نماز تراویح کا حکم دے رہے ہیں ؟ بلکہ مرشد کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ یہ مرشد سے مریدوں کی عقیدت تھی سب سے اہم بات ایک مرشد کی بات کو تمام کاسبین اور دیگر مرشدین بھی قبول کرتے ہیں ہمارے بزرگوں کا یہ اتحاد واتفاق تھا جو ہماری تاریخ کے سنہری اوراق تھے۔

الغرض کرنول کے مہدوی ملازمین اُس دور کے طریقے کے مطابق یکم رمضان کو حاکم کرنول کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں دربار کے تمام لوگ حیران وپریشان ہوجاتے ہیں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں کہ رویت ہلال کی اطلاع نہیں ملی پھر یہ مہدوی نذرانہ کیوں پیش کررہے ہیں جبکہ یہ نذرانہ انہیں کل پیش کرنا ہے آج تو شعبان کی ۳۰/ تاریخ ہے جب یہ نذرانہ لیکر دربار میں آتے ہیں اور حاکم کو پیش کرتے ہیں حاکم کرنول قبول نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قاضی شہر نے رویت ہلال کی اطلاع نہیں دی ہے پھر چاند کس نے دیکھا ہے؟ مہدوی جواب دیتے ہیں ہمارے مرشد نے دیکھا ہے اور ہم نے ان کے حکم پر ہی نماز تراویح پڑھی بھی ہے۔ حاکم کرنول کہتا ہے رویت ہلال کی

اطلاع کہیں سے نہیں آئی پھر تمہارے مرشد نے چاند کس طرح دیکھا۔ہم رویت کو مان لیتے ہیں مگر دو گواہ چاہئے یہ بات سن کر مہدوی اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر دربار کی تمام کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔مرشد تمام کیفیت کو سننے کے بعد اپنے مرید سے فرماتے ہیں اگر اس کو ہماری بات کا یقین نہیں تو انشاءاللہ تعالیٰ، اللہ میں اتنی قدرت ہے وہ آئندہ ماہ کا چاند اُن کے حساب سے ۲۸ تاریخ کو دکھلائے گا جب کہ ہمارے حساب سے ۲۹ تاریخ ہوگی۔مہدوی اپنے مرشد کی بات کو حاکم کے سامنے عرض کرتے ہیں حاکم یہ سن کر غصہ میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں آج تک کہیں ۲۸ تاریخ کو چاند نظر آیا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کیا تم کو اس بات پر یقین ہے دربار میں حاضر تمام مہدوی یک زبان ہوکر کہتے ہیں ہمارے مرشد کی بات صحیح ہے اور ایسا ہوسکتا ہے۔مرشد کی بات پر اس قدر یقین ہونے پر حاکم کرنول حیرت زدہ ہوجاتا ہے اور دربار میں اعلان کرتا ہے اگر شوال کا چاند ۲۸ کو نظر نہ آئے تو مہدویوں پر سخت سے سخت کاروائی کی جائے۔اس اعلان کو حکومت کے ہرکارے عام کرتے ہیں۔قربان ہوجائیں ان مریدین پر کہ وہ کس خوبی سے،کس عقیدت سے مرشد کی بات کا سر دربار اعلان کرتے ہیں اور کامل عقیدت سے اعلان کرتے ہیں،مرشد نے جو فرمایا ہے وہ صحیح اور درست ہے،رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے،آج یکم رمضان ہے۔

مہدوی دائروں میں اس تاریخ کی مناسبت سے بزرگان دین کی بہرعام اور شب قدر ادا کی جاتی ہے۔مہدویوں کے اعلان کے لحاظ سے ۲۹/ رمضان اور حاکم کے اعلان کے مطابق رمضان کی ۲۸ تاریخ آجاتی ہے۔کرنول کے ہر فرد کی زبان پر رہتا ہے آج رویت ہوگی یا نہ ہوگی۔تمام مہدوی اپنے مرشد کی مسجد میں جمع ہیں نماز عصر ادا کرکے ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں نہ کہ بازاروں چبوتروں یا مسجد کے اطراف کھڑے ہوکر وقت گزارتے ہیں۔اُس دور میں اوقات ذکر کے دوران کوئی بازاروں میں چہل پہل کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیتا تھا ان اوقات کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ادھر فوج نواب کے حکم پر مہدوی آبادی میں پہنچ جاتی ہے نواب رویت ہلال کے لئے آدمیوں کو مقرر کرکے خود بھی بلند مقام پر پہنچتا ہے جب وقت مغرب ہوا سب کی نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔مہدوی اپنی اپنی مساجد میں اطمینان سے ذکر اللہ میں مصروف ہیں۔اتنے میں مرشد کے خلیفہ میاں سید عمر نے نماز مغرب کے لئے اذان کی اجازت چاہی۔آپ حجرہ سے نکل کر صحن مسجد میں آتے ہیں اس وقت مسجد میں اور مسجد کے باہر

لوگوں کا ہجوم تھا۔ صحن میں پہنچ کر آسمان کی طرف دیکھا اور انگلی سے اشارہ کیا لوگوں نے دیکھا کہ عید کا چاند آسماں پر نظر آ رہا ہے۔ مہدویوں کے چہرے مسرت وشادمانی سے چمکتے ہیں سب ایک دوسرے سے بغل گیر ہوکر مبارکباد دیتے ہیں۔ نماز مغرب کی اذان دی جاتی ہے مرشد اپنے خلیفہ حضرت میاں سید عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہیں۔ نماز کی ادائی کے بعد حجرہ میں چلے جاتے ہیں۔

ادھر حاکم کرنول چاند کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے اُس کے حکم کے حساب سے ۲۸ روزے ہوئے، اس کے دل میں جو عداوت ونفرت بھری ہوئی تھی اس کی جگہ عقیدت واحترام کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے وہ مہدوی بزرگوں کے تقدس وپرہیزگاری کے چرچے سنا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد دل سے قائل ہو جاتا ہے۔ فوراً جمعیت کے ہمراہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے دائرہ پر حاضر ہوتا ہے حضرت سے ملاقات کی درخواست پیش کرتا ہے لیکن اجازت نہیں ملتی ہے۔ جب اصرار بڑھ جاتا ہے تو اجازت ملتی ہے۔ عقیدت واحترام کے ساتھ قدم بوسی کر کے اپنے سابقہ عمل کی معافی چاہتا ہے۔ آپ اس کو معافی دیتے ہیں۔ وہ نذرانہ وجاگیر کا پیشکش کرتا ہے لیکن آپ قبول نہیں کرتے ہیں بہت اصرار کرنے پر حظیرہ کے لئے زمین چاہی اور فرمایا مہدوی تمہاری حکومت میں سکون سے ہیں انہیں صرف پانی اور جنگل سے لکڑی لینے کی اجازت دو اس کے بعد حاکم کرنول حظیرہ کے لئے زمین عطا کرتا ہے اور مہدویوں کو جہاں چاہے وہاں رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ ۱۷/ ذی الحجہ ۱۲۱۵ھ کو آپ اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔ زہرہ پور کرنول میں آپ کا روضہ مبارک ہے

چمنستان مہدویت میں آج بھی بہار آ سکتی ہے اگر ہم اسلاف کی حیات کو رہنما بنا کر عمل کی سمت پر گامزن ہو جائیں۔ ہمارے بزرگ کم گو تھے عمل زیادہ کرتے تھے۔ آج سننا زیادہ ہے عمل کم ہے۔ فرمانِ مہدی ہے ''با عمل مقبول بے عمل مردود'' لہذا کسی حال میں بھی عمل کا دامن نہ چھوڑیں۔ دینی ودنیوی زندگی کی کامیابی صرف عمل پر ہی منحصر ہے۔ انسان میں بہت ساری خوبیاں ہیں لیکن ان میں سب سے اہم خوبی کردار کی ہے۔ یہ کردار ہی جو لوگوں کو راغب کرتا ہے کہ ان سے وابستہ ہو جائیں۔ آج قوم میں ایسے کرداروں کی ضرورت ہے۔ اللہ ہم سب کو احکامِ خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ

آپ حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کی اولاد سے ہیں۔ تاریخ میں بعض آپ کو حضرت خواجہ غریب نواز کی اولاد سے اور بعض حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہونے کا ذکر کیا ہے۔ میاں عبدالمجید نورنوش احمد آباد میں تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ سے جب آپ کی ملاقات ہوتی ہے اُس وقت حضرت کے گلے میں پھولوں کا ہار تھا اور آپ یہ ہار میاں عبدالمجید کو پہنا تے ہیں۔ تصدیق کے بعد وصال خلیفتہ اللہ تک صحبت میں رہتے ہیں۔ آپ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی گئی۔ قیام فرہ کے دوران خلیفتہ اللہ کو بخار میں قئے ہوتی ہے اُس وقت میاں عبدالمجید آپ کے روبرو تھے فوراً اُس قہ کو ہاتھوں میں لے کر پی لیتے ہیں۔ میاں سلام اللہ جو اس عقیدت کا منظر دیکھ رہے تھے فوراً کہتے ہیں قہ مکروہ ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں یہ قہ نہیں تھی بلکہ نور ہی نور تھا۔ اس کے سبب اللہ تعالیٰ انہیں ایک فرزند عطا کرے گا۔ تاریخ مہدویہ میں آپ جب سے ''نورنوش'' کے نام سے مشہور ہیں۔ 911ھ میں آپ کو لڑکا تولد ہوتا ہے اور میاں عبدالکریم نام رکھا جاتا ہے جب سے آپ کی اولاد نوری کہلاتی ہے۔ حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ پکے دیندار، پرہیزگار، اور صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ دولت آباد میں آپ کی مرقد مبارک ہے۔ آپ کے ایک فرزند میاں شاہ عبداللطیف ہیں جو دولت آباد میں اپنے والد بزرگوار کے پائنتی دفن ہیں۔ ان کے فرزند میاں عبدالکریم نوری ہیں۔

آپ نہایت شجیع و بہادر کے ساتھ عاشق خاتمین پاک تھے۔ سلطان قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کے پاس منصب دار کے عہدہ پر فائض تھے۔ زمانے کسب میں بھی پابند صوم وصلوٰۃ کے ساتھ بہترین اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ آپ جس راستہ سے گزرتے تھے وہاں ایک شعیہ رہتا تھا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔ آپ نے کئی ایک مرتبہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ بھی کی لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا تھا۔ ایک دن آپ نے اسکو کہا کہ اگر پھر گستاخی کرے گا تو تیرے منہ میں غلاظت بھر دونگا۔ واپسی میں آپ نے دیکھا کہ وہ شان رسول اللہ ﷺ میں گستاخی کئے جارہا ہے فوراً آپ اس کے نزدیک پہونچ کر گردن دبوچتے ہیں وہ چلانا شروع کرتا ہے۔ اپنے آدمیوں کو آواز

دیتا ہے اس کے آدمی دوڑے دوڑے آتے ہیں۔آپ کیونکہ نہایت خوبرو اور وجیہہ تھے کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی آپ کے نزدیک جائیں۔آپ اُسی کے آدمیوں سے غلاظت لانے کو کہتے ہیں وہ غلاظت لاتے ہیں اور اس کے منہ میں ڈلواتے ہیں۔

آپ کسب کے بعد اپنے آباء واجداد کے طریقے پر ترک دنیا کرتے ہیں اور منصب ارشادی پر فائض ہوتے ہیں۔نورگھاٹ کے علاقہ میں دائرہ باندھتے ہیں۔آپ کے دائرہ میں سور بھی تھے۔ایک راجپوت نے سور مار کرلے کر گیا۔دائرہ کے فقراء نے اس کو اس حرکت سے منع کیا لیکن وہ مانا نہیں۔پھر وہ دوبارہ آیا تو آپ کو اطلاع دی گئی،آپ نے بلا اجازت دائرہ میں آنے اور سور کو مارنے پر اس کو خوب پیٹا۔حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ کا بچپن دولت آباد میں گزرا۔یہاں آپ ایک مرہٹہ اسکول میں تعلیم پائی۔یہیں پر ایک مرہٹے لڑکے رام جی سے دوستی ہوگئی تھی۔دوستی اتنی گہری تھی کہ آپس میں معاہدہ کرلئے تھے کہ بڑے ہونے پر ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے۔رام جی ملازمت کے سلسلے میں گولکنڈہ آتا ہے اور ریاست میں ایک بڑے عہدہ پر ملازم ہوتا ہے۔حضرت کا دائرہ بھی گولکنڈہ کے قریب ہی تھا۔دونوں کی اتفاقاً ملاقات ہوجاتی ہے۔ایک دوسرے کا حال پوچھتے ہیں،رام جی آپ کو ایک اچھے عہدہ کا پیش کش کرتا ہے۔آپ کہتے ہیں تم نے اپنا وعدہ پورا کیا،اب ہم اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں۔مراقبے میں جاتے ہیں اس کے بعد نظریں رام جی پر ڈالتے ہیں نظر پڑنے کے ساتھ ہی اس کی حالت بدل جاتی ہے دنیا سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔فوراً اسلام قبول کرکے تصدیق سے مشرف ہوکر ترک دنیا کرکے آپ کی صحبت اختیار کرتا ہے

آپ کے اخلاق وکردار،عبادت وریاضت سے نورگھاٹ کا علاقہ نورعلیٰ نور بن گیا تھا۔ایک طرف دائرہ کی روحانی روشنی دعوت فکر دے رہی تھی دوسری طرف آپ کی تو کلانہ و پرہیزگارانہ زندگی دشمنوں کو پریشان کررکھی تھی۔راجپوت لوگ شعیہ طبقہ اور علمائے سوآپ سے بغض وعادر کھے ہوئے تھے راجپوت اور شیعہ عالم آپ کے جان کے دشمن ہوگئے تھے۔دائرہ میں بزرگان دین کی بہرہ عام کے موقع پر خلائق جمع ہوجاتی تھی۔یہ شہرت وعزت سے راجپوت مزید گھبرا جاتا ہے اور آپ کو ختم کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ایک روز اللہ تعالیٰ کے ذکر میں آپ محو تھے دشمن ایک سازش کے تحت حملہ کرتا ہے اور اس حملہ میں آپ شہید ہوجاتے ہیں۔11 / ذیقعدہ 1052ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوتی ہے۔نورگھاٹ پر ہی آپ کا روضہ مبارک ہے جہاں آج بھی متلاشیان حق وصداقت حاضری دے کر دلی سکون پاتے ہیں۔ooo

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ

دکن کی سرزمین پر جن بزرگوں نے مہدویت کی دستک دی اور فضاء کو ولایت کی مہک سے مہکایا اس صف اوّل میں حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ، حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ، حضرت شاہ نصرت، حضرت شاہ ابراہیمؒ اور حضرت میاں عبدالشکورؒ نظر آتے ہیں۔ان بزرگوں نے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنے اخلاق و کردار سے عبادت و ریاضت سے ہر دور میں متاثر کیا کیونکہ ان کی زبان کھلتی تو صرف کلمہ حق پر، کان اگر سنیں گے تو صرف سچی آواز، آنکھ دیکھتی تو صرف امر حق کو، دل اگر سوچتا تو صرف سچائیوں کے لئے، ہاتھ اور پیر اگر حرکت کرتے تو صرف سچائی کی راہ میں۔مہدوی دائروں کے نظام سے نہ صرف عام لوگوں بلکہ جاگیرداران، اُمراء بلکہ بادشاہ وقت بھی متاثر ہوئے اور تصدیق کی طرف راغب ہوئے۔جس کی بنا پر دکن میں مہدویت کی چار سو تبلیغ ہوئی۔ لوگ جوق در جوق مہدویت کو قبول کر کے تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔آج بھی دکن کی ہر سمت مہدوی دائروں کے جو نشان نظر آتے ہیں وہ دراصل ہمارے بزرگانِ دین کی تبلیغِ دین کے بین ثبوت ہیں۔جہاں ہم نے بزرگانِ دین کی روش (تبلیغ دین) کو چھوڑا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھیلاؤ ختم ہوگیا۔

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ کا تعلق حضرت بندگی میاں شاہ نظام وحدت آشامؓ سے ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجیدؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرزاقؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ۔آپ کے آباء واجداد گجرات سے ہجرت فرماتے ہوئے مہاراشٹرا اور دیگر علاقوں سے دکن تشریف لاتے ہیں۔آپ کے جدّ اعلیٰ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ، حضرت مہدی موعودؑ کے چوتھے خلیفے ہیں اور حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہیں۔جائیس کے حاکم تھے۔طلب دیدار خدا میں ریاست اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر کے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ہندوستان واپس آکر چاپانیر میں قیام فرمایا۔یہیں پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ یکمنار مسجد میں قیام فرمائے ہوئے تھے ملاقات کر کے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ خلیفۃ اللہؑ نے آپ کے تعلق سے فرمایا شمع ولایت، مرد ربانی، گنج رویت، دریائے وحدت آشام اور بے شمار فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔آپ کے دادا حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرزاقؒ اپنے والد کی صحبت میں

رہکر شریعت اور طریقت سے آراستہ ہوئے۔ اہل باطن اور اہل کمال میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مقام کڑی گجرات کے اطراف میں آپ کے کشف وکرامت کے چرچے تھے مریدین اور عقیدتمند نہایت ادب و احترام سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے۔ وعظ ونصیحت سے انہیں خدا کا خوف دلاتے، عبادت کی طرف راغب کرتے تھے۔ عربی اور فارسی زبان پر آپ کو کافی عبور حاصل تھا۔ اس طرح آپ کے والد حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجیدؒ بھی صاحب حال بزرگوں میں سے تھے ہمیشہ ذکر وفکر میں رہتے تھے اور اہل تقویٰ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد آپ کو فرزند ہوا تو نام عبدالشکور رکھا جو بعد میں شکور میاں کے نام سے تاریخ مہدویہ میں مشہور ومعروف ہیں۔

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ بچپن ہی سے وہ ماحول میں پلے اور پروان چڑھے جہاں ذکر و فکر سے شب کو وداع کیا جاتا تھا۔ زہد وتقویٰ کی بارش تھی عبادت وریاضت کی مہک تھی۔ دائرہ میں صحبتی علمی روشنی کے دلکش نظارے چوطرف نظر آتے تھے۔ دادا کے ساتھ ساتھ والد کی تربیت میں بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ فرماتے ہیں۔ عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کرتے ہیں۔ 18 سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ بچپن ہی میں آپ کے اخلاق وکردار سے، تعلیم سے، دلچسپی کو دیکھتے ہوئے دائرہ کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ بلاضرورت نہ کسی سے بات کرتے اور نہ کہیں آتے جاتے تھے۔ حضرت میاں عبدالکریم جو حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ کے پوترے ہوتے ہیں اور حضرت بندگی میاں عبداللطیف کے فرزند ہیں آپ کو گودی لیتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مغلیہ دور میں بادشاہ، امراء اور سپہ سالار مہدویوں سے متاثر تھے اور مہدوی بزرگوں کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ بادشاہ جہانگیر کے دور میں آپ گجرات سے ہجرت فرماتے ہوئے دکن تشریف لاتے ہیں۔ اس وقت گولکنڈہ پر عبداللہ قطب شاہ کی حکومت تھی۔ موضع چنچلم میں اپنا دائرہ قائم کرتے ہیں جو بعد میں چنچل گوڑہ سے مشہور ہوا۔ ریاست گولکنڈہ میں آپ کے دائرہ کی کافی شہرت تھی۔ روزانہ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ عقیدتمندوں میں سادات، شیخ، پٹھان، مغل اور دیگر بہت سارے لوگ شامل تھے۔ اہل تشیع بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے علم ووعظ بیان سے بے حد متاثر ہوتے تھے۔ پتھر کے اندر آگ چھپی ہوتی ہے اور ضرب لگانے یا توڑنے سے نکل آتی ہے۔ اس طرح جو طالب آپ کے دائرہ میں آجاتا وہ طالب خدا بن جاتا تھا۔ دائرہ کا تمام ماحول روحانی تھا۔ دنیا ومافیہا کے جھمیلوں سے نکل کر جو آپ کے دائرہ میں آجاتا تو ایک طرح کا

وہ اطمینان وسکون پاتا تھا اور روحانی خوشی اُسے محسوس ہوتی تھی ۔ دائرہ کا انتظام اتنا سخت تھا کہ بلا ضرورت کوئی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ تمام پر دم اور قدم کی حفاظت لازمی تھی۔ کئی ایک کرامات کا آپ کے دائرہ میں ظہور ہوا لیکن کوئی اس طرف توجہ ہی نہیں کرتا تھا سب کے سب طلبِ دید میں محو رہتے تھے۔ ایک دن اپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ وضو کے لئے پانی لائے ۔ مرید پانی کے لئے باولی پر پہونچا دیکھا کہ باولی سوکھی ہے، تل میں بھی پانی نہیں ہے وہ واپس آ کر کیفیت حضرت کو پہونچاتا ہے ۔ حضرت میاں شکورؒ فرماتے ہیں دوبارہ جا کر دیکھو جب وہ آ کر دیکھتا ہے تو خدا کی قدرت سے پانی باولی کی سیڑھیوں تک آ جاتا ہے۔

دائروں کا نظام یہی تھا کہ طالبانِ خدا کے پیش نظر ہمیشہ خدا ہی رہے۔ کیونکہ صاحبِ دائرہ کے پیش نظر خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہوتا تھا ''ہر چہ خواہی از خدا خواہ'' یعنی جو بھی چاہو خدا سے چاہو۔ حضرت میاں عبدالشکورؒ نے بھی اپنے معتقدین کو خدا سے ہی مانگنے کی تعلیم دی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں شکورؒ اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں پر کافی نظر رکھتے تھے۔ اُنہیں صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے کی تعلیم وتربیت دیتے تھے حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ دلاتے رہتے تھے تاکہ عبادت سے لطف اندوز ہوسکیں ۔ آپ کے ایک مرید میاں حیدر نے عرض کیا کہ خوندکار مجھے اولاد نہیں ہے دعا فرمائیے۔ آپ نے مرید کے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ مخلص اور عبادت گزار بندوں کی خواہشوں آرزؤں کو پورا کرتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا۔ میاں حیدر نے اس خوشی کے موقعہ پر جو کا ملیدہ، گھی شکر اور کھوپرا شامل کر کے بنایا اور دائرہ میں لاکر تقسیم کیا آج بھی عقیدتمند منت کی تکمیل پر ملیدہ بنا کر لاتے ہیں اور زائرین میں اور اپنے عزیز واقارب میں تقسیم کرتے ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو زائرین اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر بندوں کے حقوق کو ادا کرتے ہیں اُن پر بزرگانِ دین کی توجہ ہوتی ہے اور وہ اللہ کی مدد ونصرت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ قوم میں یہ بات مشہور ہے کہ جو حدود شریعت میں رہ کر روضہ حضرت میاں عبدالشکور پر حاضری دیتے ہیں اور حضرت کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری مشکلات دور ہو، ہمارے لئے رزق کشادہ ہو، ہمیں دین کی فہم عطا ہو اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی طاقت، قوت وصلاحیت عطا فرمائے تو یقیناً ہماری دعا قبول ہوگی ۔ کیونکہ جو بندگانِ خدا ہر سانس وقدم کی حفاظت کرتے ہیں جو ذکر وفکر میں ساری عمر

گزارتے ہیں جن کا ہر لمحہ خدا کی یاد میں صرف ہوا ہو اللہ ایسے نیک بندوں کے دنیا سے گزر جانے کے باوجود ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا الحمد للہ آج بھی عقیدتمند آپ کے روضہ پر حاضری دیکر بفضل تعالیٰ اپنی منتوں ومرادوں کو پاتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ بزرگان دین تبلیغ مہدویت کے لئے چارسو پھیل جاتے تھے۔ وہ ایک جگہ کبھی بھی نہیں رہے ہیں۔ حضرت میاں عبدالشکورؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا۔ دکن میں سب سے پہلے آنے والے بزرگوں میں حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ ہیں۔ آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے۔ حضرت کا 1042ھ میں انتقال ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد چنچل گوڑہ میں حضرت میاں عبدالشکورؒ کا دائرہ رہتا ہے۔ اسی دوران حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ دولت آباد سے ہجرت کرتے ہوئے اوسہ، ایلگندل، چیلا ساگر، مرکوک، گلسگورسے ہوتے ہوئے چنچل گوڑہ تشریف لاتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ کو حضرت کے چنچل گوڑہ میں آنے کی اطلاع ملتی ہے تو آپ یہاں سے ہجرت کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ جب حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا شکور بھائی سے کہوان کی خمیر یہیں کی ہے بندہ چند دن رہکر چلا جائے گا۔ حضرت شاہ نصرتؒ کے کہنے پر آپ چنچل گوڑہ میں ہی قیام کرتے ہیں 8/شعبان 1068ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔ دائرہ کے ایک حصہ ہی میں آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔

سورج اپنی روشنی کو بلڈنگ، مٹی کے گھروں، اینٹ کے بنے گھروں اور جھونپڑیوں پر منتشر کردیتا ہے اور جس طرح زمین اپنی فصلوں سے تمام انسانوں کو مستفید کرتی ہے اور اپنے سینے کو تمام انسانوں کے لئے وقف کررکھی ہے۔ اس طرح بزرگان دین کے روضہ بھی عقیدتمندوں کو فیضیاب کرنے کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ چراغ میں تیل اور بتی ہو جلانے پر روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح زائر اگر باعمل ہو اور عقیدت رکھتا ہو تو فیض پاتا ہے۔

درخت کی آبیاری کیجئے تو وہ سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ شیرخوار بچے کو دودھ پلائیں تو وہ توانا و تندرست ہوتا ہے، شریعت کی تعلیم اُستاد سے حاصل کرتے ہیں اور طریقت کی روحانی تربیت پیر طریقت کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح رہبرانِ قوم کا، اداروں کا کام ہے کہ نوجوان نسل کو بزرگانِ دین کی سیرت اور ان کی تعلیمات سے واقف کروائیں۔ والدین اپنے بچوں کو بزرگانِ دین کے آستانہ پر لاکر ان کے ایمان اور عقیدہ میں پختگی پیدا کریں تاکہ نوجوان نسل میں مذہبی رنگ پیدا ہو۔ ooo

حضرت بندگی میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ

سر زمین دکن میں مہدوی بی بیوں میں سب سے پہلے تشریف لانے والی بی بی حضرت بندگی میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ کی والدہ محترمہ حضرت امتہ السلام ہیں۔ آپ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ ابن حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی صاحبزادی ہیں۔ بی بی کی ولادت کھانبیل میں ہوتی ہے۔ والد بزرگوار کی صحبت میں پروان چڑھتی ہیں۔ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا شوق تھا۔ یہ عمر کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ نہایت ہی متقی و پرہیز گار تھیں۔ آپ حضرت میاں سید شریف محمد سے بیاہی جاتی ہیں جو حضرت میاں محمود شاہ کے فرزند ہیں۔ میاں شریف محمدؒ کی والدہ حضرت خونزا گوہر بنت حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ ہیں۔ حضرت میاں شریف محمدؒ نیک صفات اور بلند اوصاف رکھتے تھے۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ سے تربیت پاتے ہیں اور انہی کی صحبت میں رہتے ہیں۔ میاں شریف محمدؒ سے حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کو قلبی لگاؤ اور محبت تھی۔ اس کے علاوہ میاں شریف محمدؒ کے حسن اخلاق وحسن سلوک سے بہت متاثر تھے۔ میاں شریف محمدؒ کی ریاضت، انکساری اور روحانی کیفیت کو دیکھ کر اپنی صاحبزادی مسماۃ بی بی بوا سلام کو نکاح میں دیتے ہیں۔ آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت شہاب الحقؒ نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ قیامت کے دن دریافت کرے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے تو عرض کرونگا کہ اس فرزند شریف محمدؒ کو لایا ہوں۔

حضرت ملک عثمان کو دو صاحبزادیاں تھیں، ایک بی بی کد بانوؓ جن کا عقد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ سے ہوا دوسری صاحبزادی کا بیاہ میاں سید عطا اللہ سے ہوا جو سجادہ نشین تھے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہیں۔ میاں سید عطا اللہ تصدیق خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا شرف پاتے ہیں۔ آپ کو ایک فرزند ہوئے جن کا نام میاں سید محمودؒ ہے۔ میاں سید محمودؒ والد کے انتقال کے بعد ترک دنیا کر کے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ جب آپ پہلی مرتبہ حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور تشریف لائے تو آپ نے نام پوچھا، انہوں نے عرض کیا آنحضرت کا نام مبارک میراں سید محمود ہے اور بندہ کا نام سید محمود ہے۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے خوش ہوکر فرمایا ہم تم کو

محمود شاہ کہا کریں گے۔اس کے بعد سے آپ محمود شاہ سے مشہور ومعارف ہوئے۔آپ ایک اچھے عالم دین تھے اور علم قرآن پر کافی عبور حاصل تھا۔بڑے ہی دلنشین انداز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔حضرت ثانی مہدیؑ نے آپ کی ریاضت اور قرأت سے متاثر ہو کر دائرہ کی امامت آپ کے حوالے کی تھی۔حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ کے وصال کے بعد بی بی کد باتوؓ نے اپنی دختر بی بی خونزا گوہر کا نکاح میاں سید محمود شاہؒ سے کیا۔اس عقد کے بعد ایک روایت کے بموجب علیحدہ دائرہ باندھ کر بڑھاسن میں رہتے ہیں۔یہیں پر 22/ جمادی الثانی 972ھ کو آپ کا وصال ہوتا ہے۔ایک روایت میں آپ کو تین اور دوسری روایت میں چار فرزند ہونے کا ذکر ہے میاں شریف محمد، میاں عزیز محمد، میاں خلیل محمد اور میاں راجے محمد۔میاں محمود شاہ کے بڑے فرزند حضرت میاں شریف محمد کو بی بی بواسلام (امتہ السلام) سے ایک فرزند میاں راج محمد اور ایک دختر بی بی خونجیؒ ہوئیں۔

حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ کی زندگی کے حالات جس طرح سے دستیاب ہونا چاہیئے تھا تاریخ میں نہیں ملتے ہیں۔حالانکہ آپ ہم عصر ہیں حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ، حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے۔حضرت میاں شریف محمدؒ اپنے بیوی بچوں اور برادر حضرت میاں عزیز محمد کے ہمراہ گجرات سے ہجرت کرتے ہوئے دکن کی طرف تشریف لاتے ہیں اور بیجاپور میں قیام کرتے ہیں۔اُس دور میں بیجاپور میں کثرت سے مہدوی آباد تھے۔کئی ایک دائرے تھے، یہیں پر حضرت میاں شریف محمدؒ کا انتقال ہوتا ہے۔کچھ عرصہ بعد حضرت بی بی امتہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ اور دیگر ارادت مند کے ہمراہ بیجاپور سے گولکنڈہ تشریف لاتی ہیں۔قطب شاہ کا دور تھا اور چنچل گوڑہ میں اپنے فرزند حضرت سید راج محمدؒ کے دائرہ میں قیام رہا۔اُس وقت اس علاقہ کا نام موضع چنچلم تھا۔یہی پر آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوتا ہے اور حظیرہ چنچل گوڑہ میں دفن کیا جاتا ہے جو بعد میں حظیرہ شہداں کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔روایت کے مطابق حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ بڑی ہی عقیدتمندی کے ساتھ حضرت بی بی امتہ السلام کی زیارت کے لئے مشیر آباد سے چنچل گوڑہ آئے تھے۔اور کافی دور اپنے جوتیاں اُتار کر برہنہ پیر زیارت کرتے تھے۔

حضرت بندگی میاں راج محمدؒ اپنے والد بزرگوار کی طرح بڑے کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ والد محترم سے تربیت ہوئے اور صحبت حاصل کی۔والد کے وصال کے بعد والدہ محترمہ بی بی بوا سلام کے ساتھ فریضۂ ہجرت ادا کی اور دکن تشریف لائے اور چنچل گوڑہ میں دائرہ قائم فرمایا۔

حضرت راج محمد ہجرت کے دوران کن کن بزرگوں سے حسن تربیت حاصل کیا فیض صحبت سے مستفید ہوئے اس کا علم نہ ہوسکا۔ اگرچہ ہم کو آپ کے مکمل حالات معلوم نہ ہوسکے تاہم آپ کم گو ،خاموش طبیعت ،ملنسار تھے۔ظاہری شان وشوکت ،ضروریات دنیا سے بے نیاز تھے۔ان تمام باتوں کا علم ہمیں آپ کے روضہ پر حاضری دینے سے ہوتا ہے۔آپ نہایت ہی سادہ زندگی بزرگوں کی طرح بسر کرتے تھے۔اخلاق وعادات وہی تھے جو بزرگانِ دین میں تھے۔خدا کا خوف دل میں بھرا ہوا تھا۔ نہایت خشوع وخضوع سے عبادت بجالاتے تھے۔آٹھ پہر ذکر الٰہی میں رہتے تھے۔سختی کے ساتھ فرائض ولایت پر پابندی فرماتے تھے۔خاتمین علیہ السلام کے اُسوہ حسنہ کی تعمیل کو ضروری اور فرض سمجھتے۔شریعت پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔خلاف شریعت کوئی بھی کام ہوتا ہوا نظر آتا تو غضبناک ہوجاتے تھے اور آپ پر جلال آجاتا تھا۔والدہ محترمہ کا بے حد ادب واحترام بجالاتے تھے اور خدمت کیا کرتے تھے۔

اپنے اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے قرآن وحدیث سے شغف رکھتے تھے۔بیان قرآن سے سیراب کرتے تھے۔آپ کے بیان قرآن کی کافی شہرت تھی لیکن آپ دنیوی شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے۔کوئی تعریف کرتا تو سختی کے ساتھ روک دیتے اور اس پر خفا ہوتے تھے۔غرض آپ کا بیان پُر تاثیر ہوتا ہے۔تاریخ سلیمانی کی روایت ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ والیٔ گولکنڈہ کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی انتقال کرگئے۔بادشاہ اور ملکہ اس سانحہ سے بہت غمگین ہوئے۔سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر محل میں گوشہ نشین ہوکر زندگی گزار رہے تھے۔اپنے منصب کا بھی احساس نہیں رہا۔درباریوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے بھی یہ غم دور کیا جائے لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔لیکن دربار میں جو مہدوی امراء تھے انہوں نے تجویز پیش کی کہ اگر حضرت راج محمدؒ کسی طرح دربار میں تشریف لائیں اور بادشاہ کو بیانِ قرآن سے مستفید کریں تو یقین ہے کہ بادشاہ وقت کا یہ غم دور ہوجائے۔روایت ہے کہ آپ بادشاہ کے یہاں جانا پسند نہ کرتے تھے لیکن آپ کو تبلیغ مذہب واشاعت دین کی غرض بتاکر دربار میں لے گئے۔آپ کے بیان قرآن سے بادشاہ وملکہ کے دل کو نہایت سکون حاصل ہوتا ہے۔دل مضطرب کو چین ملتا ہے۔اس پرتاثیر بیان سے قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔اللہ کے ایک شاکر بندہ بن کر شکر خدا ادا کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے بارے میں بھی ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے قیاس ہے کہ دونوں بزرگوں نے بادشاہ وقت کو اپنے بیان قرآن سے محضوظ کیا ہوگا۔

حضرت بندگی میاں راج محمدؒ بڑے صاحب حال بزرگ گزرے ہیں۔ہزاروں بندگانِ خدا

فیوض روحانی سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور ہوتے چلے آ رہے ہیں۔آپ 25/صفر 1068ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔حضرت کو ایک فرزند میاں ملک الہدادؒ ہوئے۔فرزند کا نام میاں ملک الہداد رکھنے کے تعلق سے یہ روایت ملتی ہے کہ پیدا ہونے سے قبل حضرت بی بی بوا سلام نے خواب میں حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ کو دیکھا۔اس کے بعد فرزند پیدا ہوے۔اس لئے فرزند کا نام ملک الہداد رکھا۔ملک الہدادؒ حضرت شاہ نصرتؒ کی صحبت میں بھی رہ کر مستفیض ہوئے۔آپ کا دائرہ بلگونڈہ میں تھا۔یہی پر وصال ہوا۔آپ کو تین فرزند ہوئے۔سیدن میاں، میاں صاحب میاں اور اچھو میاں۔

حضرت سید راج محمدؒ کی اولاد اہل ارشاد تھی لیکن یہ سلسلہ چل نہ سکا۔چنچل گوڑہ میں آپ کی اولاد کے کئی گھر موجود ہیں اور مسجد یادگار میں باقی ہے۔

حضرت سید راج محمد علیہ الرحمہ کو اس دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے 370 سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔آج بھی عقیدتمند آستانے پر اپنی جبیں جھکا کر عقیدتمندی کا اظہار کرتے ہیں۔کئی ایک عقیدتمندوں نے آپ کے آستانے پر حاضری دے کر بشارتیں پائیں اور کئی ایک کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔حضرت میاں سید نجم الدین آپ کے ہی آستانہ پر حاضری دے کر شہادت کی دعا کرتے ہیں۔بحر العلوم علامہ حضرت سید اشرف شمسی دینی و مذہبی علم کی دولت پاتے ہیں۔کئی ایک دینی و قومی خدمت کی راہ پاتے ہیں

آپ کی والدہ محترمہ بی بی امتہ السلام کے تعلق سے روایت ہے کہ کوئی 150 سال قبل ایک شخص کو دفن کیا گیا تھا جو سودی کاروبار کرتا تھا۔اسی رات میں ایک بزرگ جو حظیرہ کے قریب تھے یہ آواز سنتے ہیں ''اس کو نکال دو'' آواز میں سختی تھی۔اس آواز کو سنتے ہیں بزرگ کے رونگٹھے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تھوڑی دیر بعد ایک خاتون کی دھیمی آواز آتی ہے'' میاں تجھ سے کچھ اُمید لے کر آتے ہیں انہیں معاف کردو''اس بات چیت کو سننے کے بعد ان بزرگ کا کہنا تھا کہ یہ آواز حضرت میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ اور آپ کی والدہ محترمہ بی بی امتہ السلام کی تھی۔بی بی نے اپنی چادر عافیت اس پر اُڑادی تھی۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بی بی بہت ہی نرم اور عفو و درگزر کرنے والی خاتون تھیں۔حضرت کے پائن کے حصہ میں ایک خوشگوار فضا چھائی رہتی ہے۔آج بھی عقیدتمند حاضری کا شرف پاتے ہیں تو ایک قسم کی روحانی خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں۔

نزدیک محلّہ ہی میں ہے ان کا حظیرہ ہیں پاس فدایانِ میاں راج محمدؒ

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید روح اللہؒ

حضرت بندگی میاں سید روح اللہؒ اولاد حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ سے ہیں۔ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کے انتقال کے بعد آپ کے فرزند حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف بڑے میراں صاحب دولت آباد سے ہجرت فرما کر بیجا پور سے ہوتے ہوئے گوکاک میں قیام فرما کر دائرہ باندھتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید ابراہیمؒ کے ایک فرزند حضرت بندگی میاں سید ولی ہیں۔ میاں سید ولی اپنے والد کے ہاتھ پر ترک دنیا کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ آپ عارف، متوکل وعزلت نشین تھے۔ پابند قید وقدم تھے۔ والد کی رحلت کے بعد منصب کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے بہ حسن وخوبی اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری انہیں عزیز تھی۔ آخری دم تک اس پر فائز رہے۔ آپ کی پاکیزگی، تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ واقعہ ہماری آنکھیں کھولتا ہے۔ دائرہ میں کسی نے اللہ دیا کہہ کر دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ دودھ نوش کرنے کے لئے لب تک لے گئے۔ اُسی وقت دودھ سے آواز آتی ہے، میں مشکوک ہوں، فوراً پیالہ رکھ دیتے ہیں۔ جس نے دودھ پیش کیا اُس سے کہتے ہیں کہ تحقیق کرو کہ دودھ کہاں سے آیا اور اس کو کس طرح گرم کیا گیا۔ بعد تحقیق پتہ چلا کہ جس لکڑی کے چورے سے دودھ گرم کیا گیا وہ مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا تھا۔ یہ تقویٰ شعار بزرگ ہستی 2 / ذیقعدہ کو اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ بیجا پور کے حظیرہ میں آپ کی مزار ہے۔ اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ اشیاء بھی بزرگوں کو آگاہ کردیتے تھے کہ وہ پاک وحلال ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے ذاکرین کی حفاظت کرتا ہے۔ صحبت وتربیت بھی پاکانِ خدا کی حفاظت کرتی ہے

حضرت بندگی میاں سید روح اللہؒ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ آپ کا نسب اس طرح ہے۔
حضرت بندگی میاں سید روح اللہ بن حضرت بندگی میاں سید ولی بن حضرت بندگی میاں سید ابراہیم بارہ بنی اسرائیل عرف بڑے میراں صاحب بن حضرت بندگی میراں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ بن اول میراں حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ بن خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام۔ حضرت

مہدی موعودؑ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بی بی الہداتیؓ کی اولاد کے سات پست کو بخشا ہے۔ میاں روح اللہ پانچویں پشت پر آتے ہیں۔ اہل بیت کی فضیلت دونوں عالم میں اپنا اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ یہ وہ اہل بیت ہے جو ہمیشہ اللہ کی مراد پانے کی فکر میں یعنی طلب دید میں ان کی زندگی گزرتے تھے اور فضل خداوندی سے اپنی مراد کو پالیتے تھے۔

حضرت بندگی میاں سید روح اللہ تربیت، صحبت اور خلافت والد سے پاتے ہیں۔ ظاہری و باطنی علم حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا افہام وتفہیم کا انداز بالکل سیدھا سادا تھا۔ سامنے والے کے مزاج وعلم کے لحاظ سے گفتگو کرتے۔ جہاں تک ہوسکے علم کی روشنی سے مستفید کرنے کی کوشش کرتے۔ والد میاں سید ولیؒ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اپنے جانشین فرزند سے فرمایا کہ میرے مرشدوں سے جو بھی تعلیم وفیض ملا میں نے تم کو پہنچادیا ہوں۔ میری رحلت کے بعد یا تو میرے بھائی میاں سید حیدرؒ سے علاقہ کرو یا دکن جاکر حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ سے علاقہ لگا کر ان کی صحبت اختیار کرو۔ والد کی وصیت کے مطابق حضرت میاں سید حیدرؒ سے علاقہ لگاتے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد حیدرآباد دکن آکر حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ سے علاقہ کرکے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی سیرت میں یہ بات مشترکہ طور پر دکھائی دیتی ہے کہ وہ اپنے آخری وقت میں فرزندوں کو اپنے دور کے بزرگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ نصرتؒ کچھ عرصہ بعد علیحدہ دائرہ بنا کر رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی حضرت سید عبدالقادر بھی ہجرت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے آپ کو اپنے دور کے بزرگوں کی صحبت میں رہنا کتنا عزیز تھا۔ مخدوم بننے کے بجائے خادم رہنے کی خواہش تھی۔ حضرات کے مریدین اور معتقدین سلطنت قطب شاہی میں بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ آپ کی آمد سے مریدین میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے آپ کے مرید میاں عالم خان انصاری کے بادشاہ وقت سے اچھے تعلقات تھے۔ میاں عالم خاں آپ کے والد کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ ان ہی کے کوٹھی کے پاس دائرہ قائم کرتے ہیں جو ابراہیم باغ سے مشہور ہے، جو قلعہ گولکنڈہ کے عقب میں واقع ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرت مخصوص الزماںؒ کے وصال کے بعد میاں سید روح اللہؒ کی آمد ورفت حضرت بندگیمیاں شاہ ابراہیمؒ کے پاس اکثر ہوتی تھی۔ حضرت شاہ ابراہیمؒ ان پر شفقت وعنایت

فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میاں سید روح اللہؒ اپنے ہمعصروں میں کافی مقبول تھے۔منکسر المزاج اور طبعًا خاموش رہنے کی وجہ سے ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ پابندی شریعت کے ساتھ ہمہ وقت اللہ کے ذکر و فکر میں رہتے تھے۔فقر وتوکل کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن فاقے ہوتے مگراس کا کسی پر اظہار نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ آپ کے مرید میاں عالم خاں کی دیوڑھی دائرہ کے روبرو تھی۔فقر و فاقہ کی جو فضیلت ہے اس سے وہ آگہی رکھتے تھے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر بجالاتے۔روایت بتاتی ہے کہ لباس پارہ پارہ ہوگیا تھا۔ کئی ایک پیوند لگے ہوئے تھے۔اس کا کہیں اظہار نہ ہوجائے چادر اوڑھ لیا کرتے تھے۔غذا اور لباس کبھی عبادت میں رکاوٹ نہ بنی۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بہت فتوح دائرہ میں آنے لگی۔ایک موقعہ پر اس فتوح کے تعلق سے فرمایا کہ ’’دانت تھے چنے میسر نہیں تھے،اب چنے آگئے ہیں لیکن دانت میسر نہیں ہے‘‘ اس کا مطلب یہ تھا کہ نفس دنیا کی لذیز غذاؤں کا خواہشمند نہیں رہا

حضرت بندگی میاں سید روح اللہ کو بزرگانِ دین کی زیارت کا بہت شوق تھا۔اُس دور میں سفر نہایت کٹھن اور مشکل تھا۔کوئی سہولت میسر نہیں تھی۔ آپ اپنے چند مخلص مریدوں کے ساتھ 1090ہجری میں پالکی کے ذریعہ گجرات کے بزرگانِ دین کی زیارت کرتے ہیں۔ان زیارتوں کے بعد آپ کو پانچوں خلفاء کی سیرت تحریر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔فضل خدا سے آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔

تاریخ شاہد ہے کہ حالات ووقت کے لحاظ سے ہمارے بزرگوں نے قوم کی خدمت انجام دی ہے۔ظاہری اور باطنی دونوں علم کے ہمارے بزرگ شہسوار تھے۔جہاں جس علم کی ضرورت تھی وہاں وہ علم کو پیش کئے۔اس خانوادے میں بزرگوں سے نقلیات کی سماعت کا سلسلہ جاری تھا۔اس دور کے جو بھی بزرگ تھے اُن سے ربط تھا۔صاحب خاتم سلیمانی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے والد میاں سید ولی کو فیضان سماعت نقلیات نہ صرف اپنے خاندان سے بلکہ سلسلہ ارشاد حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ یعنی حضرت بندگی میاں شاہ عبداللطیف نوریؒ سے بھی حاصل تھا۔اس لحاظ سے میاں سید روح اللہ کو بھی دینی و مذہبی علم وتعلیمات ورثہ میں ملی تھیں۔اس کے علاوہ فطری طور پر بہت ذہین تھے۔ بزرگوں کا ادب واحترام کرتے تھے۔طبیعت میں سادگی وانکساری تھی۔کردار کی یہ خوبی تھی کہ اپنی بات پر اٹل نہیں رہتے تھے۔طبیعت میں حق شناسی تھی اور ضد نہیں تھی۔

حضرت بندگی میاں سید روح اللہؒ کا عظیم کارنامہ جو آپ کے نام کو زندۂ جاوید بنادیا ہے وہ آپ کی تصنیف ''پنج فضائل'' ہے جو فارسی زبان میں ہے۔آپ کی تصنیف پنج فضائل کے چند روایتوں پر بعض نے اعتراض کئے تھے۔آپ نے ان کی آراء کا احترام کیا اور ان روایتوں کو خارج کردیا۔جمعیت مہدویہ دائرہ زمستان پور حیدرآباد نے 1372ھ میں معہ اُردو ترجمہ کے شائع کی ہے ۔پانچوں خلفاء کی سیرت سے واقف ہونے کے لئے یہ کتاب نہایت موثر وکارآمد ہے۔کردار کے بنانے میں عبادت و ریاضت کا ذوق وشوق پیدا کرنے میں یہ کتاب رہنمائی کرتی ہے۔حضرت کا یہ قلمی کارنامہ قیامت تک مہدویوں کو استفادہ کا موقعہ فراہم کرتا ہے

اس دنیا میں آنے کے بعد ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنا ضروری ہے۔حضرت میاں روح اللہؒ نے فرائض نبوت کے ساتھ ساتھ فرائض ولایت ،ترک دنیا،ہجرت، ذکراللہ،عزلت ازخلق، توکل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے طلب دید میں اپنی زندگی تمام صرف کی جو ایک مہدوی کی زندگی کا مشن ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو سانسیں اس دنیا کی زندگی کے لئے عطا کی تھیں الحمدللہ ان سانسوں کو ذکروفکر، عبادت وریاضت میں صرف کیں ۔اللہ کے فضل وکرم سے اپنی حیات کے ساتھ انصاف کیا۔4/محرم الحرام ایک اور روایت کے مطابق 15/محرم الحرام 1102ھ کو اس فانی دنیا سے بہ عمر 72 سال بعض روایت کے مطابق 75 سال رخصت ہوئے۔نماز جنازہ آپ کے جانشین میاں سید عالم بن میاں سید حیدرؒ نے پڑھائی۔ابراہیم باغ کے پرفضاء تالاب کے کنارے آپ کی تدفین ہوتی ہے۔عقیدتمندوں نے چوکھنڈی تعمیر کی۔عرس کے موقعہ پر اور رجب کی جمعراتوں کو زائرین حاضر ہوکر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔حضرت میاں سید روح اللہؒ کا سلسلہ ارشاد چن پٹن، دھرم کٹھ،حیدرآباد میں رہا۔اس وقت ان کے ارشاد کا دائرہ چن پٹن میں ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مہدوی بزرگوں کا محبوب مشغلہ ہمہ وقت اللہ کا ذکر تھا۔اسی روش کو حضرت بندگی میاں سید روح اللہ نے اپنایا۔آپ کا مذہب تھا پابندی شریعت اور اتباع احکام طریقت و بزرگانِ دین کی تقلید۔اسی دائرہ میں اپنی زندگی بسر کی۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہماری زندگی بھی شریعت وولایت کے دائرہ میں باعمل گزرے۔آمین

☆☆☆

حضرت بندگی میاں سید خدا بخشؒ

آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی اولاد سے ہیں۔آپ کا نسب اس طرح ہے۔حضرت بندگی میاں سید خدا بخش بن حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ بن حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہ۔حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے فرزند حضرت بندگی میاں سید سعداللہ ہجرت کر کے بیجاپور تشریف لاتے ہیں۔پ کے ہمراہ دونوں بھائی میاں سید عبداللطیف اور میاں سید عبدالوہاب بھی آتے ہیں اور بڑے بھائی کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔حضرت تشریف الحقؒ کے دائرہ میں جس طرح فقر و فاقہ تھا اس طرح آپ کے فرزند میاں سید عبدالوہاب کے دائرہ میں بھی سخت فقر و فاقہ ہوتا تھا۔ایسے حال و ماحول میں حضرت سید خدا بخشؒ کی پرورش ہوتی ہے۔آپ دنیا و مافیہا سے دور عزلت میں زندگی بسر کرتے تھے۔قدم قید کی پابندی کے ساتھ ذکر دوام کے پابند تھے۔ ہمیشہ قدم عالیت پر ہوتا تھا۔آپ کے دائرہ کی فضاء طالب صادق کو سکون و اطمینان مہیا کرتی تھی۔دائرہ میں فرائض ولایت پر عالیت کے درجہ پر عمل ہوتا تھا۔اس سختی عمل کی وجہ سے بہت کم تعداد میں طالبان خدا آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔رئیس اور نواب حضرات دائرہ کے اطراف میں رہنے کے باوجود دائرہ میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔آخری سانس تک آپ اپنے اسلاف کے عمل پر قائم رہے۔7/صفر کو اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔قطبی گوڑہ حظیرہ کے آپ صاحب حظیرہ ہیں۔مقام پر سکون اور دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔000

ان مضامین کی تیاری میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا

- ☆ انصاف نامہ
- ☆ شواہدالولایت
- ☆ پنج فضائل
- ☆ حاشیہ انصاف نامہ
- ☆ تذکرۃ الصالحین
- ☆ والیان ولایت (حصہ اول، دوّم، سوم)
- ☆ سوانح مہدی موعودؑ
- ☆ ماہنامہ نور ولایت خلفاء نمبر
- ☆ عبادالصالحین
- ☆ اثنائے عشرہ مبشرہ نمبر
- ☆ حدودِ دائرہ

اہل بیت کرام کی شرف وفضیلت

عمومی طور پر مصدقان خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کو ''مہدوی'' کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ ہر مہدوی میں خاتمین پاک سے محبت وعقیدت اپنی جان سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہر مہدوی میں اہل بیت سے محبت سانس کی طرح ہے، جس طرح سانس کے بغیر جسم نہیں ہوتا، اس طرح اہل بیت سے محبت کے بغیر مہدوی کی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ ہر مہدوی کے پیش نظر سورہ احزاب کی آیت مبارکہ ہوتی ہے۔ انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ترجمہ: اے نبیؐ کے گھر والو یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور رکھے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے (33)

نبیؐ کے گھر والوں کو اس طرح اللہ تعالیٰ پاک وصاف رکھتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کیا عظمت ہے۔ اس لئے حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن تمام لوگوں کے حسب نسب منقطع ہو جائیں گے مگر ہمارا حسب ونسب منقطع نہیں ہوگا (حقائق کبریٰ، طبقات ابن سعد) اس طرح حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ غرق ہو گیا۔

اہل بیت کا شرف ہے کہ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کوئی دعا شرف قبولیت اور باب اجابت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک ہم پر اور ہماری اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے بلکہ وہ دعا محجوب رہتی ہے (الصواعق المحرقہ 148)۔ ایک موقع پر صحابہ کرام کے استفسار پر حضرت محمد ﷺ نے درود بھیجنے کے لئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ ''یا اللہ رحمت وبرکت عطا فرما اور آل محمد کو جس طرح کہ تو نے برکت عطا فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر تو حمید ومجید ہے۔ درود کی اہمیت اس ارشاد گرامی سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ سیدنا ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی نماز پڑھتا ہے کہ جس میں مجھ پر اور میری آل پر درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

حضرت محمد ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا ''ہم تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ رہے ہیں کہ اگر تم ان کا دامن مضبوطی سے تھام کر رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور پھر ان دو چیزوں کے متعلق ارشاد

فرمایا کہ ایک تو قرآن ہے اور دوسری ہماری عترت واہل بیت ۔ آپ ﷺ نے اپنی اُمت کی خیر خواہی کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے محبت کرنا ہے تو میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں اپنی جان سے محبوب نہ رکھے اور ہماری عترت کو اپنی عترت سے اور ہمارے اہل بیت کو اپنے اہل بیت سے محبوب نہ رکھے اور اپنی ذات کو ہماری ذات سے محبوب نہ سمجھے۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آل محمد ﷺ سے ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ محمد ﷺ نے اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہؓ کے شہزادوں حسنؓ وحسینؓ کو گود میں لیکر فرمایا جوان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے، جوان سے بغض رکھتا ہے وہ ہم سے بغض رکھتا ہے۔ محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ میرے اہل بیت سے ایک شخص بھی جہنم میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے میرا یہ سوال قبول فرمالیا۔

اہل بیت کی شرف وعظمت کے تعلق سے صرف دو واقعات کا ذکر یہاں کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں حضرت عبداللہ بن حسنؓ کسی ضرورت کے لئے گئے۔ حضرت نے اُٹھ کر استقبال کیا اور فرمایا اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت تھی تو آپ کسی اور کو بھیج دیتے یا رقعہ بھیج دیتے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حیا آتی ہے کہ اہل بیت کا کوئی فرد میرے دروازے پر سائل بن کر آئے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک درس حدیث کے دوران بار بار اُٹھتے اور بیٹھ جاتے۔ حالانکہ ایک دفعہ یا دو دفعہ نہیں اس طرح کئی مرتبہ ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت میں یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ درس حدیث کے دوران 70 بار بچھو نے ڈنک مارا مگر آپ درس حدیث سے فارغ ہو کر ہی اُٹھے اور بچھو کو مارا۔ اذیت کو مسلسل برداشت کرتے رہے۔ شاگردوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں مناسب نہیں سمجھا کہ درس حدیث کو منقطع کر کے دیکھوں۔ اس طرح آپ نے احادیث کا ادب واحترام بجالایا۔ اب شاگردوں کو بار بار درس کے دوران اُٹھنا بیٹھنا عجب لگ رہا تھا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اہل بیت کے شہزادے گلی میں کھیل رہے تھے ۔ جب وہ کھیلتے کھیلتے دروازے کے سامنے سے گزرتے تو میں احتراماً اور تعظیماً کھڑا ہوجاتا تھا۔ حضرت امام مالکؒ اتنے بڑے محدث بھی اہل بیت کے شہزادوں کا ادب کیا کرتے تھے۔

مذہبی کتب میں ایک اور واقعہ بھی نظروں سے گزرا ہے جو ہمارے دلوں کو جھنجھوڑتا ہے۔ ایک سید زادی فقر کی حالت میں ایک مالدار مسلمان کے پاس ضرورت سے تشریف لے گئیں۔ اسے بتایا کہ میں

سیدزادی ہوں میری مدد کرو۔اس شخص نے یہ کہہ کرٹال دیا کہ مجھے کیا معلوم تم سیدزادی ہو کہ یا نہیں۔وہ سیدزادی وہاں سے روانہ ہوکر ایک یہودی کے پاس پہنچتی ہے، اپنی حالت بیان کرتی ہے۔ یہودی اس کی تعظیم کرتا اور ضرورت کو پوری کرتا ہے۔ رات کو اس مسلمان اور یہودی دونوں نے خواب دیکھا کہ حضورﷺ نے اس مسلمان کو جنت میں داخل ہونے سے منع کردیا کہ جب تمہیں ہماری بیٹی کے سیدہ ہونے پر شک تھا تو ہم تمہارے مسلمان ہونے پر کیسے یقین کرلیں۔اس یہودی کو جنت میں داخل ہونے دیا۔ یہودی نے جب یہ خواب دیکھا تو صبح بیدار ہوتے ہی مسلمان ہوگیا۔

کتاب الفتن حدیث نمبر7753 میں اس طرح درج ہے تم اپنی اولاد کو تین باتوں کی تربیت کرو (1) اپنے نبی اکرمﷺ کی محبت (2) آپ کے اہل بیت اطہار کی محبت (3) اور قرآن کی تلاوت۔ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے محبت وعقیدت کا جذبہ رکھا ہے۔اس کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض ایسے بدقسمت بھی ہوتے ہیں جو اس سے گریز کرتے ہیں۔ کنز العمال میں حدیث نمبر 34180اس طرح درج ہے۔ چار خوش نصیب ایسے ہیں قیامت کے دن ان کی شفاعت کروں گا (1) میرے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرنے والا (2) ان کے لئے ان کی ضرورت کی چیزیں پیش کرنے والا (3) ضرورت کے وقت ان کے اُمور کا بندوبست کرنے والا (4) اور دل وزبان سے ان کی محبت رکھنے والا

یہ حقیقت ہے کہ مہدوی کو اس وقت تک سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ رشد و ہدایت پر فائز حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا۔ یہ بیعت ہی دراصل اہل بیت سے محبت کا ایک اظہار ہے۔ مہدوی میں عشق خدا کے ساتھ محبت رسول اللہﷺ، محبت مہدی موعودؑ، محبت صحابہ خاتمین، اولیاء کرام واہل بیت اس کی سانسوں میں بسی ہوتی ہے۔لوگ کہتے ہیں شیعہ افراد میں یہ زیادہ ہوتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے وہ غلو کرتے ہیں اور صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ حقیقی اور سچی محبت قرآن اور احادیث کی روشنی میں کہیں پائی جاتی ہے تو وہ صرف اور صرف مصدقان حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام میں۔ آج کے اس پرآشوب دور میں بھی مہدوی الحمد للہ اللہ کے نام پر، خاتمینؑ کے نام پر اور بزرگانِ دین کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہ بھی ایک خاص اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے جس کے لئے ہم صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ooo

فہرستِ کتب شائع کردہ ادارۂ تنظیم مہدویہ وبزمِ توفیق

(۱) فرائض ولایت	
(۲) العقائد حصہ اول	از بحر العلوم علامہ حضرت سید اشرف شمسیؒ
(۳) العقائد حصہ دوم	از بحر العلوم علامہ حضرت سید اشرف شمسیؒ
(۴) انصاف نامہ (اردو ترجمہ)	از حضرت سید ولیؒ
(۵) امام مہدی اور دعوت بصیرت الٰہی	از حضرت سید خدا بخش میانجی صاحب خوندمیری مدظلہٗ
(۶) افادیت ذکر	از حضرت سید خدا بخش میانجی صاحب خوندمیری مدظلہٗ
(۷) توبہ وترک	از حضرت سید خدا بخش میانجی صاحب خوندمیری مدظلہٗ
(۸) دعوت فکر و حاصلِ عشق	از ایضاً
(۹) مقصدِ ترک	از ایضاً
(۱۰) مثالی سیرت	از حضرت سید شہاب الدین یداللہی صاحب
(۱۱) دیدار کردگار	از جناب ابراہیم علی خاں صاحب
(۱۲) فرش تا عرش (مجموعہ کلام)	جناب سید انجم نظامی صاحب
(۱۳) اطاعت رسول اللہ	از حضرت ابوالفتح سید نصرت تشریف اللّٰہی صاحب
(۱۴) زبان عقیدت (مجموعہ کلام)	جناب سید باقر منظور صاحب
(۱۵) اجالوں کا سمندر (مجموعہ کلام)	جناب اشرف خوندمیری صاحب
(۱۶) نور مجسم	از حضرت سید محمد روشن میاں صاحب
(۱۷) شام وسحر (مجموعہ کلام)	از حضرت سید شریف صاحب سحر
(۱۸) نجم السحر (مجموعہ کلام)	حضرت سید شریف صاحب سحر
(۱۹) سیرت حضرت مہدی موعودؑ	از جناب مقصود علی خان صاحب
(۲۰) سیرت حضرت بندگمیاں ثانی مہدیؓ	از جناب مقصود علی خان صاحب
(۲۱) سیرت حضرت بندگمیاں شاہ خوندمیرؓ	از جناب مقصود علی خان صاحب
(۲۲) سیرت حضرت بندگمیاں شاہ نعمتؓ	ادارہ
(۲۳) بہادر یار جنگ	از جناب مقصود علی خان صاحب

(۲۴) تصوف کی باتیں — از حضرت محمد نورالدین عربی صاحب
(۲۵) رسالہ اقتداء بزبان اردو وانگریزی — ترجمہ حضرت سید علی صاحب برترؔ قبلہ مدظلہٗ
(۲۶) The Holy life — از جناب سید ولی صاحب
(۲۷) The Twelve Gems — از جناب سید عظمت اللہ صاحب
(۲۸) The Introduction of Islam — از جناب ایس ایس محمد عارف نظامی صاحب
(۲۹) The Promised One — از جناب سید یعقوب صاحب
(۳۰) Eighteen Quranic Verses — از جناب سید حسین صاحب
(۳۱) فرائض ولایت اور خلاصۃ الکلام (ہندی) — از جناب شیخ چاند ساجد
(۳۲) سراج العابدین (انگریزی)
(۳۳) خلاصۃ الکلام (ہندی) — ترجمہ جناب شیخ چاند ساجد صاحب
(۳۴) فیضانِ رحمت — جناب نثار مہدی علی خان صاحب طالب ساندوزئی
(۳۵) منصبِ مہدویت کی عظمت — جناب داود علی خان صاحب
(۳۶) mehdaviet — جناب سید شریف خوندمیری صاحب
(۳۷) نقشِ عقیدت — حضرت سید جلیل محمد جلیلؔ ہمنابادی صاحب
(۳۸) خوشبوئے عقیدت — جناب محمد امام صاحب امام
(۳۹) شبِ قدر — حضرت سید نجم الدین یداللہی
(۴۰) گلزارِ امین — جناب میاں محمد خان صاحب امینؔ
(۴۱) والیان ولایت (حصہ اول) — حضرت محمد نورالدین عربی صاحب
(۴۲) والیان ولایت حصہ دوم — حضرت محمد نورالدین عربی صاحب
(۴۳) والیان ولایت حصہ سوم — حضرت محمد نورالدین عربی صاحب
(۴۴) توبہ وترک (باردوم) — حضرت سید خدابخش میاں جی صاحب خوندمیری
(۴۵) مضامین برتر (حصہ اوّل) — حضرت سید علی صاحب برتر قبلہ مدظلہٗ
(۴۶) سفینۂ فکر ونظر (انتخاب مضامین ماہنامۂ نورولایت)
(۴۷) نورولایت دانشوروں کی نظر میں
(۴۸) مضامین برتر (حصہ دوّم)
فرائض ولایت وفرمودات — حضرت سید علی صاحب برترؔ قبلہ مدظلہٗ

(۴۹) نوید سحر (مجموعہ کلام) جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۰) خطباتِ جمعہ وعیدین از حضرت مولانا سید میرانجی عابد خوندمیری صاحب مدظلہٗ
(۵۱) مختصر سیرت حضرت شاہ عبدالشکورؒ از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۲) چھٹی فرض نماز کہاں سے آئی جناب محمد نامدار خان صاحب بوزئی
(۵۳) حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ
وحضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۴) مختصر سیرت حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۵) سیرتِ حضرت مہدی موعودؑ (سوال و جواب میں) از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۶) سیرتِ خلفاء مہدی موعودؑ (سوال و جواب میں) از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۵۷) مختصر تاریخ مرکزی انجمنِ مہدویہ از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۸) سیرتِ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ از جناب مقصود علی خان صاحب
(۵۹) (سوال و جواب میں) رومن انگلش ترجمہ از جناب سید محمود صاحب تشریف اللہی
(۶۰) ھندی ترجمہ از جناب محمد یعقوب صاحب دولت آباد
(۶۱) سیرتِ خلفاء مہدی موعودؑ (سوال و جواب میں) از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۶۲) ترجمہ رومن انگلش از جناب سید محمود صاحب تشریف اللہی
(۶۳) ھندی ترجمہ از جناب محمد یعقوب صاحب دولت آباد
(۶۴) خطبات جمعہ وعیدیں از جناب مقصود علی خاں صاحب
(۶۵) ماضی کے اوراقِ بہاراں از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۶۶) شہدائے مہدویہ از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۶۷) فرامینِ حضرت مہدی موعودؑ اور ہم از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۶۸) قرآنی معلومات (سوال و جواب) از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۶۹) سیرتِ حضرت محمد رسول اللہؐ از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۷۰) معلومات حج (سوال و جواب) از حضرت مقصود علی خاں صاحب
(۷۱) سفینہ روح عمل (مجموعہ مضامین) از حضرت مقصود علی خاں صاحب